وَاٰخَرِیۡنَ مِنۡہُمۡ لَمَّا یَلۡحَقُوۡا بِہِمۡ وَہُوَالۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ (الجمعة)

وَمُبَشِّرًۢا بِرَسُوۡلٍ یَّاۡتِیۡ مِنۡۢ بَعۡدِی اسۡمُہٗۤ اَحۡمَدُ (الصَّفّ)

مبارک وہ جو اَب ایمان لایا — صحابہ سے مِلا جب مجھ کو پایا
وہی مے ان کو ساقی نے پلادی — فَسُبۡحَانَ الَّذِیۡ اَخۡزَی الۡاَعَادِیۡ

(حضرت مسیح موعودؑ)

اصحابِ احمدؑ رضؓ

جلد اوّل

تصنیف ملک صلاح الدین ایم۔اے
ناظر تعلیم وتربیت وسیکرٹری بہشتی مقبرہ صدر انجمن احمدیہ قادیان

باہتمام شیخ محمد اسماعیل پانی پتی در مطبع گیلانی لاہور طبع شد ۱۹۵۱ء

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نَحۡمُدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ
وَعَلٰی عَبۡدِہِ الۡمَسِیۡحِ الۡمَوۡعُوۡدِ

عرضِ حال

احبابِ کرام! حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم (فداہ روحی وابی وامّی) کے صحابہ کرامؓ کو جو مقام حاصل ہے۔ کسی سے مخفی نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ کی ابدی خوشنودی کی سند عطا فرمائی۔ نیز آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اَصۡحَابِیۡ کَالنُّجُومِ بِاَیِّہِمۡ اقۡتَدَیۡتُمۡ اِھۡتَدَیۡتُمۡ۔ یعنی میرے اصحاب کی مثال ستاروں کی سی ہے۔ کہ اِن میں سے جس کی بھی پیروی کی جائے ہدایت کا مُوجب بنے گی۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس پاک گروہ کے ایک حصّہ کے آخری زمانہ میں پیدا ہونے کا ذکر فرمایا ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس بارہ میں فرماتے ہیں:

''ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دو بعث ہیں۔ اور اس پر نصِّ قطعی آیت کریمہ **وَاٰخَرِیۡنَ مِنۡہُمۡ لَمَّا یَلۡحَقُوۡا بِہِمۡ** ہے۔ تمام اکابر مفسّرین اِس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ اِس اُمتّ کا آخری گروہ یعنی مسیح موعود کی جماعت صحابہؓ کے رنگ میں ہوں گے۔ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرح بغیر کسی فرق کے آنخضرت صلعم سے فیض اور ہدایت پائیں گے۔ پس جب کہ یہ امر نصِّ صریح قرآن شریف سے ثابت ہوا۔ کہ جیسا کہ آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فیض صحابہؓ پر جاری ہُوا۔ ایسا ہی بغیر کسی امتیاز اور تفریق کے مسیح موعود کی جماعت پر فیض ہوگا۔ تو اِس صورت میں آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک اور بعث ماننا پڑا۔ جو آخری زمانہ میں مسیح موعود کے وقت میں ہزار ششم میں ہوگا۔'' [1]

دراصل بعض مجبوریوں اور موانع کی وجہ سے ہم صحابہ حضرت مسیح موعود رضوان اللہ علیہم اجمعین کی حقیقی قدر کے مناسب رنگ میں اظہار سے قاصر رہے۔ بعض اوقات ہم عصر ہونا بھی حقیقی قدر کے پہچاننے میں ایک بڑی روک بن جاتا ہے۔ نیز صحابہؓ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات منضبط اور مدوّن ہو کر ہمارے سامنے موجود ہیں۔ لیکن صحابہؓ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق ابھی یہ صورت نہیں۔ اور دراصل فقدانِ نعمت سے ہی نعمت کی قدر زیادہ نمایاں طور پر محسوس ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جو صحابہؓ اب وفات پا چکے ہیں۔ ان کی خوبیاں

زیادہ روشن معلوم ہوتی ہیں۔ بہ نسبت زندہ صحابہؓ کے۔صحابہؓ حضرت رسول کریم صلعم کو مشیّتِ الٰہی سے کثرت کے ساتھ ایسے ظاہری ونمایاں مواقع جانی قربانی کے میّسر آئے جن سے ان کی شاندار ایمانی حالت کا اظہار ہوا۔لیکن موجودہ زمانہ کے حالات مختلف ہونے کی وجہ سے نہ جانی قربانی کے مواقع صحابہؓ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اس کثرت سے پیش آئے اور نہ ہی ان کے ایمانوں کا اس رنگ میں اظہار رہوا۔ ہاں شاذ کے طور پر جو واقعات پیش آئے ان میں خدا کے فضل سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ نے بھی کم شاندار نمونہ نہیں دکھایا۔ بلکہ پورے زور سے کہا جاسکتا ہے کہ **آخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ** کی عملی تصویر دنیا کے سامنے آ گئی۔حضرت شہزادہ عبداللطیف صاحب شہید اور حضرت مولوی عبدالرحمٰن صاحب شہید رضی اللہ عنہما کا ذکر اس امر کے ثبوت کے لئے کافی ہوگا۔موجودہ وقت میں جبکہ ابھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بہت سے صحابہؓ بقیدِ حیات ہیں۔صحابہؓ اور غیر صحابہ کا جماعت میں امتیاز نہیں۔ اس لئے ان کی خصوصیات نمایاں نہیں۔لوگوں کے ذہن پر یہ اثر ہے کہ صحابہ آنحضرت صلعم کی تعریف تو اللہ تعالیٰ نے فرمائی ہے اور صحابہ حضرت مسیح موعودؑ کی نہیں۔اس لئے ان دونوں گروہوں کی مماثلت نہ ہوئی۔لیکن عدمِ مماثلت کا یہ خیال درست نہیں۔ ۲

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے صحابہؓ کی تعریف کرتے ہوئے اور ان کی مماثلت صحابہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہوئے بروز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق فرماتے ہیں:

''وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بروز ہوگا۔اس لئے اُس کے اصحاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کہلائیں گے۔اور جس طرح صحابہ رضی اللہ عنہم نے اپنے رنگ میں خدا تعالیٰ کی راہ میں دینی خدمتیں ادا کی تھیں۔وہ اپنے رنگ میں ادا کریں گے۔'' ۳

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کے ہر دو گروہوں کو ایک دوسرے سے شدید مشابہ اور مماثل قرار دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ مجھے معلوم نہیں کہ ان میں سے پہلی جماعت بہتر ہے یا دوسری۔

اب جبکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات پر بیالیس سال کا لمبا عرصہ گذر چکا ہے۔صحابہ کرامؓ کا دور بڑی تیزی سے گذر رہا ہے۔ہمیں جو تابعین کے طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ان پاک نفس وجودوں سے ابھی ایمان وعرفان اور عشق و وفا کے بہت سے سبق لینے ہیں۔اور ہم پر اس تعلق میں گوناں گوں فرائض عائد ہوتے ہیں:

اوّل یہ کہ اِن پاک وجودوں کی درازیٔ عمر کے لئے دعائیں کرتے رہیں۔تا یہ مُبارک دَور بہت لمبا ہو جائے۔

دُوسرے یہ کہ عشق ومحبت کے جو جذبات صحابہ کرامؓ کے دلوں میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے

براہ راست فیضان سے متموّج ہوئے وہی احساسات و جذبات ہمارے قلوب میں بھی موجود ہونے چاہئیں اور ہمیں اس سنّت اللہ سے ہمیشہ خائف رہنا چاہئے کہ اگر ہم صحابہؓ کے اچھے جانشین نہ بنے تو اللہ تعالیٰ کسی اور قوم کو ان کا قائمقام کھڑا کرسکتا ہے۔ پس بہت ہی مقامِ خوف ہے۔ کیا اللہ تعالیٰ کا ہم پر یہ کم احسان ہے کہ اس نے ہمارے ملک میں روحانیت کا چشمہ جاری کیا اور ہمارے ملک کو مرکز بننے کی سعادت کے لئے منتخب کرلیا۔ سو اس نعمت کی قدر کرنی چاہئے تا کوئی اور قوم اس مقام ارفع کو اپنی زیادہ کوشش اور ہمت سے حاصل نہ کرلے اور ہم دُون ہمّتی اور غفلت سے اس انعام سے محروم نہ ہوجائیں۔

تیسرے ہم ان بزرگوں کے سوانح حیات محفوظ کرنے میں قاصر رہے ہیں اور بہت سا قیمتی حصّہ ضائع ہوچکا ہے۔ اب ہمیں حتی الامکان اس کی تلافی کرنی چاہئے اس وقت جو کچھ شائع ہوگا۔ اگر اُس میں کوئی غلطی ہوگی تو موجودہ صحابہ سے اس کی تصحیح کی امید ہوسکتی ہے۔ لیکن یہ فائدہ بعد میں حاصل نہ ہوسکے گا۔

اس میں تو کوئی شک نہیں کہ صحابہ مسیح موعودؑ کے حالات حیطۂ تحریر میں لانے میں بہت بڑی کمی رہ گئی ہے۔ بطور مثال عرض کرتا ہوں کہ مولوی رحیم اللہ صاحب رضی اللہ عنہ ایسے بزرگوں میں سے تھے۔ جو جلسہ سالانہ ۱۸۹۲ء میں شریک ہوئے۔ پھر وہ تین سو تیرہ صحابہ میں سے تھے۔ لیکن اُن کے سوانح لکھنے کے لئے جہاں تک میرے ذرائع اور کوشش کا تعلق ہے۔ مجھے بہت ہی کم معلومات حاصل ہوسکیں۔ ہمارے پرانے بزرگوں میں سے جو اس وقت تک زندہ ہیں۔ مکرم بھائی عبدالرحیم صاحب قادیانی درویش اور مکرم بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی درویش نے باوجود خود ۳۱۳ میں سے ہونے کے فرمایا کہ ہمیں مولوی صاحبؓ موصوف کا علم تک نہیں۔ مکرم مفتی محمد صادق صاحب مقیم ربوہ نے تحریر فرمایا کہ مجھے مولوی صاحبؓ کے متعلق کچھ بھی علم نہیں۔ اسی طرح ۳۱۳ صحابہؓ میں سے کئی ایک کا حال ہے۔ ایک صحابی جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں ہی فوت ہوکر بہشتی مقبرہ میں دفن ہوئے۔ اُن کے حالات کا مجھے بسیار جستجو کے باوجود کچھ پتہ نہ لگ سکا۔ انہی کے گاؤں کے ایک بزرگ سے میں نے دریافت کیا۔ فرمانے لگے کہ میں اس دوست کو جانتا تک نہیں۔ میں نے عرض کی کہ مرحوم کی وصیت پر آپ کی شہادت درج ہے۔ فرمانے لگے مجھے اس نام کا اپنے گاؤں کا کوئی احمدی یاد نہیں پڑتا۔ احباب غور فرمائیں کہ جو بزرگ قدیم ترین صحابہ میں سے تھے اور بعثت سے قبل کے حضور کے پاس آنے والوں میں سے تھے اور جس شخص کے حالات میں نے اُن سے پوچھے وہ انہی کے گاؤں کا باشندہ تھا اور اس کی وصیت پر اُن کی گواہی موجود ہے۔ جب ان کو اس شخص کا بھی کچھ علم نہیں تو اور کس سے حالات معلوم ہوسکتے ہیں۔ یہ تو ایسے صحابہؓ کا حال ہے جو بہشتی مقبرہ میں مدفون ہیں اور جن کے نیک سوانح کا ان کے کتبوں پر لکھنے کا ارشاد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

نے فرمایا تھا۔ یا جو ممتاز گروہ صحابہؓ یعنی ۳۱۳ میں شمار ہوتے تھے۔ ایسے صحابہؓ جن کے حالات ہمیشہ کے لئے مستور رہ گئے ہیں۔ سینکڑوں کی تعداد میں ہیں۔ گو تقسیم ملک کے بعد کے حالات بہت مختلف ہو گئے اور بہت سے بزرگ صحابہؓ مثلاً سیّد عبداللطیف صاحب شہیدؓ۔ مولوی عبدالکریم صاحبؓ۔ نواب محمد علی خاں صاحبؓ۔ شہزادہ عبدالمجید صاحبؓ مجاہدِ ایران۔ مولوی سید محمد سرور شاہ صاحبؓ۔ مولوی شیر علی صاحبؓ۔ پیر منظور محمد صاحبؓ وغیر ہم رضی اللہ عنہم جن کے کافی حد تک مکمل حالات میں نے سالہا سال کی محنت سے اُن سے یا اُن کے اقارب اور دوسرے صحابہؓ سے جمع کئے تھے۔ بفضلہٖ تعالیٰ فسادات کی نذر ہونے سے بچ گئے لیکن چونکہ وہ حالات بروقت قادیان میں نہیں پہنچ سکے۔ اس لئے ان میں سے کئی ایک کے حالات بھی جلد اول میں شائع نہیں کرا سکا۔

میں کچھ عرصہ اور انتظار کرتا لیکن دو امور میرے لئے اس تحریک کا باعث ہوئے کہ امسال ہی کتاب کی پہلی جلد شائع کر دوں۔ ایک تو یہ کہ حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب رضی اللہ عنہ نے مجھے فرمایا تھا کہ جو کچھ میسر ہو اُسے جلدی سے شائع کر دو۔ کامل ذات صرف اللہ تعالیٰ کی ہے اور اس خیال میں نہ رہو کہ مکمل ہوں گے تب شائع کروں گا۔ آپؓ کا مطلب یہ تھا کہ جو کچھ معلومات حاصل ہوں شائع کر کے محفوظ کر دی جائیں۔ دوسری تحریک اس وجہ سے ہوئی کہ مجھے تجربہ ہوا ہے کہ صحابہؓ کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لئے مجھے بارہا عام اور رجسٹری خطوط بھیجنے پڑے۔ لیکن مجھے بہت سے احباب کی طرف سے جواب موصول نہیں ہوئے۔ الفضل میں اعلان کروائے لیکن شاید ان میں جاذبیت نہ تھی۔ صرف دو دوستوں نے بعض بزرگوں کے حالات تحریر کر کے بھیجے۔ سو میں نے ارادہ کیا کہ بعونہٖ وتوفیقہٖ اس جلسہ سالانہ پر جلد اول شائع کر دوں تا دوستوں کو تحریک ہو کہ اپنے بزرگوں کے حالات قلمبند کریں اور اس طرح ایک قیمتی خزانہ محفوظ ہو جائے۔

حضرت مسیح موعودؑ کے متعدد صحابہ کا تذکرہ الحکم اور بدر کے فائلوں میں محفوظ ہے۔ اور بلاشبہ وہ حالات نہایت قابل قدر ہیں اور میں نے اُن سے پورا فائدہ اٹھایا ہے۔ لیکن اس سلسلہ میں مستقل کتابوں کی تعداد حیرت انگیز طور پر کم ہے۔ اس موضوع پر میرے علم میں تذکرۃ الشہادتین کے علاوہ صرف ذیل کی کتب شائع ہوئی ہیں۔ اس فہرست سے ہی اندازہ ہو سکتا ہے کہ ہم نے اس اہم کام کی طرف کتنی توجہ دی ہے:-

۱۔ واقعۂ ناگزیر: (سائز $\frac{۲۰\times۲۶}{۸}$ صفحات ۳۶) مطبوعہ نومبر ۱۸۹۸ء مطبع انوار احمدیہ قادیان باہتمام شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی (مالک مطبع) یہ ایک مختصر سی کتاب سید خصیلت علی شاہ صاحب رضی اللہ عنہ کے حالات میں سید حامد شاہ صاحب رضی اللہ عنہ نے شائع کی۔ سید خصیلت علی شاہ صاحبؓ کی وفات ۵ ستمبر ۱۸۹۸ء کو واقع ہوئی۔ آپؓ اپنے مولد موضع مالومہے علاقہ پسرور ضلع سیالکوٹ میں اپنے بزرگان کی درگاہ میں مدفون ہوئے۔ آپ

کوان معدودے چند بزرگوں کی طرح یہ فضیلت حاصل ہوئی کہ آپ جلسہ سالانہ ۱۸۹۲ء میں شامل ہوئے اور پھر ۳۱۳ صحابہ میں بھی شمار ہوئے۔ اس کتاب کو اس موضوع کی کتابوں کے سلسلہ میں اوّلیت کا درجہ حاصل ہے۔ اور اسے یہ بھی خصوصیت حاصل ہے کہ یہ عہد مبارک حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام میں طبع ہوئی۔

۲۔تحدیث نعمت بزبانِ ناصر: (نوشتہ ۲۲ جون ۱۹۱۲ء) یہ بہت ہی مختصر رسالہ ہے جو افسوس ہے مجھے دستیاب نہیں ہوسکا۔ یہ حضرت مسیح موعود الصلوٰۃ والسلام کے خُسر حضرت میر ناصر نواب صاحب دہلوی رضی اللہ عنہ کا خود نوشتہ تذکرہ ہے۔ حضرت میر صاحبؓ ۳۱۳ صحابہ میں سے ہیں اور سب سے بڑی فضیلت آپؓ کو یہ حاصل ہوئی کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشگوئی **يَتَزَوَّجُ وَ يُولَدُ لَهٗ** کے پورا کرنے کا ذریعہ آپ کی مبارک صاحبزادی حضرت سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہ اُمّ المومنین (متعنا اللّٰه بطول حياتها) ہوئیں۔ جنہیں اللہ تعالیٰ نے خدیجہ قرار دیا ہے اور جن کے مشکوئے معلّی سے اللہ تعالیٰ نے مبشر اولاد عطا کی جو بے شمار پیشگوئیوں کی حامل ہے۔ اور جن کے ذریعہ سے ابناء فارس کے متعلق پیشگوئی کے ظہور کو استقلال حاصل ہوا۔ حضرت میر صاحبؓ ۱۹ دسمبر ۱۹۲۴ء کو فوت ہوئے اور بہشتی مقبرہ میں آرام فرماتے ہیں۔ اسے پہلا خود نوشت تذکرہ ہونے کی اولیت حاصل ہے۔

۳۔مرقاۃ الیقین فی حیٰوۃ نورالدینؓ: (سائز $\frac{۲۰\times۲۶}{۸}$ صفحات ۲۷۲ مطبوعہ میگزین پریس قادیان ۱۳۳۱ھ) مؤلفہ و مرتبہ اکبر شاہ صاحب نجیب آبادی۔ اس میں حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کے خود لکھے ہوئے حالات ہیں۔ لیکن یہ سیرت نہیں کیونکہ اپنی سیرت کوئی شخص خود نہیں لکھوا سکتا۔ دوسرے ہی لکھ سکتے ہیں۔ اس کتاب کا دوسرا اڈیشن احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے حال میں شائع کیا ہے۔ اس کی تقطیع بھی وہی ہے جو پہلی کتاب کی تھی اور صفحات کی تعداد بھی ۲۷۲ ہے۔

۴۔حیاتِ ناصر: (سائز $\frac{۲۰\times۲۶}{۸}$ صفحات ۹۶) مطبوعہ دسمبر ۱۹۲۷ء در انقلاب سٹیم پریس لاہور، مشتمل بر سوانح حیات حضرت میر ناصر نواب صاحب دہلوی رضی اللہ عنہ۔ اس کتاب کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ اس موضوع پر یہ سب سے پہلی کتاب ہے کہ جس میں کسی صاحب تذکرہ کی تصویر درج کی گئی ہے۔ یہ تصنیف سلسلہ عالیہ احمدیہ کے پرانے خادم اور مصنف مکرم شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی کے رشحاتِ قلم کا نتیجہ ہے۔ اس میں شیخ صاحب موصوف نے حضرت میر ناصر نواب صاحب رضی اللہ عنہ کے مختصر رسالہ ''تحدیثِ نعمت بزبانِ ناصر'' کو بھی جس کا ذکر ہو چکا ہے۔ شامل کر دیا ہے۔

۵۔ اَفضالِ ذوالجلال، برخاندانِ مظہر جمال: یہ مکرم حکیم مولوی محمد عبید اللہ صاحب بسملؓ کی خودنوشت سوانح عمری ہے جو حضرت مرحوم کے فرزند مظہر اللہ صاحب نے ان کی زندگی میں شائع کی تھی۔ مجھے نہیں مل سکی۔ آپ ۳۸/۹/۲۹ کو فوت ہوئے اور بہشتی مقبرہ میں مدفون ہیں۔

۶۔ سوانح حیات مولوی فضل الدین صاحب: (تقطیع $\frac{۲۲\times۱۸}{۸}$ صفحات ۳۳) آپ حیدرآباد دکن میں مبلّغ ہیں۔ یہ کتاب علی محمد الہ دین صاحب ایم اے (ایڈنبرا) نے تاج پریس چھتہ بازار حیدرآباد دکن ۲۲ فروری ۱۹۵۰ء کو شائع کی۔

۷۔ میری والدہ (سائز $\frac{۳۰\times۲۰}{۱۶}$ صفحات ۱۲۸ مطبوعہ اللہ بخش سٹیم پریس قادیان دسمبر ۱۹۳۸ء) اس کتاب میں آنریبل چودھری محمد ظفر اللہ خان صاحب بالقابہ نے اپنی والدہ ماجدہ حسین بی بی صاحبہؓ بنت چوہدری الٰہی بخش صاحب باجوہ سکنہ داتا زید کا ضلع سیالکوٹ (وفات ۱۶ مئی ۱۹۳۸ء مدفونہ قطعہ خاص بہشتی مقبرہ) کے سوانح حیات بالتفصیل رقم فرمائے ہیں۔

۸۔ فضلِ عُمر یہ کتاب حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی حیات طیبہ کے متعلق غالباً ۱۹۳۹ء میں مکرم صوفی عبدالقدیر صاحب نیاز بی اے نے بزبان انگریزی شائع کی ہے۔ جو بہت مفید ہے۔ مجھے دستیاب نہیں ہوسکی۔

۹۔ سیرت حضرت ام المومنین: (سائز $\frac{۳۰\times۲۰}{۱۶}$ جلد اول صفحات ۴۶۴۔ مطبوعہ یکم دسمبر ۱۹۴۳ء در انتظامی پریس حیدرآباد دکن۔ جلد دوم صفحات ۴۳۲ مطبوعہ ۲۵ جولائی ۱۹۴۵ء در انتظامی پریس حیدرآباد دکن) یہ کتاب سیرت حضرت اُمّ المومنین اطال اللہ بقاءھا پر مشتمل ہے اور بہت مفصّل ہے۔ حصہ اول شیخ محمود احمد صاحب عرفانی مرحوم نے تالیف کیا تھا اور دوسرے حصہ کو ان کی وفات کے بعد ان کے والد ماجد نے مرحوم کی یادداشتوں اور نوٹوں سے مرتب کیا۔

۱۰۔ حضرت میرزا بشیر الدین محمود احمد (صفحات ۵۸ سائز $\frac{۳۰\times۲۰}{۱۶}$ مطبوعہ گیلانی الیکٹرک پریس لاہور، دسمبر ۱۹۴۴ء) حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے سوانح حیات کے متعلق یہ مختصر لیکن بہت ہی اہم کتاب این۔ بی سین مینیجنگ ڈائریکٹر نیوبک سوسائٹی لاہور کی درخواست پر آنریبل چوہدری سر محمد ظفر اللہ خاں صاحب نے پہلے انگریزی میں تحریر کی تھی۔ پھر نیوبک سوسائٹی لاہور نے اسے اردو میں بھی شائع کرنا مناسب سمجھا۔ فاضل مصنف نے اُردو میں ترجمہ کرتے ہوئے بعض مقامات کی مزید تشریح کر دی ہے۔ اور آخر پر پبلشر نے بطور

تتمہ حضور کی تقریروں کے اقتباسات تیس صفحات میں درج کر دیئے ہیں۔

۱۱۔حیاتِ صادق کبیر : (تقطیع ۲۰×۳۰/۱۶ صفحات ۱۶ مطبوعہ ابراہیم پریس لکھنؤ) یہ کتاب حضرت مفتی محمد صادق صاحب کی سوانح عمری ہے جو کہ مرزا کبیر الدین احمد صاحب نے لکھنؤ سے ۱۹۴۲ء میں شائع کی تھی۔

۱۲۔صادق بیتی (تقطیع ۲۰×۳۰/۱۶ صفحات ۴۸ مطبوعہ کواپریٹو کیپیٹل پرنٹنگ پریس لاہور) حضرت مفتی محمد صادق صاحب کے حالات میں یہ مختصر رسالہ مشتاق اخگر صاحب لکھنوی نے ۱۹۴۶ء میں شائع کیا تھا۔

۱۳۔لطائفِ صادق (تقطیع ۲۰×۳۰/۱۶ صفحات ۱۴۴ مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس قادیان) یہ کتاب حضرت مفتی محمد صادق صاحب کی تبلیغی سوانح عمری ہے جسے مکرم شیخ محمد اسماعیل صاحب پانی پتی نے مرتب کر کے ۱۹۴۶ء میں شائع کیا تھا۔ اس میں وہ تبلیغی مباحث درج ہیں جو حضرت مفتی صاحب کو ہندوستان' یورپ اور امریکہ میں ہندوؤں' یہودیوں' عیسائیوں اور دہریوں سے وقتاً فوقتاً پیش آئے۔ بہت ہی پُر لطف اور دلچسپ کتاب ہے۔

اب تک ان چند کتابوں کے شائع ہو سکنے سے سِیرِ صحابہؓ کے متعلق لٹریچر کی شدید قلّت ظاہر ہے۔ لہٰذا ہم پر فرض عائد ہوتا ہے کہ ہم ان بزرگوں کی قدر پہچانتے ہوئے ان کے حالات محفوظ کرنے کی طرف توجہ دیں۔ یہ عہد جس میں دجّال جیسا عظیم فتنہ ظاہر ہوا۔ جس سے تمام انبیاء اپنی اپنی جماعتوں کو ڈراتے رہے۔ ایک نہایت اہم زمانہ ہے۔ اس زمانہ میں جن لوگوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قبول کیا ان کے ایمان و اخلاص کی عظمت کا اظہار مستقل طور پر ضروری ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

مبارک وہ جو اب ایمان لایا　　صحابہؓ سے ملا جب مُجھ کو پایا
وُہی مَے ان کو ساقی نے پلا دی　　فسبحان الذی اخزی الاعادی

اسی طرح حضور علیہ السلام ڈاکٹر عبدالحکیم کے جواب میں فرماتے ہیں:

> ''آپ کہتے ہیں کہ صرف ایک حکیم مولوی نورالدین صاحب اس جماعت میں عملی رنگ اپنے اندر رکھتے ہیں۔ دوسرے ایسے ہیں اور ایسے ہیں۔ میں نہیں جانتا کہ آپ اس افترا کا کیا خدا تعالیٰ کو جواب دیں گے۔ میں حلفاً کہہ سکتا ہوں کہ کم از کم ایک لاکھ آدمی میری جماعت میں ایسے ہیں کہ سچے دل سے میرے پر ایمان لائے ہیں اور اعمال صالحہ بجالاتے ہیں اور باتیں سُننے کے وقت اس قدر روتے ہیں کہ ان کے گریبان تر ہو جاتے ہیں۔ میں اپنے ہزارہا بیعت کنندوں میں اس قدر تبدیلی دیکھتا ہوں کہ موسیٰؑ نبی کے پیروان سے جو

ان کی زندگی میں ان پر ایمان لائے تھے ہزار ہا درجہ ان کو بہتر خیال کرتا ہوں اور ان کے چہرہ پر صحابہؓ کے اعتقاد اور صلاحیت کا نُور پاتا ہوں۔ ہاں شاذ و نادر کے طور پر اگر کوئی اپنی فطرتی نقص کی وجہ سے صلاحیت میں کم رہا ہو تو وہ شاذ و نادر میں داخل ہیں۔ میں دیکھتا ہوں کہ میری جماعت نے جس قدر نیکی اور صلاحیت میں ترقی کی ہے۔ یہ بھی ایک معجزہ ہے۔ ہزار ہا آدمی دل سے فدا ہیں۔ اگر آج ان کو کہا جائے کہ اپنے تمام اموال سے دستبردار ہو جاؤ تو وہ دستبردار ہو جانے کے لئے مستعد ہیں۔ پھر بھی میں ہمیشہ ان کو اور ترقیات کے لئے ترغیب دیتا ہوں۔ اور ان کی نیکیاں ان کو نہیں سناتا۔ مگر دل میں خوش ہوں۔'' ۴؎

اِس بارہ میں حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''لوگوں کو یہ احساس ہونا چاہئے کہ وہ لوگ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ کے ابتدائی ایام میں آپؑ پر ایمان لائے، آپ سے تعلق پیدا کیا اور ہر قسم کی قربانیاں کرتے ہوئے اس راہ میں انہوں نے ہزاروں مصیبتیں اور تکلیفیں برداشت کیں۔ ان کی وفات جماعت کے لئے کوئی معمولی صدمہ نہیں ہوتا۔ میرے نزدیک ایک مومن کو اپنی بیوی، اپنے بچوں، اپنے باپ، اپنی ماں اور اپنے بھائیوں کی وفات سے ان لوگوں کی وفات کا بہت زیادہ صدمہ ہونا چاہئے..................

''پس ایسے لوگوں کی وفات ایک بہت بڑا اور اہم مسئلہ ہوتا ہے اور ان لوگوں کے لئے دعا کرنا ان پر احسان کرنا نہیں ہوتا۔ بلکہ اپنے اوپر احسان ہوتا ہے۔ کیونکہ جو شخص ان لوگوں کے لئے دعا کرتا ہے۔ خدا تعالیٰ اس کا بدلہ دینے کے لئے اپنے فرشتوں کو حکم دیتا ہے کہ وہ اس دعا کرنے والے کے لئے دعا کریں اور یہ بات تو ظاہر ہی ہے کہ تمہاری دعا سے خدا تعالیٰ کے فرشتوں کی دعا زیادہ سُنی جائے گی۔ حدیثوں میں آتا ہے کہ جب کوئی مومن نماز میں اپنے بھائی کیلئے دعا کرتا ہے تو اس وقت وہ اپنے لئے دعا سے محروم نہیں ہوتا۔ بلکہ اس وقت فرشتے اس کی طرف سے کھڑے ہو جاتے ہیں اور جو کچھ خدا تعالیٰ سے وہ اپنے بھائی کے لئے مانگتا ہے اور کہتا ہے کہ خدایا اسے فلاں چیز دے وہی دعا فرشتے اس کے لئے مانگتے ہیں اور کہتے ہیں یا اللہ ہم تجھ سے دعا کرتے ہیں کہ تو اس دعا کو مانگنے والے کو بھی وہ چیز دے جو یہ اپنے بھائی کے لئے مانگ رہا ہے..............

''میں آج کا خطبہ بھی اسی مضمون کے متعلق پڑھنا چاہتا ہوں اور جماعت کے دوستوں کو بتانا چاہتا ہوں کہ وہ لوگ جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ابتدائی زمانہ میں خدمات کی ہیں ایسی ہستیاں ہیں جو دنیا کے لئے ایک تعویذ اور حفاظت کا ذریعہ ہیں۔ چونکہ یہ مغربیت کے زور کا زمانہ ہے اس لئے لوگ اس کی قدر نہیں جانتے اور وہ یہ نہیں سمجھتے کہ خدا تعالیٰ کا کس طرح یہ قانون ہے کہ پاس کی چیز بھی کچھ حصہ ان برکات کا لے لیتی ہے۔ جو حصہ برکات کا اصل چیز کو حاصل ہوتا ہے۔ قرآن کریم نے اس مسئلہ کو نہایت ہی لطیف پیرایہ میں بیان فرمایا اور لوگوں کو سمجھایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نبی کی بیویاں تمہاری مائیں ہیں۔ یہ بات تو ظاہر ہی ہے کہ نبی کی بیویاں نبی نہیں ہوتیں پھر ان کو مومنوں کی مائیں کیوں قرار دیا گیا ہے۔ اسی لئے کہ اللہ تعالیٰ یہ بتانا چاہتا ہے کہ ایسے آدمی جو خدا تعالیٰ کی طرف سے خاص طور پر برکات لے کر آتے ہیں ان کے ساتھ گہرا تعلق رکھنے والا انسان بھی کچھ حصہ ان برکات سے پاتا ہے جو اُسے حاصل ہوتی ہیں۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں جب کبھی بارش نہیں ہوتی تھی اور نماز استسقاء ادا کرنی پڑتی تھی تو حضرت عُمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس طرح دعا فرمایا کرتے تھے کہ اے خدا پہلے جب کبھی بارش نہیں ہوتی تھی اور ہماری تکلیف بڑھ جاتی تھی تو ہم تیرے نبیؐ کی برکت سے دعا مانگا کرتے تھے اور تو اپنے فضل سے بارش برسا دیا کرتا تھا۔ مگر اب تیرا نبیؐ ہم میں موجود نہیں۔ اب ہم اس کے چچا حضرت عباسؓ کی برکت سے تجھ سے دعا مانگتے ہیں۔ چنانچہ حدیثوں میں آتا ہے ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ دعا کی تو ابھی آپؓ نے اپنے ہاتھ نیچے نہیں کئے تھے کہ بارش برسنی شروع ہوگئی۔

''اب حضرت عباسؓ خدا تعالیٰ کی طرف سے کسی عہدے پر قائم نہیں کئے گئے تھے۔ ان کا تعلق صرف یہ تھا کہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے اور جس طرح بارش جب برستی ہے تو اس کے چھینٹے اردگرد بھی پڑ جاتے ہیں۔ بارش صحن میں ہو رہی ہوتی ہے تو برآمدہ وغیرہ بھی گیلا ہو جاتا ہے۔ اسی طرح خدا کا نبی ہی اس کا نبی تھا۔ مگر اس سے تعلق رکھنے والے، اس کی بیویاں اس کے بچے، اس کی لڑکیاں، اس کے دوست اور اس کے رشتہ دار سب ان برکات سے کچھ نہ کچھ حصہ لے گئے جو اس پر نازل ہوئی تھیں۔ کیونکہ یہ خدا کی سنت اور

اس کا طریق ہے کہ جس طرح بیویاں بچے اور رشتہ دار برکات سے حصہ لیتے ہیں۔اسی طرح وہ گہرے دوست بھی برکات سے حصہ لیتے ہیں جو نبی کے ساتھ اپنے آپ کو پیوست کر دیتے ہیں۔ یہ لوگ خدا کی طرف سے ایک حِصن حصین ہوتے ہیں اور دنیا اِن کی وجہ سے بہت سی بلاؤں اور آفات سے محفوظ رہتی ہے۔ مجھے جو شعر بے انتہاء پسند ہیں ان میں سے چند شعر وہ بھی ہیں جو حضرت جُنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے وقت ایک مجذوب نے کہے۔تاریخوں میں آتا ہے کہ حضرت جنید بغدادی جب وفات پا گئے۔تو ان کے جنازہ کے ساتھ بہت بڑا ہجوم تھا اور لاکھوں لوگ اس میں شریک ہوئے۔اس وقت بغداد کے قریب ہی ایک مجذوب رہتا تھا۔بعض لوگ اُسے پاگل کہتے اور بعض ولی اللہ سمجھتے۔وہ بغداد کے پاس ہی ایک کھنڈر میں رہتا تھا۔کسی سے کوئی تعلق نہیں رکھتا تھا۔اور نہ لوگوں سے بات چیت کرتا۔مگر لوگ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ جب جنازہ اٹھایا گیا تو وہ بھی ساتھ ساتھ تھا۔راوی کہتا ہے کہ میں نے دیکھا وہ نماز جنازہ میں شریک ہوا۔قبر تک ساتھ گیا اور جب حضرت جنید بغدادی کو لوگ دفن کرنے لگے تو اس وقت بھی وہ اسی جگہ تھا۔ جب لوگ حضرت جنید بغدادی کو دفن کر چکے تو اس نے آپ کی قبر پر کھڑے ہو کر یہ چار شعر کہے۔

وا اسفا علی فراق قوم
ہم المصابیح و الحصون

والمدن و المزن و الرواسی
والخیر والامن و السکون

لم تتغیر لنا اللیالی
حتیٰ توفّھم المنون

فکل جمر لنا قلوب
وکل ماءٍ لنا عیون

اس کے معنے یہ ہیں کہ:

ہائے افسوس ان لوگوں کی جدائی پر جو دنیا کے لئے سورج کا کام دے رہے تھے اور جو دنیا

کے لئے قلعوں کا رنگ رکھتے تھے لوگ ان سے نور حاصل کرتے تھے اور انہی کی وجہ سے خدا تعالیٰ کے عذابوں اور مصیبتوں سے دنیا کو نجات ملتی تھی ....

وہ شہر تھے جن سے تمام دنیا آباد تھی، وہ بادل تھے جو سوکھی ہوئی کھیتیوں کو ہرا کر دیتے تھے۔ وہ پہاڑ تھے۔ جن سے دُنیا کا استحکام تھا۔ اسی طرح وہ تمام بھلائیوں کے جامع تھے اور دنیا اُن سے امن اور سکون حاصل کر رہی تھی ....

ہمارے لئے زمانہ تبدیل نہیں ہوا۔ مشکلات کے باوجود ہمیں چین ملا، آرام حاصل ہوا اور دنیا کے دکھوں اور تکلیفوں نے ہمیں گھبراہٹ میں نہ ڈالا مگر جب وہ فوت ہو گئے تو ہمارے سُکھ بھی تکلیفیں بن گئے اور ہمارے آرام بھی دُکھ بن گئے ....

پس اب ہمیں کسی آگ کی ضرورت نہیں کیونکہ ہمارے دل خود انگارا بنے ہوئے ہیں اور ہمیں کسی اور پانی کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ ہماری آنکھیں خود بارش برسا رہی ہیں۔

’’یہ ایک نہایت ہی عجیب نقشہ ایک صالح بزرگ کی وفات کا ہے۔ اور کہنے والا کہتا ہے یہ اشعار اس مجذوب نے کہے اور پھر وہ وہاں سے چلا گیا۔ جب دوسرے دن اس کھنڈر کو دیکھا گیا تو وہ خالی تھا۔ اور مجذوب اس ملک کو ہی چھوڑ کر چلا گیا تھا۔ تو یہ لوگ جنہیں خدا تعالیٰ کے انبیاء کی صحبت حاصل ہوتی ہے۔ یہ لوگ جو خدا تعالیٰ کے انبیاء کا قرب رکھتے ہیں- خدا تعالیٰ کے نبیوں اور اس کے قائم کردہ خلفاء کے بعد دوسرے درجہ پر دنیا کے امن اور سکون کا باعث ہوتے ہیں۔ یہ ضروری نہیں کہ ایسے لوگ بڑے لیکچرار ہوں۔ یہ ضروری نہیں کہ ایسے لوگ خطیب ہوں۔ یہ ضروری نہیں کہ ایسے لوگ پھر پھر کر لوگوں کو تبلیغ کرنے والے ہوں۔ ان کا وجود ہی لوگوں کے لئے برکتوں اور رحمتوں کا موجب ہوتا ہے اور جب کبھی خدا تعالیٰ کی طرف سے بندوں کی نافرمانی کی وجہ سے کوئی عذاب نازل ہونے لگتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس عذاب کو روک دیتا ہے اور کہتا ہے ابھی اس قوم پر مت نازل ہو کیونکہ اس میں ہمارا ایسا بندہ موجود ہے جسے اس عذاب کی وجہ سے تکلیف ہوگی۔ پس اس کی خاطر دنیا میں امن اور سکون ہوتا ہے۔ مگر یہ لوگ جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لائے، یہ تو اس عام درجہ سے بھی بالا تھے ان کو خدا نے آخری زمانہ کے مامور اور مرسل کا صحابی اور پھر ابتدائی صحابہ بننے کی توفیق عطا فرمائی اور ان کی والہانہ محبت کے نظارے ایسے ہیں کہ دنیا ایسے نظارے

صدیوں میں بھی دکھانے سے قاصر رہے گی۔

''پس یہ وہ لوگ ہیں جن کے نقش قدم پر جماعت کے دوستوں کو چلنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ کہنے والے کہیں گے کہ یہ شرک کی تعلیم دی جاتی ہے۔ یہ جنون کی تعلیم دی جاتی ہے۔ یہ پاگل پن کی تعلیم دی جاتی ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ پاگل وہی ہیں جنہوں نے اس رستہ کو نہیں پایا اور اس شخص سے زیادہ عقلمند کوئی نہیں جس نے عشق کے ذریعہ خدا اور اس کے رسول کو پالیا۔ اور جس نے محبت میں محو ہو کر اپنے آپ کو ان کے ساتھ وابستہ کر دیا اب اُسے خدا سے اور خدا کو اس سے کوئی چیز جدا نہیں کر سکتی۔ کیونکہ عشق کی گرمی ان دونوں کو آپس میں اس طرح ملا دیتی ہے جس طرح ویلڈنگ کیا جاتا اور دو چیزوں کو جوڑ کر آپس میں بالکل پیوست کر دیا جاتا ہے۔ مگر وہ جسے محض فلسفیانہ ایمان حاصل ہوتا ہے۔ اس کا خدا سے ایسا ہی جوڑ ہوتا ہے جیسے قلعی کا ٹانکا ہوتا ہے کہ ذرہ گرمی لگے تو ٹوٹ جاتا ہے۔ مگر جب ویلڈنگ ہو جاتا ہے تو وہ ایسا ہی ہو جاتا ہے جیسے کسی چیز کا جزو ہو۔ پس اپنے اندر عشق پیدا کرو اور وہ راہ اختیار کرو جو ان لوگوں نے اختیار کی۔ پیشتر اس کے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جو صحابی باقی ہیں وہ بھی ختم ہو جائیں.......

'یہ لوگ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام کے ہزاروں نشانوں کا چلتا پھرتا ریکارڈ تھے۔ نہ معلوم لوگوں نے کس حد تک ان ریکارڈوں کو محفوظ کیا ہے۔ مگر بہرحال خدا تعالیٰ کے ہزاروں نشانات کے وہ چشم دید گواہ تھے۔ ان ہزاروں نشانات کے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ اور آپؑ کی زبان اور آپ کے کان اور آپ کے پاؤں وغیرہ کے ذریعہ ظاہر ہوئے۔ تم صرف وہ نشانات پڑھتے ہو جو الہامات پورے ہو کر نشان قرار پائے۔ مگر ان نشانوں سے ہزاروں گنے زیادہ وہ نشانات ہوتے ہیں جو اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی زبان، ناک، کان، ہاتھ اور پاؤں پر جاری کرتا ہے اور ساتھ رہنے والے سمجھ رہے ہوتے ہیں کہ خدا کے نشانات ظاہر ہو رہے ہیں۔ وہ انہیں اتفاق قرار نہیں دیتے۔ کیونکہ وہ نشانات ایسے حالات میں ظاہر ہوتے ہیں جو بالکل مخالف ہوتے ہیں اور جن میں ان باتوں کا پورا ہونا بہت بڑا نشان ہوتا ہے۔ پس ایک ایک صحابی جو فوت ہوتا ہے وہ ہمارے ریکارڈ کا ایک رجسٹر ہوتا ہے۔ جسے ہم زمین میں دفن کر دیتے ہیں۔ اگر ہم نے ان رجسٹروں کی نقلیں کر لی

ہیں تو یہ ہمارے لئے خوشی کا مقام ہے اور اگر ہم نے ان کی نقلیں نہیں کیں تو یہ ہماری بدقسمتی کی علامت ہے۔ بہرحال ان لوگوں کی قدر کرو۔ ان کے نقشِ قدم پر چلو اور اس بات کو اچھی طرح یاد رکھو کہ فلسفیانہ ایمان انسان کے کسی کام نہیں آتا۔ وہی ایمان کام آسکتا ہے جو مشاہدہ پر مبنی ہو۔ اور مشاہدہ کے بغیر عشق نہیں ہوسکتا۔ جو شخص کہتا ہے کہ بغیر مشاہدہ کے اسے محبت کامل حاصل ہوگئی ہے وہ جھوٹا ہے، مشاہدہ ہی ہے جو انسان کو عشق کے رنگ میں رنگین کرتا ہے اور اگر کسی کو یہ بات حاصل نہیں تو وہ سمجھ لے کہ فلسفہ انسان کو محبت کے رنگ میں رنگین نہیں کرسکتا۔ فلسفہ صرف دوئی پیدا کرتا ہے''۔ ۵

احباب سے گذارش ہے کہ کسی صحابی کے متعلق خواہ انہیں ایک آدھ بات ہی معلوم ہو اس سے اطلاع بخشیں۔ ایک ایک دو دو باتیں جمع ہوکر معلومات کا مفید مجموعہ تیار ہو جاتا ہے۔ اس زمانہ کے گذر جانے پر ایک آدھ بات بھی دستیاب ہونی محال ہوگی نیز دوست اپنے اقارب صحابہؓ کے حالات سے بھی اطلاع دیں۔ بالخصوص ۳۱۳ صحابہؓ کے اقارب سے خاص طور پر التجا ہے اور اگر کسی دوست کو معلوم ہو کہ فلاں شخص سے ان کے حالات معلوم ہوسکتے ہیں یا (سوائے معروف اصحاب کے) ۳۱۳ میں سے فلاں فلاں کی اولاد فلاں جگہ موجود ہے اور ان کا ایڈریس یہ ہے۔ تو یہ بھی بہت بڑی امداد ہوگی۔ نیز اگر پرانے بزرگ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کے حالات قلمبند کرکے ارسال فرمائیں تو آپ کی سیرت کے طبع نہ ہونے کی کمی کسی بزرگ کی معاونت حاصل کرکے خاکسار پوری کرانے کی کوشش کرے گا۔ انشاء اللہ۔

گو میں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کے زمانے نہیں پائے پھر بھی میں نے کتب حوالہ جات نہ ملنے اور دیگر سہولتیں حاصل نہ ہونے کے باوجود بعض صحابہ کرام کے حالات شائع کرنے کا اہتمام کیا ہے۔ احباب سے درخواست کرتا ہوں کہ چونکہ میں کوئی مصنّف نہیں بلکہ یہ میری پہلی کوشش ہے اس لئے جس قسم کی کمی اس تصنیف میں پائیں۔ اس کے متعلق مجھے اپنے نیک اور مفید مشورے سے محروم نہ رکھیں۔ میری خوش قسمتی ہے کہ اس کتاب کے تعلق میں مجھے بہت سے احباب نے اپنے اپنے رنگ میں بہت مدد دی ہے۔ مکرم بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی چند ماہ سے اب دالان حضرت ام المومنین اطال اللہ بقاءھا میں رہتے ہیں۔ جہاں میں ۱۶ نومبر ۱۹۴۷ء سے مقیم ہوں۔ محترم بھائی جی نے میری درخواست پر کمال مہربانی سے سارا مسودہ سنا اور بہت مفید اصلاحات کیں اور مشورے دیئے۔ قریب ہونے کی وجہ سے میں روزانہ جب ضرورت ہوتی آپ سے استفادہ کر لیتا۔ اسی طرح اخویم مکرم مولوی برکات احمد صاحب راجیکی بی۔ اے ناظر امور عامہ و

خارجہ قادیان نے مہربانی کر کے تمام مسودہ پر نظر ثانی کر کے مفید مشورے دیئے۔ علاوہ ازیں اخویم مکرم چوہدری فیض احمد صاحب گجراتی نے بھی مسودات کی نقول میں پوری پوری معاونت کی۔ جس سے میرا بہت سا وقت حوالجات کے نکالنے کے لئے بچ گیا۔ اسی طرح اخویم مکرم مولوی محمد عبداللہ صاحب افسر لنگر خانہ اور اخویم مکرم مرزا محمد زمان صاحب داروغہ لنگر خانہ اور اخویم مکرم میر غلام رسول صاحب ہزاروی نے بھی بعض مسودات کی نقول اور کاتب کی کاپیاں پڑھنے اور نقول کا مقابلہ کرنے میں قابل قدر امداد دی۔ اسی طرح اخویم مکرم دفعدار مرزا محمد عبداللہ صاحب گجراتی درویش لائبریرین نے حوالجات کی کتابیں اور فائل مہیا کرنے میں بہت معاونت کی۔ نہ دن اور رات کا خیال کیا نہ ہی تعطیلات کا عذر کیا۔ اسی طرح ان کے معاون اخویم مکرم ملک ضیاء الحق صاحب دوالمیالی بھی معاونت کرتے رہے۔ اس کتاب کی طباعت میں میرے لئے بہت دقتیں تھیں۔ اخویم مکرم شیخ محمد اسماعیل صاحب پانی پتی مقیم لاہور نے ازخود ہی دستِ معاونت دراز کیا اور تصاویر کا بلاک بنوانے اور کتاب کے چھپوانے' پروف پڑھنے وغیرہ کا تمام کام کلیتہً خود کیا۔ اور اس قدر اعانت کی کہ بیان سے باہر ہے۔ فجزاہ اللّٰہ احسن الجزاء فی الدنیا و الآخرہ۔

آخر پر میں ذیل کے احباب کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے مالی طور پر میری اعانت کی۔

۱۔ مکرم سیٹھ عبداللہ الہٰ دین صاحب (سکندرآباد دکن) نے ۱۹۴۷ء سے قبل غالبًا ایک صد روپیہ دیا تھا اور اب بھی ایک صد روپیہ کی امداد فرمائی ہے۔

۲۔ ۱۹۴۷ء سے قبل مکرم نواب اکبر یار جنگ صاحب بالقابہ حیدرآباد دکن نے غالبًا ایک صد روپیہ عنایت کیا تھا۔

۳۔ بوقت طباعت کتاب ہذا مکرم سیٹھ عبدالحئی صاحب یادگیر اور مکرم سیٹھ معین الدین صاحب چنتہ کنٹہ نے اخویم مولوی محمد اسمٰعیل صاحب وکیل یادگیر کی تحریک سے تین صد روپیہ بطور امداد اور تین صد روپیہ بطور قرض عنایت کیا۔..............................

۴۔ مکرم مولوی محمد عبداللہ صاحب درویش افسر لنگر خانہ قادیان (سابق متوطن دنیا پور ضلع ملتان) نے نوے روپے بطور قرض عنایت کئے ہیں۔

۵۔ مکرم شیخ محبوب الٰہی صاحب بی۔اے ایل ایل بی لاہور (سابق متوطن کشمیر) نے ایک صد روپیہ بطور قرض دیا۔

۶۔ میرے تایا مکرم حکیم دین محمد صاحب نے تین صد روپیہ قرض دیا ہے۔

۷۔ اسی طرح صدر انجمن احمدیہ قادیان کا بھی ممنون ہوں کہ جنہوں نے اس کتاب کے لئے استثنائی طور پر مجھے اڑھائی صد روپیہ تنخواہ پیشگی عنایت کی۔ فجزاھم اللّٰہ احسن الجزاء

اس کتاب کو چند اولیّات حاصل ہیں۔ایک یہ کہ متعدد وفات یافتہ اصحابہ کے سوانح حیات پر مشتمل ہے۔ دوسرے جن کی تصاویر صفحۂ ہستی پر موجود ہیں وہ بھی درج کردی ہیں۔ تیسرے ضلع گورداسپور کے جن دیہات کا ذکر حالات میں آ گیا ہے ان کا نقشہ دے دیا گیا ہے۔سوائے موضع حکیم پور کے کہ مخصوص حالات کی وجہ سے سرکاری نقشہ نہیں مل سکا۔اور دیگر نقشوں میں موضع مذکور درج نہیں۔ چوتھے دارالمسیح وغیرہ شعائر اللہ جن کا ذکر ان حالات میں آتا ہے ان میں سے بعض کا نقشہ دے دیا گیا ہے اور دارالمسیح وغیرہ کے نقشے بنانے کی سعادت مکرم بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی کے داماد مکرم مرزا برکت علی صاحب آف آبادان (سابق امیر جماعت ہائے احمدیہ بغداد‘ عراق وایران اسسٹنٹ انجینئر اینگلوایرانین کمپنی‘ مسجد سلیمان ایران) کو حاصل ہوئی۔ اتفاق سے آپ چند ماہ کی رخصت پر قادیان آئے اور یہ کام اس رخصت میں آپ نے سرانجام دیا یہ نقشے تیار کرنے کا خیال تو عرصہ سے مجھے بھی تھا۔لیکن اس کے لئے کوئی سامان حاصل نہ تھا۔

۱۹۴۷ء میں میری تحریک پر حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ۔ حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ اور بعض دوسرے صحابہ بڑے باغ میں تشریف لے گئے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ۱۹۰۵ء میں باغ میں خیمہ زن ہونے کے متعلق بہت سے امور بتائے کہ حضورؑ کا خیمہ کہاں تھا۔فلاں فلاں بزرگ کے خیمے کہاں کہاں تھے۔ مدرسہ تعلیم الاسلام کس جگہ لگتا تھا۔ ریویو کا دفتر کس جگہ ہوتا تھا۔مولانا ابوالکلام آزاد (وزیر تعلیم بھارت) کے بھائی ابوالاثر آہ نے کس جگہ حضورؑ سے ملاقات کی تھی۔ان ایام میں نمازیں کہاں ہوتی تھیں۔ چور کہاں پکڑا گیا تھا وغیرہ۔ چنانچہ اس کے مطابق مکرم مولوی فضل دین صاحب اوورسیر نے میری درخواست پر نقشہ تیار کیا جو فسادات کی نذر ہو گیا۔ مجھے اس کا از حد قلق ہے اور اس امر کا بھی کہ حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ نے از خود فرمایا تھا کہ میں جب پہلی بار قادیان آیا تو دارالمسیح کے اردگرد کا جو اس وقت کا نقشہ تھا تیار کرادوں گا۔لیکن اب تو حضرت مولوی صاحبؓ ۱۹۴۷ء میں ہجرت کے معاً بعد وفات بھی پاچکے ہیں۔ **انا للّٰہ و انا الیہ راجعون**۔مرزا صاحب موصوف کی آمد سے قبل میں نے کوشش کی کہ دارالمسیح کا نقشہ تیار کراؤں۔لیکن درویشوں میں سے اس کام کا ماہر کوئی نہ ملا۔ یہ کمی مرزا صاحب کے آنے سے پوری ہوگئی۔ انہوں نے مکرم بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی کی تحریک پر ان کی زیرنگرانی اور پھر حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب دام فیضہم سے ہدایات لیکر یہ نقشے تیار کئے تھے۔ بڑے باغ کے ملحقہ مکان جس میں حضورؑ کا جسد مبارک اٹھایا گیا تھا اور خیمہ گاہ اور جنازہ گاہ جہاں حضورؑ کا جنازہ پڑھا گیا تھا اور اس سے قبل خلافتِ اُولیٰ کی بیعت ہوئی تھی۔ کے متعلق نقشہ ۵۰/۱۰/۷ کو مکرم امیر صاحب مقامی‘ مکرم بھائی عبدالرحیم صاحب قادیانی‘ مکرم ڈاکٹر عطرالدین صاحب اور مکرم میاں عبداللہ خاں صاحب

افغان کے موقعہ پر جا کر نشان دہی کرنے کے مطابق تیار ہوا ہے۔ اس خاطر کہ دوستوں تک پہنچ جائے اور محفوظ ہو جائے۔ بعض نقشے مکرم بھائی جی اور مرزا صاحب محترم کی اجازت سے اس کتاب میں درج کئے جا رہے ہیں۔ فجزاہم اللّٰہ الحسن الجزاء۔

اس کتاب کی تالیف کے دوران میں خاکسار حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمدؓ صاحب دام فیضہم کے مشوروں سے بہت مستفیض ہوا ہے۔ فجزاھم اللّٰہ احسن الجزاء۔ آپ ہی کی تجویز کے مطابق اس کتاب کا نام **اصحابؓ احمدؑ** رکھا گیا ہے۔

احباب سے درخواست ہے کہ دعا فرماویں کہ جس مقصد کے پیش نظر یہ کتاب تالیف کی گئی ہے۔ وہ باحسن وجوہ پایہ تکمیل کو پہنچے اور یہ کتاب بابرکت ہو اور اللہ تعالیٰ اسے سعی مشکور بنائے اور آئندہ بھی اس سلسلہ میں مجھے بیش از بیش کام کرنے کی توفیق عطا کرے۔

میرا ارادہ ہے کہ اگر طباعت وغیرہ کے اخراجات کا انتظام ہو جائے تو دو اور حصے .... جلسہ سالانہ ۱۹۵۱ء پر شائع کروں۔ وباللّٰہ التوفیق ولاحول ولا قوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم ؕ

طالب دعا
ملک صلاح الدین درویش
بیت الفکر (دار المسیح) قادیان
مشرقی پنجاب
۲۲/۱۲/۵۰

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم
نَحۡمُدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡم

حالات صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

مجھے یہ معلوم کر کے از بس مسرت ہوئی کہ عزیز مکرم ملک صلاح الدین ایم۔اے مولوی فاضل نے حالات صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اشاعت کا آغاز کیا ہے۔ جزاہ اللہ احسن الجزاء۔

میری یہ ہمیشہ سے خواہش رہی کہ حالات صحابہ قلمبند ہوں۔ میں اس کی تحریک ۱۸۹۸ء سے کرتا آیا اور یہ اس لئے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام یہ چاہتے تھے اور میں جب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے حالات کو پڑھتا اور ان کے محفوظ رکھنے میں ہمارے اسلاف نے جو کوشش کی ہے اس کو دیکھتا ہوں تو میں شرمندہ ہوتا کہ اُس زمانہ میں جبکہ پریس اور اشاعت کی سہولتیں نہ تھیں۔ انہوں نے کس محنت اور کوشش سے حالات کو جمع کیا اور محفوظ کر دیا۔ اس زمانہ میں جبکہ ہر قسم کی سہولتیں میسر ہیں ہم اس کام کو نہ کر سکے۔ اگرچہ میں اپنے قلب میں گونہ مسرت واطمینان پاتا ہوں کہ الحکم کے ذریعہ اور الفضل میں بھی میرے قلم سے جلیل القدر صحابہ کے حالات شائع ہوئے ہیں۔ اگرچہ وہ بطور مواد کے ہیں اور میں چاہتا تھا اور چاہتا ہوں کہ بعض اکابر صحابہ کے تفصیلی حالات لکھوں۔ اس لئے میں ہر اس کوشش کا احترام کرتا ہوں جو اس راہ میں کی جاوے۔ میں عزیز مکرم ملک صلاح الدین صاحب میں اس کی اہلیت محسوس کرتا ہوں اور ان میں اس جذبہ اور جوش کو پاتا ہوں۔ علاوہ بریں وہ نوجوان ہیں۔ فاضل اجل ہیں۔ ریسرچ کا شوق ہے۔ وہ اس کام کو خوش اسلوبی سے سرانجام دے سکتے ہیں۔ میں پسند کرتا کہ اس مجموعہ کو طباعت سے پہلے مجھے بھی دکھا دیتے۔ لیکن باایں مجھے یقین ہے کہ انہوں نے اپنی انتہائی محنت سے حالات کو جمع کیا ہوگا اور مجھے یہ خوشی ہے کہ انہیں الحکم سے بھی استفادہ کرنے کا موقعہ ملا۔ اس کو مبارک سمجھتا ہوں کہ میں اس ثواب میں انشاء اللہ شریک رہوں گا۔ میں اللہ تعالیٰ سے ان کی صحت وتوانائی اور اس کام کے لئے توفیق اور کامیابی کی دعا کرتا ہوں اور احباب جماعت سے اگر وہ سمجھتے ہیں کہ میرا بھی کوئی حق ان کو کہنے کا ہے اور شکر گذار جماعت اس کو سمجھتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ان کے لئے وہ نعمت مہیا کرنے کا شرف دیا جو ایک بےنظیر روحانی دولت ہے تو میں ان سے اور صرف اُن سے جو اس حقیقت کو سمجھتے ہیں کہتا ہوں کہ اس نوجوان کی ہمت افزائی کریں اور اس سلسلہ حالات صحابہ کی اشاعت میں اس کے معاون ہوں۔ یہ سلسلہ کا کام ہے اور علمی کام ہے اور میں ایک بصیرت کے ساتھ سمجھتا ہوں کہ صلاح الدین اس کا اہل ہے۔ اللہ کرے کہ میری آواز بیدار دلوں تک پہنچے اور ان

میں قوت عمل پیدا ہو۔ صلاح الدین صاحب اپنی ہمت بلند کریں اور اس کام کو اس نیت سے کریں کہ یہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک خواہش کا پورا کرنا ہے۔

میں اللہ تعالیٰ کا شکر کرتا ہوں کہ اس خلوص میں میرا دماغی فکر ملک صلاح الدین صاحب نے کم کر دیا۔

جزاه اللّٰه احسن الجزاء فی الدنیا و الآخره۔

سلسلہ عالیہ احمدیہ کا خادمِ قدیم

یعقوب علی موسس الحکم

(عرفانی الکبیر)

حوالہ جات

۱۔ تحفہ گولڑویہ صفحہ ۱۵۲

۲۔ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب دام فیضہم نے سیرت المہدی حصہ اول روایت نمبر ۱۵۷ میں بالتفصیل سوانح درج فرمائے ہیں۔

۳۔ حقیقۃ الوحی تتمہ صفحہ ۶۷

۴۔ بحوالہ سیرت المہدی حصہ اوّل صفحہ ۱۶۵

۵۔ الفضل ۲۸؍اگست ۱۹۴۱ء جلد ۲۹ شمارہ ۱۹۶

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نَحۡمُدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

وَعَلٰی عَبۡدِہِ الۡمَسِیۡحِ الۡمَوۡعُوۡدِ

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھوالنـــــــــــــــاصر

صاحبزادہ مرزا مبارک احمد* صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اعلام الٰہی کے بموجب ولادت:

مکرم صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب رضی اللہ عنہ کی ولادت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشگوئیوں کے مطابق ہوئی۔ آپ ۱۴ جون ۱۸۹۹ء کو پیدا ہوئے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

''میرے چوتھے لڑکے کے متعلق ایک اور پیشگوئی کا نشان ہے جو انشاء اللہ ناظرین کے لئے موجب زیادت علم و ایمان و یقین ہوگا۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ وہ الہام جس کو مَیں نے انجام آتھم کے صفحہ ۱۸۲ و ۱۸۳ اور ضمیمہ انجام آتھم کے صفحہ ۵۸ میں لکھا ہے، جس میں چوتھا لڑکا پیدا ہونے کے بارے میں پیشگوئی ہے، جو جنوری ۱۸۹۷ء میں بذریعہ کتاب مذکور یعنی انجام آتھم اور ضمیمہ انجام آتھم کے لاکھوں انسانوں میں شائع کی گئی، جس کو آج کی تاریخ تک جو ۲۰ اگست ۱۸۹۹ء ہے پونے تین برس سے کچھ زیادہ دن گذر گئے ہیں۔ اس تھوڑی سی مدت کو مخالفوں نے ایک زمانہ دراز خیال کر کے یہ نکتہ چینی شروع کر دی کہ وہ الہام کہاں

---

* صاحبزادہ صاحب کے حالات تیمّن و تبرک کے طور پر ابتداء میں درج کر دیئے گئے ہیں۔ مجھے مکرم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب درویش سے معلوم ہوا تھا کہ صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب کی صرف ایک ہی تصویر ہے جو دار المسیح میں ہے چنانچہ اس سے بلاک بنوا کر اس کتاب میں دیا جا رہا ہے۔ میں نے ایک تصویر حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب دام فیضھم کی خدمت میں ارسال کی تھی۔ چنانچہ آپ کے ذریعہ وہ رسالہ المصلح کراچی جلد نمبر ا صفحہ ۱۱ بابت ۱۵ دسمبر ۱۹۵۰ء میں شائع ہو کر محفوظ ہو چکی ہے۔ (مؤلف)

گیا جوانجام آتھم کے صفحہ ۱۸۲اور۱۸۳اوراس کے ضمیمہ کے صفحہ ۵۸ میں درج کر کے شائع کیا گیا تھا اور لڑکا اب تک پیدا نہیں ہوا۔اس لئے پھر میرے دل میں دعا کی خواہش پیدا ہوئی۔گومَیں جانتا ہوں کہ نامنصف دشمن کسی طرح راضی نہیں ہوتے۔اگر مثلاً کوئی لڑکا الہام کے بعد دوتین مہینے میں ہی پیدا ہوجائے تو یہ شور مچاتے ہیں کہ پیشگوئی کرنے والا علم طبابت میں بھی دسترس کامل رکھتا ہے۔لہٰذا اس نے طبیبوں کی قرارداده علامتوں کے ذریعہ سے معلوم کرلیا ہوگا کہ لڑکا ہی پیدا ہوگا۔کیونکہ حمل کے دن تھے۔اور اگر مثلاً کسی پسر کے پیدا ہونے کی پیشگوئی تین چار برس پہلے اس کی پیدائش سے کی جائے تو پھر کہتے ہیں کہ اس دور دراز مدت تک خواہ نخواہ کوئی لڑکا ہونا ہی تھا۔تھوڑی مدت کیوں نہیں رکھی۔حالانکہ یہ خیال بھی سراسر جھوٹ ہے۔لڑکا خدا کی عطا ہے۔اپنا دخل اور اختیار نہیں اور اس جگہ ایک بادشاہ کو بھی دعویٰ نہیں پہنچتا کہ اتنی مدت تک ضرور لڑکا ہی پیدا ہوجائے گا۔بلکہ اس قدر بھی نہیں کہہ سکتا کہ اس وقت تک آپ ہی زندہ رہے گا' اور یا یہ کہ بیوی زندہ رہے گی بلکہ سچ تو یہ ہے کہ ان دنوں کی ہمیشہ کی وباؤں نے جو طاعون اور ہیضہ ہے لوگوں کی ایسی کمر توڑ دی ہے کہ کوئی ایک دن کے لئے بھی اپنی زندگی پر بھروسہ نہیں کرسکتا۔علاوہ اس کے جو شخص تحدّی کے طور پر ایسی پیشگوئی اپنے دعویٰ کی تائید میں شائع کرتا ہے' اگر وہ جھوٹا ہے تو خدا کی غیرت کا ضرور یہ تقاضا ہونا چاہیئے کہ ابداً ایسی مرادوں سے اس کو محروم رکھے۔کیونکہ اس کا ابتر اور بے فرزند مرنا اس سے بہتر ہے کہ لوگ اس کی ایسی مکاریوں سے دھوکہ کھائیں اور گمراہ ہوں اور یہی عادت اللہ ہے جس کو ہمارے اہل سنت علماء نے بھی اپنے عقیدہ میں داخل کرلیا ہے۔

''الغرض مَیں نے بار بار ان نکتہ چینیوں کو سُن کر کہ چوتھا لڑکا پیدا ہونے میں دیر ہوگئی ہے' جناب الٰہی میں تضرّع کے ہاتھ اُٹھائے اور مجھے قسم ہے اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔میری دُعا اور میری متواتر توجہ کی وجہ سے ۱۳/اپریل ۱۸۹۹ء کو یہ الہام ہوا۔اِصۡبِرۡ مَلِیًّا سَاَ ھَبُ لَکَ غُلاَ ماً زَکِیًّا۔

یعنی کچھ تھوڑا عرصہ صبر کر مَیں تجھے ایک پاک لڑکا عنقریب عطا کروں گا اور یہ پنجشنبہ کا دن تھا اور ذی الحج ۱۳۱۶ھ کی دوسری تاریخ تھی جبکہ یہ الہام ہوا۔اور اس الہام کے ساتھ ہی یہ الہام ہوا۔

رَبِّ اَصِحَّ زَوْجَتِیْ ھٰذِہٖ

یعنی اے میرے خدا! میری بیوی کو بیمار ہونے سے بچا' اور بیماری سے تندرست کر۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ اس بچہ کے پیدا ہونے کے وقت کسی بیماری کا اندیشہ ہے۔ سو اس الہام کو مَیں نے اس تمام جماعت کو سُنا دیا جو میرے پاس قادیان میں موجود تھی۔ اور اخویم مولوی عبدالکریم صاحب نے بہت سے خط لکھ کر اپنے تمام معزز دوستوں کو اس الہام سے خبر کر دی۔ اور پھر جب ۱۳ جون ۱۸۹۹ء کا دن چڑھا جس پر الہام مذکورہ کی تاریخ کو جو ۱۳/ اپریل ۱۸۹۹ء کو ہوا تھا' پورے دو مہینے ہوتے تھے' تو خدا تعالیٰ کی طرف سے اُسی لڑکے کی مجھ میں رُوح بولی' اور الہام کے طور پر یہ کلام اس کا مَیں نے سُنا۔ اِنِّیْ اَسْقُطُ مِنَ اللّٰہِ وَ اُصِیْبُہٗ

یعنی اَب میرا وقت آ گیا' اور مَیں اَب خدا کی طرف سے اور خدا کے ہاتھوں سے زمین پر گروں گا' اور پھر اُسی کی طرف جاؤں گا .... اور پھر بعد اس کے ۱۴ جون ۱۸۹۹ء کو وہ پیدا* ہوا۔'' [۱]

'' مجھے خدا تعالیٰ نے خبر دی کہ مَیں تجھے ایک اور لڑکا دوں گا۔ اور یہ وہی چوتھا لڑکا ہے' جو اب پیدا ہوا' جس کا نام مبارک احمد رکھا گیا۔ اور اس کے پیدا ہونے کی خبر قریباً دو برس پہلے مجھے دی گئی اور پھر اس وقت دی گئی کہ جب اس کے پیدا ہونے میں قریباً دو مہینے باقی رہتے تھے' اور پھر جب یہ پیدا ہونے کو تھا یہ الہام ہوا۔

اِنِّیْ اَسْقُطُ مِنَ اللّٰہِ وَ اُصِیْبُہٗ

یعنی مَیں خدا کے ہاتھ سے زمین پر گرتا ہوں۔ اور خدا ہی کی طرف جاؤں گا۔ مَیں نے اپنے اجتہاد سے اس کی یہ تاویل کی کہ یہ لڑکا نیک ہوگا اور رُو بخدا ہوگا اور خدا کی طرف اس کی حرکت ہوگی۔ اور یا یہ کہ جلد فوت ہو جائے گا۔ اس بات کا علم خدا تعالیٰ کو ہے کہ ان دونوں باتوں میں سے کونسی بات اس کے ارادہ کے موافق ہے۔'' [۲]

---

* حضرت ام المؤمنین اطال اللہ بقاءھا فرماتی ہیں کہ ''مبارک بُدھ کے دن سہہ پہر کے وقت پیدا ہوا تھا۔'' سیرۃ المہدیؑ حصّہ سوم' روایت نمبر ۳۶۰ (مؤلف)

قبولیت دعا اور صاحبزادہ صاحب کی ولادت:

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت سیٹھ عبدالرحمٰن صاحبؓ کو تحریر فرماتے ہیں:

''میرے گھر میں جو ایام اُمید تھے ۱۴ جون کو اول در دِزِہ کے وقت ہولناک حالت پیدا ہوگئی یعنی بدن تمام سرد ہوگیا اور ضعف کمال کو پہنچا اور غشی کے آثار ظاہر ہونے لگے۔ اس وقت مَیں نے خیال کیا کہ شاید اب اس وقت یہ عاجزہ اس فانی دنیا کو الوداع کہتی ہے۔ بچوں کی سخت دردناک حالت تھی اور دوسرے گھر میں رہنے والی عورتیں اور ان کی والدہ تمام مُردہ کی طرح اور نیم جان تھے۔ کیونکہ ردّی علامتیں یک دفعہ پیدا ہوگئی تھیں۔ اس حالت میں اُن کا آخری دَم خیال کرکے اور پھر خدا کی قدرت کو بھی مظہر العجائب یقین کرکے ان کی صحت کے لئے مَیں نے دُعا کی یکدفعہ حالت بدل گئی اور الہام ہوا۔ تحویل الموت یعنی ہم نے موت کو ٹال دیا اور دوسرے وقت پر ڈال دیا۔ اور بدن پھر گرم ہوگیا اور حواس قائم ہوگئے اور لڑکا پیدا ہوا جس کا نام مبارک احمد رکھا گیا۔ اس تنگی اور گھبراہٹ کی حالت میں مَیں نے مناسب سمجھا کہ آپ کے لئے بھی ساتھ دعا کروں۔ چنانچہ کئی دفعہ دعا کی گئی۔''۳؎

ولادت کا ذکر الحکم میں:

آپ کی ولادت پر سلسلہ کے اس وقت کے واحد ترجمان نے جو کچھ تحریر کیا ہدیہ ناظرین کیا جاتا ہے:

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

خاص پرچہ اخبار الحکم قادیان دارالامن والایمان

مورخہ ۱۵/جون ۱۸۹۹ء

''اُمُورِ منزلیہ''

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعَالَمِیۡنَ ۔ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۔ مَالِکِ یَوۡمِ الدِّیۡنِ

والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہٖ محمد وآلہٖ و اصحابہٖ اجمعین

ہم خدا تعالیٰ کی حمد وشکر کرتے ہوئے نہایت مسرت سے ظاہر کرتے ہیں کہ کل ۱۴ جون ۱۸۹۹ء بروز بدھ مطابق ۴ صفر ۱۳۱۷ھ المقدس بعد دوپہر ۳ بجے جناب امامنا حضرت اقدس

مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود مہدی معہود ادام اللہ برکاتہم کے مشکوئے معلّی میں مبارک بیٹا پیدا ہوا اور اس طرح پر خدا کے فضل سے الہام ۱۳؍ اپریل ۱۸۹۹ء پورا ہوا۔ اور وہ یہ ہے:

اِصۡبِرۡ مَلِیًّا سَاَ ھَبُ لَکَ غُلاَ ماً زَ کِیًّا

یعنی تھوڑی دیر ٹھہر۔ مَیں تجھے پاکیزہ لڑکا دوں گا۔ والحمد للہ علےٰ ذالک۔ اس مبارک پسر کی ولادت پر انہی ایام کا حضرت اقدس کا ایک اور الہام بھی جو اسی ولادت سعیدہ کے متعلق تھا پورا ہوا اور وہ یہ ہے۔

رَبِّ اَصِحَّ زَوۡجَتِیۡ ھٰذِہٖ

یعنی اے میرے پروردگار میری اس بیوی کی صحت بحال رکھ۔ چنانچہ ام المومنین سخت تکلیف کی وجہ سے خطرناک حالت کو پہنچ گئی تھیں۔ یہاں تک کہ سارا بدن یخ ہو گیا تھا اور ایسی نازک حالت میں اطبّاء کے نزدیک جب بدن سرد پڑ جائے جان بری مشکل ہوتی ہے۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس وقت کی دُعا سے جو مریضہ کی حالت پر ترحّم کر کے بہ تضرع کر رہے تھے ام المومنین کو دوبارہ زندہ کیا اور اس طرح پر مندرجہ بالا الہام بھی پورا ہوا فالحمدللّٰہ علیٰ ذالک۔ یہ الہامات ۱۴ جون سے پیشتر مولانا مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی کاتب خطوط حضرت اقدسؑ کی معرفت صدہا لوگوں میں شائع ہو چکے ہیں۔ بہرحال خدائے تعالیٰ کا فضل و احسان کہ اس نے ہم کو بھی ان لوگوں میں جگہ دی جنہوں نے ان مبارک کلمات کو اپنے کان سے براہ راست حضرت امام کے مُنہ سے سُنا اور اپنی آنکھوں پورا ہوتے دیکھا۔

رَبَّنَا لَا تُزِغۡ قُلُوۡبَنَا بَعۡدَ اِذۡھَدَ یۡتَنَا وَ ھَبۡ لَنَا مِنۡ لَّدُنۡکَ رَحۡمَۃً ۚ اِنَّکَ اَنۡتَ الۡوَھَّابُ۔ ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ اس مولود مسعود کی عمر میں برکت دے اور اپنے دین کا سچا خادم بناوے۔ آمین ثم آمین۔

۱۵ جون ۱۸۹۹ء کی صبح کو ختنہ کیا گیا

احقر الناس شیخ یعقوب علی تراب۔ ایڈیٹر اخبار الحکم قادیان۔ ۱۵ جون ۱۸۹۹ء

پھر موصوف تحریر فرماتے ہیں:

بشارت

''ہم نہایت خوشی سے ظاہر کرتے ہیں کہ ۴ صفر ۱۳۱۷ھ المقدس مطابق ۱۴ جون ۱۸۹۹ء بروز بدھ بوقت ۳ بجے بعد دوپہر حضرت اقدس جناب امامنا مسیح موعود ادام اللہ فیوضہم کے مشکوے معلّی میں چوتھا مبارک بیٹا پیدا ہوا اس تقریب سعید پر مدرسہ تعلیم الاسلام میں ایک دن کی تعطیل رہی۔ اخبار الحکم نے اپنا خاص پرچہ شائع کیا جو آج کے نمبر کے ہمراہ بطور ضمیمہ تقسیم ہوتا ہے۔

''مولود مسعود کا نام حضرت امام صاحب نے مبارک احمد رکھا۔ ہماری دلی دعا ہے کہ خدا تعالیٰ اس مولود مسعود کو اپنی برکتوں اور رحمتوں کا مورد بناوے اور خاندان' قوم' مُلک ' بلکہ دنیا کے لئے اسے مبارک کرے۔ آمین۔ ۱۵ جون کو ختنہ کیا گیا ''۔[۴]

شکل وصورت:

صاحبزادہ صاحب کی شکل وصورت کے متعلق حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب دام فیضہم کی روایت درج کی جاتی ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

''ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ شکل کے لحاظ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اولاد کے دو ٹائپ ہیں۔ ایک سلطانی اور دوسرا فضلی۔ یعنی ایک وہ جو مرزا سلطان احمد صاحب سے مشابہ ہیں۔ اور دوسرے وہ جو مرزا فضل احمد صاحب سے مشابہت رکھتے ہیں۔ سلطانی ٹائپ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز' صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب' مبارک احمد صاحب مرحوم' امتہ النصیر مرحومہ اور امتہ الحفیظ بیگم شامل ہیں اور فضلی ٹائپ میں عصمت مرحومہ' شوکت مرحومہ' صاحبزادہ میاں بشیر احمد صاحب (یعنی خاکسار مولف) اور مبارکہ بیگم شامل ہیں۔

''خاکسار عرض کرتا ہے کہ میر صاحب مکرم کی خود ساختہ اصطلاح کی رُو سے سلطانی ٹائپ سے لمبا کتابی چہرہ مراد ہے۔ اور فضلی ٹائپ سے گول چہرہ مراد ہے...... مبارک احمد مرحوم کے متعلق مجھے شبہ ہے کہ وہ بقول میر صاحب سلطانی ٹائپ میں شامل نہیں تھا' بلکہ فضلی ٹائپ

میں شامل تھایا شاید بین بین ہوگا۔ واللہ علم۔'' ۵؎

اعلان عقیقہ:

عقیقہ کے متعلق ذیل کا اعلان کیا گیا:

عقیقہ

جناب حضرت صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب کا عقیقہ اس آئندہ اتوار یعنی ۲۶ جون ۱۸۹۹ء کو ہوگا۔'' ۶؎

صاحبزادہ موصوف کے عقیقہ کے متعلق اخبار مذکور رقمطراز ہے:۔

عقیقہ : ''حضرت صاحبزادہ مبارک احمد صاحب سلمہ ربہ' کا عقیقہ ۲۶ جون ۹۹ء کو ہوا۔ ہم نے عقیقہ کی خبر لکھتے وقت یہ لکھ دیا تھا کہ آئندہ اتوار یعنی ۲۶ جون ۱۸۹۹ء کو ہوگا۔ اتوار کا دن تو ہم نے ٹھیک لکھا تھا۔ لیکن حساب لگانے میں غلطی سے ۲۵ جون کی جگہ ۲۶ لکھا گیا۔ حالانکہ اتوار کے دن ۲۵ جون تھی۔ لیکن بادوباران اور دیگر وجوہات کے باعث جو پہلے سے مشیت ایزدی میں مقدر تھیں۔ آخر ۲۶ جون ہی کو عقیقہ ہوا۔ حضرت اقدسؑ نے اس موقعہ پر فرمایا کہ بارہ برس ہوئے جبکہ ایک لڑکے کے عقیقہ کی پیر کے دن ہونے کی خبر اللہ تعالیٰ نے دی تھی۔ الحمدللہ بارہ برس پہلے کی بات آج ہم نے دیکھی۔'' ۷؎

حضورؑ ایسے مواقع پر احباب کو قادیان آنے کی دعوت دیتے تھے۔ جس سے غرض نمود ونمائش نہیں بلکہ محض یہ ہوتی تھی کہ احباب روحانی فوائد سے مستفیض ہوسکیں۔ حضرت چوہدری رستم علی صاحبؓ کورٹ انسپکٹر اس موقعہ پر حاضر نہ ہوسکے تو حضورؑ نے انہیں تحریر فرمایا:

''افسوس کہ آپ کو عقیقہ پر رُخصت نہ مل سکی۔'' ۸؎

عقیقہ ایک نشان الٰہی:

یہ عقیقہ ایک نشان الٰہی تھا۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت سیٹھ عبدالرحمٰن صاحب کو ۲۷ جون ۱۸۹۹ء کو تحریر فرماتے ہیں:

''میرے گھر میں پیدائش لڑکے کے وقت بہت طبیعت بگڑ گئی تھی۔ مگر الحمدللہ اب ہر طرح

سے خیریت ہے۔ عجیب بات ہے کہ قریباً چودہ برس کا عرصہ گذرا ہے کہ میں نے خواب میں دیکھا تھا کہ میری اس بیوی کو چوتھا لڑکا پیدا ہوا ہے اور تین پہلے موجود ہیں اور یہ بھی خواب میں نے دیکھا تھا کہ اس پسر چہارم کا عقیقہ بروز دوشنبہ یعنی پیر ہوا ہے۔ اور جس وقت یہ خواب دیکھی تھی اس وقت ایک بھی لڑکا نہ تھا یعنی کوئی بھی نہیں تھا اور خواب میں دیکھا تھا کہ اس بیوی سے میرے چار لڑکے ہیں اور چاروں میری نظر کے سامنے موجود ہیں اور چھوٹے لڑکے کا عقیقہ پیر کو ہوا ہے۔ اب جبکہ یہ لڑکا یعنی مبارک احمد پیدا ہوا تو وہ خواب بھول گئے۔ اور عقیقہ اتوار کے دن مقرر رہا۔ لیکن خدا کی قدرت ہے کہ اس قدر بارش ہوئی کہ اتوار میں عقیقہ کا سامان نہ ہو سکا اور ہر طرف سے حارج پیش آئی' ناچار پیر کے دن عقیقہ قرار پایا۔ پھر ساتھ یاد آیا کہ قریباً چودہ برس گذر گئے کہ خواب میں دیکھا تھا کہ ایک چوتھا لڑکا پیدا ہوگا اور اس کا عقیقہ پیر کے دن ہوگا۔ تب وہ اضطراب ایک خوشی کے ساتھ مبدّل ہو گیا کہ کیونکر خدا تعالیٰ نے اپنی بات کو پورا کیا۔ اور ہم سب زور لگا رہے تھے کہ عقیقہ اتوار کے دن ہو۔ مگر کچھ بھی پیش نہ گئی اور عقیقہ پیر کو ہوا۔ یہ پیشگوئی بڑی بھاری تھی کہ اس چودہ برس کے عرصہ میں یہ پیشگوئی کہ چار لڑکے پیدا ہوں گے اور پھر چہارم کا عقیقہ پیر کے دن ہوگا۔ انسان کو یہ بھی معلوم نہیں کہ اس مدت تک کہ چار لڑکے پیدا ہو سکیں زندہ بھی رہیں یہ خدا کے کام ہیں مگر افسوس کہ ہماری قوم دیکھتی ہے پھر آنکھ بند کر لیتی ہے۔'' 9

عقیقہ کے بروقت نہ ہونیکی وجہ اور نشان الٰہی کا ظہور:

عقیقہ کے بارے میں حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ تحریر فرماتے ہیں:

''بھائیو! مَیں صدق دل سے تمہیں مبارکباد دیتا ہوں کہ بہتیرے تم میں ایسے ہیں جنہوں نے آنکھیں کھولتے ہی اس پاک اور دلربا منظر کو دیکھا اور اس دغاباز جال میں پھنس کر پھر پھڑ پھڑا کر نکلنے کی تکلیف اُٹھانی نہ پڑی۔ اس نعمت کی قدر کرو اور قدر یہی ہے کہ عملاً ممتاز نمونے دکھاؤ۔ دیکھو بعضے جلد باز تمہاری نسبت حکم لگا چکے ہیں کہ تمہاری کمریں ڈھیلی ہو جائیں گی اور تمہارے چراغ بُجھ جائیں گے۔ خدا سے دُعائیں مانگو' استغفار کرو اور اس سے اور بھی ترقی تقویٰ وطہارت میں کرو تا کہ خدا ایسے حاسدوں کے گمانوں کو باطل کرے۔ بعض بدبخت ایسے بھی ہیں جن کی نسبت خدا کی کتاب میں آیا ہے۔ وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ

اِبْلِیْسُ ظَنَّہٗ۔ رورو کر دعائیں مانگو کہ مستہزئین کے گمان تمہارے حق میں صادق نہ ہوجائیں۔خدا تعالیٰ کی ہستی اور اس کے تصرف کا نیا نمونہ اور معاً ہمارے آقا و ہادی مسیح موعود علیہ السلام کے منجانب اللہ ہونے کا نیا ثبوت سُن لو۔

''مقرر تھا کہ اتوار کے دن ۲۵ جون کو حضرت مبارک احمد صاحب کا عقیقہ ہو۔اس کے لئے حضرت کی طرف سے بڑی تاکید تھی۔اس کام کے مہتمم ہمارے عزیز و معزز دوست منشی نبی بخش* صاحب تھے۔سب نے بڑے جوش و نشاط سے تسلیم کیا اور عرض کیا کہ اتوار کے دن یقیناً سب سامان ہوجائیگا۔ اللہ تعالیٰ کا تصرف اور اس کی حکمت و قدرت دیکھو۔اتوار کو صبح صادق سے پہلے بارش شروع ہوگئی۔صبح کی نماز بھی ہم نے معمول سے سویرے پڑھی چونکہ بارش تھی اور ہوا خوب سرد چل رہی تھی اور بادل کی وجہ سے تاریکی بھی تھی۔یہ سب سامان ہم لوگوں کے لئے افسانہء خواب ہوگیا۔حضرت بھی سو گئے اور مہتمم صاحب بھی اپنے بسیرے میں جا لیٹے۔دن خوب چڑھ گیا۔حضرت اُٹھے اور دریافت کیا کہ عقیقہ کا کوئی سامان نظر نہیں آتا۔گاؤں کے لوگوں کو دعوت کی گئی تھی اور باہر سے بھی کچھ احباب تشریف لائے تھے۔ حضرت کو فکر ہوئی کہ مہمانوں کو ناحق تکلیف ہوئی۔ادھر ہمارے دوست نبی بخش صاحب بڑے مضطرب اور نادم تھے کہ حضور پاکؑ میں کیا عذر کروں۔منشی صاحب حاضر ہوئے اور معذرت کا دامن پھیلایا۔خیر کریم انسان اور رحیم ہادی۔اس کی ذات میں درشتی اور سخت نکتہ چینی تو ہے ہی نہیں۔فرمایا **فُعِلَ مَاَ قُدِّرَ** مگر ہمارے ذکی الحواس دوست منشی صاحب کو صبر کہاں؟ یہ دل ہی دل میں کُڑھیں اور پشیمان ہوں اور پھر دوڑے جائیں حضرت کی خدمت میں معذرت کیلئے۔ان کے اس حال کو دیکھ کر حضرت اقدسؑ کو یاد آ گئی اپنی ایک رؤیا و چودہ سال ہوئے دیکھی تھی۔جس کا مضمون یہ ہے کہ ایک چوتھا بیٹا ہوگا اور اس کا عقیقہ سوموار کو ہوگا۔خدا تعالیٰ کی بات کے پورا ہونے اور اللہ تعالیٰ کے اس عجیب تصرف سے حضرت اقدسؑ کو جو خوشی ہوئی اس نے ساری ملامت اور عدم سامان کی کوفت کو دُور کر دیا اور دوسرے دن سوموار کو جب ہم سب خدام صحن اندرون خانہ میں بیٹھے تھے اور حضرت مبارک احمد صاحب کا سر مونڈا جا رہا تھا۔حضرت اقدسؑ نے کس جوش سے یہ رؤیا

---

* مکرم بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی درویش فرماتے ہیں کہ منشی نبی بخش صاحب نمبردار بٹالہ مراد ہیں۔(مؤلف)

سُنائی کہ اس خوشی اور پاک خوشی کا اندازہ کچھ دیکھنے والے ہی کر سکتے ہیں ہمارا ایمان اس وقت خدا تعالیٰ کے کامل علم اس کے مُد بر بالا رادہ ہونے اور متصّرف اور مقتدر ہونے اور معاً حضرت اقدسؑ کے مہبطِ انوارِ الٰہی ہونے۔ مکلّم اللہ ہونے۔ محدث اللہ ہونے۔ خلیفۃ اللہ ہونے اور بالآخر خدا کی مرضی کی راہوں کے ایک ہی راہنما ہونے پر ایسا پختہ ہوا اور اس میں ایسی ترقی محسوس ہوئی جیسے برسات کے بادل سے نباتات کو نشو ونما حاصل ہوتا ہے۔‘‘عین اس خوشی کے وقت مجھے جو بات مکدّر کرتی تھی وہ افسوس سے اس خیال کا دل میں آنا تھا کہ کاش! اس وقت میرے عزیز احباب بہت سے یہاں موجود ہوتے۔ اب میں کیونکر سچا نقشہ اس پاک جلسہ کا انہیں کھینچ کر دکھا سکوں گا۔

’’بہر حال غور کا مقام ہے ایک دہریہ اور میٹیریلسٹ بھی تو اس سے خدا تعالیٰ کی ہستی اور اس کے علم اور تصرف الاشیاء ہونے کا یقین کر سکتا ہے۔ چودہ سال اس سے قبل ایک بھی بچہ تو نہ تھا۔ اس حوادث وفتن کی سدا ہدف رہنے والی زندگی کا کون دعویٰ اور تحدّی سے ٹھیکہ دار ہوسکتا ہے۔ ذرات کائنات پر متصّرف اور عالم بالجزئیات والکلیات خدا ہی جان سکتا اور کہہ سکتا تھا کہ اتنے عرصہ دراز تک حضرت اقدسؑ زندہ بھی رہیں گے اور پھر تین کو چار کرنے والا بیٹا بھی ہوگا۔ پاک ہے تیری شان اے میرے یگانہ خدا تو نہیں پہچانا جا سکتا مگر ان ہی راہوں سے جو تیرے برگزیدہ ملہم اور محدث تیار کرتے ہیں۔

’’میرے دوستو! آج دنیا میں کوئی اور راہ بھی ہے جس پر چلنے سے وہ خدا مل سکتا ہے جو آدمؑ سے لے کر خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم سے ہمکلام ہوتا اور اپنے عجائبات قدرت دکھاتا رہا؟ وہی خدا جو دعاؤں کو سنتا اور حزن کی گھڑیوں میں اپنے صریح کلام سے شکستہ دلوں کو تسلی دیتا اور اب بھی اپنے راستباز بندوں سے وہی معاملہ کر دکھاتا ہے جس کے نمونے اس نے آدمؑ ونوحؑ وابراہیمؑ وداؤدؑ وسلیمانؑ و یوسفؑ وموسیٰؑ وعیسےٰؑ واحمد مجتبیٰ علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کی رفتارِ زندگی میں دکھائے۔

’’اے میرے مرشد میرے آقا مسیح موعود اللہ تعالیٰ کا سلام تجھ پر ہو۔ تیرے در و دیوار پر تیری چھتوں پر تیری چوکھٹوں پر تیرے چاروں طرف تیرے مخلص دوستوں پر خدا تعالیٰ کی برکتیں نازل ہوں۔ تجھے خدا کی طرف سے وہ نصرت اور تائید پہنچے جو آخر زمانہ میں خدا تعالیٰ کے

کامل نبی محمد مصطفیٰ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کو ملی۔ تیرے طفیل سے ہم نے خدا کو قرآن کو اور حامل قرآن کو (علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیمات) پایا۔ ہاں تیرے ہی ذریعہ سے ہم خدا تعالیٰ کی سنتوں اور ایام سے واقف ہوئے۔ تیرے ذریعہ سے ہم نے تقویٰ وطہارت کی راہوں کے دقائق کو معلوم کیا۔ اگر تُو نہ آتا تو ہم عام مشرکانہ خیالات وعقائد کے لوگ ہوتے یا ایک گونگے لنجے بے زور بے قدرت بے زبان اور ایک گوشہ میں بیٹھے ہوئے اور عالم اور اس کے تصرف سے دست بردار اور دوست و دشمن میں امتیاز نہ کر سکنے والے اور پُر جوش گداختہ دل مخلص کی دعا اور لغو فقرات میں فرق نہ کر سکنے والے اور پھر اس پر کچھ بھی مترتب نہ کر سکنے والے خدا کے نیچریوں کی طرح ماننے والے ہوتے۔

''اے احمد! اے مسیحؑ! اے مہدیؑ! اے آدمؑ! اے نوحؑ! اے ابراہیمؑ! اے یوسفؑ! اے موسیٰؑ اے عیسیٰؑ! اے علیؓ! اے فاروق! خدا کی رحمت تجھ پر ہو۔ دعا کر کہ ہمارا جینا تیرے ساتھ ہو۔ ہمارا مرنا تیرے ساتھ ہو اور ہمارا جی اُٹھنا تیرے ساتھ اور تیرے لوا کے نیچے ہو۔

''خدا تعالیٰ نے حضرت مبارک احمد کی ولادت سے ایک روز قبل اور ولادت کے ایک روز بعد حضرت اقدس کو اس پاک مولود کی زبان سے الہام کیا کہ وہ فرماتا ہے۔

اِنِّیْ اَسْقُطُ مِنَ اللّٰہِ وَ اُصِیْبُہ'

یعنی میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے آتا ہوں اور اسی کی طرف جاتا ہوں۔ پھر اس کے بعد الہام ہوا۔

کَفٰی ھٰذَا

مجھے خوب یاد ہے تین سال سے زیادہ عرصہ ہوا۔ حضرت اقدسؑ نے فرمایا تھا۔ آج میری پشت میں چوتھے لڑکے کی روح حرکت میں آئی اور اپنے بھائیوں کو آواز دی کہ مجھ میں اور تم میں ایک دن کا فاصلہ ہے۔ دیکھو انجام آتھم صفحہ ۱۸۲و۱۸۳۔ اور صفحہ ۱۸۳ کے شروع میں جلی قلم سے لکھا ہے کہ

فتحرّك فی صُلبی رُوحُ الرابع بعالم المکاشفة فنادا اخوانه وقال بینی و بینکم میعاد یومٍ من الحضرة۔

اور صفحہ ۱۸۲ میں لکھا ہے کہ

و بشّرنی ربّی برابع رحمة۔ وقال انّه یجعل الثلٰثة اربعة۔ فهل لکم ان تقوموا مزاحمة و تمنعوا من الا رباع المربعین فکید و اکید اً ان کنتم صادقین [۱۰]

ولادت سے پیشگوئیوں کا پورا ہونا:

صاحبزادہ صاحب کی ولادت سے متعدد پیشگوئیاں پوری ہوئیں۔ چنانچہ حضورؑ تحریر فرماتے ہیں:۔ ’’۳۸ اٹھتیسواں نشان یہ ہے کہ لڑکی کے بعد مجھے ایک اور پسر کی بشارت دی گئی۔ چنانچہ وہ بشارت قدیم دستور کے موافق شائع کی گئی اور پھر لڑکا پیدا ہوا اور اس کا نام مبارک احمد رکھا گیا۔‘‘

’’۴۱۔اکتالیسواں نشان یہ ہے کہ عرصہ بیس ۲۰ یا اکیس ۲۱ برس کا گذر گیا ہے کہ مَیں نے ایک اشتہار شائع کیا تھا جس میں لکھا تھا کہ خدا نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ میں چار لڑکے دوں گا جو عمر پاویں گے۔ اسی پیشگوئی کی طرف مواھب الرحمٰن صفحہ ۱۳۹ میں اشارہ ہے یعنی اس عبارت میں **الحمد للّٰه الذی وهب لی علی الکبر اربعة من البنین و انجزوعده من الاحسان۔** یعنی اللہ تعالیٰ کو حمد وثنا ہے جس نے پیرانہ سالی میں چار لڑکے مجھے دئے اور اپنا وعدہ پورا کیا (جو میں چار لڑکے دوں گا) چنانچہ وہ چار لڑکے یہ ہیں۔محمود احمد ۱۔بشیر احمد ۲۔شریف احمد ۳۔مبارک احمد ۴ جو زندہ موجود ہیں [۱۱]‘‘

عبدالحق غزنوی سے مُباہلہ کی وجہ سے حضورؑ پر برکات کا نزول:

نیز فرماتے ہیں:۔

’’۱۵۹۔نشان میری کتاب انجام آتھم کے صفحہ اٹھاون میں ایک یہ پیشگوئی تھی، جو مولوی عبدالحق غزنوی کے مقابل پر لکھی گئی تھی جس کی عبارت یہ ہے کہ عبدالحق کے مباہلہ کے بعد ہر ایک قسم سے خدا تعالیٰ نے مجھے ترقی دی۔ ہماری جماعت کو ہزارہا تک پہنچا دیا۔ ہماری علّمیت کا لاکھوں کو قائل کر دیا۔اور الہام کے مطابق مباہلہ کے بعد ایک اور لڑکا ہمیں عطا کیا جس کے پیدا ہونے سے تین لڑکے ہو گئے اور پھر ایک چوتھے لڑکے کے لئے مجھے متواتر الہام کیا۔ہم عبدالحق کو یقین دلاتے ہیں کہ وہ نہیں مرے گا جب تک کہ اس الہام کو پورا ہوتا

نہ سُن لے۔ اب اس کو چاہئے کہ اگر وہ کچھ چیز ہے تو دُعا سے اس پیشگوئی کو ٹال دے۔ دیکھو میری کتاب انجام آتھم صفحہ ۵۸۔ یہ پیشگوئی ہے جو چوتھے لڑکے کے بارے میں کی گئی تھی۔ پھر اس پیشگوئی سے اڑھائی برس بعد چوتھا لڑکا عبدالحق کی زندگی میں ہی پیدا ہوگیا۔ جس کا نام مبارک احمد رکھا گیا۔ جواب تک خدا تعالیٰ کے فضل سے زندہ موجود ہے۔ اگر مولوی عبدالحق نے اس لڑکے کا پیدا ہونا اب تک نہیں سُنا' تو اب ہم سنائے دیتے ہیں۔ یہ کس قدر عظیم الشان نشان ہے کہ دونوں پہلوؤں سے سچا نکلا۔ عبدالحق بھی لڑکے کے تولد تک زندہ رہا اور لڑکا بھی پیدا ہوگیا۔ اور پھر یہ کہ اس بارے میں عبدالحق کی کوئی بددعا منظور نہ ہوئی اور وہ اپنی بددُعا سے میرے اس موعود لڑکے کا پیدا ہونا روک نہ سکا۔ بلکہ بجائے ایک لڑکے کے تین لڑکے پیدا ہوئے اور دوسری طرف عبدالحق کا یہ حال ہوا کہ مباہلہ کے بعد عبدالحق کے گھر میں آج تک باوجود بارہ (۱۲) برس گذرنے کے ایک بچہ بھی پیدا نہ ہوا۔ اور ظاہر ہے کہ مباہلہ کے بعد قطع نسل ہوجانا اور باوجود بارہ (۱۲) برس گذرنے کے ایک بچہ بھی پیدا نہ ہونا اور بالکل ابتر رہنا یہ بھی قہر الٰہی ہے اور مَوت کے برابر ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ شَانِئَکَ ھُوَالْاَبْتَرُ ط یاد رہے کہ اسی بدگوئی کے ساتھ ہی عبدالحق کے گھر میں کوئی لڑکا پیدا نہ ہوا بلکہ لاولد اور ابتر اور اس برکت سے بالکل بےنصیب رہا اور بھائی مرگیا اور مباہلہ کے بعد بجائے لڑکا ہونے کے عزیز بھائی بھی دارالفنا میں پہنچ گیا۔'' اس جگہ منصفین خیال کریں اور خدا تعالیٰ سے خوف کرکے سوچیں کہ کیا یہ علم غیب کسی انسان کی طاقت میں داخل ہے' کہ خود افترا کرکے کہے کہ ضرور میرے گھر میں چوتھا لڑکا پیدا ہوگا' اور ضرور ہے کہ فلاں شخص اس وقت تک جیتا رہے گا۔ اور پھر ایسا ہی ظہور میں آوے۔ کیا دنیا میں اس کی کوئی نظیر موجود ہے کہ خدا نے کسی مفتری کی ایسی تائید کی کہ دونوں پہلوؤں سے اس کو سچا کرکے دکھلا دیا۔ یعنی چوتھا لڑکا بھی دے دیا۔ اور اس وقت تک اس کے دشمن کو پیشگوئی کے مطابق زندہ رہنے دیا۔ اور یاد رہے کہ یہ مباہلہ کی صدہا برکات میں سے ایک یہ برکت ہے جو مجھے دی گئی' کہ خدا نے مباہلہ کے بعد تین لڑکے مجھے عطا فرمائے' یعنی شریف احمد۔ مبارک احمد۔ نصیر احمد۔ اب ہم اگر عبدالحق کے ابتر ہونے کی بابت غلطی کرتے ہیں تو وہ بتلا دے کہ مباہلہ کے بعد اس کے گھر میں کتنے لڑکے پیدا ہوئے اور وہ کہاں ہیں۔ ورنہ

کوئی پہلا لڑکا ہی ہمیں دکھلاوے۔اگر یہ لعنت کا اثر نہیں تو اور کیا ہے؟ اور مَیں بار بار لکھ چکا ہوں کہ جیسا کہ عبدالحق مباہلہ کے بعد ہر ایک برکت سے محروم رہا‘ اسی طرح اس کے مقابل پر میرے پر خدا کا وہ فضل ہوا کہ کوئی دنیا اور دین کی برکت نہیں جو مجھے نہیں ملی۔ اولاد میں برکت ہوئی کہ بجائے دو کے پانچ ہوگئے۔ مال میں برکت ہوئی کہ کئی لاکھ روپیہ آیا‘ عزت میں برکت ہوئی کہ کئی لاکھ انسان نے میری بیعت کی خدا کی تائید میں برکت ہوئی کہ صدہا نشان میرے لئے ظاہر ہوئے۔۱۲‘‘

صاحبزادہ صاحب کے وجود میں مزید آیات اللہ کا ظہور:

صاحبزادہ صاحب کے وجود میں متعدد نشانات ظاہر ہوئے چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔’’۱۸۵ نشان۔بعض نشان اس قسم کے ہوتے ہیں کہ ان کے وقوع میں ایک منٹ کی تاخیر بھی نہیں ہوتی کہ فی الفور واقع ہوجاتے ہیں‘ اور ان میں گواہ کا پیدا ہونا کم میسّر آتا ہے۔اسی قسم کا یہ ایک نشان ہے کہ ایک دن بعد نماز صبح میرے پر کشفی حالت طاری ہوئی۔ اور میں نے اس وقت اس کشفی حالت میں دیکھا کہ میرا لڑکا مبارک احمد باہر سے آیا ہے اور میرے قریب جو ایک چٹائی پڑی ہوئی تھی اس کے ساتھ پَیر پھسل کر گر پڑا ہے‘ اور اس کو بہت چوٹ لگی ہے‘ اور تمام کُرتہ خون سے بھر گیا ہے‘ مَیں نے اس وقت مبارک احمد کی والدہ کے پاس جو اس وقت میرے پاس کھڑی تھیں‘ یہ کشف بیان کیا‘ تو ابھی میں بیان ہی کر چکا تھا کہ مبارک احمد ایک طرف سے دوڑا آیا۔ جب چٹائی کے پاس پہنچا تو چٹائی سے پَیر پھسل کر گر پڑا اور سخت چوٹ آئی اور تمام کُرتہ خون سے بھر گیا‘ اور ایک منٹ کے اندر ہی یہ پیشگوئی پوری ہوگئی۔ ایک نادان کہے گا کہ اپنی بیوی کی گواہی کا کیا اعتبار ہے۔ اور نہیں جانتا کہ ہر ایک شخص طبعاً اپنے ایمان کی حفاظت کرتا ہے۔ اور نہیں چاہتا کہ خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر پھر جھوٹ بولے۔ سوا اس کے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اکثر معجزات کے گواہ آنجنابؐ کے دوست اور آنجنابؐ کی بیویاں تھیں۔ اس صورت میں وہ معجزات بھی باطل ہوتے ہیں اور اکثر نشانوں کے دیکھنے والے یہی لوگ ہوتے ہیں‘ کیونکہ ہر وقت ساتھ رہنے کا انہیں کو اتفاق ہوتا ہے۔ دشمنوں کو کہاں نصیب ہوسکتا ہے کہ وہ ان نشانوں کو دیکھ سکیں کہ جو ایک طرف بذریعہ پیشگوئی بتلائے جاتے اور دوسری طرف معاً پورے

ہو جاتے ہیں دشمن کا تو دل بھی دُور ہوتا ہے اور جسم بھی دور[۱۳]''۔

ایک اور نشان:

ایک بار کا ذکر حضورؑ ان الفاظ میں فرماتے ہیں :

''ایک دفعہ مَیں نے خواب میں دیکھا کہ مبارک احمد میرا چوتھا لڑکا فوت ہوگیا ہے۔ اس سے چند دنوں کے بعد مبارک احمد کو سخت تپ ہوا اور آٹھ دفعہ غش ہو کر آخری غش میں ایسا معلوم ہوا کہ جان نکل گئی ہے۔ آخر دُعا شروع کی اور ابھی مَیں دُعا میں تھا کہ سب نے کہا کہ مبارک احمد فوت ہوگیا ہے۔ تب میں نے اس پر اپنا ہاتھ رکھا تو نہ دَم تھا نہ نبض تھی، آنکھیں میّت کی طرح پتھرا گئی تھیں، لیکن دُعا نے ایک خارق عادت اثر دکھلایا اور میرے ہاتھ رکھنے سے ہی جان محسوس ہونے لگی یہاں تک کہ لڑکا زندہ ہوگیا، اور زندگی کے علامات پیدا ہوگئے۔ تب مَیں نے بلند آواز سے حاضرین کو کہا کہ اگر عیسےٰ بن مریم نے کوئی مُردہ زندہ کیا ہے تو اس سے زیادہ ہرگز نہیں، یعنی اسی طرح کا مُردہ زندہ ہوا ہوگا۔ نہ کہ وہ جس کی جان آسمان پر پہنچ چکی ہو اور ملک الموت نے اس کی رُوح کو قرارگاہ تک پہنچا دیا ہو'' *[۱۴]

''ابّا پانی'' والا نشان:

ایک اور نشان کا ذکر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الفاظ میں یُوں ہے کہ ''۱۸۶ نشان۔ ایسا ہی عرصہ قریباً تین سال کا ہوا ہے کہ صبح کے وقت کشفی طور پر مجھے دکھایا گیا کہ مبارک احمد سخت مبہوت اور بدحواس ہو کر میرے پاس دوڑ آیا ہے، اور نہایت بے قرار ہے، اور حواس اُڑے ہوئے ہیں، اور کہتا ہے کہ ابّا پانی۔ یعنی مجھے پانی دو۔ یہ کشف نہ صرف میں نے گھر کے لوگوں کو بلکہ بہتوں کو سنا دیا تھا کیونکہ اس کے وقوع میں ابھی قریباً دو گھنٹے باقی تھے۔ اس کے بعد اسی وقت ہم باغ میں گئے، اور قریباً ۸ بجے صبح کا وقت تھا، اور مبارک احمد بھی ساتھ تھا اور مبارک احمد کئی دوسرے چھوٹے بچوں کے ساتھ باغ کے ایک گوشہ میں کھیلتا

---

*نزول المسیح صفحہ ۲۲۰۔ کچھ اختصار کے ساتھ حضور نے اس نشان کا ذکر حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۵۳ پر بھی فرمایا ہے۔ نیز حضور نے نزول المسیح صفحہ ۲۳۵۔۲۳۶ پر تحریر فرمایا ہے کہ آج کے الہام ربّ ارنی کیف تحی الموتی۔ ربّ اغفر و ارحم من السماء'' کے پورا کرنے کا ذریعہ بنا۔

تھا'اور عمر قریباً چار برس کی تھی۔اس وقت میں ایک درخت کے نیچے کھڑا تھا۔مَیں نے دیکھا کہ مبارک احمد زور سے میری طرف دوڑتا چلا آتا ہے'اور سخت بدحواس ہورہا ہے۔میرے سامنے آکرا تنا اس کے مُنہ سے نکلا کہ ابّا پانی بعد اس کے نیم بے ہوش کی طرح ہوگیا اور وہاں سے کنواں قریباً پچاس قدم کے فاصلہ پر تھا مَیں نے اس کو گود میں اُٹھالیا اور جہاں تک مجھ سے ہوسکا میں تیز قدم اُٹھا کر اور دوڑ کر کنوئیں تک پہنچا اور اس کے منہ میں پانی ڈالا۔جب اس کو ہوش آئی اور کچھ آرام آیا تو مَیں نے اس سے اس حادثہ کا سبب دریافت کیا تو اس نے کہا کہ بعض بچوں کے کہنے سے بہت سا پسا ہوا نمک پھانک لیا اور دماغ پر بخار چڑھ گئے اور سانس رک گیا اور گلا گھونٹا گیا۔پس اس طرح پر خدا نے اس کو شفا دی اور کشفی پیشگوئی پوری کی۔'' ۱۵؎

فضل الٰہی سے خسرہ سے شفایابی:

ایک دفعہ صاحبزادہ صاحب خسرہ سے بیمار ہوگئے اور سخت تکلیف اُٹھائی۔اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعا سُنی اور صاحبزادہ صاحب کو شفا عطا فرمائی۔چنانچہ مرقوم ہے۔

''ایک صاحب گھر میں آئے'طِبّ کا ذکر شروع ہوا۔فرمایا کہ طبیب میں علاوہ علم کے جو اس کے پیشہ کے متعلق ہے ایک صفت نیکی اور تقویٰ بھی ہونی چاہئے' ورنہ اس کے بغیر کچھ کام نہیں چلتا۔ہمارے پچھلے لوگوں میں اس کا خیال تھا اور لکھتے ہیں کہ جب نبض پر ہاتھ رکھے تو یہ بھی کہے لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا یعنی اے خداوند بزرگ ہمیں کچھ علم نہیں مگر وہ جو تُو نے سکھایا۔فرمایا کہ دیکھو پچھلے دنوں میں مبارک احمد کو خسرہ نکلا تھا۔اس کو اس قدر کھجلی ہوتی تھی کہ وہ پلنگ پر کھڑا ہوجاتا تھا'اور بدن کی بوٹیاں توڑتا تھا۔جب کسی بات سے فائدہ نہ ہوا تو میں نے سوچا کہ اب دعا کرنی چاہئے۔مَیں نے دعا کی اور دُعا سے ابھی فارغ ہی ہوا تھا کہ مَیں نے دیکھا کہ کچھ چھوٹے چھوٹے چُوہوں جیسے جانور مبارک احمد کو کاٹ رہے ہیں۔ایک شخص نے کہا کہ ان کو چادر میں باندھ کر باہر پھینک دو۔چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔جب مَیں نے بیداری میں دیکھا تو مُبارک احمد کو بالکل آرام ہوگیا تھا۔اسی طرح دست شفا جو مشہور ہوتے ہیں اس میں کیا ہوتا ہے۔وہی خدا کا فضل اور کچھ نہیں۔۱۶؎''

صاحبزادہ صاحب کی تربیت کے متعلق ایک واقعہ:

عام طور پر والدین بچوں کی تربیت کرتے ہوئے صحیح طریق اختیار نہیں کرتے۔ یا تو چھوٹی چھوٹی باتوں پر گرفت کرتے ہیں اور اس طرح بچوں کے طبعی اور آزادانہ قویٰ و اطوار کی صحیح ترقی میں روک بنتے ہیں۔ یا پھر بعض اہم امور دینی میں بھی بے پرواہی اور درگذر سے کام لیتے ہیں اور اس طرح اولاد کو خودسَر اور بے دین بنا دیتے ہیں۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا طریق بالکل طبعی تھا۔ آپؑ جہاں چھوٹی چھوٹی باتوں پر اَولاد سے چشم پوشی فرماتے تھے وہاں اہم دینی امور میں گرفت اور سرزنش بھی فرماتے تھے۔ چنانچہ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب دام فیضہم فرماتے ہیں کہ

''حضرت والدہ صاحبہ نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ تمہارے بھائی مبارک احمد مرحوم سے بچپن کی بے پروائی میں قرآن شریف کی کوئی بے حرمتی ہوگئی۔ اس پر حضرت مسیح موعودؑ کو اتنا غصہ آیا کہ آپؑ کا چہرہ سرخ ہوگیا اور آپؑ نے بڑے غصہ میں مبارک احمد کے شانہ پر ایک طمانچہ مارا جس سے اس کے نازک بدن پر آپؑ کی اُنگلیوں کا نشان اُٹھ آیا۔ اور آپؑ نے اس غصہ کی حالت میں فرمایا کہ اس کو اس وقت میرے سامنے سے لے جاؤ۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ .... حضرت صاحب کو اس سے بہت محبت تھی۔ چنانچہ اس کی وفات پر جو شعر آپؑ نے کتبہ پر لکھے جانے کے لئے کہے اس کا ایک شعر یہ ہے۔ ؎

جگر کا ٹکڑا مُبارک احمد جو پاک شکل اور پاک خُو تھا
وہ آج ہم سے جُدا ہوا ہے ہمارے دل کو حزیں بنا کر

''مبارک احمد بہت نیک سیرت بچہ تھا اور وفات کے وقت اس کی عمر صرف کچھ اوپر آٹھ سال کی تھی۔ لیکن حضرت صاحب نے قرآن شریف کی بے حرمتی دیکھ کر اس کی تادیب ضروری سمجھی''۔ ےا

خدمت گذاری پر حضورؑ کی قدردانی :

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے خدام کی خدمت گذاری پر قدردانی فرماتے تھے۔ اور آپؑ **مَن لم یشکر الناس لم یشکر اللّٰہ** کی حدیث پر پورے طور پر عامل تھے۔ چنانچہ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب دام فیضہم فرماتے ہیں:

''ڈاکٹر سید عبدالستار شاہ صاحب نے مجھ سے بذریعہ تحریر بیان کیا کہ مجھ سے میری لڑکی زینب بیگم نے بیان کیا کہ .... جب مبارک احمد صاحب بیمار ہوئے تو مجھ کو ان کی خدمت کے لئے بھی اسی طرح کئی راتیں گذرانی پڑیں۔تو حضورؑ نے فرمایا کہ زینب اس قدر خدمت کرتی ہے کہ ہمیں اس سے شرمندہ ہونا پڑتا ہے۔اور آپؑ کئی دفعہ اپنا تبرک مجھے دیا کرتے تھے۔''۱۸

صاحبزادہ صاحب کی شادی:

صاحبزادہ صاحب کی بیماری کے ایام میں کسی شخص نے خواب دیکھا کہ آپ کی شادی ہو رہی ہے۔اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ معبّرین نے لکھا ہے کہ اس کی تعبیر تو مَوت ہے۔مگر اسے ظاہری رنگ میں پورا کر دینے کی صورت میں بعض دفعہ یہ تعبیر ٹل جاتی ہے۔چنانچہ صاحبزادہ صاحب کا نکاح ۳۰ اگست ۱۹۰۷ء کو بعد نماز عصر حضرت مولوی نورالدین صاحب (خلیفۃ المسیح اول) رضی اللہ عنہ نے پڑھا۔ چنانچہ اس تقریب کے متعلق معزز اخبار بدر رقمطراز ہے:

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ　　نَحۡمُدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

مبارک کی مبارک　　عبدالحیٔ کی مبارک

خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک بزرگ نشان معہ تقریب شادی

''سب حمد و ثنا اس قادر توانا کے لئے ہے جو غیب کی خبریں صرف اپنے رسولوں پر ظاہر کرتا ہے۔اور صلوٰۃ اور سلام ان رسولوں کے سردار حضرت محمد مصطفیٰؐ پر ہوں جس کے معجزات اور کرامات نے آج مسیح موعودؑ اور اس کے کاموں میں نمودار ہو کر دنیا پر خدا کی ہستی کو پھر ظاہر کر دیا ہے۔کیا ہی مبارک ہے اس مبارک (حضرت صاحبزادہ مرزا مبارک احمد فرزند مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام) کا وجود جو بہت سے نشانات سماوی کا مظہر ہو کر خود آیت اللہ ہے۔اس کے متعلق تازہ نشان کی تفصیل یہ ہے کہ صاحبزادہ تپ شدید سے سخت بیمار ہو گیا تھا' یہاں تک کہ بارہا غشی تک نوبت پہنچ گئی اور اکثر تپ ۱۰۴ سے بھی زیادہ ۱۰۵ درجہ تک پہنچ جاتا تھا اور سر مارنے کی حالت ایسی تھی جو سرسام کا خوف دلاتی تھی۔رات کے وقت اس نا امیدی کی حالت میں حضرت مسیح موعودؑ نے دعا کی تو خدا تعالیٰ کی طرف سے الہام ہوا

''قبول ہوگئی۔نو دن کا بخار ٹوٹ گیا۔'' یہ دُعا قبول ہوگئی اور تپ جولازم حال ہورہا ہے وہ نو دن پورے کر کے دسویں دن ٹوٹ جاوے گا (یہ الہامات اخبار بدر مورخہ ۲۹/اگست ۱۹۰۷ء میں شائع ہوگئے تھے) چنانچہ ایسا ہی ظہور میں آیا۔اور خدا تعالیٰ نے دسویں دن بخار توڑ دیا یہاں تک کہ لڑکا تندرست ہوکر باغ سیر کرنے کے لئے چلا گیا۔ یہ خدا کا بڑا نشان تھا جوظہور میں آیا' کیونکہ اس میں ایک دعا کے قبول ہونے کی بشارت ہے اور دوسرے تاریخ صحت مقرر کردی گئی ہے۔جس کی تمام جماعت گواہ ہے۔اور اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے۔فَلاَ یُظْھِرُ عَلٰی غَیْبِہٖ اَحَدًا اِلاَّ مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ یعنی خدا تعالیٰ کھُلے کھُلے غیب پر اسی کو اطلاع دیتا ہے جو اس کا پسندیدہ رسول ہو اور اس الہام کے ساتھ یہ بھی الہام تھا اِنِّیْ مَعَکَ یا اِبْرَاھِیْمُ لاَ تَخَفْ صَدَّقْتُ قَوْلِیْ ۔یعنی اے ابراہیم مَیں تیرے ساتھ ہوں' کچھ خوف نہ کر'مَیں اپنی بات کو سچی کر دوں گا۔ چنانچہ فرمودہ خدا تعالیٰ سچا ہوگیا اور اس خوشی کے ساتھ یہ مبارک تقریب بھی پیش آئی کہ مبارک احمد کا نکاح ڈاکٹر سید عبدالستار شاہ صاحب کی لڑکی مریم کے ساتھ اسی مبارک دن (۳۰/ اگست ۱۹۰۷ء) میں ہوگیا۔خدا اس نکاح کو مبارک کرے۔اور اسی روز اسی وقت حضرت مولوی حکیم نور الدین صاحب کے لڑکے عزیز عبدالحیٔ کا نکاح پیر منظور محمد صاحب کی لڑکی حامدہ کے ساتھ ہوگیا۔خدا تعالیٰ دونوں نکاح مبارک کرے اور دونوں کو مع بیویوں کے عمر دراز کرے۔آمین۔

''حضرت مولوی نور الدین صاحبؓ نے بعد از نماز عصر خطبہ نکاح پڑھا اس مبارک تقریب پر ہم مبارکباد کہتے ہیں۔حضرت امام علیہ السلام کی خدمت میں اور حضرت مولوی نور الدین صاحب کی خدمت میں اور حضرت ام المومنین اور والدہ صاحبہ عزیز عبدالحیٔ کی خدمت میں اور حضرت میر صاحب اور والدہ صاحبہ محمد اسحاق کی خدمت میں اور ان کے تمام لواحقین اور اہل بیت کی خدمت میں اور جناب ڈاکٹر میر عبدالستار شاہ صاحب اور پیر منظور محمد اور ان کے لواحقین کی خدمت میں' اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان تعلقات میں اپنے فضل و کرم سے برکات عظیم ڈالے۔آمین ثم آمین۔''[19]

صاحبزادہ صاحب کی وفات:

صاحبزادہ صاحب کی وفات کے متعلق تقدیر مبرم تھی۔ چنانچہ آپ ۱۶ستمبر ۱۹۰۷ء کو شادی کے چند دن بعد داغ مفارقت دے گئے۔ اس موقعہ پر سلسلہ کے اخبارات نے لکھا:

''اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُون''

خُدا تعالیٰ کی پیشگوئیاں پوری ہوئیں*

''کیا ہی مبارک تھا وہ وجود جس کی پیدائش بھی خدا تعالیٰ کا ایک عظیم الشان نشان تھا اور اس کی وفات بھی ایک شاندار نشان ہوا۔ مبارک احمد کی مبارک رُوح اسی لئے دنیا میں آئی تھی کہ اللہ تعالیٰ کی ہستی اور اس کے رسولؐ کی صداقت کے واسطے نشانات قائم کر کے جلد اپنے خدا کے ساتھ جا ملے۔

''اگست گذشتہ میں میاں مبارک احمد تپ شدید سے سخت بیمار ہو گیا تھا یہاں تک کہ بار بار غشی تک نوبت پہنچتی تھی اور تپ ایک سو پانچ درجہ تک پہنچ گیا سَر مارنے کی ایسی حالت تھی کہ سرسام کا خوف ہو کر نومیدی کی حالت ہو چکی تھی ایسی حالت میں الہام ہوا کہ نو دن کا بخار ٹوٹ گیا' اور مبارک احمد تندرست ہو کر باغ سیر کرنے کے لئے چلا گیا' اور پھر چند روز بخار رہ کر ۱۴ستمبر ۱۹۰۷ء کو ٹوٹ گیا' یہ الہام اخبار بدر مورخہ ۲۹ اگست ۱۹۰۶ء میں قبل از وقت چھپ گیا تھا۔ چنانچہ اس کے مطابق ۳۰ اگست ۱۹۰۶ء کو بخار بالکل ٹوٹ گیا تھا اور لڑکا بالکل صحت یاب ہو گیا' اور لڑکے نے خود کہا کہ مَیں بالکل تندرست ہوں اور کھیلنا شروع کیا۔'' اس بیماری سے تو شفاء ہوئی لیکن چونکہ خدا تعالیٰ کا ایک پُرانا فرمودہ پورا ہونا تھا اس واسطے ایک دوسرے مرض سے مبارک احمد پھر بیمار ہوا کیونکہ ضرور تھا کہ خدا کے منہ کی باتیں ساری پوری ہو جائیں۔

''مبارک احمد ۱۶ستمبر ۱۹۰۷ء روز دوشنبہ کی صبح کو اپنے خدا سے جا ملا۔ اور مقبرہ بہشتی میں دفن کیا گیا۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُون یہ ایک خوردسال بچہ تھا جو چھوٹی عمر میں فوت

---

* خاکسار کے استفسار پر حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب دام فیضہم نے مجھے تحریر فرمایا کہ ''جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے مبارک احمد مرحوم کی شادی حضرت مسیح موعودؑ کے مکان کے اندر اس صحن میں ہوئی تھی جو اس وقت ام ناصر احمد صاحب کا صحن کہلاتا ہے اور چند دن بعد اسی صحن میں مبارک احمد کی وفات ہوئی۔ یہ صحن حضرت اماں جان والے صحن کے شمال مغربی کونے میں دو تین سیڑھیاں اونچا ہو کر واقع ہے''۔ (مؤلف)

ہوگیا۔ اگرچہ اور بھی کئی خوردسال بچّے حضرت مسیح موعودؑ کے خوردسالی میں فوت ہو چکے ہیں' مگر اس بچے کی عجیب سوانح قابل تذکرہ ہیں کیونکہ وہ طرح طرح کے نشانوں کا مجموعہ تھا۔ اس کی پیدائش کی بھی خدا نے خبر دی اور پھر یہ بھی خبر دی کہ وہ خوردسالی میں وفات پا جائے گا۔ اور پھر یہ بھی خبر دی کہ اس کی پیدائش موجب ترقیء اقبال ہوگی۔ چنانچہ اس کے پیدا ہونے کے بعد ہی ترقی شروع ہوئی اور کئی لاکھ انسان اس سلسلہ میں داخل ہوگیا اور خدا نے ہر ایک پہلو سے نصرت اور تائید کی۔

''اگرچہ ہر ایک انسان کسی بچہ کے فوت ہونے سے خواہ کیسا ہی چھوٹا ہو غمگین ہوتا ہے۔ مگر یہ خدا کی رحمت اور اس کا فضل ہے کہ مبارک احمد کی وفات سے حضرت مسیح موعودؑ کو ایک پہلو سے خوشی ہوئی۔ کیونکہ جیسی کہ پیشگوئی تھی کہ وہ چھوٹی عمر میں فوت ہو جائے گا وہ نشان ظاہر ہوگیا۔ پس اس کی خوردسالی کی مَوت بھی اسلام کی نصرت اور تائید کا موجب ہوئی اور یہی وہ امر ہے جو حضرت مسیح موعودؑ کے لئے خوشی کا موجب ہوا.......... اور مَوت کے قریب اس نے حضرت مسیح موعودؑ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں بڑی محبت سے لیا اور ہاتھ سے ہاتھ ملایا۔ گویا آخری ملاقات کی۔ اور علاج کرنے والوں کو علاج سے منع کر کے کہا کہ اَب مجھے نیند آ گئی ہے' اور جب دیکھا تو وفات پا چکا تھا۔ غرض کہ یہ لڑکا کیا بوجہ پیدائش کے اور کیا بوجہ اپنی مَوت کے اور کیا بوجہ ترقیات سلسلہ کے خدا کا ایک نشان تھا اور اس کی پیدائش سے کچھ دن پہلے حضرت مسیح موعودؑ کو بطور اس کے قول کے یہ الہام ہوا کہ مَیں خدا کی طرف سے گرتا ہوں اور خدا کے ہاتھ سے پیدا ہوتا ہوں۔ یعنے مَیں ناپاک جذبات سے مطہر اور فرشتوں کی طرح ہوں۔ پس چونکہ وہ مبارک تھا اس لئے اس کا نام مبارک رکھا گیا تھا۔ اور دنیا میں وہ محض نشان دکھلانے کے لئے آیا تھا اور جب وہ پیٹ میں تھا تو کسی نے خواب میں اس کی والدہ کو کہا کہ یہ لڑکا مبارک ہے۔ اس کا نام دولت احمد رکھو''۔[۲۰] مگر دوسرے الہام کے مطابق اس کا نام مبارک احمد ہی رکھا گیا اور وہی نام زیادہ مشہور ہوگیا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''اس میں شک نہیں کہ بعض نادان دشمن اس پر خوشیاں منائیں گے۔ لیکن اُن کی خوشیاں منانا بھی مومنین کے واسطے ایک نشان ہے کیونکہ خدا تعالیٰ نے آج سے پندرہ ماہ قبل اس

امر کی خبر کر دی تھی کہ اس لڑکے کے فوت ہونے پر دشمنوں کو خوشی سے اُچھلنے کا موقعہ ملے گا۔ مگر جس قدر وہ خوشی کریں گے اسی قدر اپنے ہاتھوں سے اس پیشگوئی کو پورا کریں گے۔اور اس بارہ میں چند سطور بطور شہادت اخبار بدر سے ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔ایک وہ الہام ہے جو مخالفوں کی خوشی کو ظاہر کرتا ہے اور وہ یہ ہے ''الہام الٰہی۔دشمن کا بھی ایک وار نکلا۔ وَتِلْکَ الْاَیَّامُ نُدَاوِ لُھَا بَیْنَ النَّاسِ۔'' دیکھو بدر مورخہ ۳ مئی ۱۹۰۶ء۔یعنی کوئی ایسا امر رنجدہ خدا کی طرف سے ہماری نسبت یا ہماری جماعت کے کسی فرد کی نسبت صادر ہوگا جس سے دشمن خوش ہو جائے گا۔اور وہ امر رنجدہ خدا کی طرف سے ہوگا یا دشمن کا اس میں کچھ دخل ہوگا۔اور پھر خدا فرماتا ہے کہ یہ دن خوشی اور غم یا فتح اور شکست کے ہم نوبت بہ نوبت لوگوں میں پھیرا کرتے ہیں۔بعض وقت خوشی اور فتح خدا کی جماعت کو ملتی ہے' اور دشمن ذلیل اور شرمسار ہو جاتے ہیں۔جیسا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد میں بدر کی لڑائی میں ہؤا.............. پھر دوسری مرتبہ جنگ اُحد میں کفار کی خوشی کی نوبت آئی' یعنی جنگ اُحد کی لڑائی میں دردناک شہادتیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو نصیب ہوئیں' اور خود آنحضرتؐ زخمی ہوئے' اور ایک تہلکہ برپا ہوا اور اس وقت بعض ان لوگوں کے دلوں میں جو عادت اللہ سے ناواقف تھے۔یہ خیال بھی آیا کہ جس حالت میں ہم حق پر ہیں' اور ہمارے مخالف باطل پر ہیں' تو یہ مصیبت ہم پر کیوں آئی۔تب ان کا جواب اللہ تعالیٰ نے وہ دیا جو قرآن شریف میں مذکور ہے' اور وہ یہ ہے کہ اِنْ یَّمْسَسْکُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُہٗ ط وَ تِلْکَ الْاَیَّامُ نُدَاوِ لُھَا بَیْنَ النَّاسِ ۔ یعنی اگر تم کو اُحد کی لڑائی میں دُکھ اور تکلیف پہنچی ہے تو بدر کی لڑائی میں بھی تو تمہارے مخالفوں کو ایسی ہی تکلیف پہنچی تھی۔اور ایسا ہی دُکھ اور نقصان اُٹھانا پڑا تھا............ اس دن سے جو خدا نے دنیا پیدا کی یہ قانون چلا آیا ہے کہ کبھی کوئی ایسی تائید اور نصرت ظاہر ہوتی ہے جس سے مومن خوش ہو جاتے ہیں اور کبھی کوئی ایسا ابتلاء مومنوں کے لئے پیش آجاتا ہے جو کافر مارے خوشی کے اُچھلتے پھرتے ہیں۔پس اللہ تعالیٰ اس وحیٔ مقدس میں بھی جو آج اس عاجز پر نازل ہوئی فرماتا ہے' اور اس بات کی طرف اشارہ فرماتا ہے' کہ کچھ عرصہ سے متواتر خدا تعالیٰ کی نصرت اور تائید رحمت کے نشانوں کے رنگ میں اس عاجز کی نسبت ظاہر ہو رہی

ہے، جس سے مخالف لوگ ایک مسلسل غم دیکھ رہے ہیں۔ اب ضروری ہے کہ بموجب قانون وَتِلْکَ الْاَیَّامُ نُدَاوِلُهَا بَیْنَ النَّاسِ ان کو بھی کچھ خوشی پہنچائی جائے۔ سو اس الہام کی بناء پر کوئی امر ہمارے لئے ناگوار اور ان کے لئے موجب خوشی کا ظاہر ہو جائے گا......... مذکورہ بالا الہام میں خدا تعالیٰ پیشگوئی کے طور پر فرماتا ہے کہ ایک ناگوار امر ظاہر ہوگا۔ جو کسی قدر دشمنوں کی خوشی کا باعث ہو جائے گا۔......

......مرزا غلام احمد مسیح موعود ۲۹/اپریل ۱۹۰۶ء''

''۱۹ مارچ ۱۹۰۷ء کو ایک رؤیا حضرت مسیح موعودؑ کو ہوا تھا۔ جو مفصلہ ذیل الفاظ میں ۲۱ مارچ کے اخبار میں شائع ہوا تھا۔ 'خواب میں مَیں نے دیکھا کہ میری بیوی مجھے کہتی ہے کہ مَیں نے خدا کی مرضی کے لئے اپنی مرضی چھوڑ دی ہے' اس پر مَیں نے ان کو جواب میں یہ کہا کہ اسی سے تو تم پر حُسن چڑھا ہے۔' یہ الہام بھی اب پورا ہوا ہے' کیونکہ اپنے نو سالہ جوان پیارے لڑکے کے مرنے پر حضرت ام المومنین نے عام عورتوں کی طرح کوئی جزع فزع نہیں کی' نہ کوئی چیخنا چلانا ہوا۔ بلکہ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُون کہہ کر خدا کی تقدیر پر بالکل صبر کیا اور نہایت حوصلہ کے ساتھ اس مصیبت کو خدا کی رضا کے لئے برداشت کیا۔''

''۴ اپریل ۱۹۰۷ء کو تین الہامات حضرت مسیحؑ کو ہوئے تھے۔ (۱) ''لائف آف پین'' یعنی تلخ زندگی (۲) یا اللہ رحم کر (۳) اِنِّیْ مَعَ اللّٰہِ فِیْ کُلِّ حَال یعنے مَیں ہر ایک حال میں خدا کے ساتھ ہوں اس میں اس صبر اور شکر کی طرف اشارہ ہے جو بعد وفات مبارک احمد آپؑ کے چہرہ مبارک سے ظاہر ہو رہا ہے۔''

۱۴ ستمبر ۱۹۰۷ء کو دوسرے مرض کے وقت حضرتؑ کو الہام ہوا تھا۔

لاَ عِلَاجَ وَلاَ یُحَفَظُ'' جو دو دن بعد پورا ہو گیا۔''

مبارک احمد کی وفات سے چند روز پہلے حضرت مسیح موعودؑ نے خواب میں دیکھا کہ ایک پانی کا گڑھا ہے' میاں مبارک احمد اس میں داخل ہوا اور غرق ہو گیا۔ بہت تلاش کیا گیا مگر کچھ پتہ نہیں ملا۔ پھر آگے چلے گئے تو اس کی بجائے ایک اور لڑکا بیٹھا ہوا ہے۔''

''مبارک احمد کی وفات سے پہلے صبح حضرت مسیح موعودؑ کو الہام ہوا تھا یَوْمَ تَاْتِی السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِیْن۔ آپؑ نے اسی وقت سمجھ لیا تھا کہ کوئی ایسا امر ظاہر ہونے والا

ہے جو جماعت کے لئے موجب پریشانی ہوگا۔‘‘

’’باغ جانے کی بہت خواہش رکھتا تھا سو خدا نے جلد باغ میں پہنچا دیا۔آخر تک ہوش قائم رہا جس صبح کو وفات ہوئی اس سے پہلے رات کو کئی بار حضرت کو بُلایا‘ اور آپؑ کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دیکر مصافحہ کیا‘ گویا آخری ملاقات کی۔اللہ تعالیٰ جنت نصیب کرے۔حضرتؑ نے خود جنازہ پڑھایا۔‘‘

’’تخمیناً اگست میں حضرت نے خواب میں دیکھا تھا کہ آپؑ مقبرہ بہشتی میں ہیں‘ قبر کھدواتے ہیں‘ سو ایسا ہی ظہور میں آیا۔*‘‘

صاحبزادہ صاحب کے مبارک اخلاق:

صاحبزادہ صاحب کے مبارک اخلاق کے متعلق مکرم مدیر صاحب بدر لکھتے ہیں:

’’مبارک احمد نہایت حلیم طبع بچہ تھا۔کوئی شوخی اس کی طبیعت میں نہ تھی۔ایام بیماری میں ہر ایک تلخ سے تلخ دوا کو اس نے بخوشی خود ہی پی لیا تھا۔اور اردو پڑھنا لکھنا بھی سیکھ گیا تھا‘ قرآن شریف پڑھ لیا تھا۔ایام بیماری میں بھی ذرا طبیعت اچھی ہوتی تو کتاب لے بیٹھتا۔۲۱‘‘

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

’’قرآن شریف پڑھ لیا تھا‘ کچھ کچھ اردو بھی پڑھ لیتا تھا۔اور جس دن بیماری سے افاقہ ہوا‘ میرا سارا اشتہار پڑھا۔اور یا کبھی کبھی پرندوں کے ساتھ کھیلنے میں مشغول ہو جاتا تھا۔ **۲۲

مکرم مدیر صاحب بدر تحریر کرتے ہیں۔’’اس بچہ سے بچپن کی حالت میں بعض خوارق بھی ظاہر ہوئے تھے۔چنانچہ ۴ اپریل ۱۹۰۵ء کے زلزلہ سے پہلے وہ بار بار کہا کرتا تھا کہ زمین ہل گئی،زمین ہل گئی۔آخر وہ زلزلہ آیا جس کی اس ملک میں نظیر نہیں پائی جاتی تھی‘‘۔۲۳

---

* یہ تمام اقتباسات الحکم جلد ۱۱ نمبر ۳۳ بابت ۱۷ ستمبر ۱۹۰۷ء و بدر جلد ۶ نمبر ۳۸ بابت ۱۹ ستمبر ۱۹۰۷ء سے لئے گئے ہیں۔ہر دو میں ایک ہی مضمون شائع ہوا تھا۔(مؤلف)

** صاحبزادہ صاحب کو مدرسہ تعلیم الاسلام میں داخل کیا گیا تھا۔چنانچہ ان کے داخلہ کے متعلق ذیل کا اندراج ملتا ہے۔

تاریخ داخلہ	نام طالب علم	ولدیت	سکونت	نام جماعت
’’۲۱ نومبر ۱۹۰۶ء	میاں مبارک احمد	ولد حضرت اقدس مرزا غلام احمد مسیح موعود۔	قادیان	دوم پرائمری‘‘

اکتوبر میں پرائمری سکول میں ایک سو انیس طالب علم تھے۔رسالہ تعلیم الاسلام جلد اول نمبر ۵ بابت ماہِ نومبر ۱۹۰۶ء ص ۱۹۷‘ ۲۰۱ (مؤلف)

پھر لکھتے ہیں:

''خلیفہ ڈاکٹر رشید الدین صاحب نے (حضورؑ کی خدمت) میں عرض کیا کہ مبارک احمد کو لوگ اکثر ''وَلی۔ وَلی'' کر کے پُکارا کرتے تھے۔ ۲۴''

مکرم ڈاکٹر عطر الدین صاحب درویش نے صاحبزادہ صاحب کی سعید فطرت کے متعلق مجھ سے بیان کیا کہ مَیں آپؓ کو دُعا کے لئے کہا کرتا تھا' جس وقت کہتا اُسی وقت ہاتھ اُٹھا کر دُعا کرنے لگ جاتے۔

کتبہ کی عبارت:

حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب کے کتبہ کی عبارت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نوشتہ ہے۔ ۲۵

کتبہ کی عبارت ذیل میں درج کی جاتی ہے:

''جگر کا ٹکڑہ مبارک احمد جو پاک شکل اور پاک خُو تھا — وہ آج ہم سے جُدا ہوا ہے ہمارے دل کو حزیں بنا کر

کہا کہ آئی ہے نیند مجھ کو یہی تھا آخر کا قول لیکن — کچھ ایسے سوئے کہ پھر نہ جاگے تھکے بھی ہم پھر جگا جگا کر!

برس تھے آٹھ اور کچھ مہینے کہ جب خدا نے اُسے بلایا — بُلانے والا ہے سب سے پیارا اسی پہ اے دِل تُو جاں فدا کر!

مَیں جو غلام احمد نام خدا کا مسیح موعود ہوں' مبارک احمد جس کا اوپر ذکر ہے' میرا لڑکا تھا۔ وہ بتاریخ ۷ شعبان ۱۳۲۵ھ مطابق ۱۶ ستمبر ۱۹۰۷ء بروز دوشنبہ بوقت نماز صبح وفات پا کر الہامی پیشگوئی کے موافق اپنے خدا کو جاملا۔ کیونکہ خدا نے میری زبان پر اس کی نسبت فرمایا تھا کہ وہ خدا کے ہاتھ سے دنیا میں آیا ہے' اور چھوٹی عمر میں ہی خدا کی طرف واپس جائے گا۔*

---

* اِس کتبہ کی اصل عبارت کا باوجود بسیار تلاش کے کسی اخبار میں حوالہ نہیں مل سکا۔ متعدد بار کی مطبوعہ درثمین دیکھی ہیں باوجود ایک ہی شخص کے کئی بار چھاپنے کے کئی دفعہ بعض الفاظ میں اختلاف ہے' مثلاً محمد یامین صاحب تاجر کتب کی طرف سے بعض دفعہ سن وفات ۱۳۳۵ھ درج ہوا ہے اور بعض دفعہ ۱۳۲۵ھ۔ بعد کے ایڈیشن پہلوں کی نقول ہونے کی وجہ سے قابل استناد نہیں۔ میں نے تاجر صاحب مذکور کی درثمین شائع کردہ بار پنجم (سن نامعلوم) اور طبع ۱۹۲۳ء و ۱۹۲۵ء (بار طبع نامعلوم) سے کتبہ کی عبارت یہاں نقل کی ہے۔ پہلا کتبہ تبدیل ہو چکا ہے کیونکہ موجودہ کتبہ میں بہت سا اختلاف ہے' یعنی موجودہ کتبہ میں (۱) شروع میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلّی علیٰ رسولہ الکریم درج ہے۔ (۲) اشعار کے بعد لکھا ہے کہ ''تاریخ وفات اس مصرعہ سے بھی نکلتی ہے'' جا مبارک تجھے فردوس مبارک ہووے۔'' (۳) تاریخ وفات ۱۶ ستمبر کی بجائے ۲۶ اگست درج ہے (۴) ''موافق'' کی بجائے مطابق' لکھا ہے (۵) ''واپس جائیگا' کی جگہ ''واپس آ جائے گا'' لکھا ہے (مؤلف)

صاحبزادہ صاحب کی وفات پر حضورؑ کا صبر کا نمونہ:

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو صاحبزادہ صاحب مرحوم سے بہت محبت تھی۔ باوجود اس کے حضورؑ نے آپ کی وفات پر جو کامل صبر کا نمونہ دکھایا وہ ہمارے لئے بہترین اسوہ ہے۔ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب دام فیضہم فرماتے ہیں:

''جب ہمارا چھوٹا بھائی مبارک احمد بیمار ہوا تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام دن رات اس کی تیمارداری میں مصروف رہتے تھے اور بڑے فکر اور توجہ کے ساتھ اس کے علاج میں مشغول رہتے تھے۔ اور چونکہ حضرت صاحب کو اس سے بہت محبت تھی، اس لئے لوگوں کا خیال تھا کہ اگر خدانخواستہ وہ فوت ہوگیا تو حضرت صاحب کو بڑا صدمہ گذرے گا۔ لیکن جب وہ صبح کے وقت فوت ہوا۔ تو فوراً حضرت صاحب بڑے اطمینان کے ساتھ بیرونی احباب کو خطوط لکھنے بیٹھ گئے کہ مبارک احمد فوت ہوگیا ہے اور ہم کو اللہ کی رضاء پر راضی ہونا چاہئے اور مجھے بعض الہاموں میں بھی بتایا گیا تھا کہ یا یہ لڑکا بہت خدا رسیدہ ہوگا، اور یا بچپن میں فوت ہو جائے گا۔ سو ہم کو اس لحاظ سے خوش ہونا چاہئے کہ خدا کا کلام پورا ہوا۔ اور حضرت خلیفہ ثانی بیان کرتے ہیں کہ جس وقت مبارک احمد فوت ہونے لگا تو وہ سویا ہوا تھا۔ حضرت خلیفہ اولؓ نے اس کی نبض دیکھی تو غیر معمولی کمزوری محسوس کی، جس پر آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے عرض کیا کہ حضور نبض میں بہت ہی کمزوری ہے، کچھ کستوری دیں۔ حضرت صاحب جلدی سے صندوق میں سے کستوری نکالنے لگے۔ مگر مولوی صاحب نے پھر کہا کہ حضور نبض بہت کمزور ہوگئی ہے۔ حضرت صاحب نے کستوری نکالنے میں اور جلدی کی۔ مگر پھر مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضور نبض نہایت ہی کمزور ہے۔ حضرت خلیفہ ثانی بیان کرتے تھے کہ اس وقت دراصل مبارک احمد فوت ہو چکا تھا مگر حضرت مولوی صاحب حضرت مسیح موعود کی تکلیف کا خیال کر کے یہ کلمہ زبان پر نہ لا سکتے تھے۔ مگر حضرت صاحب سمجھ گئے اور خود آ کر نبض پر ہاتھ رکھا تو دیکھا کہ مبارک احمد فوت ہو چکا ہے۔ اس پر حضرتؑ صاحب نے **اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن** کہا، اور بڑے اطمینان کے ساتھ بستہ کھولا، اور مبارک احمد کی وفات کے متعلق دوستوں کو خط لکھنے بیٹھ گئے۔ * اور مجھ سے حافظ

* حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ذیل کا مکتوب حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحبؓ کو تسلّی کیلئے تحریر کیا: (باقی اگلے صفحہ پر)

روشن علی صاحب نے بیان کیا کہ جب حضرت صاحب مبارک احمد کو دفن کرنے کے لئے گئے تو ابھی قبر کی تیاری میں کچھ دیر تھی۔اس لئے حضرت صاحب قبر سے کچھ فاصلہ پر باغ میں بیٹھ گئے۔اصحاب بھی اردگرد بیٹھ گئے۔تھوڑی دیر خاموشی کے بعد حضرت صاحب نے مولوی صاحب خلیفہ اوّل کو مخاطب کر کے فرمایا۔مولوی صاحب ایسے خوشی کے دن بھی انسان کو بہت کم میّسر آتے ہیں..........۲۷۔

پھر فرماتے ہیں:

''حضرت مسیح موعودؑ کو اپنے بچوں کے ساتھ بہت محبت تھی۔اور مبارک احمد سب سے چھوٹا بچہ ہونے کی وجہ سے دوسروں کی نسبت طبعاً محبت وشفقت کا زیادہ حصہ پاتا تھا' اس لئے اس کی وفات پر آپ کو بہت صدمہ ہوا۔مگر چونکہ آپ کا اصل تعلق خدا سے تھا اس لئے آپؑ نے اس صدمہ میں صبر اور رضا کا کامل نمونہ دکھایا۔اور دوسروں کو بھی صبر و رضاء کی نصیحت فرمائی' حتیٰ کہ جو لوگ اس موقعہ پر افسوس اور ہمدردی کے اظہار کے لئے آئے تھے' ان کا بیان ہے کہ اس وقت حضرت مسیح موعودؑ ہمارے ساتھ اس رنگ میں گفتگو فرماتے تھے کہ گویا صدمہ ہمیں پہنچا ہے' اور آپؑ تسلی دینے والے ہیں۔اس موقعہ پر آپؑ نے مبارک احمد کی قبر

بقیہ حاشیہ: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہٗ

عزیز مبارک احمد ۱۶ ستمبر ۱۹۰۷ء بقضاء الٰہی فوت ہوگیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُون ہم اپنے رب کریم کی قضاء وقدر پر صبر کرتے ہیں' تم بھی صبر کرو۔ہم سب*ان ہی کی امانتیں ہیں' اور ہر ایک کام اس کا حکمت اور مصلحت پر مبنی ہے۔ وَالسلام

مرزا غلام احمد

نیز حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت مولوی عبداللہ صاحب سنوری کو ایک مکتوب میں تحریر فرمایا:

''دو تین ماہ کی مدت ہوئی کہ میرا لڑکا مبارک احمد جو اس کی والدہ کو بہت ہی پیارا تھا' تپ سے فوت ہوا ہے۔اس کے انتقال کے قریب وقت میں مَیں نے ان کو کہہ دیا' کہ دیکھو اب یہ لڑکا مرنے والا ہے۔اور ہمارا تو یہ مذہب ہے کہ جو مارنے والا ہے وہ مرنے والے سے ہمیں زیادہ پیارا ہے۔اور یہی طریق ایمان کامل کا ہے کہ صرف یہ کہو کہ اِنَّـا لِـلّٰـہِ وَ اِنَّـا اِلَیْہِ رَاجِعُون خدا کی امانت تھی خدا نے لے لی۔سو انہوں نے لڑکے کی مَوت کے وقت ایسا ہی کہا۔یہ تو ظاہر ہے کہ اگر کوئی مَر جائے تو یہ غیر معمولی بات نہیں۔ہم بھی تو ہمیشہ کے لئے اس دنیا میں نہیں رہیں گے۔خدا کے نزدیک انہیں کو مراتب ملتے ہیں' جو اس چندروزہ زندگی میں تلخی دیکھتے ہیں۔اور خدا تعالیٰ اگر خوش ہوتا ہے تو بدل عطا کرتا ہے۔ہرگز ہرگز طریق عوام نہیں اختیار کرنا چاہئے۔خدا جس سے پیار کرتا ہے اس کو کوئی مصیبت بھی بھیجتا ہے۔سونہایت استقلال سے خدا تعالیٰ پر توکل کرو اور اس سے نومید مت ہو۔'' ۲۶

---

*نقل مطابق اصل

کے کتبہ کے لئے چند شعر بھی تحریر فرمائے جو آپؑ کے جذبات قلب کی عمدہ تصویر ہیں۔ ۲۸؎''

صاحبزادہ صاحب کی وفات پر حضورؑ کا اُسوہ حسنہ:

صاحبزادہ صاحب کی وفات کے ذکر پر مکرم منشی محمد اسماعیل صاحبؓ سیالکوٹی مرحوم نے مجھ سے تحریراً بیان کیا:

''مرزا مبارک احمد صاحب کی وفات کے وقت مَیں قادیان میں تھا۔صرف مَیں اور مولوی محمد علی صاحب مسجد مبارک کی چھت پر تھے کہ ہمیں آپ کی وفات کا علم ہوا۔اس پر مولوی صاحب نے کہا کہ کام خراب ہوگیا' حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس بچّہ کے متعلق بہت سی پیشگوئیاں کی تھیں' اب لوگوں نے آپؑ سے تو کچھ پوچھنا نہیں اور ہماری شامت آجائے گی۔ یہ بات مولوی صاحب نے اتنی بلند آواز سے نہیں کی تھی کہ نیچے تک سُنی جاتی' لیکن بڑے زور سے نیچے سے آواز آئی' معلوم نہیں کہنے والا کون تھا کہ کتاب تریاق القلوب کا فلاں صفحہ دیکھو۔مولوی صاحب کتاب لائے' دیکھا کہ حضورؑ نے الہام کی یہ تشریح لکھی تھی کہ مبارک احمد یا تو بہت نیک ہوگا یا جلد فوت ہوجائے گا۔ یہ پڑھ کر مولوی صاحب نے کہا کہ اب بات بن گئی ہے۔مَیں مرحوم کے جنازہ میں شامل ہؤا۔جس وقت قبر تیار ہورہی تھی تو حضورؑ ورلی طرف درختوں کے سایہ میں تشریف رکھتے تھے اور ایسی طرز پر لوگوں کو صبر کی تلقین کررہے تھے گویا کہ حضورؑ کا اپنا بچّہ فوت نہیں ہوا بلکہ دوسروں کا بچہ فوت ہوا ہے اور حضورؑ تعزیت کے لئے آئے ہیں اور اُنہیں تسلی دے رہے ہیں۔'' اس سلسلہ میں مکرم ملک مولا بخش صاحبؓ مرحوم سابق ناظم جائیداد صدر انجمن احمدیہ وصدر بلدیہ قادیان نے مجھ سے تحریراً بیان کیا:

''جب صاحبزادہ مبارک احمد صاحب کی وفات ہوئی تو ڈاکٹر عباداللہ صاحب' سردار فضل حق صاحب اور خاکسار اپنے خیالات اور جذبات کے ماتحت افسوس کرنے کے لئے قادیان گئے۔امرتسر سے روانہ ہوتے وقت ایک دوست نے کہا کہ میرا اسلام علیکم حضورؑ کی خدمت میں عرض کردیں' تو سردار فضل حق صاحب نے جواب دیا ہم تو محض افسوس کرنے جارہے ہیں' کسی کا سلام پہنچانے کا موقعہ نہیں۔حضورؑ نے جس قدر کوشش صاحبزادہ صاحب مرحوم کی تیمارداری پر کی تھی اس سے عام دُنیادار انسان یہی اندازہ لگا سکتا تھا کہ حضورؑ بڑے رنج

اور افسوس کی حالت میں ہوں گے۔ لیکن جب ہم مسجد مبارک میں حضورؑ سے ملے تو وہاں رنگ ہی اور تھا۔ نہ غم نہ افسوس، سب کام حسب معمول ہو رہے تھے، مجلس کا وہی رنگ تھا، اور جب صاحبزادہ صاحب مرحوم کا ذکر حضرت اقدسؑ نے کیا، تو یہی فرمایا کہ میرے مولیٰ نے مجھے پہلے ہی خبر دے دی تھی کہ یہ لڑکا یا تو بہت باخدا ہوگا یا جلدی فوت ہو جاوے گا (چنانچہ یہ معنی پہلے شائع بھی ہو چکے تھے) ہم کو تو خوشی ہے کہ ہمارے مولیٰ کی بات پوری ہوئی۔ ایک بیٹا کیا اگر ہزار بیٹا ہو اور وہ مر جاوے لیکن میرے مولیٰ کی بات پوری ہو کہا یا یہ کہا کہ میرا مولیٰ راضی ہو جاوے تو ہم کو ہزار خوشی ہے یہ حالت دیکھ کر ہم میں سے کسی کو جرأت نہ ہوئی کہ افسوس کا لفظ منہ پر لاوے۔ اور مَیں تو اپنے دل میں بہت شرمندہ تھا، کہ حضرت اقدسؑ کا بھی اللہ تعالیٰ پر ایمان ہے اور ہم بھی اس کے دعویدار ہیں۔

ببیں تفاوت راہ از کجاست تا بکجا !!

اس واقعہ کا اثر عمر بھر میرے دل پر رہا۔ اور جب بعد میں میرے کئی بچے فوت ہوئے تو حضورؑ کا یہ اسوۂ حسنہ بہت حد تک میری رہبری کا موجب ہوا۔''

حضورؑ کا صبر کا نمونہ:

''دارالامان میں آج کل'' کے زیرِ عنوان محترم مدیر الحکم نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صبر و رضاء بالقضاء کے متعلق تحریر کیا:

''دارالامان خدا تعالیٰ کے فیوضات و برکات کا مہبط ہے اور کل یوم ھو فی شان ہر نیا دن نئی برکات لے کر آتا ہے۔ خدا کا برگزیدہ بندہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام خدا تعالیٰ کی عجیب و غریب تجلیّات کا مظہر بنا ہوا ہے۔ صاحبزادہ مبارک احمد صاحب کے انتقال نے آپؑ کی سچائی خدا تعالیٰ کی ہستی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو نئی زندگی عطا فرمائی ہے اور یہ نکتہ حل ہو گیا کہ اسلام کا زندہ ہونا ہم سے ایک فدیہ چاہتا ہے۔ صاحبزادہ صاحب کے انتقال کے متعلق خدا تعالیٰ کی پیشگوئیوں کے پورا ہونے پر الحکم کی پچھلی اشاعت میں لکھا جا چکا ہے اس کے اعادہ کی حاجت نہیں۔ مگر یہاں مجھے ایک خاص بات کا ذکر کرنا ہے جو خصوصیت سے ایمان کو زندہ کرنے والی بات ہے، اور جس کی نظیر دنیا میں بجز انبیاء علیہم السلام کے گروہ کے نہیں مل سکتی۔ وہ کیا ہے؟'' حضرت مسیح موعودؑ کے رضاء بالقضاء کا نمونہ! دنیا میں

صبر اور استقلال کی تعلیم دینے والے اور رضاء بالقضاء اور قیام فی ما اقام اللہ کے لمبے لمبے وعظ کہنے والے اور درس دینے والے دیکھے ہیں۔ لیکن جب وہ خدا تعالیٰ کے کسی ابتلاء اور امتحان کے نیچے آئے ہیں تو انہوں نے وہ بُزدلی اور کم ہمتی دکھائی ہے۔ جس کی حد نہیں۔ فی الحقیقت کامل ایمان اور خدا پرستی کے کمال کا ایک ہی امتحان ہے کہ انسان مصائب اور عُسر میں قدم پیچھے نہ ہٹائے بلکہ آگے بڑھائے۔ اب یہ چشم دید واقعہ ہے اس کا ایک یا دو گواہ نہیں بلکہ صدہا لوگ ہیں جو آج کل اس واقعہ ناگزیر کی تقریب کی وجہ سے اور حسب معمول یہاں آ رہے ہیں۔ وہ دیکھتے ہیں کہ خدا کا معطر کیا ہوا مسیح موعودؑ کس جلال اور شوکت کے ساتھ اس واقعہ صاحبزادہ صاحب کو بیان کرتا ہے۔ عام طور پر اگر غور کیا جاوے تو وہ انسان جو ستر برس کے قریب ہو اور جس کا ہونہار' نیک' سعادتمند بچّہ فوت ہو جاوے اس کی کمر ٹوٹ جاتی ہے۔ مگر یہاں معاملہ ہی الگ ہے۔'' حضرت مسیح موعودؑ اس واقعہ کو ایسے جوش اور مزے سے بیان کرتے ہیں کہ الفاظ نہیں ملتے جو اس کیفیت کو ظاہر کیا جاوے۔ حضرت مسیح موعودؑ خوش ہیں کہ خدا تعالیٰ کی پیشگوئیاں پوری ہوگئیں۔ حضرت مسیح موعودؑ خوش ہیں کہ خدا تعالیٰ کے امتحان میں پورے اترے۔ سب سے بڑھ کر جو امر مسرت کا موجب ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی خوشی کا اظہار فرمایا۔ چنانچہ حضرت مسیح موعودؑ پر یہ وحی ہوئی ہے کہ

' خُدا خوش ہوگیا'

''انسانی زندگی کی اگر کوئی غرض اور غایت ہوسکتی ہے تو وہ یہی ہے کہ خدا اس سے خوش ہو جاوے اور وہ خدا سے راضی ہو جاوے۔ اور اس طرح پر رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ کا نمونہ کامل بن جاوے۔ پس یہ کس قدر خوشی کی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ بندے سے خوش ہو جانے کا اظہار کر دیا۔ یہ چھوٹی سی بات نہیں' یہی وہ بات ہے جس کیلئے نبیوں کی بعثت ہوتی ہے۔ اور یہی وہ مقام ہے جو سلوک کی تمام منزلوں کا انتہائی مقام کہنا چاہئے۔'' پس آج کل دارالامان میں خدا تعالیٰ کا نزول ہو رہا ہے۔ ایک نئی شان میں جن لوگوں کو آج کل حضرت کی خدمت میں حاضر ہونے کا موقعہ ملا ہے۔ وہ بڑے ہی خوش قسمت ہیں۔ کیونکہ وہ ایک ایسا عملی سبق پڑھ رہے ہیں۔ جس کو تقریر یا تحریر کی صورت میں ادا کرنا مشکل ہے۔ ۲۹''

۱۶ستمبر بروز دوشنبہ کو صاحبزادہ کی وفات کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ذیل کی تقریر فرمائی۔

صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب کی وفات پر حضرت اقدسؑ کی تقریر باغ میں :

فرمایا! ''قضاء وقدر کی بات ہے' اصل مرض سے (مبارک احمد نے) بالکل مخلصی پالی تھی' بالکل اچھا ہوگیا تھا' بخار کا نام نشان بھی نہ رہا تھا۔ یہی کہتا رہا کہ مجھے باغ میں لے چلو۔ باغ کی خواہش بہت کرتا تھا سو آ گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی پیدائش کے ساتھ ہی مَوت کی خبر دے رکھی تھی۔ تریاق القلوب میں لکھا ہے 'انی اسقط من اللّٰہ و اصیبہ' مگر قبل از وقت ذہول رہتا ہے اور ذہن منتقل نہیں ہوا کرتا۔ پھر ایک جگہ پیشگوئی ہے' ہے تو بھاری مگر خدائی امتحان کو قبول کر' پھر کئی دفعہ یہ الہام بھی ہوا ہے۔ 'اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْ ھَبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَ یُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْراً ' اور پھر اہل بیت کو مخاطب کر کے فرمایا ہے' یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ اللّٰہ خَلَقَکُمْ*۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کے لئے یہ بڑا تطہیر کا موقعہ ہے' ان کو بڑے بڑے تعلقات ہوتے ہیں اور ان کے ٹوٹنے سے رنج بہت ہوتا ہے۔ مَیں تو اس سے بڑا خوش ہوں کہ خدا کی بات پوری ہوئی۔ گھر کے آدمی اس کی بیماری میں بعض اوقات بہت گھبرا جاتے تھے۔ مَیں نے ان کو جواب دیا تھا کہ آخر نتیجہ مَوت ہی ہونا ہے یا کچھ اور ہے۔ دیکھو ایک جگہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ ادعونی استجب لکم یعنی اگر تم مجھ سے مانگو تو قبول کروں گا۔ اور دوسری جگہ فرمایا وَلَنَبْلُوَنَّکُمْ بِشَیْءٍ مِّنَ الْخُوْفِ .... اُولٰئِکَ ھُمُ الْمُھْتَدُوْنَ۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ خدا کی طرف سے بھی امتحان آیا کرتے ہیں مجھے بڑی خوشی اس بات کی بھی ہے کہ میری بیوی کے منہ سے سب سے پہلا کلمہ جو نکلا ہے وہ یہی تھا کہ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن کوئی نعرہ نہیں مارا' کوئی چیخیں نہیں ماریں۔ اصل بات یہ ہے کہ دنیا میں انسان اسی واسطے آتا ہے کہ آزمایا جاوے۔ اگر وہ اپنی منشا کے موافق خوشیاں مناتا رہے اور جس بات پر اس کا دل چاہے وہی ہوتا رہے تو پھر ہم اس کو خدا کا بندہ نہیں کہہ سکتے۔ اس واسطے ہماری جماعت کو اچھی طرح سے یاد رکھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ

---

* نقل مطابق اصل (مؤلف)

نے دوطرح کی تقسیم کی ہوئی ہے' اس لئے اس تقسیم کے ماتحت چلنے کی کوشش کی جاوے۔ ایک حصہ تو اس کا یہ ہے کہ وہ تمہاری باتوں کو مانتا ہے۔ اور دوسرا حصہ یہ ہے کہ وہ اپنی منواتا ہے۔ جو شخص ہمیشہ یہی چاہتا ہے کہ خدا ہمیشہ اسی کی مرضی کے مطابق کرتا رہے' اندیشہ ہے کہ شاید وہ کسی وقت مرتد ہو جاوے۔

''کوئی یہ نہ کہے کہ میرے پر ہی تکلیف اور ابتلاء کا زمانہ آیا ہے' بلکہ ابتداء سے سب نبیوں پر آتا رہا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کا بیٹا جب فوت ہوا تھا تو کیا انہیں غم نہیں ہوا تھا؟ ایک روایت میں لکھا ہے کہ ہمارے نبی کریم صلعم کے گیارہ بیٹے فوت ہوئے تھے۔ آخر بشریت ہوتی ہے' غم کا پیدا ہونا ضروری ہے' مگر ہاں صبر کرنے والوں کو پھر بڑے بڑے اجر ملا کرتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کی ساری کتابوں کا منشاء یہی ہے کہ انسان رضاء بالقضاء سیکھے۔ جو شخص اپنے ہاتھ سے آپ تکلیف میں پڑتا ہے' اور خدا کے لئے ریاضات اور مجاہدات کرتا ہے' وہ اپنے رگ پٹھے کی صحت کا خیال بھی رکھ لیتا ہے۔ اور اکثر اپنی خواہش کے موافق ان اعمال کو بجالاتا ہے' اور حتی الوسع اپنے آرام کو مدنظر رکھتا ہے' مگر جب خدا کی طرف سے کوئی امتحان پڑتا ہے اور کوئی ابتلاء آتا ہے' تو وہ رگ اور پٹھے کا لحاظ رکھ کر نہیں آتا۔ خدا کو اس کے آرام اور رگ پھٹے کا خیال مدنظر نہیں ہوتا۔ انسان جب کوئی مجاہدہ کرتا ہے تو وہ اپنا تصرف رکھتا ہے' مگر جب خدا کی طرف سے کوئی امتحان آتا ہے تو اس میں انسان کے تصرف کا دخل نہیں ہوتا۔ انسان خدا کے امتحان میں بہت جلد ترقی کر لیتا ہے اور وہ مدارج حاصل کر لیتا ہے جو اپنی محنت اور کوشش سے کبھی حاصل نہیں کر سکتا۔ اسی واسطے **ادعونی استجب لکم** میں اللہ تعالیٰ نے کوئی بشارت نہیں دی' مگر **وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ...... الآیہ**۔ میں بڑی بڑی بشارتیں دی ہیں' اور فرمایا ہے کہ یہی لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے بڑی بڑی برکتیں اور رحمتیں ہوں گی' اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔ غرض یہی طریق ہے جس سے انسان خدا کو راضی کر سکتا ہے۔ نہیں تو اگر خدا کے ساتھ شریک بن جاوے اور اپنی مرضی کے مطابق اسے چلانا چاہے' تو یہ ایک خطرناک راستہ ہوگا' جس کا انجام ہلاکت ہے۔ ہماری جماعت کو منتظر رہنا چاہیئے کہ اگر کوئی ترقی کا ایسا موقعہ آجاوے تو اس کو خوشی سے قبول کیا جاوے۔

''آج رات کو(مبارک احمد نے) مجھے بُلایا اور اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں دیا اور مصافحہ یا جیسے اب کہیں رُخصت ہوتا ہے اور آخری ملاقات کرتا ہے۔ جب یہ الہام **انی اسقط من اللّٰہ و اصیبہ** ہوا تھا تو میرے دل میں کھٹکا ہی تھا' اسی واسطے میں نے لکھ دیا تھا کہ یا یہ لڑکا نیک ہوگا' رُو بخدا ہوگا' اور یا یہ کہ جلد فوت ہو جائے گا۔قرآن شریف پڑھ لیا تھا' کچھ کچھ اردو بھی پڑھ لیتا تھا۔اور جس دن بیماری سے افاقہ ہوا میرا سارا اشتہار پڑھا۔اور یا کبھی کبھی پرندوں کے ساتھ کھیلنے میں مشغول ہو جاتا تھا۔

''فرمایا۔ بڑا ہی بدقسمت وہ انسان ہے جو خدا تعالیٰ کو اپنی مرضی کے مطابق چلانا چاہتا ہے۔ خدا کے ساتھ تو دوست والا معاملہ چاہئے' کبھی اس کی مان لی اور کبھی اپنی منوالی

زبختِ خویش برخوردار باشی
بشرط آں کہ بامن یار باشی

''ہمارے گاؤں میں ایک شخص تھا۔اس کی گائے بیمار ہوگئی۔صحت کے لئے دعائیں مانگتا رہا ہوگا' مگر جب گائے مَر گئی' تو وہ دہریہ ہوگیا۔

''خدا نے اپنی قضاء وقدر کے راز مخفی رکھے ہیں اور اس میں ہزاروں مصالح ہوتے ہیں۔ میرا تجربہ ہے کہ کوئی انسان بھی اپنے معمولی مجاہدات اور ریاضات سے وہ قُرب نہیں پا سکتا جو خدا کی طرف سے ابتلاء آنے پر پا سکتا ہے۔زور کا تازیانہ اپنے بدن پر کون مارتا ہے؟ خدا بڑا رحیم و کریم ہے۔ ہم نے تو آزمایا ہے' ایک تھوڑا سا دُکھ دے کر بڑے بڑے انعام و اکرام عنایت فرماتا ہے۔ وہ جہان ابدی ہے۔ جو لوگ ہم سے جدا ہوتے ہیں وہ تو واپس نہیں آ سکتے۔ ہاں ہم جلدی ان کے پاس چلے جاویں گے۔اس جہان کی دیوار کچی ہے اور وہ بھی گرتی جاتی ہے۔سوچنے والی بات یہ ہے کہ یہاں سے انسان نے لے ہی کیا جانا ہے اور پھر انسان کو یہ پتہ نہیں ہوتا کہ کب جانا ہے۔ جب جائے گا بھی تو بے وقت جائے گا اور پھر خالی ہاتھ جائے گا۔ ہاں اگر کسی کے پاس اعمال صالحہ ہوں تو وہ ساتھ ہی جائیں گے۔ بعض آدمی مَرنے لگتے ہیں تو کہتے ہیں میرا اسباب دکھا دو۔اور ایسے وقت میں مال و دولت کی فکر پڑ جاتی ہے۔

''ہماری جماعت کے لوگ بھی اس طرح کے ابھی بہت ہیں جو شرطی طور پر خدا کی عبادت

کرتے ہیں۔بعض لوگ خطوں میں لکھتے ہیں کہ اگر ہمیں اتنا روپیہ مل جاوے یا ہمارا یہ کام ہوجاوے تو ہم بیعت کرلیں گے۔ بیوقوف اتنا نہیں سمجھتے کہ خدا کو تمہاری بیعت کی ضرورت کیا ہے۔ ہماری جماعت کا ایمان تو صحابہ والا چاہئے جنہوں نے اپنے سَر خدا کی راہ میں کٹوادیئے تھے۔

''اگر آج ہماری جماعت کو یورپ اور امریکہ میں اشاعت اسلام کے لئے جانے کو کہا جاوے، تو اکثر یہی کہہ دینگے جی ہمارے بال بچوں کو تکلیف ہوگی، ہمارے گھروں کا ایسا حال ہے، یہ ہے وہ ہے، اِنَّ بُيُوْتَنَا عَوْرَةٌ۔اور ہم نے یہ تو نہیں کہنا کہ جا کر سَر کٹوائیں، بلکہ یہی ہے کہ دین کے لئے سفر کی تکالیف اور صدمے اُٹھاویں۔مگر اکثر یہی کہہ دینگے جی گرمی بہت ہے، زیادہ تکلیف کا اندیشہ ہے۔مگر خدا کہتا ہے کہ جہنم کی گرمی اس سے بھی زیادہ ہوگی، نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا ۔صحابہؓ کا نمونہ مسلمان بننے کے لئے پکا نمونہ ہے۔ابھی تو جماعت پر مجھے یہ بھی اطمینان نہیں کہ اس کا نام مَیں جماعت رکھوں۔ابھی تو یہ حشو ہے۔ایسا انسان تو ہمیں نہیں چاہئے جو صرف خوشی میں ہی خدا کو پکارے۔ایسے شخص پر تو ذرا خدا کا امتحان آیا اور طرح طرح کی مایوسیاں اور بے امیدئیں ظاہر کرنی شروع کردیں۔مگر خداتعالیٰ فرماتا ہے۔اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْا اَنْ يَّقُوْلُوْا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ ۔کیا یہ لوگ خیال کرتے ہیں کہ صرف اتنا کہہ دینے سے ہی کہ ہم ایمان لائے چھوٹ جائیں گے اور ان کا امتحان نہ لیا جاوے گا۔امتحان کا ہونا تو ضروری ہے اور امتحان بڑی چیز ہے سب پیغمبروں نے امتحان سے ہی درجے پائے ہیں۔ یہ زندگی دنیا کی بھروسہ والی زندگی نہیں ہے۔کچھ ہی کیوں نہ ہو آخر چھوڑنی پڑتی ہے۔مصائب کا آنا ضروری ہے۔ دیکھو ایوبؑ کی کہانی میں لکھا ہے کہ طرح طرح کی تکالیف اسے پہنچیں اور بڑے بڑے مصائب نازل ہوئے اور اس نے صبر کئے رکھا۔ہمیں یہ بہت خیال رہتا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو ہماری جماعت صرف خشک استخوان کی طرح ہو۔بعض آدمی خط لکھتے ہیں تو اُن سے مجھے بُو آجاتی ہے۔شروع خط میں تو وہ بڑی لمبی چوڑی باتیں لکھتے ہیں کہ ہمارے لئے دعا کرو کہ ہم اولیاء اللہ بن جاویں اور ایسے اور ویسے ہوجاویں، اور آخیر پر جا کر لکھ دیتے ہیں کہ فلاں ایک مقدمہ ہے اس کے لئے ضرور دعا کریں کہ فتح نصیب ہو۔اس سے صاف سمجھ میں آتا ہے

کہ اصل میں یہ ایک مقدمہ میں کامیابی حاصل کرنے کے لئے خط لکھا گیا تھا' خدا کی رضامندی مدنظر نہ تھی۔اس بات کو اچھی طرح سے سمجھ لینا چاہئے کہ خدا تعالیٰ نے دوطرح کی تقسیم کی ہوئی ہے۔کبھی تو وہ اپنی منوانا چاہتا ہے اور کبھی انسان کی مان لیتا ہے۔یہ نہیں ہوتا کہ ہمیشہ انسان کی مرضی کے مطابق ہی کام ہوا کریں۔اگر ایسا سمجھا جائے کہ خدا کی مرضی ہمیشہ انسان کے ارادوں کے موافق ہوتو پھر امتحان کوئی نہ رہا۔کون چاہتا ہے کہ آرام' عیش و عشرت اور ہر طرح کے سُکھ سے دُکھ میں مبتلاء ہوں۔جس کے تین چار بیٹے ہوں وہ کب چاہتا ہے کہ یہ مَر جائیں۔اور کون چاہتا ہے کہ میری تمام خوشیاں دُکھوں اور مصیبتوں سے تبدیل ہوجاویں۔غرض خدا نے امتحان کو انسان کی ترقی کے لئے اور یا اس کی بدگوہری ظاہر کرنے کے لئے مقرر کیا ہے۔بہت لوگ امتحان کے وقت طرح طرح کی باتیں بنانے لگ جاتے ہیں اور طرح طرح کے باطل توہمات اور وساوس انہیں اُٹھا کرتے ہیں۔مگر اصلی بات یہ ہے کہ فِیۡ قُلُوۡبِهِمۡ مَّرَضٌ فَـزَادَ هُمُ اللّٰهُ مَرَضًا ۚ وَ لَهُمۡ عَذَابٌ اَلِيۡمٌۢ ۙ بِمَا كَانُوۡا يَكۡذِبُوۡنَ. یادرکھو خدا کا ساتھ بڑی چیز ہے۔اگر فرض بھی کرلیں کہ نہ کوئی بیٹا رہے' نہ کوئی مال و دولت رہے' پھر بھی خدا بڑی دولت ہے۔اس نے یہ کبھی نہیں کیا کہ جو اس کے ہوکر رہتے ہیں ان کو بھی تباہ کردیا ہو۔اس کے امتحان میں استقلال اور ہمت سے کام لینا چاہئے۔یادرکھو کہ امتحان ہی وہ چیز ہے جس سے انسان بڑے بڑے مدارج حاصل کرسکتا ہے۔نریاں نماز اں اور دنیا کے لئے ٹکرّاں کچھ چیز نہیں۔مومن کو چاہئے کہ خدا کے قضاء و قدر کے ساتھ شکوہ نہ کرے اور رضاء بالقضاء پر عمل کرنا سیکھے۔اور جو ایسا کرتا ہے میرے نزدیک وہی صدیقوں' شہیدوں اور صالحوں میں سے ہے۔جان سے بڑھ کر اور تو کوئی چیز نہیں' اس کو خدا کی راہ میں قربان کرنے کے لئے ہر وقت تیار رہنا چاہئے۔اور یہی وہ بات ہے جو ہم چاہتے ہیں۔

فرمایا''ہمیشہ ایسا ہوتا رہتا ہے کہ انسان جہاں چاہتا ہے کہ بیمار بچ جاوے۔وہاں غلطیاں ہوجاتی ہیں۔اس پر ڈاکٹر خلیفہ رشیدالدین صاحب نے عرض کی' کہ چند دن ہوئے حضورؑ نے فرمایا تھا کہ خواب میں دیکھا ہے کہ اس مکان میں مَوت ہونے والی ہے' اور بکری ذبح کی گئی اور ان دنوں میں مولوی نورالدین صاحبؓ چونکہ بیمار تھے۔اس لئے ان کی نسبت

خطرہ پڑ گیا تھا۔ اور نواب محمد علی خاں صاحب اور ڈاکٹر عبدالستار شاہ صاحب اور مَیں۔ ہم تینوں اس بات کے گواہ ہیں۔

''فرمایا تقدیر دو طرح کی ہوتی ہے۔ ایک کو تقدیر معلق کہتے ہیں اور دوسری کو تقدیر مبرم کہتے ہیں۔ ارادہ الٰہی جب ہو چکتا ہے تو پھر اس کا تو کچھ علاج نہیں ہوتا۔ اگر اس کا بھی کچھ علاج ہوتا تو سب دنیا بچ جاتی۔ مبرم کے علامات ہی ایسے ہوتے ہیں کہ دن بدن بیماری ترقی کرتی جاتی ہے اور حالت بگڑتی چلی جاتی ہے۔ دیکھو ۹ دن کا تپ ٹوٹ گیا تھا' بالکل نام و نشان باقی نہ رہا تھا' مگر پھر دوبارہ چڑھ گیا۔ یہ تو خدا نے نہیں کہا تھا کہ بخار ٹوٹنے کے بعد زندہ بھی رہے گا۔ خدا کی دونوں پیشگوئیاں پوری ہونی تھیں' بخار بھی ٹوٹ گیا اور خوردسالی میں فوت بھی ہو گیا۔ کچھ مدت گزری کہ مَیں نے خواب میں دیکھا تھا کہ ایک جگہ پانی بہہ رہا ہے' اور مبارک اس میں گر گیا ہے۔ بہتیرا دیکھا اور غوطے بھی لگائے' مگر تلاش کرنے پر نہ ملا۔ یہ خواب ہمیشہ میرے مدنظر رہا ہے۔

''سید میر حامد شاہ صاحب نے عرض کی کہ حضور میری والدہ نے آج صبح کو خواب میں دیکھا تھا کہ حضور کے چار روشن ستارے ہیں ایک ان میں سے ٹوٹ کر زمین کے اندر چلا گیا ہے۔ پھر خلیفہ ڈاکٹر رشید الدین صاحب نے عرض کیا کہ مبارک احمد کو لوگ اکثر ''ولی ولی'' کر کے پکارا کرتے تھے۔ فرمایا ہاں ولی وہی ہوتا ہے جو بہشتی ہو۔

''میاں مبارک احمد کی قبر دوسری قبروں سے کسی قدر فاصلہ پر ہے۔ اس پر حضرت اقدسؑ نے فرمایا' بعض اوقات اگر باپ خواب دیکھے تو اس سے مراد بیٹا ہوتا ہے۔ اور اگر بیٹا خواب دیکھے تو اس سے باپ مراد ہوتا ہے۔ ایک دفعہ میں خواب میں یہاں (بہشتی مقبرہ) آیا اور قبر کھودنے والوں کو کہا کہ میری قبر دوسروں سے جدا چاہیئے۔ دیکھو جو میری نسبت تھا وہ میرے بیٹے کی نسبت پورا ہو گیا ۳۰؎''

۲۰ ستمبر کو بوقت سیر حضورؑ نے فرمایا :

''ہمارے نبی کریمؐ کے زمانہ میں ایک لڑکے کا باپ جنگ میں شہید ہو گیا۔ جب لڑائی سے واپس آئے تو اس لڑکے نے آنحضرت صلعم سے پوچھا میرا باپ کہاں ہے۔ تو آنحضرت صلعم نے اس لڑکے کو گود میں اٹھا لیا اور کہا کہ مَیں تیرا باپ ہوں۔ ایک عورت کا حال بیان

کرتے ہیں کہ اس کا خاونداور بیٹا اور بھائی جنگ میں شہید ہوگئے۔ جب لوگ جنگ سے واپس (ہوئے) تو انہوں نے اس عورت کو کہا کہ تیرا خاوند، بیٹا اور بھائی تو لڑائی میں مارے گئے۔ تو اس عورت نے جواب دیا کہ مجھے صرف اتنا بتا دو کہ پیغمبر خدا صلعم تو صحیح سلامت زندہ بچ کر آ گئے یا نہیں۔ تعجب ہوتا ہے کہ ان لوگوں کی عورتوں کا بھی کتنا بڑا ایمان تھا۔

''فرمایا کل والا الہام کہ ''خدا خوش ہوگیا'' ہم نے اپنی بیوی کو سُنایا تو اس نے سُن کر کہا کہ مجھے اس الہام سے اتنی خوشی ہوئی ہے کہ اگر دو ہزار مبارک احمد بھی مَر جاتا تو مَیں پرواہ نہ کرتی۔ فرمایا یہ اس الہام کی بناء پر ہے کہ 'میں خدا کی تقدیر پر راضی ہوں' اور پھر چار دفعہ یہ الہام بھی ہوا تھا۔ 'اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْ ھَبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَ یُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْراً' ۔ اور پھر 'ہے تو بھاری مگر خدائی امتحان کو قبول کر' اور پھر ''لائف آف پین'' یعنی تلخ زندگی۔

'' یکجائی طور پر نظر کرنے سے ایک دشمن بھی مان جائے گا' کہ یہ جو کچھ ہوا ہے خدائی وعدوں کے مطابق ہوا ہے۔ اور پھر یہ الہام بھی ہوا تھا۔ اِنِّیْ مَعَ اللّٰہِ فِیْ کُلِّ حَالٍ۔'' اب بتلاؤ ایسی صاف بات سے انکار کس طرح ہوسکتا ہے؟ اصل میں ابتلاؤں کا آنا ضروری ہے۔ اگر انسان عمدہ عمدہ کھانے، گوشت، پلاؤ اور طرح طرح کے آرام اور راحت میں زندگی بسر کر کے خدا کو ملنے کی خواہش کرے، تو یہ محال ہے۔ بڑے بڑے زخموں اور سخت سے سخت ابتلاؤں کے بغیر انسان خدا کو مل ہی نہیں سکتا۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَکُوْٓا اَنْ یَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَھُمْ لَا یُفْتَنُوْنَ ۔ غرض بغیر امتحان کے تو بات بنتی ہی نہیں، اور پھر امتحان بھی ایسا جو کہ کمر توڑنے والا ہو۔ ہمارے نبی کریم صلعم کا سب سے بڑھ کر مشکل امتحان ہوا تھا۔ جیسے فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَوَضَعْنَا عَنْکَ وِزْرَکَ الَّذِیْٓ اَنْقَضَ ظَھْرَکَ ۔ جب سخت ابتلاء آئیں، اور انسان خدا کے لئے صبر کرے، تو پھر وہ ابتلاء فرشتوں سے جا ملاتے ہیں۔ انبیاء اسی واسطے زیادہ محبوب ہوتے ہیں کہ ان پر بڑے بڑے سخت ابتلاء آتے ہیں اور وہ خود ہی ان کو خدا سے جا ملاتے ہیں۔ امام حسینؓ پر بھی ابتلاء آئے اور سب صحابہؓ کے ساتھ یہی معاملہ ہوا کہ وہ سخت سے سخت امتحان میں ڈالے گئے۔ گوشت اور پلاؤ کھانے سے اور آرام سے بیٹھ کر تسبیح پھیرتے رہنے سے خدا کا ملنا محال ہے۔ صحابہؓ کی تسبیح تو تلوار تھی۔ اگر آج کل کے لوگوں کو کسی جگہ اشاعت اسلام کے واسطے

باہر بھیجا جاوے' تو دس دن کے بعد تو ضرور کہہ دینگے' کہ ہمارا گھر خالی پڑا ہے۔ صحابہؓ کے زمانہ پر اگر غور کیا جاوے' تو معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں نے ابتدا سے فیصلہ کرلیاہوا تھا کہ اگر خدا کی راہ میں جان دینی پڑ جائے تو پھر دے دیں گے۔ انہوں نے تو خدا کی راہ میں مَرنے کوقبول کیاہوا تھا۔ جتنے صحابہؓ جنگوں میں جاتے تھے کچھ تو شہید ہوجاتے تھے' اور کچھ واپس آجاتے تھے۔ اور جو شہید ہوجاتے تھے ان کے اقربا پھران سے خوش ہوتے تھے' کہ انہوں نے خدا کی راہ میں جان دی۔ اور جو بچے آتے تھے وہ اس انتظار میں رہتے تھے اور شاکی رہتے کہ شاید ہم میں کوئی کمی رہ گئی' جو ہم جنگ میں شہید نہیں ہوئے۔ اور وہ اپنے ارادوں کومضبوط رکھتے تھے' اور خدا کے لئے جان دینے کو تیار رہتے تھے' جیسے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ رِجَالٌ صَدَ قُوْا ماَ عَاهَدُ وا اللّٰهَ عَلَیْهِ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰی نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ یَّنْتَظِرُ وَماَ بَدَّ لُوْا تَبْدِ یْلاًO''

''زبانی دعوے تو خواہ آسمان تک پہنچ جاویں' جب تک عملی طور پر کرکے نہ دکھاؤ گے کچھ نہیں بنے گا۔ مومن آدمی کا سب ہم وغم خدا کے واسطے ہوتا ہے' دنیا کے لئے نہیں ہوتا۔ اور وہ دنیاوی کاموں کو کچھ خوشی سے نہیں کرتا' بلکہ اداس سا رہتا ہے' اور یہی نجات حیات کا طریق ہے۔ اور وہ جو دنیا کے پھندوں میں پھنسے ہوئے ہیں' اور ان کے ہم وغم سب دنیا کے ہی لئے ہوتے ہیں' ان کی نسبت تو خدا تعالیٰ فرماتا ہے فَلاَ نُـقِیْمُ لَهُمْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ وَ زْناً ۔ہم قیامت کوان کا ذرہ؟ بھر بھی قدر نہیں کریں گے۔

فرمایا۔ ''مبارک احمد کی وفات پر میری بیوی نے یہ بھی کہا ہے کہ 'خدا کی مرضی کومَیں نے اپنے ارادوں پر قبول کرلیا ہے۔' اور یہ اس الہام کے مطابق ہے کہ 'میں نے خدا کی مرضی کے لئے اپنی مرضی چھوڑ دی ہے۔'

''فرمایا۔ پچیس برس شادی کو ہوئے۔ اس عرصہ میں انہوں نے کوئی واقعہ ایسا نہیں دیکھا' جیسا اب دیکھا۔ مَیں نے انہیں کہا تھا' کہ ایسے محسن اور آقا نے جو ہمیں آرام پر آرام دیتا رہا' اگر ایک اپنی مرضی بھی کی' تو بڑی خوشی کی بات ہے۔

''فرمایا ہم نے تو اپنی اولاد وغیرہ کا پہلے ہی سے فیصلہ کیاہوا ہے کہ یہ سب خدا کا مال ہے' اور ہمارا اس میں کچھ تعلق نہیں' اور ہم بھی خدا کا مال ہیں۔ جنہوں نے پہلے ہی سے فیصلہ کیا ہوتا ہے' ان کو غم نہیں ہوا کرتا۔ ۳۱''

رسالہ تشحیذ الاذہان اس بارہ میں رقمطراز ہے:

''برادرم مبارک احمد کی وفات پر فرمایا کہ خدا تعالیٰ اتنی مدت سے ہم پر رحم کرتا آیا ہے۔ ہر طرح سے ہماری خواہش کے مطابق کام کرتا آیا ہے۔ اور اس نے اٹھارہ برس کے عرصہ میں ہم کو طرح طرح کی خوشیاں پہنچائیں اور انعام واکرام کئے' گویا اپنی رضاء پر ہماری رضاء کو مقدم کرلیا۔ پھر اگر ایک دفعہ اس نے اپنی مرضی ہم کو منوانی چاہی تو کونسی بڑی بات ہے۔ اگر ہم باوجود اس کے اس قدر احسانات کے پھر بھی جزع فزع اور واویلا کریں تو ہمارے جیسا احسان فراموش کوئی نہ ہوگا۔ اور پھر اس نے تو پہلے ہی اطلاع دیدی تھی کہ یہ جلد فوت ہوجائے گا' جیسا کہ تریاق القلوب میں لکھا ہے۔ اور دوسرے یہ کہ دوستی تو اسی کو کہتے ہیں کہ کچھ دوست کی باتیں مانی جاویں اور کچھ اس کو منوائی جاویں۔ یہ تو دوستی نہیں کہ اپنی ہی اپنی منواتے جانا اور جب دوست کی بات ماننے کا وقت آئے تو بُرا منانا۔ پس جبکہ ہم نے خدا تعالیٰ سے تعلق کیا ہے تو چاہئے کہ کچھ اس کی مانیں اور کچھ اس سے منوائیں۔۳۲''

صاحبزادہ صاحب مرحوم کی بیوہ کے متعلق حضورؑ کی خواہش:

صاحبزادہ صاحب مرحومؓ کی بیوہ سے ۱۹۲۱ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کا نکاح ہوا۔ خطبہ نکاح حضرت مولوی سید سرور شاہ صاحبؓ نے پڑھا' اس میں آپ نے فرمایا:

''حضرت مسیح موعودؑ نے یہی رشتہ جو ہمارے مکرم معظم ڈاکٹر سید عبدالستار شاہ صاحب کی چھوٹی صاحبزادی کا ہے۔ اپنے چھوٹے صاحبزادہ مبارک احمد سے کیا تھا۔ وہ فوت ہوگیا جیسا کہ اس کے متعلق الہام تھا۔ اس کے بعد حضرت مسیح موعودؑ نے یہ خواہش ظاہر کی اور طبعی طور پر ہونی چاہئے تھی۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نے انبیاء کی طبیعت نہایت ہی شکر گذار بنائی ہوتی ہے۔ مَیں نے خود بلا کسی واسطہ کے حضرت مسیح موعودؑ سے سُنا۔ آپ نے فرمایا۔ مجھے یاد نہیں کسی نے ایک پیسہ بھی مجھے دیا ہو اور مَیں نے اس کے لئے دعا نہ کی ہو۔ کیا ہی شان ہے وہ جس کے متعلق خدا کہتا ہے کہ اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَةِ تَوْحِیْدِیْ۔ اس کو کوئی ایک پیسہ بھی دیتا ہے تو وہ شکر گذاری کے طور پر اس کے لئے دعا کرتا ہے۔

''بات اصل میں یہ ہے کہ نبی کبھی اپنے اُوپر کسی کا احسان نہیں رہنے دیتے' بلکہ دوسروں پر اپنا احسان رکھتے ہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ نے ڈاکٹر سید عبدالستار شاہ صاحب کی اس بات کو

نہایت احسان کی نظر سے دیکھا تھا' اور چونکہ یہ لوگ کبھی پسند نہیں کرتے' کہ ان کے ساتھ کوئی احسان کا فعل کرے' اور وہ اس کو بدلہ نہ دیں۔ اس لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ خیال کر کے کہ لڑکے کا فوت ہو جانا ڈاکٹر صاحب کے خاندان کو ناگوار گذرا ہوگا۔ پھر جو لڑکی اس طرح رہ جائے' اس کے متعلق بُرے خیالات ظاہر کئے جاتے ہیں۔ پھر غیرت کا بھی تقاضا ہوتا ہے کہ جن کا رشتہ ہوتا ہے وہ یہی خیال کرتے ہیں کہ ہمارے ہاں ہی ہو۔ ان باتوں کو مدنظر رکھ کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے گھر میں ذکر کیا کہ اس لڑکی کا رشتہ ہمارے ہی گھر میں ہو تو اچھا ہے۔ چنانچہ یہ بات روایتاً یہاں مشہور ہے' کوئی اَب نہیں بنائی گئی۔۳۳؎''

حضرت مولوی صاحبؓ کے بیان کی تائید حضرت ام المومنین اطال اللہ بقاء ہا کی روایت سے بھی ہوتی ہے۔ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب دام فیضھم فرماتے ہیں:

''حضرت والدہ صاحبہ نے مجھ سے بیان کیا کہ جب مبارک احمد فوت ہو گیا' اور مریم بیگم جس کے ساتھ اس کی شادی ہوئی تھی بیوہ رہ گئی' تو حضرت صاحب نے گھر میں ایک دفعہ یہ خواہش ظاہر کی تھی کہ یہ لڑکی ہمارے گھر میں ہی آ جاوے تو اچھا ہے۔ یعنی ہمارے بچوں میں سے ہی کوئی اس کے ساتھ شادی کر لے تو بہتر ہے۔ چنانچہ خاکسار عرض کرتا ہے کہ زیادہ تر اسی بناء پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے مریم بیگم سے شادی کی ہے۔۳۴؎''

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:

''چھتیس سال کے قریب ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ڈاکٹر سید عبدالستار شاہ صاحب کی لڑکی مریم بیگم کا نکاح ہمارے مرحوم بھائی مبارک احمد سے پڑھوایا۔ اس نکاح کے پڑھوانے کا موجب غالباً بعض خوابیں تھیں جن کو ظاہری شکل میں پورا کرنے سے ان کے انذاری پہلو کو بدلنا مقصود تھا۔ مگر اللہ تعالیٰ کی مشیت پوری ہوئی اور مبارک احمد مرحوم اللہ تعالیٰ سے جا ملا اور وہ لڑکی جو ابھی شادی اور بیاہ کی حقیقت سے ناواقف تھی بیوہ کہلانے لگی۔ اُس وقت مریم کی عمر دو اڑھائی سال کی تھی اور وہ اور ان کی ہمشیرہ زادی عزیزہ نصیرہ اکٹھی گول کمرہ سے جس میں اس وقت ڈاکٹر سید عبدالستار شاہ صاحب مرحوم ٹھہرے ہوئے تھے' کھیلنے کے لئے اوپر آ جایا کرتی تھیں۔۳۵؎''

اہلبیت ڈاکٹر سید عبدالستار صاحب کا اخلاص اور سیدہ ام طاہر پر انعام الٰہی

اللہ تعالیٰ کسی اخلاص کو ضائع نہیں کرتا بلکہ اس سے بڑھ کر کون قدر دان ہوسکتا ہے۔ سو جس اخلاص کے ساتھ حضور علیہ السلام کے فرمانے پر صاحبزادہ مبارک احمد صاحب کے ساتھ شادی کے لئے بچی پیش کی گئی تھی۔ اسے اللہ تعالیٰ نے قبول فرمایا اور نوازا' چنانچہ سیدہ بشریٰ بیگم صاحبہ کے ساتھ اپنے نکاح کا اعلان فرماتے ہوئے حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''دنیا میں بعض اعمال بظاہر متفرق کڑیاں معلوم ہوتے ہیں' اور بعض اعمال ایک زنجیر کی طرح چلتے ہیں۔ آج جس واقعہ کا مَیں ذکر کرتا ہوں وہ بھی اسی زنجیر کی قسم کے واقعات میں سے ہے۔ آج سے ۳۸ سال قبل ایک واقعہ یہاں ہوا تھا۔ ہمارا ایک چھوٹا بھائی تھا جس کا نام مبارک احمد تھا' اس کی قبر بہشتی مقبرہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مزار کے مشرق کی طرف موجود ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو وہ بہت ہی پیارا تھا۔ مجھے یاد ہے جب ہم چھوٹے ہوتے تھے' ہمیں مرغیاں پالنے کا شوق پیدا ہؤا۔ کچھ مرغیاں مَیں نے رکھیں' کچھ میر محمد اسحٰق صاحبؓ مرحوم نے رکھیں' اور کچھ میاں بشیر احمد صاحب نے رکھیں۔ اور بچپن کے شوق کے مطابق مقابلۃً ہم ان کے انڈے جمع کرتے' پھر ان سے بچے نکالتے' یہاں تک کہ سو کے قریب مرغیاں ہوگئیں۔ بچپن کے شوق کے مطابق صبح ہی صبح ہم جاتے' مرغیوں کے دڑبے کھولتے' انڈے گنتے' اور پھر فخر کے طور پر ایک دوسرے سے مقابلہ کرتے کہ میری مرغی نے اتنے انڈے دیئے ہیں' اور میری نے اتنے۔ ہمارے اس شوق میں مبارک احمد مرحوم بھی جا کر شامل ہو جاتا۔ اتفاقاً ایک دفعہ وہ بیمار ہوگیا۔ اس کی خبر گیری سیالکوٹ کی ایک خاتون کرتی تھیں جن کا عرف دادی پڑا ہؤا تھا۔ ہم بھی اسے دادی ہی کہتے اور دوسرے سب لوگ بھی۔ حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ اسے دادی کہنے پر بہت چڑا کرتے تھے۔ مگر اس لفظ کے سوا شناخت کا کوئی اور ذریعہ بھی نہ تھا' اس لئے آپ بجائے دادی کے انہیں جگ دادی کہا کرتے تھے۔ جب مبارک احمد مرحوم بیمار ہؤا' تو دادی نے کہہ دیا کہ یہ بیمار اس لئے ہؤا ہے کہ مرغیوں کے پیچھے جاتا ہے۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ بات سنی تو فوراً حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ مرغیاں گنوا کر ان بچوں کو قیمت دیدی

جائے۔اور مرغیاں ذبح کر کے کھالی جائیں۔تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مبارک احمد بہت پیارا تھا۔ ۱۹۰۷ء میں وہ بیمار ہو گیا' اور اس کو شدید قسم کے ٹائیفائیڈ کا حملہ ہو ا۔اس وقت دو ڈاکٹر قادیان میں موجود تھے۔ایک ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب مرحوم و مغفور تھے۔ان کے دل میں یہ خیال پیدا ہو گیا تھا کہ ہمیں باہر نوکری کرنے کے بجائے قادیان میں رہ کر خدمت کرنی چاہئے' اور اس رنگ میں شاید وہ پہلے احمدی تھے جو ملازمت چھوڑ کر یہاں آ گئے تھے۔ایک تو وہ تھے اور دوسرے ڈاکٹر سید عبدالستار شاہ صاحب تھے جو رُخصت پر یہاں آئے ہوئے تھے۔حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ بھی ان کے ساتھ مل کر مبارک احمد مرحوم کا علاج کیا کرتے تھے۔اس کی بیماری کے ایام میں کسی شخص نے خواب دیکھا کہ مبارک احمد کی شادی ہو رہی ہے۔اور معبّرین نے لکھا ہے کہ اگر شادی غیر معلوم عورت سے ہو تو اس کی تعبیر مَوت ہوتی ہے' مگر بعض معبّرین کا یہ بھی خیال ہے کہ اگر ایسے خواب کو ظاہری صورت میں پورا کر دیا جائے تو بعض دفعہ یہ تعبیر ٹل جاتی ہے۔پس جب خواب دیکھنے والے نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اپنا یہ خواب سُنایا' تو آپؑ نے فرمایا کہ معبرین نے لکھا ہے کہ اس کی تعبیر تو مَوت ہے' مگر اسے ظاہری رنگ میں پورا کر دینے کی صورت میں بعض دفعہ یہ تعبیر ٹل جاتی ہے۔اس لئے آؤ مبارک احمد کی شادی کر دیں۔گویا وہ بچہ جسے شادی بیاہ کا کچھ بھی علم نہ تھا۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اس کی شادی کا فکر ہو ا۔جس وقت حضور علیہ السلام یہ باتیں کر رہے تھے تو اتفاقاً ڈاکٹر سید عبدالستار شاہ صاحب کے گھر سے جو یہاں بطور مہمان آئے ہوئے تھے' صحن میں نظر آئے۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان کو بلایا اور فرمایا' ہمارا منشاء ہے کہ مبارک احمد کی شادی کر دیں۔آپ کی لڑکی مریم ہے' آپ اگر پسند کریں تو اس سے مبارک احمد کی شادی کر دی جائے۔انہوں نے کہا کہ حضور مجھے کوئی عذر نہیں لیکن اگر حضور کچھ مہلت دیں تو ڈاکٹر صاحب سے بھی پوچھ لوں۔ان دنوں ڈاکٹر صاحب مرحوم اور ان کے اہل و عیال گول کمرہ میں رہتے تھے۔وہ نیچے گئیں اور جیسا کہ بعد کے واقعات معلوم ہوئے' وہ یہ ہیں کہ ڈاکٹر صاحب شاید وہاں نہ تھے' کہیں باہر گئے ہوئے تھے۔انہوں نے کچھ دیر انتظار کیا تو وہ آ گئے۔جب وہ آئے تو انہوں نے اس رنگ میں ان سے بات کی کہ اللہ تعالیٰ کے دین میں جب کوئی داخل ہوتا ہے تو بعض دفعہ اس کے ایمان کی آزمائش بھی ہوتی ہے۔اگر اللہ تعالیٰ آپ کے ایمان کی آزمائش کرے' تو کیا آپ

پکے رہیں گے؟ ان کو اس وقت دو خیال تھے کہ شاید ان کی وجہ سے ڈاکٹر صاحب کو یہ رشتہ کرنے میں تامل ہو۔ ایک تو یہ کہ اس سے قبل ان کے خاندان کی کوئی لڑکی کسی غیر سید کے ساتھ نہ بیاہی گئی تھی۔ اور دوسرے یہ کہ مبارک احمد ایک مہلک بیماری میں مبتلاء تھا' اور ڈاکٹر صاحب مرحوم خود اس کا علاج کرتے تھے' اور گھر میں جا کر ذکر کیا کرتے تھے کہ اس کی حالت نازک ہے' اور اس وجہ سے وہ خیال کریں گے کہ یہ شادی ننانوے فیصدی خطرہ سے پُر ہے' اور اس سے لڑکی کے ماتھے پر جلد ہی بیوگی کا ٹیکہ لگنے کا خوف ہے۔ اور ان باتوں کی وجہ سے ڈاکٹر صاحب کے گھر والوں کو یہ خیال تھا کہ ایسا نہ ہو ڈاکٹر صاحب کمزوری دکھائیں' اور ان کا ایمان ضائع ہو جائے' اس لئے انہوں نے پوچھا کہ اگر اللہ تعالیٰ آپ کے ایمان کی آزمائش کرے تو کیا آپ پکے رہیں گے۔ ڈاکٹر صاحب نے جواب دیا کہ مجھے امید ہے اللہ تعالیٰ استقامت عطا کرے گا۔ اس پر والدہ مریم بیگم مرحومہ نے ان کو بات سنائی اور بتایا کہ اس طرح میں اوپر گئی تھی تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ مریم کی شادی مبارک احمد سے کر دیں۔ یہ بات سُن کر ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ اچھی بات ہے' اگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ پسند ہے تو ہمیں اس پر کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ ان کا یہ جواب سُن کر مریم بیگم مرحومہ کی والدہ' اللہ تعالیٰ ان کے درجات کو ہمیشہ بڑھاتا چلا جائے' رو پڑیں' اور بے اختیار ان کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے۔ اس پر ڈاکٹر صاحب مرحوم نے ان سے پوچھا کہ کیا ہوا؟ کیا تم کو یہ تعلق پسند نہیں؟ انہوں نے کہا مجھے پسند ہے۔ بات یہ ہے کہ جب سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے نکاح کا ارشاد فرمایا تھا' میرا دل دھڑک رہا تھا' اور مَیں ڈرتی تھی کہ کہیں آپ کا ایمان ضائع نہ ہو جائے۔ اور اب آپ کا یہ جواب سُن کر مَیں خوشی سے اپنے آنسو روک نہیں سکی۔ چنانچہ یہ شادی ہو گئی اور کچھ دنوں کے بعد وہ لڑکی بیوہ بھی ہو گئی۔

''اللہ تعالیٰ کسی کے اخلاص کو ضائع نہیں کرتا' آخر وہی لڑکی پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خاندان میں آئی اور خلیفہ وقت سے بیاہی گئی' اور باوجود شدید بیمار رہنے کے اللہ تعالیٰ نے اسے اس وقت تک مرنے نہیں دیا جب تک کہ اس نے اپنی مشیت کے ماتحت اس پیشگوئی کے میرے وجود پر پورا ہونے کا انکشاف نہ فرما دیا جو اسلام اور احمدیت کی ترقی کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمائی تھی اور اسے ان خواتین مبارکہ میں شامل نہ کر لیا

جو ازل سے مصلح موعودؓ سے منسوب ہو کر حضرت مسیح موعودؑ کا جزو کہلانے والی تھیں۔مَیں سمجھتا ہوں یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس ایمان کی جزا تھی جو مریم بیگم مرحومہ کی والدہ نے اس وقت ظاہر کیا تھا۔'' ۳۶ ؎

ہمارے لئے سبق:

صاحبزادہ صاحب مرحوم کا عرصہ حیات اگرچہ بہت مختصر تھا اور اس میں بہت تھوڑے واقعات ملتے ہیں' لیکن آپ کی زندگی اور وفات میں ہمیں بہت سے دینی اور روحانی سبق حاصل ہوتے ہیں' بالخصوص آپ کی ولادت' دورانِ حیات اور وفات کے تعلق میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اسوۂ کاملہ کے بہت سے پہلو روشن اور اُجاگر ہوتے ہیں۔اوپر جو حالات صاحبزادہ صاحبؓ مرحوم کے ذکر میں درج ہوئے ہیں اُن سے مندرجہ ذیل سبق نمایاں طور پر حاصل ہوتے ہیں۔

(۱) مومن کو کسی حالت میں بھی مایوس نہیں ہونا چاہئے' بلکہ مصیبت وابتلاء کے موقعہ پر آستانہء الٰہی پر جُھکنا چاہئے۔

(۲) مومن کو چاہئے کہ اگر منشاء الٰہی سے کوئی مصیبت لاحق ہو' تو دیگر احسانات الٰہی یاد کر کے اس تکلیف پر کامل صبر اور رضاء بالقضاء کا نمونہ دکھائے۔اولاد میں سے کوئی فوت ہو تو سمجھے کہ خدا کا مال تھا' اس نے جس طرح چاہا اپنے مال میں تصرف کیا۔

(۳) مصیبت میں مبتلا شخص اگر خود صبر ورضا کا نمونہ دکھانے کے علاوہ دوسروں کو عین اپنے صدمہ کے وقت اس کی تلقین کرے تو یہ طریق نتیجہ کے لحاظ سے بہت مفید ثابت ہوتا ہے۔

(۴) مومن اپنی تکلیف ومصیبت کے وقت اپنی دعاؤں میں دوسروں کو بھی شامل کرے' کیونکہ درد اور اضطراب کے موقعہ پر ہی قبولیت زیادہ ہوتی ہے۔

(۵) عقیقہ کی خوشی میں عزیز واقارب اور رشتہ داروں کے علاوہ دوستوں کو بھی شامل کیا جائے۔اللہ تعالیٰ کی رضاء اسی میں ہے کہ جب اس کی طرف سے کوئی خوشی کا موقعہ پیدا ہو تو اس کی تحدیث معروف رنگ میں ضرور کرے۔

(۶) اولاد کی تربیت کی طرف پوری توجہ دینی چاہئے۔یہ خیال کر کے بے توجہگی سے کام نہ لیا جائے کہ یہ ابھی بچہ ہے' بڑا ہو کر خود ہی سمجھ جائے گا یا یہ کہ اس کے متعلق خدائی وعدے ہیں' اس لئے چونکہ یہ بہرحال صالح ہونا ہے اس لئے تربیت کی کوئی ذمہ داری نہیں۔

(۷) ادنیٰ ادنیٰ احسان کرنے والوں کے احسان کا بھی بدلہ دینا چاہئے۔

(۸) طبیب میں علاوہ علم کے نیکی اور تقویٰ کا ہونا ضروری ہے تا کہ اللہ تعالیٰ کا فضل شاملِ حال ہو۔

(۹) توکّل کا حقیقی مفہوم یہ ہے کہ ظاہری اسباب حتی المقدور پورے طور پر اختیار کئے جائیں اور ساتھ ہی دعا بھی کی جائے۔

(۱۰) حقیقی اخلاص کو اللہ تعالیٰ کبھی ضائع نہیں کرتا' بلکہ اس میں برکت پر برکت دیتا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ تریاق القلوب طبع اول صفحہ ۴۱

۲۔ تریاق القلوب طبع اوّل صفحہ ۴۰

۳۔ تشحیذ الاذہان جلد ۳ نمبر ۲ و ۳ (صفحہ ۱۱۶) بابت فروری و مارچ ۱۹۰۸ء۔ مکتوبات احمدیہ جلد پنجم حصہ اوّل مکتوب نمبر ۶۷۔

۴۔ الحکم جلد ۳ نمبر ۲۱ بابت ۱۶/ جون ۱۸۹۹ء۔

۵۔ سیرۃ المہدیؑ حصّہ سوم۔ روایت نمبر ۶۲۸۔

۶۔ الحکم جلد ۳ نمبر ۲۱ بابت ۱۶/ جون ۱۸۹۹ء۔

۷۔ الحکم جلد ۳ نمبر ۲۳ بابت ۳۰/ جون ۱۸۹۹ء۔

۸۔ مکتوبات احمدیہ جلد پنجم نمبر ۳۔ مکتوب نمبر ۲۶۹ مورخہ ۳۰/ جون ۱۸۹۹ء۔

۹۔ تشحیذ الاذہان جلد ۳ نمبر ۴ (صفحہ ۱۶۱) بابت اپریل ۱۹۰۸ء و مکتوبات احمدیہ جلد پنجم حصّہ اوّل' مکتوب نمبر ۶۸۔

۱۰۔ زیر عنوان ''جناب مولوی عبدالکریم صاحب کا خط دوستوں کے نام۔'' الحکم جلد ۳ نمبر ۲۳ بابت ۳۰ جون ۱۸۹۹ء۔

۱۱۔ حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۱۸۔

۱۲۔ حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۵۱ لغایت صفحہ ۳۵۳۔ اختصاراً اس کا ذکر نزول المسیح (پیشگوئی نمبر ۵۲) میں بھی ہوا ہے۔

۱۳۔ حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۸۵۔ بتغیّر الفاظ حضورؑ نے نزول المسیح صفحہ ۲۱۹ و صفحہ ۲۲۰ پر اس نشان کا ذکر کر کے اس کی تاریخ ۱۹۰۱ء تحریر فرمائی ہے۔

۱۴۔ نزول المسیح صفحہ ۲۲۰۔

۱۵۔ حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۸۵

۱۶۔ تشحیذ الاذہان جلد ۲ صفحہ ۲' ۳ صفحہ ۱۵ ابابت مارچ ۱۹۰۷ء۔ الحکم جلد ۱۰ نمبر ۲۴ بابت ۱۰/ جولائی ۱۹۰۶ء اور بدر جلد ۲ نمبر ۲۶' ۲۷' ۲۸ بابت ۱۳/ جولائی ۱۹۰۶ء میں اس کی تاریخ شب ماقبل ۸/ جون ۱۹۰۶ء لکھی ہے اور بتغیّر الفاظ حقیقۃ الوحی حاشیہ صفحہ ۸۷ و ۸۸ پر بھی اس نشان کا ذکر ہے۔

۱۷۔ سیرۃ المہدی حصہ دوم روایت نمبر ۳۲۴۔

۱۸۔ روایت نمبر ۹۱۰۔ سیرۃ المہدی حصّہ سوم۔

۱۹۔ بدر جلد ۶ نمبر ۳۶ بابت ۵ ستمبر ۱۹۰۷ء و الحکم جلد ۱۱ نمبر ۳۱ بابت ۳۱/ اگست ۱۹۰۷ء یہاں مضمون بدر سے نقل کیا گیا ہے۔ جس میں چند فقرات زیادہ ہیں۔ باقی مضمون دونوں کا قریباً ایک ہی ہے۔

۲۰۔ الحکم جلد ۴ نمبر ۱۱ بابت ۲۴/ مارچ ۱۹۰۰ء میں شائع ہوا تھا کہ ''حضرت صاحبزادہ دولت احمد سلمہ اللہ تعالیٰ۔ حضرت اقدسؑ کے چوتھے مبارک فرزند حضرت مرزا مبارک احمد صاحب کا دوسرا نام صاحبزادہ دولت احمد رکھا گیا۔ اللّٰھم اجعلہ مبارکاً فی الدنیا و الدّین۔''

۲۱۔ بدر جلد ۶ نمبر ۳۸ بابت ۱۹/ ستمبر ۱۹۰۷ء۔

۲۲۔ الحکم جلد ۱۱ نمبر ۳۴ بابت ۲۴/ ستمبر ۱۹۰۷ء۔

۲۳۔ بدر جلد ۶ نمبر ۳۸ بابت ۱۹/ ستمبر ۷ء۔

۲۴۔ الحکم جلد ۱۱ نمبر ۳۴ بابت ۲۴/ ستمبر ۷ء۔

۲۵۔ سیرۃ المہدی حصہ سوم روایت نمبر ۵۲۸۔

۲۶۔ مکتوبات احمدیہ جلد پنجم حصہ پنجم مکتوب نمبر ۱۵۰۔

۲۷۔ سیرۃ المہدی حصّہ اول، روایت نمبر ۱۵۸۔

۲۸۔ سلسلہ احمدیہ صفحہ ۹۲۔

۲۹۔ الحکم جلد ۱۱ نمبر ۳۴ بابت ۲۴/ ستمبر ۱۹۰۷ء۔

۳۰۔ الحکم جلد ۱۱ نمبر ۳۴ بابت ۲۴/ ستمبر ۱۹۰۷ء۔

۳۱۔ الحکم جلد ۱۱ نمبر ۳۴ بابت ۲۴/ ستمبر ۱۹۰۷ء۔

۳۲۔ تشحیذ الاذہان جلد ۲ نمبر ۹ صفحہ ۲۵ بابت اکتوبر ۱۹۰۷ء و بدر جلد ۶ نمبر ۴۴۔ بابت ۳۱/ اکتوبر ۱۹۰۷ء۔

۳۳۔ الفضل جلد ۸ نمبر ۶۱ بابت ۱۴/ فروری ۱۹۲۱ء۔

۳۴۔ سیرۃ المہدی حصہ دوم روایت ۳۸۱۔

۳۵۔ الفضل جلد نمبر ۳۲ نمبر ۱۶۱ بابت ۱۲/ جولائی ۱۹۴۴ء۔

۳۶۔ الفضل جلد ۳۲ نمبر ۱۷۸ بابت یکم اگست ۱۹۴۴ء۔

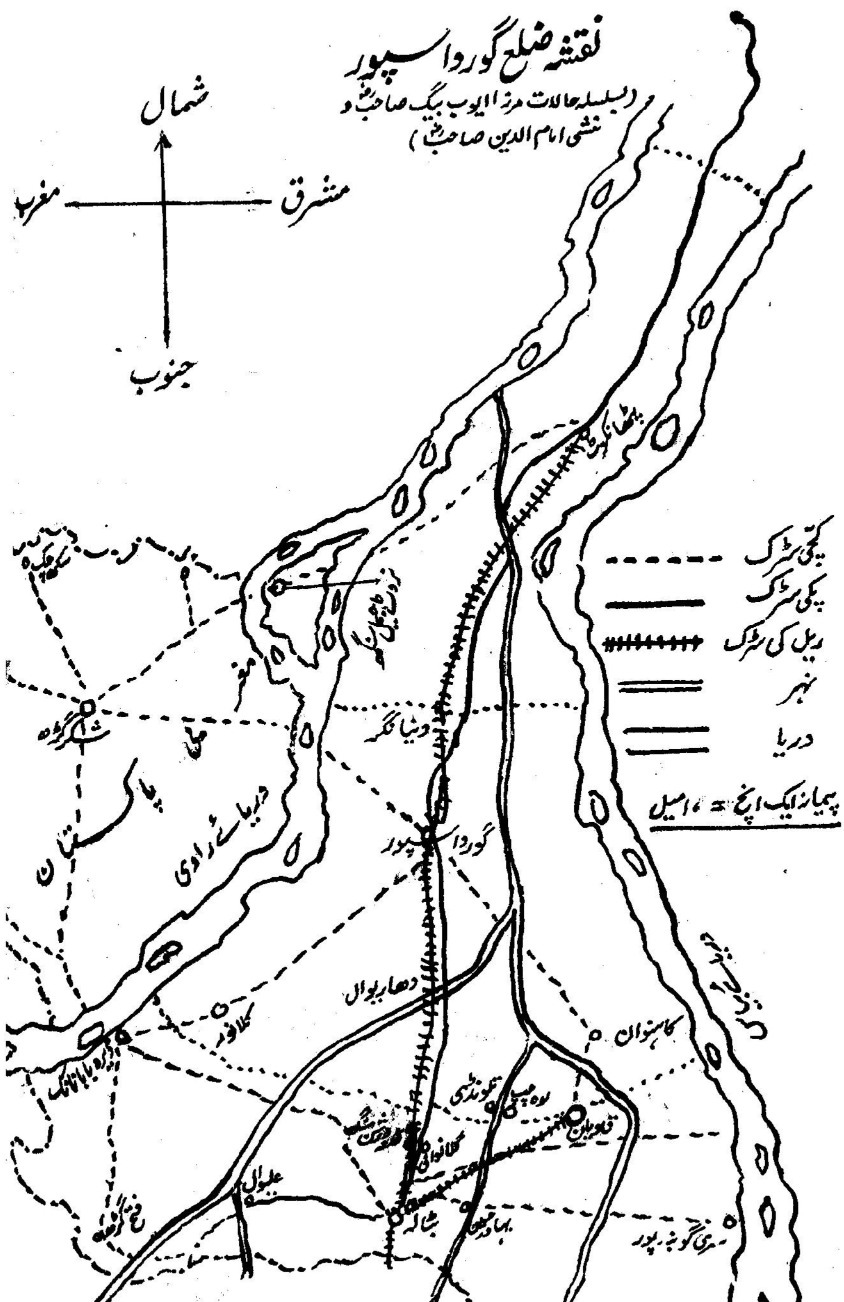
نقشہ ضلع گورداسپور
(بسلسلہ حالات مرزا ایوب بیگ صاحبؓ و
منشی امام الدین صاحبؓ)
شمال
مشرق
مغرب
جنوب
کچی سڑک
پکی سڑک
ریل کی سڑک
نہر
دریا
پیمانہ ایک انچ = ۱۰ میل
دریائے راوی
پاکستان
شکرگڑھ
گورداسپور
دھاریوال
کاہنوان
قادیان
بٹالہ
پٹھانکوٹ
دریائے بیاس

مولوی رحیم اللہ صاحب لاہوری* رضی اللہ عنہ

احمدیت سے قبل کے حالات: آپ اعلیٰ درجہ کے موحّد تھے۔آپ کو اکثر فقرا اور سجادہ نشینوں کی خدمت میں حاضر ہونے کا اتفاق ہوا۔مگر سب کو شرک کے کسی نہ کسی رنگ میں ملوث پایا اور آپ کا دل کسی کی بیعت کے لئے آمادہ نہ ہوا۔حتیٰ کہ اخوند صاحب سوات نیز کا شہرہ سُن کر اتنا لمبا سفر طے کر کے وہاں پہنچے اور بیعت کے لئے عرض کی۔اخوند صاحب نے مولوی صاحب کو اپنی صورت کا تصور دل میں رکھنے کی تلقین کی۔اس پر آپ چشم پُر آب ہو گئے اور کہا افسوس! میرا اتنا دور دراز کا سفر اختیار کرنا رائیگاں گیا۔اخوند صاحب بھی شرک کی ہی تلقین کرتے ہیں۔اور پھر بغیر بیعت کئے واپس لَوٹے۔

بیعت حضرت مسیح موعودؑ:

مولوی صاحبؓ صوفی منش، سادہ طبیعت، منکسر المزاج، کم گو، خلوت پسند، عاشق قرآن وحدیث اور باخدا بزرگ تھے۔آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ایک خاص مناسبت اور عشق تھا۔آپ مکرم میاں معراج الدین صاحب عمرؓ (مدفون بہشتی مقبرہ قطعہ خاص) کے سکونتی مکان متصل واٹر ورکس لاہور کے سامنے کی مسجد میں امامت کراتے تھے۔اس جگہ کئی بار نماز پڑھاتے ہوئے عالم بیداری میں آپ پر کشفی حالت طاری ہوئی۔نیز آپ کو حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور کئی اور انبیاء وصلحاء کی زیارت بارہا رؤیا اور کشوف میں ہوئی۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت آپ پر نہایت عجیب اور بیّن الہام، رؤیا اور کشف سے واضح ہوئی تھی۔چنانچہ فرماتے تھے کہ میں نے حضرتؑ کے دعاوی کے متعلق استخارہ کیا تو جواب میں ایک ڈولا (پالکی) کو آسمان سے اترتے دیکھا اور میرے دل میں القاء ہوا کہ حضرت مسیحؑ آسمان سے اُتر آئے ہیں۔جب پالکی کا پردہ

---

*یہ حالات مکرم ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب نے اپنے بھائی مرزا ایوب بیگ صاحب رضی اللہ عنہ کے حالات کے ضمن میں تحریر کئے تھے۔مزید حالات جن سے مولوی صاحبؓ کی خانگی زندگی، اولاد، وفات وغیرہ پر روشنی پڑے، تا حال معلوم نہیں ہو سکے۔البتہ آپ ۲۲ جنوری ۱۸۹۷ء تک فوت ہو چکے تھے، کیونکہ ضمیمہ انجام آتھم میں مندرجہ فہرست میں آپ کے نام کے ساتھ ''مرحوم'' تحریر ہے، اور ضمیمہ کے آخر پر تاریخ تصنیف ۲۲ جنوری ۱۸۹۷ء درج ہے۔اس وقت پرانے زندہ صحابہ میں سے مکرم بھائی عبدالرحیم صاحب قادیانی درویش اور مکرم بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی درویش بیان کرتے ہیں کہ ہم نے نہ مولوی صاحب کو دیکھا ہے، نہ ہی اُن کے متعلق ہمیں کسی قسم کا علم ہے۔(مؤلف)

اُٹھا کر دیکھا تو اس کے اندر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پایا۔تب مَیں نے بیعت کر لی۔

آپؓ نے اس وقت ایمان لانے میں سبقت کی جب کہ دیگر علماء اپنے سینوں میں کفر کے فتاوٰے کی آگ مشتعل کر رہے تھے۔ابتدائی رجسٹر بیعت میں آپ کی بیعت کا اندراج ملتا ہے۔* جہاں زیر نمبر ۱۵۲ مرقوم ہے:

''مولوی رحیم اللہ ولد حبیب اللہ۔قوم راجپوت ساکن لاہور

محلّہ لنگے منڈی'' پیشہ ''وعظ''

اور تاریخ بیعت ۳۰ اگست ۱۸۹۱ء ہے۔

۱۸۹۲ء کے جلسہ سالانہ میں شرکت:

حضرت مسیح موعودؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعویٰ پر علماء کہلانے والوں نے جو شور و شر برپا کیا اور عوام کو حضور کے خلاف برانگیختہ کرنے کے لئے کذب بیانی اور دروغ گوئی جیسے گندے ہتھیار استعمال کرنے شروع کئے یہ امر کسی پر مخفی نہیں۔حتیٰ کہ آپ یہ سُن کر حیران ہوں گے کہ اور تو اور ایک معین تاریخ پر جلسہ کے انعقاد کو بھی بدعت قرار دیا گیا۔چنانچہ حضورؑ نے ۱۷ دسمبر ۱۸۹۲ء کو اس فتویٰ کی تردید میں ایک اشتہار بعنوان ''قیامت کی نشانی'' شائع کیا۔اس زمانہ کے حالات کو سامنے لانے کے لئے اس اشتہار کا ایک بہت ہی مختصر اقتباس درج ذیل کیا جاتا ہے۔حضورؑ فرماتے ہیں:

''سال گذشتہ میں بمشورہ اکثر احباب یہ بات قرار پائی تھی کہ ہماری جماعت کے لوگ کم سے کم ایک مرتبہ سال میں بہ نیت استفادہ ضروریات دین و مشورہ اعلاء کلمہء اسلام و شرع متین اس عاجز سے ملاقات کریں اور اس مشورہ کے وقت یہ بھی قرین مصلحت سمجھ کر مقرر کیا گیا تھا کہ ۲۷ دسمبر کو اس غرض سے قادیان میں آنا انسب اور اولیٰ ہے کیونکہ یہ تعطیل کے دن ہیں، اور ملازمت پیشہ لوگ ان دنوں میں فرصت اور فراغت رکھتے ہیں، اور بباعثِ ایامِ سرمایہ دن سفر کے مناسب حال بھی ہیں۔چنانچہ احباب اور مخلصین نے اس مشورہ پر اتفاق کر کے خوشی ظاہر کی تھی اور کہا تھا کہ یہ بہتر ہے۔اب ۷ دسمبر ۱۸۹۲ء کو اسی بناء پر اس عاجز نے ایک خط بطور اشتہار کے تمام مخلصوں کی خدمت میں بھیجا، جو ریاض ہند پریس قادیان

---

*بروایت نمبر ۴۷۴ مندرجہ سیرۃ المہدی حصہ سوم، ابتدائی رجسٹر بیعت جس میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سلسلہ بیعت شروع ہونے پر بیعت کرنے والوں کے اسماء درج فرمایا کرتے تھے۔حضرت مرزا بشیر احمد صاحب دام فیضھم کے پاس ہے۔آپ کو حضرت میر محمد اسحٰق صاحبؓ سے ملا تھا۔(مؤلف)

میں چھپا تھا' جس کے مضمون کا خلاصہ یہ تھا کہ اس جلسہ کے اغراض میں سے بڑی غرض یہ بھی ہے کہ تا ہر یک مخلص کو بالمواجہ دینی فائدہ اٹھانے کا موقعہ ملے۔ اور ان کے معلومات دینی وسیع ہوں' اور معرفت ترقی پذیر ہو۔ اب سنا گیا ہے کہ اس کارروائی کو بدعت بلکہ معصیت ثابت کرنے کے لئے ایک بزرگ نے ہمت کرکے ایک مولوی صاحب کی خدمت میں جو رحیم بخش نام رکھتے ہیں' اور لاہور میں چینیاں والی مسجد کے امام ہیں ایک استفتا پیش کیا' جس کا یہ مطلب تھا کہ ایسے جلسہ پر روزِ معین پر دُور سے سفر کرکے جانے میں کیا حکم ہے اور ایسے جلسہ کے لئے اگر کوئی مکان بطور خانقاہ کے تعمیر کیا جائے تو ایسے مدد دینے والے کی نسبت کیا حکم ہے استفتاء میں یہ آخری خبر اس لئے بڑھائی گئی جو مستفتی صاحب نے کسی سے سنا ہوگا' جو حبی فی اللہ اخویم مولوی حکیم نورالدین صاحب نے اس مجمع مسلمانوں کے لئے اپنے صَرف سے جو غالباً سات سو روپیہ یا کچھ اس سے زیادہ ہوگا' قادیان میں ایک مکان بنوایا' جس کی امداد خرچ میں اخویم حکیم فضل دین صاحب بھیروی نے بھی تین چار سو روپیہ دیا ہے۔ اس استفتاء کے جواب میں میاں رحیم بخش صاحب نے ایک طول طویل عبارت ایک غیر متعلق حدیث شدِّ رحال کے حوالہ سے لکھی ہے' جس کے مختصر الفاظ یہ ہیں کہ ایسے جلسہ پر جانا بدعت بلکہ معصیت ہے اور ایسے جلسوں کا تجویز کرنا محدثات میں سے ہے' جس کے لئے کتاب اور سنت میں کوئی شہادت نہیں' اور جو شخص اسلام میں ایسا امر پیدا کرے وہ مردود ہے [1]''۔

حضورؑ اس اشتہار میں شرح وبسط کے ساتھ اس فتویٰ کی تردید میں لکھتے ہیں کہ احادیث **طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ وَ مُسْلِمَةٍ** اور **اُطْلُبُوا الْعِلْمَ وَلَوْكَانَ بِالصِّيْنِ** کی رو سے حصول علم دین کے لئے بھی سفر فرض قرار دیا گیا ہے اور حضرت امام بخاریؒ کے سفر طلب علم حدیث کے لئے مشہور ہیں۔ زیارت صالحین کے لئے بھی سفر کیا جاتا ہے۔ جیسے حضرت عمرؓ نے حضرت اویس قرنیؒ کی ملاقات کے لئے سفر کیا۔ اور اپنے مرشدوں سے ملنے کے لئے اولیائے کبار مثلاً حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی' حضرت بایزید بسطامی' حضرت معین الدین چشتی اور حضرت مجدد الف ثانی نے سفر کئے۔ اسی طرح اقارب کی ملاقات' تلاش معاش' شادی' پیغام رسانی' جہاد' مباحثہ' مباہلہ' **قُلْ سِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ** کے مطابق عجائبات دنیا کے دیکھنے' عیادت' علاج کرانے' مقدمہ اور تجارت کے لئے بھی سفر کئے جاتے ہیں۔ وغیرہ۔

حضورؑ کی مشرح اور مدلل تردید ہی اس امر پر شاہد ناطق ہے کہ اس زمانہ میں کس قسم کی مخالفت ہو رہی تھی۔ اور وہ احباب جو باوجود ان حالات کے جلسہ سالانہ ۱۸۹۲ء میں شرکت کے لئے قادیان آئے یقیناً مخالفت کے اس طوفان کا مقابلہ کرتے ہوئے جلسہ کے لئے آئے۔ اور بعد ازاں بھی جو ایمان اور اخلاص پر قائم رہے ان کا مقام بہت ہی بلند ہے۔ ان کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو کچھ تحریر فرمایا تین سو تیرہ صحابہؓ کے ذکر میں آگے آجائے گا۔ ان مخلصین میں ۲۵۲ نمبر پر آپ کا نام یوں درج ہے۔

''میاں رحیم اللہ صاحب لاہور لنگے منڈی'' ۲؎

آپ تین سو تیرہ صحابہ میں سے تھے

مولوی صاحبؓ تین سو تیرہ صحابہ میں سے تھے۔ اس قابل فخر گروہ کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

ایک اور پیشگوئی کا پورا ہونا

''چونکہ حدیث صحیح میں آچکا ہے کہ مہدی موعود کے پاس ایک چھپی ہوئی کتاب ہوگی جس میں اس کے تین سو تیرہ اصحاب کا نام درج ہوگا' اس لئے یہ بیان کرنا ضروری ہے کہ وہ پیشگوئی آج پوری ہوگئی۔ یہ تو ظاہر ہے کہ پہلے اس سے اس امت مرحومہ میں کوئی ایسا شخص پیدا نہیں ہوا' کہ جو مہدویت کا مدعی ہوتا' اور اس کے وقت میں چھاپہ خانہ بھی ہوتا' اور اس کے پاس ایک کتاب بھی ہوتی جس میں تین سو تیرہ نام لکھے ہوئے ہوتے۔ اور ظاہر ہے کہ اگر یہ کام انسان کے اختیار میں ہوتا تو اس سے پہلے کئی جھوٹے اپنے تئیں اس کا مصداق بنا سکتے۔ مگر اصل بات یہ ہے کہ خدا کی پیشگوئیوں میں ایسی فوق العادت شرطیں ہوتی ہیں کہ کوئی جھوٹا ان سے فائدہ نہیں اُٹھا سکتا اور اس کو وہ سامان اور اسباب عطا نہیں کئے جاتے جو سچے کو عطا کئے جاتے ہیں۔

''شیخ علی حمزہ بن علی ملک الطّوسی اپنی کتاب جواہر الاسرار میں جو ۸۴۰ھ میں تالیف ہوئی تھی' مہدی موعود کے بارے میں مندرجہ ذیل عبارت لکھتے ہیں:

''در اربعین آمدہ است کہ خروج مہدی از قریہ کدعہ باشد۔ **قال النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم یخرج المہدی من قریۃ یقال لھا کد عہ و یصد ق**

اللّٰہ تعالیٰ و یجمع اصحابہ من ا قصی البلاد علی عدّ ۃ اھل بد ر بثلاث مائۃ و ثلا ثۃ عشر رجلاً و معہ صحیفۃ مختومۃ (ای مطبوعۃ) فیھا عدد اصحابہ باسمائھم وبلا د ھم و خلالھم۔یعنی مہدی اس گاؤں سے نکلے گا جس کا نام کدعہ ہے (یہ نام دراصل قادیان کے نام کومعرّ ب کیا ہوا ہے) اور پھر فرمایا کہ خدا اس مہدی کی تصدیق کرے گا' اور دُور دُور سے اس کے دوست جمع کرے گا جن کا شمار اہل بدر کے شمار سے برابر ہوگا۔یعنی تین سو تیرہ ہوں گے۔ اور ان کے نام بقید مسکن و خصلت چھپی ہوئی کتاب میں درج ہوں گے۔''اب ظاہر ہے کہ کسی شخص کو پہلے اس سے یہ اتفاق نہیں ہؤا کہ وہ مہدی موعود ہونے کا دعویٰ کرے' اور اس کے پاس چھپی ہوئی کتاب ہو' جس میں اس کے دوستوں کے نام ہوں۔ لیکن میں پہلے اس سے بھی آئینہ کمالات اسلام میں تین سو تیرہ ۳۱۳ نام درج کر چکا ہوں اور اب دوبارہ اتمام حجت کے لئے تین سو تیرہ نام ذیل میں درج کرتا ہوں تا ہر یک منصف سمجھ لے کہ یہ پیشگوئی بھی میرے ہی حق میں پوری ہوئی اور بموجب منشاء حدیث کے یہ بیان کر دینا پہلے سے ضروری ہے کہ یہ تمام اصحاب خصلتِ صدق و صفا رکھتے ہیں اور حسب مراتب جس کو اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔بعض بعض سے محبت اور انقطاع الی اللہ اور سرگرمی دین میں سبقت لے گئے ہیں۔اللہ تعالیٰ سب کو اپنی رضاء کی راہوں میں ثابت قدم کرے۔'' [۳]

یہ امر قابل ذکر ہے کہ تین سو تیرہ کی فہرست میں سترہ ایسے بزرگ شامل کئے گئے ہیں کہ باوجود وفات یافتہ ہونے کے ان کے اسماء اس پاک گروہ میں درج کئے گئے ہیں۔مزید یہ کہ مولوی صاحبؓ کی طرح ایسے احباب معدودے چند ہی ہیں کہ جن کے نام دونوں فہرستوں میں مرقوم ہیں۔آپؓ کے متعلق لکھا ہے:

''۱۳۲۔مولوی رحیم اللہ صاحب مرحوم لاہور''

اہلی زندگی:

مکرم قاضی محبوب عالم صاحب مالک راجپوت سائیکل ورکس' نیلہ گنبد' لاہور صحابی ہیں اور اسی زمانہ سے لاہور میں اقامت رکھتے ہیں۔آپ سے راقم نے مولوی صاحبؓ کی اہلی زندگی' سن وفات وغیرہ کے متعلق استفسار کیا تھا۔آپ تحریر فرماتے ہیں کہ مولوی رحیم اللہ صاحبؓ کے متعلق مجھے اسی قدر شُنید ہے کہ وہ چار بیویاں رکھتے تھے۔یہ بھی معلوم نہیں کہ آپؓ کی اولاد تھی یا نہیں۔مسجد کے حجرہ میں رہا کرتے تھے جو میاں معراج الدین

صاحب کے مکان کے سامنے تھی۔زیادہ معلوم نہیں۔

مکرم حکیم محمد حسین صاحب المعروف مرہم عیسیٰ لاہور سے تحریر فرماتے ہیں کہ مولوی رحیم اللہ صاحب جو ہمارے مکان کے قریب کی مسجد میں امام تھے۔ان کی کوئی اولاد نہ تھی۔وہ ایک نہایت نیک اور صالح بزرگ تھے۔ ان کی خاص صفت یہ تھی کہ اگر اُن پر فاقے بھی آ جاتے تو پھر بھی وہ کسی سے سوال نہیں کرتے تھے اور نہ کسی کو اپنی حالت بتاتے تھے۔بڑے قانع اور صابر بزرگ تھے۔

حوالہ جات

۱۔ ضمیمہ آئینہ کمالاتِ اسلام صفحہ الف و ب۔

۲۔ ضمیمہ آئینہ کمالاتِ اسلام صفحہ ۱۴۔

۳۔ ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۴۰ و ۴۱۔

میاں اللہ بخش صاحب امرتسری* رضی اللہ عنہ

ولدیت، قومیت اور پیشہ:

مکرم میاں اللہ بخش صاحب امرتسری راجپوت قوم سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کے والد میاں محمد بخش صاحب علاقہ بندی یا پٹولی کا کام کرتے تھے۔ اور مہاراجہ کپورتھلہ کے ہاں ہاتھیوں کے جھول وغیرہ اور فوج کے کمر بند وغیرہ تیار کرتے تھے۔ میاں اللہ بخش صاحب علاقہ بندی کا کام پہلے (حکیم محمد حسینؓ صاحب قریشی رضی اللہ عنہ لاہور کے دادا) بابا محمد چٹو صاحب کے شاگرد کے طور پر کرتے تھے۔ زیورات میں دھاگہ ڈالنا اور اس سے متعلقات، جالیاں یا جھالریں بنانا، ہاتھی کی جھول بنانا وغیرہ یہ کام آپ بعد میں امرتسر میں آخر عمر تک کرتے رہے، زیورات میں دھاگہ ڈالنے کے کام میں آپ کو بہت دسترس تھی، اور کام بہت خوبصورت اور صاف کرتے تھے۔ اخبار الحکم میں ''غلام محمد اللہ بخش علاقہ بند۔ مالکان احمدیہ ایجنسی کٹڑہ باگھ سنگھ۔ ہاتھی دروازہ امرتسر'' کی طرف سے کچھ عرصہ تک اشتہار چھپتا رہا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ زیورات بلکہ ہر ایک چیز ساختہ امرتسر کے لئے ایجنٹ کے طور پر بھی کام کرتے تھے۔[1]

بیعت اور آپ کی ۳۱۳ صحابہ میں شمولیت:

میاں صاحب جب بابا محمد چٹو صاحب کے ہاں لاہور میں کام کرتے تھے۔ تو ان کے پاس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر بھی ہوتا رہتا تھا۔ بابا صاحب نے حضورؑ سے بھی کچھ ارادت کا اظہار کیا، مگر خود ان کا انجام مذہب اہل قرآن پر ہوا۔ گو بعد میں اس کے بانی مولوی عبداللہ چکڑالوی سے بھی ان کا بگاڑ ہو گیا تھا۔ مگر بابا صاحب کی اولاد اور میاں اللہ بخش صاحب احمدیت کی آغوش میں آ گئے۔ آپ کی بیعت ابتدائی زمانہ کی ہے۔ لیکن معین طور پر تاریخ اور سن معلوم نہیں ہو سکا۔ البتہ یہ امر یقینی ہے کہ مباحثہ آتھم کے وقت جو مئی اور جون ۱۸۹۳ء میں بمقام امرتسر ہوا آپ احمدی تھے۔ اور اس مباحثہ کے سننے والوں میں شامل تھے۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے یہ فخر بھی بخشا کہ ۳۱۳ مخلص صحابہ کے زمرہ میں شمار ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک حدیث کے پورا

---

* یہ حالات راقم نے ملک مولا بخش صاحب رضی اللہ عنہ سابق ناظم جائیداد قادیان سے ۱۹۴۵ء میں حاصل کئے تھے اور آپ کے قلم سے نوشتہ میرے پاس موجود ہیں۔ میاں صاحب کی بیعت کی تاریخ اور سنہ آپ کو بھی معلوم نہ تھا۔ ملک صاحب نے محترمہ اہلیہ میاں اللہ بخش صاحب کے حالات خود انہی سے دریافت کر کے تحریر کئے تھے۔ (مؤلف)

کرنے کا موجب بنے۔آپ کا نام اس فہرست میں یوں درج ہے:

''۱۹۸۔میاں اللہ بخش صاحب علاقہ بند امرتسر ۲؎''

غالباً آپ کے والد صاحب تو آپ کے قبول احمدیت کے وقت زندہ نہیں تھے لیکن آپ کی والدہ مسماۃ اللہ جوائی زندہ تھیں۔لیکن افسوس کہ وہ احمدیت کی نعمت سے محروم رہیں۔

آتھم کی پیشگوئی اور آپ کی استقامت:

آتھم اور اس کے ساتھیوں کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پیشگوئی فرمائی تھی کہ:

''آج رات جو مجھ پر کھلا وہ یہ ہے کہ جب کہ میں نے بہت تضرع اور ابتہال سے جناب الٰہی میں دعا کی کہ تو اس امر میں فیصلہ کر اور ہم عاجز بندے ہیں۔تیرے فیصلہ کے سوا کچھ نہیں کر سکتے۔تو اس نے مجھے یہ نشان بشارت کے طور پر دیا ہے کہ اس بحث میں دونوں فریقوں میں سے جو فریق عمداً جھوٹ کو اختیار کر رہا ہے اور سچے خدا کو چھوڑ رہا ہے اور عاجز انسان کو خدا بنا رہا ہے۔وہ انہی دنوں مباحثہ کے لحاظ سے یعنی فی دن ایک مہینہ لے کر یعنی ۱۵ ماہ تک ہاویہ میں گرایا جاوے گا۔اور اس کو سخت ذلت پہنچے گی۔بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے۔اور جو شخص سچ پر ہے اور سچے خدا کو مانتا ہے اس کی اس سے عزت ظاہر ہوگی اور اس وقت جب یہ پیشگوئی ظہور میں آوے گی بعض اندھے سوجاکھے کئے جاویں گے اور بعض لنگڑے چلنے لگیں گے۔اور بعض بہرے سننے لگیں گے............ میں اس وقت یہ اقرار کرتا ہوں کہ اگر یہ پیشگوئی جھوٹی نکلی،یعنی وہ فریق جو خدا تعالیٰ کے نزدیک جھوٹ پر ہے وہ پندرہ ماہ کے عرصہ میں آج کی تاریخ سے بسزائے موت ہاویہ میں نہ پڑے تو میں ہر ایک سزا کے اٹھانے کے لئے تیار ہوں۔مجھ کو ذلیل کیا جاوے،رُوسیاہ کیا جاوے۔میرے گلے میں رسہ ڈال دیا جاوے،مجھ کو پھانسی دیا جاوے،ہر ایک بات کے لئے تیار ہوں۔اور میں اللہ جل شانہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ وہ ضرور ایسا ہی کرے گا۔ضرور کرے گا۔ضرور کرے گا۔زمین و آسمان ٹل جائیں پر اس کی باتیں نہ ٹلیں گی۔'' ۳؎

آتھم حق کی طرف رجوع کرنے کی شرط پورا کر کے موت سے وقتی طور پر بچ گیا۔اس پر مخالفین نے شور شر کیا۔بلکہ جماعت کے بعض افراد کے قدم بھی اس زلزلہ عظیم کے وقت ڈگمگائے۔مکرم منشی محمد اسماعیل صاحب سیالکوٹی نے مجھ سے بیان کیا کہ:

''جب آتھم کی معیاد کا آخری دن تھا۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مسجد مبارک کی چھت پر تشریف لائے اور حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ کو بلایا اور فرمایا کہ مجھے الہام ہوا ہے۔ اِطَّلَعَ اللّٰهُ عَلٰی هَمِّهٖ وَ غَمِّهٖ اور اس کی تفہیم یہ ہوئی ہے کہ ہ کی ضمیر آتھم کی طرف جاتی ہے۔ اس لئے معلوم ہوا کہ وہ اس میعاد کے اندر نہیں مرے گا۔* مولوی صاحبؓ نے قادیان میں آمدہ احباب کو اس بات کی اطلاع دے دی۔ خلیفہ رجب الدین صاحب (خواجہ کمال الدین صاحب کے خُسر) سے (جو بعد میں خلافت ثانیہ میں جماعت سے الگ رہے) خود میں نے سُنا کہتے تھے کہ اب ہم ان چالوں میں نہیں آسکتے۔ اس بات کی اطلاع مولوی صاحبؓ نے حضور علیہ السلام کو دیدی۔ حضورؑ اسی وقت باہر تشریف لے آئے اور فصیل والے پلیٹ فارم پر موجودہ درزی خانہ سے لے کر ڈاکٹر غلام غوث صاحب کے مکان تک ہوتا تھا ٹہلنے لگے اور فرمایا کہ باوجودیکہ حضرت یونسؑ کی پیشگوئی میں کوئی شرط نہ تھی۔ قوم کی عاجزی اور تضرّع کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس کا عذاب ٹال دیا اور چونکہ آتھم نے بھی اس میعاد کے اندر بہت عاجزی اور تضرّع کا اظہار کیا۔ بلکہ جس وقت مباحثہ کے آخر پر میں نے کہا تھا کہ ان بے ادبیوں کی سزا میں جو اس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں کی ہیں۔ اُسے پندرہ ماہ کے عرصہ میں ہاویہ میں گرایا جائے گا۔ تو اس نے اسی وقت کان کو ہاتھ لگا کر کہا تھا کہ نہیں میں نے اُن کی کوئی بے ادبی نہیں کی۔ وہ اس میعاد میں ہر وقت ڈرتا رہا۔ اس طرح اس نے رجوع کر لیا اور شرط رجوع پوری ہوگئی۔ اس لئے اس پر سے عذاب ٹل گیا۔ اندازاً دو گھنٹے تک حضورؑ نے تقریر فرمائی اور لوگوں کو تسلی ہوگئی۔**''

پندرہ ماہی میعاد کی آخری تاریخ ۵ ستمبر ۱۸۹۴ء تھی۔ ؎

ایک غیر احمدی کورٹ انسپکٹر جن کے سُپرد آخری ایام میں آتھم کی کوٹھی کے پہرہ کا انتظام تھا۔ میعاد گذرنے پر جو کچھ ہوا اس کا حال ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

---

* یہ الہام اور اس کی تشریح انوار الاسلام (محررہ ۵ ستمبر ۱۸۹۴ء) میں ملاحظہ فرمائیں۔ (مؤلف)

** یہ روایت املا کے طور پر منشی صاحب نے مجھے لکھوائی تھی اور پھر میرے کہنے پر انہوں نے لکھی ہوئی خود بھی پڑھ لی تھی۔ (مؤلف)

''صبح ہوئی تو ان (یعنی آتھم ۔ناقل) کے دوستوں نے ان کے گلے میں ہار پہنا کر اور ان کو گاڑی میں بٹھا کر سارے شہر میں خوشی کا جلوس پھرایا۔ اور اس دن لوگوں میں شور تھا کہ مرزے کی پیشگوئی جھوٹی گئی۔ ۵''

ان حالات میں جس شخص کا ایمان متزلزل نہ ہوا۔ اس کی استقامت کے متعلق کسے شبہ ہوسکتا ہے۔ ملک مولا بخش صاحب رضی اللہ عنہ نے اُن کے متعلق مجھ سے تحریراً بیان کیا کہ:

''مباحثہ آتھم میں وہ شریک تھے۔ اور پیشگوئی کی صداقت پر انہوں نے شرط مقرر کی تھی۔ لوگوں کا اس وقت خیال تھا کہ آتھم یا تو علانیہ مسلمان ہوجائے گا یا فوت ہوجائے گا۔ رجوع والی شرط لوگوں کے ذہن میں نہ تھی۔ جب میعاد مقررہ کے اندر نہ آتھم علانیہ مسلمان ہوا۔ نہ فوت ہوا۔ تو ان کو لوگوں نے آ کر تنگ کیا۔ وہ اپنے مکان میں دروازہ بند کر کے بیٹھ رہے۔ اور ان کو کہا کہ جس نے پیشگوئی کی ہے اس کا جواب آ لینے دو۔ چنانچہ جب حضرت صاحبؑ کا اشتہار آیا کہ آتھم نے رجوع سے فائدہ اٹھایا ہے۔ اور اس کے علاوہ حضورؑ نے قسم کھانے پر (آمادہ کرنے کے لئے) اشتہار پر اشتہار انعامی دیا۔ تو پھر یہ بھی خوب زور سے لوگوں کو کہتے کہ اب اس کو لاؤ قسم کھائے اور قدرت حق کا تماشہ دیکھے۔'' *

اخلاق حسنہ:

آپ دینی کاموں میں پیش پیش رہنے والے اور غیرت دکھانے والے تھے۔ اور دین کی خاطر ہر مشقت خوشی سے اپنے ذمہ لیتے تھے۔ تہجّد ہمیشہ باقاعدگی سے ادا کرتے تھے۔ اور دعاؤں میں بہت شغف رکھتے تھے۔ بلکہ دوسروں کے لئے بھی بہت دعائیں کیا کرتے تھے۔ اگر چہ آپ زیادہ صاحب علم نہ تھے۔ مگر آپ کو تبلیغ کا بہت شوق تھا۔ اور اکثر تبلیغ کیا کرتے تھے۔ اور اکثر اس غرض سے رشتہ داروں اور دوستوں کو دعوت طعام دیا کرتے تھے۔ اور اس کے لئے اگر ان کے پاس روپیہ نہ ہوتا تو قرض بھی لے لیا کرتے تھے۔ آپ کے اندر ایک نمایاں وصف یہ بھی تھا کہ جب آپ کے پاس پیسے ہوتے۔ تو آپ ایسے قرضے بھی ادا کر دیتے جو زائد المیعاد ہوتے اور جن کو کوئی عدالت بھی نہیں دلا سکتی تھی۔ اور کبھی یہ خیال نہ کرتے تھے کہ اب یہ قرض زائد المیعاد ہے۔ قانوناً بھی مجھ سے وصول نہیں ہوسکتا۔ اس لئے ادائیگی کی کیا ضرورت ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں ریویو آف ریلیجنز کا خریدار بننا بھی ایک قومی اعانت تصور ہوتا تھا۔ حضورؑ کی خواہش بھی تھی کہ ریویو کی اشاعت

* اس روایت میں خطوط وحدانی کے اندر کے الفاظ خاکسار کی طرف سے ہیں۔ (مؤلف)

زیادہ بڑھ جائے چنانچہ مرقوم ہے:

’’یہ امر اب چنداں وضاحت طلب نہیں رہا کہ ہمارے پیارے امام حضرت اقدس امام صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد کی تعمیل میں جماعت احمدیہ کے ہر طبقہ کے احباب نے حسب استطاعت خود مالی و جانی خدمت کی بجا آوری میں سرِ مُو دریغ نہیں رکھا ہر طرح سے کوشش کر کے اپنی اخلاص مندی وسرگرمی و ہمدردی کا ایک قابل قدر نمونہ دکھلایا ہے اور اب بھی دکھلا رہے ہیں۔ اپنی طاقت وتوفیق کے موافق بعض خود خریدار رسالہ بنے۔ بعض نے خود خریدار بننے کے علاوہ اور خریدار پیدا کئے۔ بعضوں نے اپنے خرچ سے اوروں کے نام رسالے مفت جاری کرائے یا بغرض اشاعت ممالک غیر میں مفت بھجوائے۔ غرضیکہ اپنی جانب سے ہر طرح کی سعی کی جو علیٰ قدر مراتب سب شکریہ کے مستحق ہیں۔‘‘ ۶

چنانچہ اس عبارت کے بعد بہت سے احباب کے نام اور چندے درج ہیں۔ ان میں ’’۴۶۳۔ اللہ بخش صاحب علاقہ بندعا‘‘ مرقوم ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ریویو اردو کے ابتدائی خریداروں میں سے تھے۔ ۷

مرض الموت اور وفات:

آپ جگر ماؤف ہونے سے امرتسر میں بیمار ہوئے۔ ملک مولا بخش صاحبؓ آپ کو اپنے پاس گورداسپور لے گئے اور خود ہومیو پیتھک علاج کیا۔ جس سے اس قدر صحت یاب ہوگئے کہ سودا سلف بازار سے لے آتے تھے۔ لیکن یہ خیال کر کے کہ آپ یہ نہ سمجھیں کہ علاج کی طرف توجہ نہیں دی گئی۔ اور اپنے علاج پر ہی اکتفا کیا گیا ہے۔ میاں صاحب کی خواہش کے مطابق ایک حکیم کو بلایا گیا۔ اس کی دی ہوئی دوائی کی گولی کھانے لگے تو نہ معلوم آپ کو کیسے احساس ہوگیا۔ کہنے لگے کہ یہ موت کی گولی ہے اس گولی میں ایلوا تھا۔ اس سے خونی پیچش شروع ہوگئی۔ جب زیادہ کمزور ہوگئے تو ملک صاحب کو بلا کر مصافحہ کیا اور کہا کہ آپ میرے ساتھ عہد کریں کہ میرے لئے دعا کرتے رہیں گے۔ ہم انشاء اللہ آپ کے لئے دعائیں کریں گے۔ آپ چھیاسٹھ سال کی عمر میں آکر ۱۹۲۰ء میں فوت ہوئے۔ ملک صاحب نے جنازہ پڑھایا اور آپ کی خواہش کے مطابق گورداسپور کے قبرستان میں جہاں ملک صاحب کے بعض بچوں کی قبریں تھیں دفن کیا گیا۔ انا للّٰہ و انا الیہ راجعون۔ قبر اب معروف نہیں۔

آپ کی اہلی زندگی:

بابا محمد چٹو صاحب نے آپ کی شادی اپنی بیوہ بہو محترمہ غلام فاطمہ صاحبہ بنت غلام رسول صاحب بٹ کشمیری رفوگر، ساکن کٹڑہ باگھ سنگھ امرتسر سے کر دی تھی۔

غلام فاطمہ صاحبہ کی بیعت:

محترمہ غلام فاطمہ صاحبہ پرانی صحابیہ تھیں۔لیکن آپ بتاتی تھیں کہ مجھے سن بیعت یاد نہیں۔ بڑھاپے کی وجہ سے آپ کا حافظہ کام نہیں کرتا تھا۔آپ کے والد تو آپ کی چھ سال کی عمر میں ہی فوت ہو چکے تھے۔لیکن والدہ بیگم جان صاحبہ زندہ تھیں۔لیکن افسوس کہ وہ احمدیت سے وابستہ نہ ہوئیں۔آپ بیان کرتی تھیں کہ میں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت اپنے خاوند کی بیعت کے جلد بعد کی۔اس وقت حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب (خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ) کی عمر پانچ چھ سال کی ہوگی۔* آپ کو حضرت اقدسؑ کی زندگی میں کئی بار دار المسیحؑ میں ٹھہرنے کا موقعہ ملا۔لیکن زیادہ تر آپ حضرت مولوی نورالدین صاحب (خلیفۃ المسیح الاوّل) رضی اللہ عنہ کے ہاں قیام کیا کرتی تھیں*۔دورانِ قیام میں حضرت اماں (حرم حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ) کا کھانا وغیرہ تیار کرنے میں مدد کیا کرتی تھیں۔آپ کھانا پکانے میں مہارت رکھتی تھیں۔اور حضرت مولوی صاحبؓ آپ کا پکا ہوا کھانا تناول فرما کر آپ کے لئے اور آپ کی اولاد کیلئے دعا فرمایا کرتے تھے۔**

خصائل:

آپ اپنے خاوند کی وفات کے بعد امرتسر میں ہی مقیم رہیں اور اپنے داماد ملک مولا بخش صاحبؓ کے پنشن پا کر ۱۹۳۳ء میں قادیان آنے تک محلّہ کے بچوں کو قرآن مجید پڑھاتی تھیں۔آپ کو دعا میں بہت شغف تھا اور سلسلہ احمدیہ اور حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ اور سب احمدیوں کے لئے ہمیشہ دعا کیا کرتی تھیں۔

مرض الموت اور وفات:

آپؓ کسی خاص بیماری سے بیمار نہیں ہوئیں بلکہ بڑھاپے کی وجہ سے ضعف اور نقاہت تھی۔دل کمزور ہوا اور باتیں کرتے کرتے ۷ مئی ۱۹۵۰ء کو بروز ہفتہ بوقت سوا سات بجے شام وفات پا گئیں۔آخری بات جو آپ نے کی وہ ''دعاء۔دعاء'' کے الفاظ تھے۔ **انا للّٰہ و انا الیہ راجعون۔**

---

* حضور کی ولادت ۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء کی ہے۔(مؤلف)

** ملک مولا بخش صاحبؓ بیان کرتے تھے کہ موصوفہ کے اکثر وہاں قیام کرنیکی وجہ یہ تھی کہ حضرت مولوی صاحبؓ کے شاگرد حکیم مولوی غلام محمد صاحب امرتسری پسر عبداللہ صاحب بٹ موصوفہ کے ماموں زاد بھائی تھے۔ بلکہ رضاعی بھائی تھے۔حکیم صاحبؓ تین دن کے تھے کہ ان کی والدہ کا انتقال ہو گیا اور غلام فاطمہؓ صاحبہ کی والدہ صاحبہ نے حکیم صاحب کو محبت سے اپنی سپردگی میں لے لیا اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کا کرشمہ کہ گو وہ حالت رضاعت میں نہ تھیں لیکن ان کی چھاتیوں میں خود بخود دودھ اُتر آیا۔جس سے انہوں نے حکیم صاحب کی پرورش کی۔(مؤلف)

آپ ۱۹۴۷ء میں قادیان سے ہجرت کر کے ملک صاحبؓ کے ہمراہ سیالکوٹ مقیم رہیں۔ ملک صاحب کی وفات کے بعد فروری ۱۹۵۰ء میں اپنے نواسے ملک بشارت احمد صاحب واقف زندگی کے پاس میر پور خاص آ گئی تھیں۔ آپ موصیہ تھیں۔ میر پور خاص میں ہی مدفون ہوئیں۔ اور اس وقت نومبر ۱۹۵۰ء تک آپ کی قبر معروف ہے۔

اولاد:

میاں اللہ بخش صاحبؓ کی زوجیت میں آنے پر آپ صاحبِ اولاد ہوئیں۔ اور قادر بخش صاحب نام ایک بیٹا اور کرم النساء بیگم صاحبہ ایک بیٹی پیدا ہوئی۔ بیٹا اٹھارہ بیس سال کی عمر پا کر لاولد فوت ہوا۔ بیٹی ملک مولا بخش صاحب کے ساتھ بیاہی گئیں اور بفضلہٖ تعالیٰ اب تک بقیدِ حیات ہیں۔ خدا تعالیٰ ان سب بزرگوں کو اپنی رضاء میں جگہ دے۔ آمین۔

حوالہ جات

۱۔ الحکم جلد ۳ نمبر ۱، ۶، ۷، ۸، ۹ بابت ۱۸۹۹ء۔ ''غلام محمدؐ'' سے حکیم غلام محمد صاحب امرتسری (شاگرد حضرت خلیفۃ المسیحؑ اولؓ مراد ہیں)۔

۲۔ ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۴۳۔

۳۔ جنگ مقدس صفحہ ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱۔

۴۔ انوار الاسلام صفحہ ۱۔

۵۔ سیرۃ المہدی حصہ اول روایت نمبر ۱۷۵۔

۶۔ دونوں حوالوں کے لئے دیکھئے ریویو اردو جلد ۳ نمبر ۱۲/ ۱۱ بابت نومبر و دسمبر ۱۹۰۳ء آخری اوراق۔

۷۔ دونوں حوالوں کے لئے دیکھئے ریویو اردو جلد ۳ نمبر ۱۲/ ۱۱ بابت نومبر و دسمبر ۱۹۰۳ء آخری اوراق۔

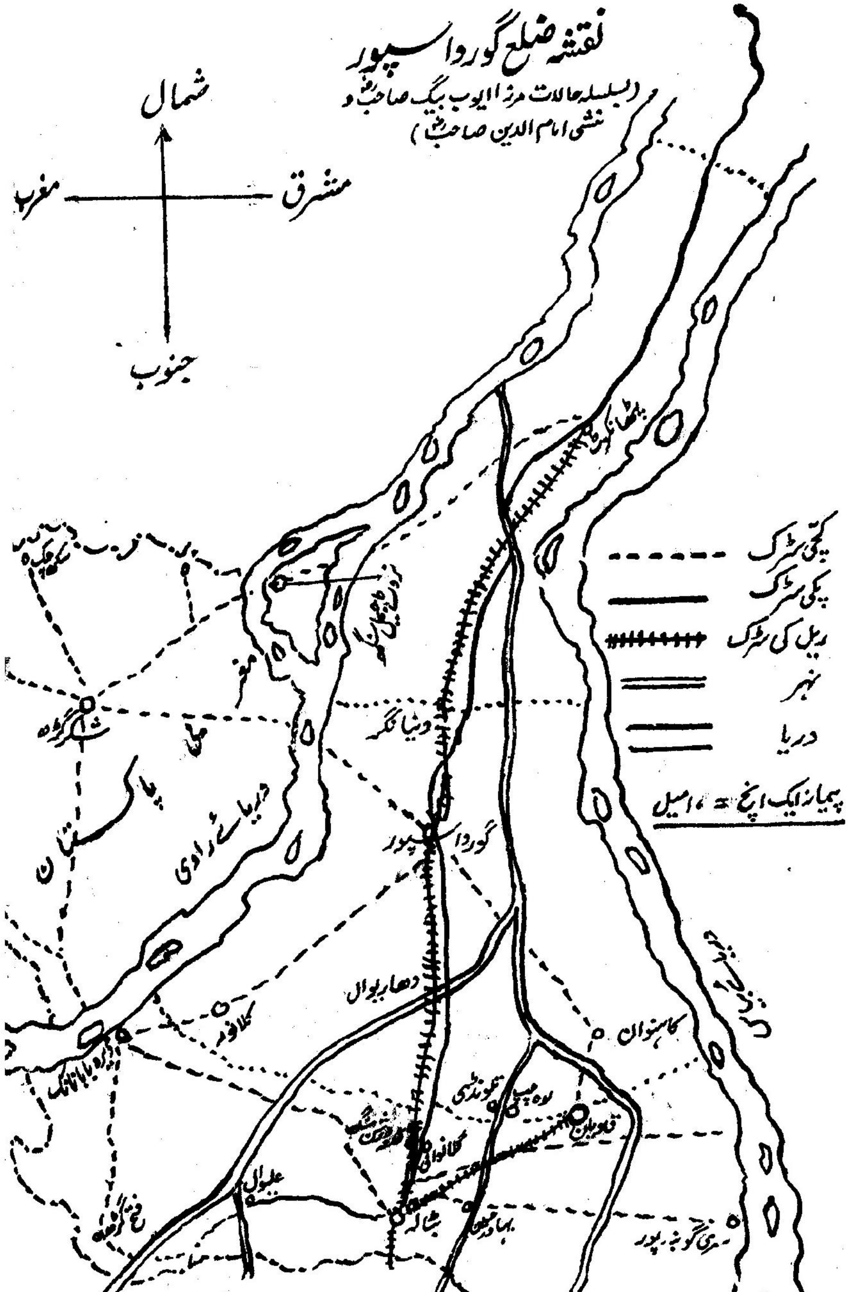

نقشہ ضلع گورداسپور
(بسلسلہ حالات مرزا ایوب بیگ صاحبؓ و
منشی امام الدین صاحبؓ)
شمال
مشرق
مغرب
جنوب
کچی سڑک
پکی سڑک
ریل کی سڑک
نہر
دریا
پیمانہ ایک انچ = ۱۰ میل
گورداسپور
دریائے راوی
پاکستان
دھاریوال
کاہنوان
قادیان
بٹالہ
کلانور
ڈیرہ بابا نانک

مرزا ایوب بیگ صاحب رضی اللہ عنہ *

خاندانی حالات:

مرزا ایوب بیگ صاحب کا خاندان مغل برلاس قوم سے تعلق رکھتا ہے۔اس کے ہندوستان میں مورثِ اعلیٰ مرزا عبدالحکیم بیگ تھے۔جن کا بنا کردہ گاؤں موضع حکیم پور ہے۔ جو کلانور سے تین میل کے فاصلہ پر ہے۔ ۱۹۴۷ء تک اسی خاندان کے قبضہ میں تھا۔آپ اس فوج کے سرداروں میں سے تھے۔ جو شاہ طہماسپ صفوی نے ہمایوں بادشاہ کے ساتھ ۱۵۵۵ء میں ایران سے روانگی کے وقت امداد کے لئے بھیجی تھی۔ جب ۱۵۵۶ء میں شہنشاہ اکبر بمقام کلانور تخت نشین ہوا۔تو اس نے اس جگہ اپنی تاجپوشی کی یادگار قائم کرنا چاہی۔اس لئے اس نے مرزا عبدالحکیم بیگ کو مع اور بہت سے ساتھیوں کے کلانور میں آباد کیا۔ مرزا صاحب موصوف ان سب نئے آباد کاروں کے سردار تھے اور کلانور کے محاصل میں سے ایک چوتھائی ان کو ملتا تھا۔آپ کی نسل میں سے بہت سے ذی جاہ افراد اور کئی عالم و فاضل اور اہل تقویٰ لوگ ہو گذرے ہیں۔

مرزا عبدالرحیم بیگ:

مرزا ایوب بیگ صاحب کے پڑدادا مرزا عبدالرحیم بیگ جو مہاراجہ رنجیت سنگھ کے مصاحبوں میں سے تھے اور سکھ حکومت سے قبل ریاست ٹونک میں وزیراعظم رہ چکے تھے۔اپنے زمانہ میں بڑے متقی اور پرہیزگار مشہور تھے۔آپ کے بیٹے مرزا احمد بیگ رسالدار بہادر اپنی سخاوت، جوانمردی، مہمان نوازی اور یتامیٰ اور غرباء پروری میں مشہور تھے۔ انہوں نے سیکنڈ رجمنٹ ہڈسن ہارس کی فوجی ملازمت میں قابل تعریف خدمات سرانجام دیں۔چنانچہ آپ کے کمانڈنگ افسران نے کئی مراسلات اور اسناد میں آپ کی جوانمردی کے واقعات کا ذکر کیا

---

* یہ حالات ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب نے غالباً ۱۹۱۱ء میں قلمبند کئے تھے۔اور بعدازاں ڈلہوزی میں ۱۹۳۵ء میں انہوں نے اس مسودہ پر نظر ثانی کی۔مکرم شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی فرماتے ہیں کہ ''مرزا یعقوب بیگ صاحب ان کی سیرت لکھنا چاہتے تھے۔اور کچھ حصہ میرے اہتمام میں طبع ہوا تھا۔ پھر وہ رہ گیا۔اور اختلاف کے بعد بھی ڈاکٹر صاحب نے الحکم میں ان کے متعلق لکھا۔''[1]

راقم کو یہ حالات بلکہ خاندان کے متعلق حالات کا اکثر حصہ اور تصاویر اور سندات اور سرکاری چھٹیوں کی مطبوعہ نقول آپ کے برادرزادہ مرزا مسعود بیگ صاحب ایم۔اے،بی۔ٹی ہیڈ ماسٹر مسلم ہائی سکول لاہور کے ذریعہ دستیاب ہوئی ہیں۔ البتہ اقتباسات اور حوالے میری طرف سے درج ہوئے ہیں۔ان حالات کا کچھ حصہ میں نے رسالہ ریویو آف ریلیجنز (اردو) میں ماہ فروری و مارچ ۱۹۴۷ء میں بھی شائع کرایا تھا۔اب قدرے تغیر اور کافی ایزادی کے ساتھ یہاں درج کیا گیا ہے۔(مؤلف)

ہے۔مثلاً ۱۸۵۸ء میں آپ نے دریائے گھاگرا کے کنارے پر باغیوں کا مقابلہ کیا۔اور اُن سے ایک توپ چھین لی۔اور دشمن کو بھگا دیا۔لیفٹیننٹ گورنر پنجاب کی طرف سے ۱۸۷۰ء میں عطا کردہ سند سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب تعلیم کی ترویج کا بھی شوق رکھتے تھے۔ان کے اہل بیت نے ۱۹۰۲ء میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت کی تھی۔ان کے متعلق مزید حالات معلوم نہیں ہوسکے۔۲

مرزا نیاز بیگ صاحب رئیس کلانور:

مرزا احمد بیگ کے بیٹے مرزا نیاز بیگ صاحب ضلعدار نہر پراونشل درباری تھے۔۳ آپ کے قدیم معزز خاندان کا ذکر ضلع گورداسپور کے سرکاری گزیٹیر (GAZETEER) میں جو بحکم سرکار ۹۲-۱۸۹۱ء میں طبع ہوا پایا جاتا ہے۔آپ اور آپ کے تین صاحبزادگان (جن میں سے ایک مع اہلبیت) تین سو تیرہ صحابہ میں سے تھے۔اور ایک خاندان کے اتنے افراد کا اس قابل عزت گروہ میں سے ہونے کا شرف معدودے چند خاندانوں کو ہی حاصل ہوا۔لیکن افسوس کہ ان کے بیٹے ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب خلافتِ ثانیہ سے وابستہ نہ ہوئے۔اور نہ صرف یہ کہ خود حضرت مصلح موعود ایدہ اللہ تعالیٰ کی وابستگی کی برکات سے محروم ہوئے بلکہ اپنے والدین اور دو بہنوں اور اپنے چھوٹے بھائی مرزا اسکندر بیگ صاحب کو محروم رکھنے کا باعث بھی بنے۔

شجرہ نسب اگلے صفحہ پر ملاحظہ کریں

شجرہ نسب

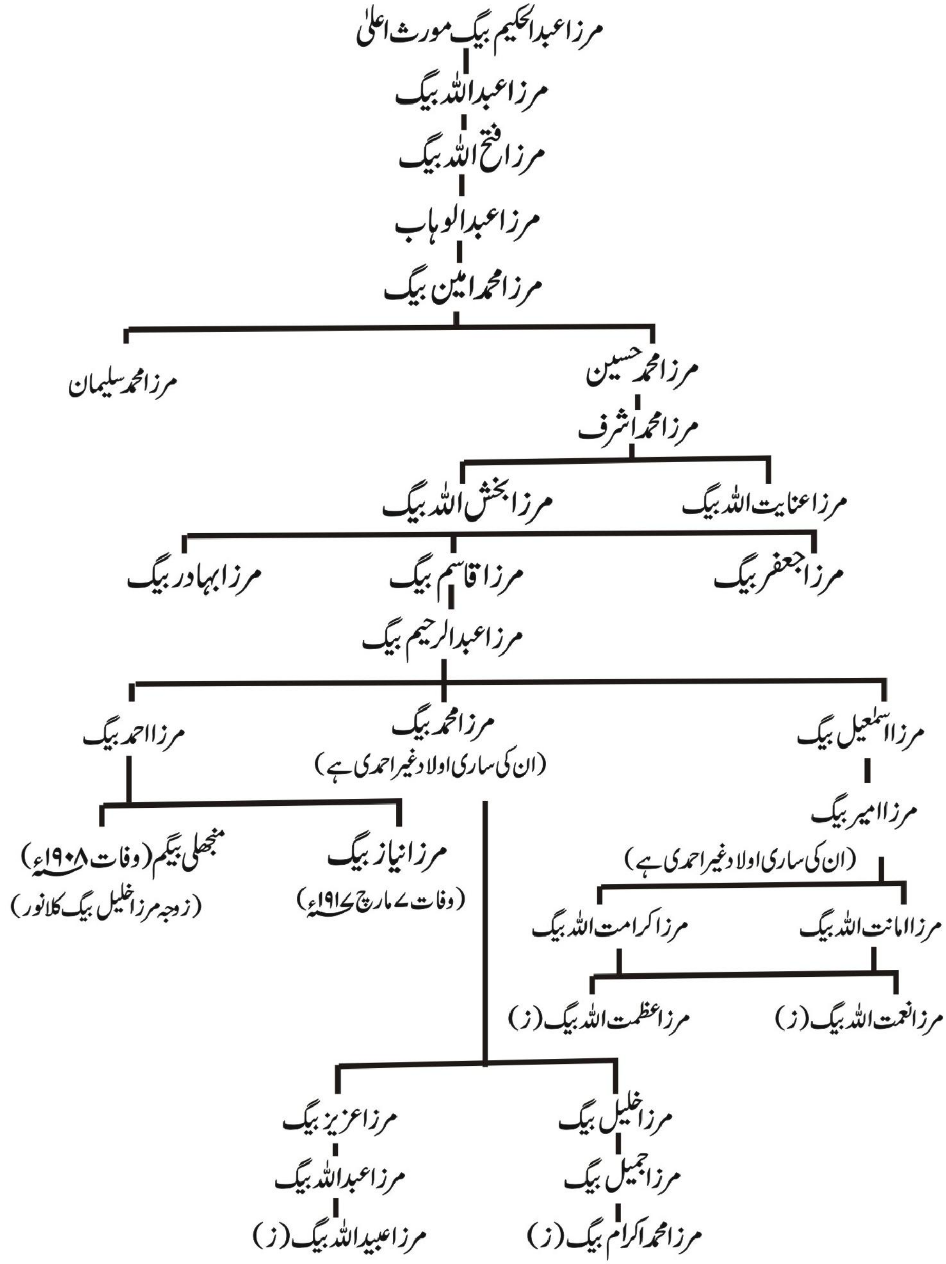

جن کے نام کے ساتھ (ز) لکھا ہے وہ زندہ ہیں

نوٹ: مرزا نیاز بیگ کا شجرہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ ہو

مرزا نیاز بیگ

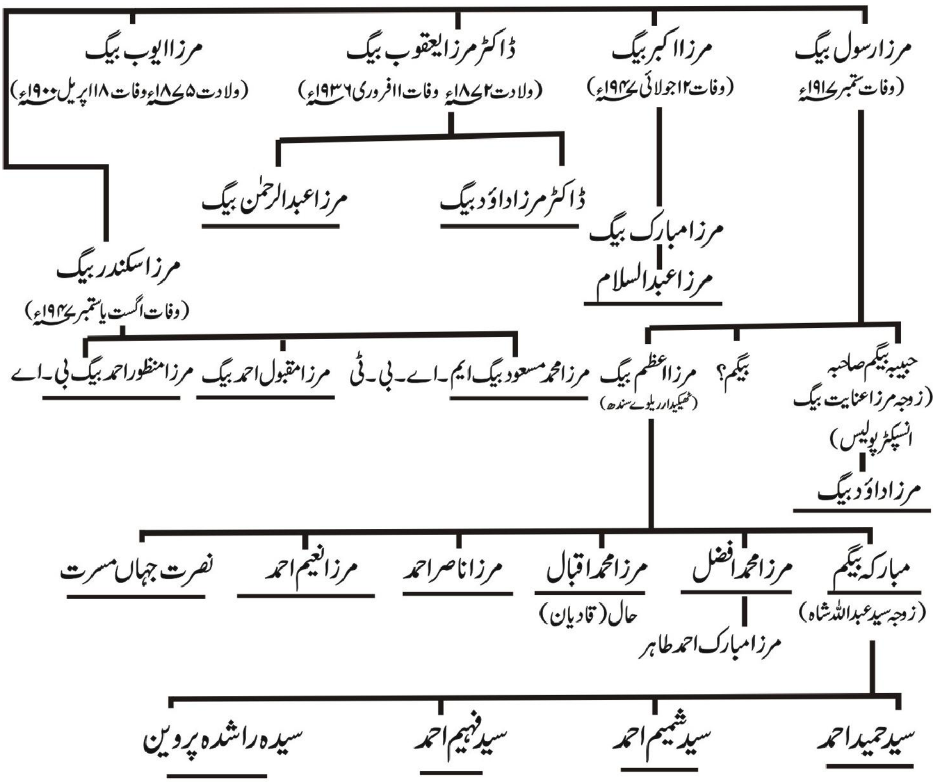

نوٹ: (۱) جن کے اسماء کے نیچے خط کشیدہ ہے وہ بقیدِ حیات ہیں۔
(۲) مرزا نیاز بیگ صاحب کی تین بیٹیاں تھیں جن کی ترتیب معلوم نہ ہونیکی وجہ سے ان کے نام اوپر درج نہیں کئے گئے۔
(الف) عزیز بیگم صاحبہ اہلیہ مرزا عبدالغفور بیگ صاحب ساکن کلانور زندہ ہیں۔
(ب) صدیقہ بیگم صاحبہ (اہلیہ سید ناصر شاہ صاحب مدفون قطعہ خاص بہشتی مقبرہ) ان کی اولاد ذیل کے شجرہ میں درج کی گئی ہے۔ جو سب زندہ ہیں۔ اور خود بھی زندہ ہیں۔

صدیقہ بیگم صاحبہ
(زوجہ سید ناصر شاہ صاحب)

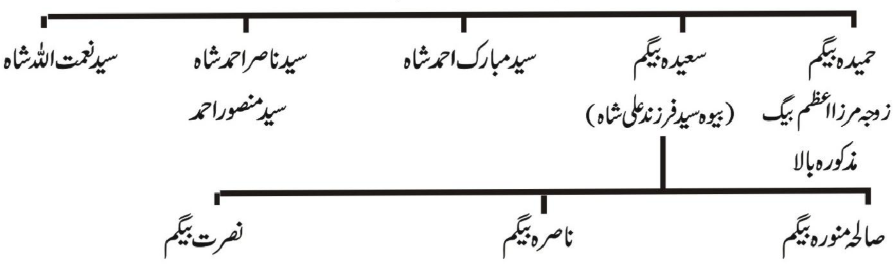

(ج) نیاز بیگم صاحبہ مرحومہ (اہلیہ مرزا فضل الٰہی بیگ صاحب ولد مرزا محمود بیگ صاحب رئیس پٹی (لاہور)

مرزا رسول بیگ صاحب*:

مرزا نیاز بیگ صاحب کی پہلی شادی محترمہ آمنہ صاحبہ بنت مرزا حسین بیگ صاحب صوبیدار سکنہ کلانور سے ہوئی تھی۔ان کے بطن سے مرزا رسول بیگ صاحب اور مرزا اکبر بیگ صاحب پیدا ہوئے۔اس خاندان میں موصوفہ کے لمبے عرصہ کے روزے مشہور ہیں۔اور یہ امر بھی کہ وہ اتنی حیادار تھیں کہ کسی عورت نے کبھی اُنہیں اپنے بچے کو دودھ پلاتے نہیں دیکھا۔ بہت عبادت گذار تھیں۔غالباً حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعویٰ سے پہلے وفات پا گئی تھیں اور کلانور میں مدفون ہوئیں۔آپ کے بیٹے مرزا رسول بیگ صاحب جو ضلعدار نہر رہے ہیں۔ وجیہہ اور بارُعب شخص تھے۔ان کے متعلق آپ کے والد صاحب فرماتے تھے کہ یہ میرا نہایت تابعدار اور فرمانبردار بچہ ہے۔کبھی حکم عدولی نہیں کرتا۔لیکن اگر میری طرف آنکھ اُٹھا کر بھی کسی امر کے متعلق ''نہیں'' کہہ دے تو مجھے حوصلہ نہیں پڑتا کہ اس کی بات کا انکار کردوں۔آپ کے والد صاحب نے جب ۱۸۹۳ء میں بیعت کی تو اس کے تھوڑے عرصہ بعد ہی آپ نے بیعت کر لی تھی۔صحیح تاریخ بیعت معلوم نہیں ہوسکی۔قریب ترین تاریخ کا حوالہ جس میں آپ کا ذکر سلسلہ کے لٹریچر میں معلوم ہوسکا ہے درج ذیل ہے:

> ''۲۵ اگست ۱۸۹۸ء کی فجر کی نماز کے بعد حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام بیٹھ گئے۔مجلس میں باہر سے آنے والے احباب میں سے مرزا نیاز بیگ صاحب اور ان کے بیٹے مرزا رسول بیگ صاحب اور مرزا ایوب بیگ صاحب ٹیچر چیفس کالج بھی تھے۔ ۴۱

خلافتِ ثانیہ سے وابستگی:

جب سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کی وفات پر جماعت میں اختلاف ہوا' تو مرزا رسول بیگ صاحب بمقام منچن آباد (ریاست بہاولپور) میں تھے۔ایک طرف مولوی علی احمد صاحب حقانیؓ کے راولپنڈی سے خلافت کی تائید میں اور دوسری طرف آپ کے چھوٹے بھائی ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب کے خلافتِ ثانیہ کے خلاف خطوط آنے شروع ہوئے۔آپ نے ایک رات استخارہ کیا اور صبح کی اذان سے کچھ وقت قبل اپنے اہل خانہ سے کہا کہ لو جی! ہمارا فیصلہ ہوگیا۔میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ آسمان سے ایک رسہ لٹک رہا ہے۔میں نے اُسے پکڑا یہ دیکھنے کے لئے کہ مضبوط ہے یا کہ نہیں دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر اس پر اپنا بوجھ ڈالا۔ جونہی میں نے بوجھ ڈالا اور دیکھا کہ رسہ مضبوط ہے' غیب سے آواز آئی ''اسے مضبوطی سے پکڑو یہ میاں محمود کا رسہ ہے۔'' یہ خواب سُن کر آپ کے اہلبیت نے آپ کو مبارک بادکہی اور دن چڑھنے پر آپ نے اپنی بیعت کا خط

---

* یہ سوانح آپ کے بیٹے مرزا اعظم بیگ صاحب سے دستیاب ہوئے ہیں۔(مؤلف)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی خدمت میں لکھ دیا۔

دین کے لئے غیرت:

اس کے بعد پہلے ہی جلسہ سالانہ پر آپ اپنے بیٹے کو لے کر قادیان آئے۔ وہ سُناتے ہیں کہ حضرت مفتی محمد صادق صاحب کے مکان کے قریب گلی میں ایک صاحب ملے اور کہا کہ مرزا صاحب آپ کہاں؟ آپ نے جواب دیا' قادیان اور کہاں! اس نے کہا کہ ڈاکٹر صاحب (ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب) تو لاہور کی طرف ہیں۔ آپ نے کہا کہ کیا میں ان کا ذمہ دار ہوں؟ میں نے دیکھا کہ اس گفتگو سے آپ کا چہرہ متغیر ہوگیا۔ چند قدم کے فاصلہ پر ایک اور دوست نے بھی السلام علیکم کے بعد سوال کیا کہ مرزا صاحب آپ کہاں؟ یہ صاحب آپ کے بے تکلف دوست تھے۔ آپ نے جواب دیا کہ قادیان اور کہاں؟ اس پر اس دوست نے کہا ڈاکٹر صاحب (ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب) تو لاہور کی طرف ہیں۔ اس دوسری دفعہ کے واقعہ سے آپ کی طبیعت قابو سے باہر ہو چکی تھی۔ آپ نے نہایت غصہ سے کڑک کر جواب دیا کہ کیا میں ایمان فروش ہوں؟ مجھے اس سے کیا کہ ڈاکٹر صاحب کہاں ہیں؟ اس پر یہ بے تکلف دوست بے ساختہ آپ سے ہنستے ہوئے لپٹ گئے۔ جیسے کوئی اپنے قصور کی معافی چاہتا ہے۔ مگر آپ کی طبیعت پر اتنا اثر تھا کہ آپ کے چہرے پر بشاشت نہ آئی۔ جس سے صاف پتہ چلتا تھا کہ آپ نے ان سوالات سے اپنی سخت ہتک محسوس کی ہے۔ خلافت سے وابستگی کی وجہ سے آپ اپنی چھوٹی ہمشیرہ محترمہ صدیقہ بیگم صاحبہ اہلیہ حضرت سید ناصر شاہ صاحبؓ کو جو کہ مبائعہ ہیں بڑی محبت سے فرمایا کرتے تھے کہ یہ میری دین کی بہن ہے۔ کیونکہ دوسری دونوں بہنیں خلافت سے وابستہ نہ تھیں۔

سادگی اور دینی امور سے محبت:

آپ کی طبیعت میں سادگی بہت تھی۔ اور درویشانہ زندگی کو پسند کرتے تھے۔ آپ کے بیٹے نے چودہ پندرہ سال کی عمر میں بُوٹ خریدنے کا مطالبہ کیا۔ فرمانے لگے بیٹا! بوٹ کی ایڑی کتنی اونچی ہوتی ہے؟ بچے نے بتایا کہ ایک انچ کے قریب۔ فرمانے لگے کہ اس سے انسان کا دماغ اتنا ہی اونچا ہو جاتا ہے۔ پھر بچے نے کہا کہ کلاہ ہی لے دیں۔ جواباً فرمایا کہ بیٹا! اس کا بھی یہی حال ہے۔

ایک دفعہ جلسہ سالانہ کے ایام میں احمدیہ چوک میں آپ نے اپنے بیٹے کو حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ سے مصافحہ کرایا۔ حضورؓ نے انتہائی شفقت سے اپنے دائیں ہاتھ سے بچے کی ٹھوڑی کو پکڑ کر ہلایا اور پوچھا کہ تم نے ہمیں پہچان لیا ہے؟ مرزا صاحب کی آنکھیں آنسوؤں سے ڈبڈبا آئیں۔ اور رقت بھری آواز سے بولے کہ بیٹا! کہو کہ آپ کو ساری دنیا نے پہچان لیا ہے۔ تو میں نے نہیں پہچاننا تھا؟ اس سادگی اور درویشانہ کیفیت

کے باوجود آپ خشک طبع نہ تھے بلکہ بامذاق طبیعت بھی رکھتے تھے۔

آپ کی عبادت گذاری:

آپ تہجد گذار تھے۔کئی بار دیکھا گیا کہ تہجد کے وقت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی فارسی کی نظمیں

عجب نوریست درجان محمدؐ

اور در دلم جوشد ثنائے سرورے

وغیرہ نماز میں خوش الحانی سے پڑھتے تھے۔آپ کو قرآن مجید سے بہت محبت تھی۔

آپ کی غرباء پروری:

باوجود بارعب اور جری ہونے کے غرباء ومساکین اور خصوصاً بیوگان کے لئے آپ کے دل میں بے حد درد تھا۔اور اُن کی خبر گیری بہت ہمدردی اور توجہ سے کرتے تھے۔فرمایا کرتے تھے کہ سائل کو خالی واپس نہیں کرنا چاہئے۔اگر پاس کچھ نہ ہو تو لطیفہ یا دلجوئی کی بات سنا کر ہی اسے خوش کر دینا چاہئے۔خاندان کی مملوکہ اراضی کے گاؤں کی متعدد بیوہ مستورات نے آپ کی وفات پر بے حد صدمہ محسوس کرتے ہوئے اظہار کیا کہ پہلے تو ہم مفلوک الحال محسوس نہیں کرتی تھیں۔لیکن درحقیقت اب ہم مفلوک الحال ہوئی ہیں۔

تبلیغ کا شوق:

آپ تبلیغ کا شوق رکھتے تھے۔آپ کی بڑی خواہش یہ ہوتی تھی کہ مجالس میں اللہ تعالیٰ کا نام بلند کیا جائے۔چنانچہ اپنے بیٹے کو جب کہ وہ دس گیارہ سال کا بچہ تھا۔مختلف مجالس میں لے جا کر اس سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعتیں اور قومی ترانے پڑھوایا کرتے تھے۔

وفات:

آخر عمر تک آپ جسمانی لحاظ سے توانا اور مضبوط تھے۔اور بعض اوقات ستّر بہتّر میل گھوڑے کی سواری کر لیا کرتے تھے۔آپ کی وفات قریباً ۵۳ سال کی عمر میں ضربتہ الشّمس سے منچن آباد میں ہوئی۔آپ کے بیٹے کی عمر اس وقت پندرہ سال کی تھی اور وہاں کوئی احمدی نہ تھا۔اور نہ کوئی عزیز رشتہ دار۔اس لئے آپ کو وہیں دفن کر دیا گیا۔*

* اس خاندان کے صحابہؓ کی قبریں ان کے خاندان کے نزدیک معروف ہیں۔(مؤلف)

مرزا اکبر بیگ صاحب:

مرزا اکبر بیگ صاحب ۳۱۳ صحابہؓ کے قابل فخر گروہ میں سے تھے۔ چنانچہ اس فہرست میں ان کا ذکر اس طرح کیا گیا ہے۔ ''۲۲۱۔ مرزا اکبر بیگ صاحب کلانور۵'' آپ بھی اپنے بڑے بھائی کی طرح خلاف ثانیہ سے وابستہ رہے۔ آپ کے اکلوتے بیٹے مرزا مبارک بیگ صاحب صحابی ہیں۔٦ اور خلافت ثانیہ سے وابستہ ہیں۔ مرزا اکبر بیگ صاحب محکمہ پولیس میں سب انسپکٹر تھے۔ ''رسیدات آمدنی مدرسہ'' (تعلیم الاسلام) کے عنوان کے تحت مرزا اکبر بیگ صاحب کمر مسانی ضلع میانوالی عہ'' آپ کے متعلق ایک اندراج ہمیں ملتا ہے۔۷ آپ نے ۱۲ جولائی ۱۹۲۷ء کو کلانور میں وفات پائی اور وہیں مدفون ہیں۔ افسوس کہ مزید سوانح ابھی تک دستیاب نہیں ہو سکے۔

مرزا ایوب بیگ صاحبؓ کی ولادت اور تعلیم وغیرہ:

مکرم مرزا ایوب بیگ صاحبؓ ماہ اگست ۱۸۷۵ء میں بمقام کلانور (ضلع گورداسپور) پیدا ہوئے۔ ان ایام میں پنجاب میں عام طور پر کثرت سے بارشیں ہو رہی تھیں۔ بلکہ کئی جگہ سیلاب بھی آئے تھے۔ آپ کے والدین اس خیال سے کہ کہیں سکونتی مکان گر نہ جائے۔ دیوان خانہ میں آ گئے تھے۔ اور وہیں مرزا صاحب کی ولادت ہوئی۔ قبول احمدیت سے قبل آپ کو نمازوں کی باقاعدہ ادائیگی کی طرف توجہ نہ تھی۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مذہبی امور سے لگاؤ نہ تھا۔ آپ گورنمنٹ کالج لاہور میں تعلیم پاتے رہے اور بی۔اے تک تعلیم پائی اور بعد ازاں چیفس کالج لاہور میں بطور سائنس ماسٹر کام کرتے رہے۔

قبولِ احمدیت:

مباحثہ دہلی کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لاہور میں کئی روز تک قیام رکھا۔* ان ایام

---

* معلوم ہوتا ہے کہ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب کو غلط فہمی ہوئی تھی۔ حضرت اقدسؑ کا مباحثہ دہلی میں مولوی محمد بشیر صاحب بھوپالی سے آخر اکتوبر ۱۸۹۱ء میں ہوا (بحوالہ الحق دھلی) اور بیعت کا واقعہ فروری ۱۸۹۲ء کا ہے۔ اور مباحثہ دہلی کے بعد حضورؑ لاہور تشریف نہیں لے گئے۔ بلکہ دہلی سے پٹیالہ اور وہاں سے قادیان تشریف لے آئے۔ (دیکھئے روایت حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب دام فیضہم مندرجہ سیرۃ المہدی حصہ دوم نمبر ۴۱۷ و مجدد اعظم حصہ اول صفحہ ۳۲۴ و صفحہ ۳۲۵ و مکتوبات احمدیہ جلد پنجم نمبر ۴ میں مندرج مکتوب مورخہ ۹ جنوری ۱۸۹۲ء جو حضورؑ نے قادیان سے تحریر فرمایا) شائد سہو قلم ڈاکٹر صاحب محترم مباحثہ لاہور کی بجائے مباحثہ دہلی کا ذکر کر گئے کیونکہ حضورؑ جنوری ۱۸۹۲ء میں لاہور تشریف لے گئے اور ''محبوب رایوں'' کے مکان واقعہ ہیرا منڈی میں مقیم ہوئے۔ (بحوالہ مجدد اعظم حصہ اول صفحہ ۳۲۹) اور لاہور میں مولوی عبدالحکیم صاحب کلانوری سے ۳ فروری ۱۸۹۲ء کو حضورؑ کا مباحثہ ختم ہوا۔ (بحوالہ اشتہار حضورؑ ۳/فروری ۱۸۹۲ء مندرجہ تبلیغ رسالت حصہ دوم صفحہ ۹۶)۔ (مؤلف)۔

میں لاہور میں مخالفت کا زور تھا۔ بیہودہ لوگ گلی کوچوں میں گندہ دہانی کرتے' اور جھوٹے لغو اور بے ہودہ قصے حضرت اقدسؑ کے خلاف مشہور کیا کرتے تھے۔ اکثر لوگوں کا ہجوم حضورؑ کے مکان کے گرد رہتا تھا۔ اور اندیشہ تھا کہ بدقماش لوگ مکان میں گھُس کر حملہ نہ کر دیں۔ بیعت کرنے والوں کو مخالفین تنگ کرنے کی کوشش کرتے تھے اس وجہ سے بیعت کا کئی دفعہ اظہار بھی نہیں کیا جاتا تھا۔ چنانچہ مرزا ایوب بیگ صاحبؓ اور آپ کے حقیقی بھائی مرزا یعقوب بیگ صاحب نے ایک دوسرے سے خفیہ بیعت کی۔

مرزا ایوب بیگ صاحبؓ بیان کرتے تھے کہ میں دو تین روز تک حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوتا' اور لوگوں کے ساتھ حضورؑ کی گفتگو سُنتا رہا۔ ۵ فروری ۱۸۹۲ء کو اسلامیہ ہائی سکول سے کہ جہاں میں پڑھتا تھا' چار بجے بعد دوپہر واپس آیا۔ تو حضرتؑ کی قیام گاہ پر پہنچا۔ وہاں دو رکعت نماز پڑھی۔ جس میں ایسا خشوع و خضوع اور حضورِ قلب میسر آیا کہ پہلے کبھی نہ آیا تھا۔ طبیعت میں بے حد رقت تھی اور آنکھوں میں آنسو۔ حضرت اقدسؑ بالا خانہ میں تشریف لے جا چکے تھے۔ میرا دل تڑپتا تھا کہ صادق و مرسل من اللہ کی فوراً بیعت کرلوں۔ مجھے معلوم نہ تھا کہ کس طرح حضورؑ کی خدمت میں پہنچوں۔ دل قابو میں نہ تھا۔ یہاں تک کہ میری بلند آواز سے رونے تک نوبت پہنچی اور ہچکی بندھ گئی۔ ایک ہم جماعت بھی میرے ساتھ تھا۔ دروازہ کھٹکھٹانے پر مرزا محمد اسماعیل صاحب نیچے اُترے۔ * تو اُن سے کہا کہ ہم دونوں طالب علم اس وقت حضورؑ سے ملاقات کرنا چاہتے ہیں۔ حضورؑ نے نہایت مہربانی و شفقت سے دونوں کو اپنے پاس بالا خانہ میں بلا لیا۔ میں نے عرض کی کہ ہم دونوں بیعت کرنا چاہتے ہیں۔ حضورؑ نے ہماری درخواست منظور فرمالی۔ پہلے میرے ہم جماعت کو بیعت کے لئے اندر بُلایا ان دنوں حضورؑ ہر ایک سے علیٰحدہ علیٰحدہ بیعت لیا کرتے تھے۔ اور دس شرائط بیعت میں سے ہر ایک کی نسبت تفصیل وار بیان کر کے اس پر کاربند رہنے کے لئے اقرار لیتے تھے جس وقت میرا ہم جماعت اندر بیعت کر رہا تھا۔ میرے دل میں تضرع اور خشیت اللہ نے اور بھی زور کیا۔ اس وقت تین چار دفعہ میری آنکھوں کے سامنے بجلی کی طرح ایک نور کی چمک نظر آئی۔ پھر حضورؑ نے مجھے بیعت کے لئے اپنے پاس بُلا لیا۔ اور پھر جب مجھے حضورؑ نے دیکھا تو فرمایا کہ آپ کے چہرہ سے رشد اور سعادت ٹپکتی ہے۔ پھر پوچھا کہ آپ کہاں کے رہنے والے ہیں۔ اور

---

* مکرم بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی بیان کرتے ہیں کہ مرزا محمد اسمٰعیل صاحبؓ خادم حضرت اقدسؑ جو بعد میں پریس مین کے طور پر کام کرتے رہے ہیں۔ ان لوگوں کی اولاد میں سے ہیں جو حضورؑ کے آباؤ اجداد کے ہمراہ سمرقند سے وارد ہندوستان ہو کر قادیان میں آباد ہوئے۔ آپ کو حضورؑ کی خدمت کا بہت موقعہ ملا۔ آپ فسادات ۱۹۴۷ء میں قادیان میں فوت ہوئے اور بہشتی مقبرہ میں مدفون ہیں۔ (مؤلف)

آپ کے والد کا کیا نام ہے۔ جواب پر (چونکہ حضورؑ والد صاحب اور خاندان کو جانتے تھے) فرمایا کہ آپ تو ہمارے قریبی ہیں۔* پھر بیعت لی۔ بیعت کرنے سے مجھے ایسا معلوم ہوا کہ جیسے نُور اندر بھر جاتا ہے۔ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب بیان کرتے تھے کہ میں ایک روز قبل بیعت کر چکا تھا۔

حضورؑ کی صداقت پر ایک ہندو کی شہادت:

بیعت کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا قیام چند روز لاہور میں رہا۔ دونوں بھائی قریباً ہر روز سکول کی پڑھائی کے بعد حضورؑ کی صحبت میں جا کر بیٹھتے' اور اکثر حضورؑ کی گفتگو جو مجلس میں مخالفین سے ہوتی سُنتے تھے۔ انہی دنوں ایک شخص آیا اور اس نے نہایت ناپاک اور گندے الفاظ سے حضورؑ کو مخاطب کیا اور بہت گالیاں دیں۔ حضورؑ خاموش ہو کر سنتے رہے۔ احباب چاہتے تھے کہ اُسے بند کر دیں اور باہر نکال دیں۔ مگر حضورؑ نے ایسا کرنے سے منع فرمایا۔ سو کسی نے اُسے نہ روکا۔ حتیٰ کہ وہ بکواس کرتے کرتے خود ہی خاموش ہو گیا۔ اس کے خاموش ہو جانے پر حضرتؑ نے اُسے مخاطب کر کے فرمایا کہ ''بھائی کچھ اور بھی کہہ لے۔'' چہرہ مبارک پر آثار ملال نظر نہ آتے تھے۔ یہ الفاظ سُن کر اس پر سخت رقت طاری ہوئی اور گڑگڑا کر حضورؑ کے پاؤں پر گر پڑا۔ اور معافی کا خواستگار ہوا۔ اور کہنے لگا کہ مجھ سے سخت نادانی ہوئی۔ میں حضورؑ کے مرتبہ کو پہچانتا نہیں تھا۔ میری توبہ۔ اس وقت ایک معزز ہندو بھی مجلس میں تھا۔ اس نے مولوی رحیم اللہ صاحب لاہوری** رضی اللہ عنہ کو حضورؑ کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ یہ شخص مجھے ناکام رہنے والا معلوم نہیں ہوتا۔ یہ دنیا کو جیت جائے گا۔ اور یہ بھی کہا کہ مسیحؑ کے تحمل اور بردباری کا حال میں نے کتابوں میں پڑھا تھا۔ مگر مرزا صاحبؑ کا نمونہ اس سے کچھ کم نہیں۔

انہی ایام میں ایک شخص دیوانہ وار گلی کوچوں میں پھرا کرتا تھا۔ اور اپنے تئیں مہدی کہتا تھا۔ حضرتؑ مسجد سے نماز پڑھ کر تشریف لا رہے تھے' جب مکان کے قریب پہنچے تو اس دیوانہ نے حملہ کر دیا۔ اور حضورؑ کی دستار مبارک سر پر سے گر پڑی۔ سید خصیلت علی شاہ صاحب اور اُن کے بھائی سید امیر علی شاہ صاحب ڈپٹی انسپکٹر پولیس اور کئی دوستوں نے جو ساتھ تھے اُسے پکڑ لیا۔ تا اُسے اس حرکت کی سزا دیں۔ مگر حضرتؑ نے منع کیا اور فرمایا کہ اسے چھوڑ دو یہ عاجز ہے۔ ***

---

* مراد یہ ہے کہ وطن کے لحاظ سے قریب کے ہیں۔ ورنہ قرابت اور رشتہ داری نہ تھی اور نہ ہی مراد ہے۔ (مؤلف)

** مولوی صاحبؓ کے سوانح کتاب ہذا میں درج ہیں۔ (مؤلف)

*** (ا) مکرم بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی درویش فرماتے ہیں کہ پاگل آدمی کے حضرتؑ پر حملہ (باقی اگلے صفحہ پر)

بیعت کے بعد انقلاب روحانی:

ان ایام میں مرزا ایوب بیگ صاحبؓ کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پاک تعلیم، اعلیٰ اخلاق، تحمل اور بردباری کا نمونہ دیکھنے کا اتفاق ہؤا۔ اور اخلاق فاضلہ کو اپنے اندر پیدا کرنے کا غایت درجہ شوق اور کلام الٰہی سننے اور پڑھنے سے ایک خاص قسم کا دلی لگاؤ اور عشق پیدا ہوگیا۔ مدارس کی ایک پُرغفلت زندگی اور مروجہ تعلیم انگریزی وغیرہ میں ہمہ تن مصروفیت کے سبب بچپن کا پڑھا ہوا قرآن مجید ناظرہ بھول چکا تھا۔ اب مولوی رحیم اللہ صاحبؓ لاہوری سے دوبارہ شروع کر کے ایک سال میں باترجمہ پڑھ لیا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ سے محبت:

حضرت مولوی نور الدین صاحب (خلیفۃ المسیح الاول) رضی اللہ عنہ جموں میں ملازم تھے۔ اور آپ کو اکثر لاہور آنے کا موقعہ ملتا تھا۔ آپؓ کا قرآن مجید سے سچا اخلاص اور محبت و عشق اور اعلیٰ درجہ کا روحانی اور اخلاقی

بقیہ حاشیہ : کا واقعہ گو میری بیعت (۱۸۹۵ء) سے پہلے کا ہے، لیکن میں نے صحابہؓ سے سنا ہوا ہے اور درست ہے، اور مسجد سے غالباً چینیاں والی مسجد مراد ہے۔ (ب) واقعہ بیعت کی تفصیل مجدّدِ اعظم حصہ اوّل میں یوں تحریر ہے ''حضرت اقدس ابھی لاہور میں مقیم تھے، جو ایک روز مرزا یعقوب بیگ صاحب زیارت کے لئے حضرت اقدس کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ مرزا یعقوب بیگ صاحب ان دنوں میڈیکل کالج میں پڑھتے تھے۔ اب آگے ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب کی قلم سے سُنو۔ لکھتے ہیں: ہم بیٹھک میں حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تو وہاں ایک عجیب واقعہ دیکھا کہ حضرت صاحب کچھ لوگوں سے محوِ کلام تھے۔ اتنے میں ایک آدمی نے آکر آپ کو گالیاں دینی شروع کر دیں۔ آپؑ خاموش سر جھکا کر سُنتے رہے اور وہ بکتا رہا جب وہ خاموش ہوگیا تو آپؑ نے فرمایا کہ بھائی اور بھی کچھ کہنا ہے تو کہہ ڈالو۔ اس پر وہ بہت نادم ہوکر معافی کا خواستگار ہؤا۔ حاضرین میں سے ایک تعلیم یافتہ ہندو کہنے لگا کہ حضرت مسیحؑ کے تحمّل کے متعلق بائیبل میں پڑھا ہوا تھا۔ مگر ایسا نمونہ آج دیکھنے میں آیا ہے۔ اس نے یہ بھی کہا کہ یہ شخص کامیاب ہو جائے گا۔ ان واقعات نے میرے دل پر کچھ ایسا اثر کیا کہ میں نے بیعت کر لی۔ اس سے دوسرے روز میرے بھائی مرزا ایوب بیگ صاحبؓ مرحوم بھی داخل بیعت ہوگئے۔ مخالفت کی شدت کی وجہ سے اس بات کو اتنا مخفی رکھا گیا کہ اس وقت خود ہم دونوں بھائی بھی ایک دوسرے کے متعلق نہیں جانتے تھے کہ ہم میں سے ہر ایک نے بیعت کر لی ہے۔ بعد میں پتہ لگا۔'' ۸

اس بارہ میں مکرم شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی فرماتے ہیں کہ ''میری تحقیقات میں وہ (یعنی مرزا ایوب بیگ صاحب) اپنے خاندان میں پہلے احمدی تھے۔ گو ان کے برادر بزرگ مخدومی ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب مرحوم و مغفور کہتے تھے کہ مَیں نے پہلے بیعت کی ہے۔ لیکن چونکہ ایک دوسرے کو پتہ نہ تھا اس لئے تقدیم تاخیر کی بحث ہوسکتی ہے۔'' ۹

مجدّدِ اعظم کی روایت ڈاکٹر صاحب کو میڈیکل کالج کا طالب علم بتاتی ہے اور مرزا مسعود بیگ صاحب بھی تحریر کرتے ہیں کہ ڈاکٹر صاحب کی یادداشتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ بوقت بیعت وہ میڈیکل کالج میں تعلیم پاتے تھے (بقیہ اگلے صفحہ پر)

نمونہ دیکھ کر مرزا ایوب بیگ صاحبؓ کو آپؓ سے غایت درجہ کی محبت ہوگئی۔ اکثر آپؓ کے لیکچر سننے کا اتفاق ہوتا۔ آپؓ کے پاس تمام دن اور رات کے دس گیارہ بجے تک لوگوں کا ہجوم رہتا۔ اور تمام دن وعظ و نصیحت کرنے اور سوالات حل کرنے اور قرآن مجید کے معارف سمجھانے میں صرف ہوتا تھا۔ مرحوم پڑھائی سے فارغ ہو کر اکثر اوقات آپؓ کی خدمت میں گذارتے۔ رات کو وعظ قرآن مجید سُن کر اپنے مکان پر چلے جاتے۔ اور نماز فجر سے بہت پہلے آپؓ کی قیام گاہ پر پہنچتے اور آپؓ کے ساتھ ہی صبح کی نماز ادا کرتے۔ سورہ فاتحہ نماز میں کس طرح پڑھنی چاہئے اور کس طرح اسے اپنے روحانی و دنیوی مطالب و مشکلات کے حل کے لئے ذریعہ بنانا چاہئے۔ پہلے پہل

بقیہ حاشیہ: لیکن رجسٹر بیعت جو اس وقت کا لکھاہوُا حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد دام فیضہم کے پاس موجود ہے۔ اس کی نقل جو میرے پاس ہے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یکم فروری ۱۸۹۲ء میں زیر نمبر ۲۱۷ یوں درج ہے۔ ''ایوب بیگ ولد مرزا نیاز بیگ بعمر پانزدہ سالہ سکنہ کلانور ضلع گورداسپور، لاہور۔ طالب علم جماعت چہارم انٹرنس مدرستہ العلوم لاہور''۔ اور پانچ فروری ۱۸۹۲ء زیر نمبر الف نمبر ۲۲۰ مرقوم ہے۔ ''یعقوب بیگ ولد مرزا نیاز بیگ طالب علم مدرستہ العلوم لاہور۔ برادرِ کلاں ایوب بیگ''۔ یہ ظاہر ہے کہ اُنیس بیس سال بعد تحریر کردہ غیر مطبوعہ روایت سے بیعت کے وقت کا اندراج تاریخ کے لحاظ سے یقیناً زیادہ صحیح ہوگا۔ (مجدد اعظم والی روایت کا سن معلوم نہیں، رجسٹر کا اندراج ظاہر کرتا ہے کہ ڈاکٹر صاحب کو غلطی لگی۔ ایک تو مرزا ایوب بیگ صاحب کی بیعت مباحثہ سے پہلے کی ہے نہ کہ بعد کی۔ دوسرے یہ مباحثہ دہلی نہیں بلکہ مباحثہ لاہور تھا۔ تیسرے ڈاکٹر صاحب کی بیعت مرزا ایوب بیگ کی بیعت سے ایک دن قبل کی نہیں، بلکہ چار دن بعد کی ہے۔ اور اس کے بعد میں ہونے کا ایک وزنی ثبوت یہ بھی ہے کہ ڈاکٹر صاحب کا تعارف رجسٹر میں بطور ''برادرِ کلاں ایوب بیگ'' کرایا گیا ہے۔ گویا کہ مرزا ایوب بیگ صاحبؓ زیادہ معروف ہو چکے تھے۔ جس کی وجہ چند روز قبل بیعت کر لینے کے سوا اور کچھ نہیں ہوسکتی تھی۔

رجسٹر بیعت ڈاکٹر صاحب موصوف کو بوقت بیعت مدرستہ العلوم کا طالب علم بتاتا ہے لیکن مجدد اعظم میں میڈیکل کالج کا طالب علم۔ رجسٹر بیعت کا اندراج زیادہ قرینِ قیاس ہے۔

کیونکہ ڈاکٹر صاحب نے ڈاکٹری کا امتحان جولائی ۱۸۹۷ء میں پاس کیا۔ (بحوالہ نزول المسیحؑ صفحہ ۲۲۳) اس کا نصاب پانچ سالہ تھا۔ گویا کہ آپ ۱۸۹۲ء میں میڈیکل سکول میں داخل ہوئے۔ ۵ فروری کو میڈیکل سکول میں داخل ہو چکا ہونا واقعاتی لحاظ سے یوں غلط ہے کہ ابتدائے فروری میں میڈیکل سکول کے داخلہ کا مطلب یہ ہے کہ انٹرنس کا امتحان دسمبر میں ہو اور جنوری میں نتیجہ نکل آئے۔ لیکن اس طرح کبھی نہیں ہوُا۔ سو لازماً ڈاکٹر صاحب بوقتِ بیعت ابھی مدرستہ العلوم کے ہی طالب علم ہونگے۔ گو یہ درست ہوگا کہ بعد میں اسی سال انٹرنس پاس کر کے میڈیکل کالج میں داخل ہوئے ہونگے۔ ڈاکٹر صاحب کے غیر مطبوعہ مسودہ میں ذکر ہے کہ دیوانہ کو جس نے حضرتؑ پر حملہ کر دیا تھا۔ سید خصیلت علی شاہ صاحب اور سید امیر علی شاہ صاحب وغیرہ کئی دوستوں نے پکڑ لیا۔ لیکن روایت مجدد اعظم میں صرف (بقیہ اگلے صفحہ پر)

آپؑ ہی نے سکھایا تھا۔ مرحوم محبت سے بعض اوقات حضرت مولوی صاحبؓ سے چمٹ جاتے اور آپؓ بھی مرحوم کو سینے سے لگا لیتے، اور بہت رقت اور محبت سے دعائیں کرتے، اور انہیں ہمیشہ اپنا بچہ کہا کرتے تھے۔ آپؓ نے مرحوم کی وفات کو بہت محسوس کیا۔

پہلی بار زیارت قادیان:

بیعت کے قریباً ایک سال بعد مارچ ۱۸۹۳ء میں پہلی بار آپ اور آپ کے بھائی مرزا یعقوب بیگ صاحب قادیان آئے۔ ان دنوں مہمان خانہ اور مدرسہ وغیرہ کی عمارات نہیں بنی تھیں۔ پریس کے لئے صرف ایک کمرہ تھا۔ حضرت مولوی نورالدین صاحب (خلیفۃ المسیح الاول) رضی اللہ عنہ قادیان میں تشریف رکھتے تھے۔ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب رضی اللہ عنہ بھی کچھ عرصہ کے لئے آئے ہوئے تھے۔ ان دونوں بھائیوں اور مولوی صاحبؓ کے سوا اور کوئی مہمان نہ تھا۔ حضرتؑ کے سکونتی مکان کی شرقی جانب ''آئینہ کمالات اسلام'' طبع ہو رہی تھی۔ حضرتؑ اکثر حصہ وقت کا مہمانوں کے پاس ہی ڈیوڑھی سے اوپر والے مکان میں گذارتے تھے۔ جس میں پھر حضرت نواب محمد علی خاں صاحبؓ رہنے لگے تھے۔ کھانا بھی اکثر حضرتؑ خود ہی اندر سے لایا کرتے تھے۔ یہ دو تین دن کی صحبت مرحوم کے لئے تقویت ایمان کا باعث بنی۔ اور اس سے پہلے مخالفت کے خوف سے جو بیعت اپنے والد صاحب سے مخفی رکھی گئی تھی۔ اس کا اظہار واپس جا کر ان پر کر دیا۔

مرزا ایوب بیگ صاحب کے والد صاحب کا بیعت ہونا:

ایک دفعہ مرزا صاحب موصوف کے والد صاحب نے ایک دوست سے ذکر کیا کہ میں گھنٹوں سوچ میں پڑا رہتا تھا کہ میں نے بچوں پر اتنا روپیہ صرف کیا اور تعلیم دلائی۔ لیکن ان کی دینی حالت مایوس کن ہے۔ قرآن مجید سے رغبت نہیں، کبھی ایک آدھ نماز میری دیکھا دیکھی پڑھ لی تو پڑھ لی، ورنہ نماز سے دلی لگاؤ کوئی نہیں۔ لیکن جب ۱۸۹۲ء اور ۱۸۹۳ء کی تعطیلات میں میرے بچے گھر آئے، تو اُن میں عجیب تغیر دیکھا کہ نماز سوز و گداز سے پڑھتے ہیں۔ معلوم ہؤا کہ یہ تبدیلی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بیعت ہونے کی وجہ سے ہے۔ چنانچہ ڈاکٹر

بقیہ حاشیہ : شیخ رحمت اللہ صاحب (غیر مبائع) کا ذکر ہے۔ (اور اس کی تصدیق حضرت مفتی محمد صادق کی روایت سے بھی ہوتی ہے۔ دیکھئے ذکرِ حبیبؑ صفحہ ۱۹ و ۲۰) مجدد اعظم میں مرقوم ہے:

''لاہور کے ایک بازار میں ایک دفعہ ایک شخص جو خود مہدی ہونے کا مدعی بنا پھرتا تھا آپؑ سے لپٹ گیا، اور بُری طرح آپؑ کو پکڑ کر گھسیٹا اور کہنے لگا۔ تُو کہاں سے مہدی بن گیا، مہدی تو میں ہوں۔ شیخ رحمت اللہ صاحب نے اُسے مارنا چاہا۔ مگر حضرت مرزا صاحب نے روک دیا اور اُسے کچھ نہ کہا۔ مولانا نورالدین علیہ الرحمۃ فرمایا کرتے تھے کہ وہ شخص بعد میں جلد ہی ہلاک ہو گیا۔'' (حصہ اول صفحہ ۳۲۹) (مؤلف)

مرزا یعقوب بیگ صاحب واقعہ بیعت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ :

''بیعت کا اثر اس قدر ہوُا کہ تمام دینی بے رغبتی کافور ہوگئی۔ نماز پنجگانہ کے علاوہ تہجد کا سلسلہ بھی جاری ہوگیا۔ ان دنوں مَیں میڈیکل کالج میں پڑھتا تھا۔ دوسرے طلباء کا جو وقت کھیل کود میں صرف ہوتا تھا وہ ہم نماز اور قرآن خوانی میں صرف کرتے تھے۔ اس تبدیلی کو ہمارے والد مرحوم نے جو ہماری بے دینی کے سخت شاکی تھے۔ نہایت تعجب سے محسوس کیا' اور جب اصل حالات اُن پر کُھلے اور حضرت صاحب کی زیارت سے مشرف ہوئے' تو وہ بھی بیعت میں داخل ہو گئے۔'' ۱۰

حضرت اقدسؑ سے انتہائی محبت اور قادیان میں مصروفیات:

مرزا ایوب بیگ صاحبؓ کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہونے کی اتنی تڑپ تھی کہ کوئی مہینہ نہ گذرتا تھا جس میں ایک دو مرتبہ حضورؑ کی زیارت سے مشرف نہ ہوآتے تھے۔ جب دو چار روز کی رُخصت ہوتی قادیان جا گذارتے۔ اسی طرح موسم گرما کی دواڑھائی ماہ کی تعطیلات کا اکثر حصہ بھی۔ بسا اوقات مرحومؓ صرف اتوار کے دن کے لئے قادیان چلے آتے۔ ہفتہ کی رات کے دس گیارہ بجے بٹالہ اُتر کر اُسی وقت قادیان کے لئے پیدل روانہ ہوجاتے۔ اور سارا دن قادیان رہ کر شام کو پیدل واپس چلے جاتے۔ بارش کے طوفان' آندھی جھکڑ کی کبھی پروانہ کرتے' اور کئی بار بارش میں بھیگتے ہوئے پہنچتے۔ چونکہ بارش کے ایام میں قادیان جزیرہ بنا ہوا ہوتا تھا۔ اس لئے کمر تک پانی میں سے گذر کر قصبہ میں آنا پڑتا۔ کئی دفعہ لاہور سے ایک قافلہ کی صورت میں احباب قادیان کے لئے روانہ ہوتے' تو بٹالہ سے آگے جہاں سے پیدل چلنا ہوتا تھا مرحوم کمزور اور ضعیف العمر احباب کا سامان خود اُٹھا لیتے۔ یکہ کرایہ پر لیتے اور دیکھتے کہ کوئی بھائی مفلس یا کمزور ہے تو اُسے سوار کر کے خود پیدل چل پڑتے۔ آپؓ مضبوط جسم کے تھے۔ یہ بھی سُنا گیا ہے کہ بعض اوقات تھکے ہوئے ضعیف العمر احباب کو راستہ میں اپنی کمر پر بھی اُٹھا لیتے۔ قادیان جاتے ہوئے نیز واپسی پر راستہ میں درود و استغفار پڑھتے' اور قادیان نظر پڑنے پر مسنون دعا پڑھتے تھے۔ چنانچہ الحکم میں آپؓ کی ایک بار قادیان میں آمد کا ذکر ہم ذیل کے الفاظ میں مرقوم پاتے ہیں:۔

''ہفتہ زیر اشاعت میں مندرجہ ذیل احباب تشریف لائے۔ جناب مرزا نیاز بیگ صاحب پنشنر ضلعدار کلانور سے۔ جناب مرزا ایوب بیگ صاحب سائنس ماسٹر چیفس کالج لاہور۔ ۱۱.................

پیشگوئی کے مطابق سورج گرہن:

رمضان کے مہینے میں چاند اور سُورج کو گرہن لگنے کی پیشگوئی دار قطنی وغیرہ احادیث میں بطور علامت

مہدی بیان ہوئی ہے۔ مارچ ۱۸۹۴ء میں پہلے چاند ماہ رمضان میں گہنایا۔ جب اسی رمضان میں سورج کو گرہن لگنے کے دن قریب آئے تو دونوں بھائی اس ارادہ سے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ یہ نشان دیکھیں، اور کسوف کی نماز ادا کریں۔ ہفتہ کی شام کو لاہور سے روانہ ہوکر قریباً گیارہ بجے رات بٹالہ پہنچے۔ اگلے دن علی الصبح (۶ اپریل ۱۸۹۴ء کو ۱۲) گرہن لگنا تھا۔ آندھی چل رہی تھی۔ بادل گرجتے اور بجلی چمکتی تھی۔ ہوا مخالف تھی، اور مٹی آنکھوں میں پڑتی تھی۔ قدم اچھی طرح نہیں اُٹھتے تھے۔ اور راستہ صرف بجلی کے چمکنے سے نظر آتا تھا۔ ساتھ آپ کے اہل وطن دوست مولوی عبدالعلی صاحب بھی تھے۔* سب نے ارادہ کیا کہ خواہ کچھ بھی ہو راتوں رات قادیان پہنچنا ہے۔ چنانچہ تینوں نے راستہ میں کھڑے ہوکر نہایت تضرع سے دعا کی کہ اے اللہ جو زمین وآسمان کا قادر مطلق خدا ہے! ہم تیرے عاجز بندے ہیں، تیرے مسیحؑ کی زیارت کے لئے جاتے ہیں، اور ہم پیدل سفر کر رہے ہیں، سردی ہے، تو ہی ہم پر رحم فرما، ہمارے لئے راستہ آسان کردے، اور اس بادِ مخالف کو دور کر! ابھی آخری لفظ دعا کا منہ میں ہی تھا کہ ہوا نے رُخ بدلا اور بجائے سامنے کے پشت کی طرف چلنے لگی اور ممد سفر بن گئی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ہوا میں اڑے جارہے ہیں۔ تھوڑی ہی دیر میں نہر پر پہنچ گئے۔ اس جگہ کچھ بونداباندی شروع ہوئی۔ نہر کے پاس ایک کوٹھا تھا اس میں داخل ہوگئے۔ ان ایام میں گورداسپور کے ضلع کی اکثر سڑکوں پر ڈکیتی کی وارداتیں ہوتی تھیں۔ دیا سلائی جلا کر دیکھا تو کوٹھا خالی تھا، اور اس میں دواُپلے اور ایک موٹی اینٹ پڑی تھی۔ ہر ایک نے ایک ایک سرہانے رکھی اور زمین پر سو گئے۔ کچھ دیر بعد آنکھ کھُلی تو ستارے نکلے ہوئے تھے اور آسمان صاف تھا، اور بادل اور آندھی کا نام ونشان نہ تھا۔ چنانچہ پھر روانہ ہوئے اور سحری حضرتؑ کے دسترخوان پر کھائی۔

نماز کسوف:

صبح حضرت اقدسؑ کے ساتھ کسوف کی نماز پڑھی، جو کہ مولوی محمد احسن صاحب امروہی نے مسجد مبارک کی چھت پر پڑھائی۔ قریباً تین گھنٹہ یہ نماز وغیرہ جاری رہی۔ کئی دوستوں نے شیشے پر سیاہی لگائی ہوئی تھی۔ جس میں سے وہ گرہن دیکھنے میں مشغول تھے۔ ابھی خفیف سی سیاہی شیشے پر شروع ہوئی تھی کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کسی نے کہا کہ سورج کو گرہن لگ گیا ہے۔ آپؑ نے اس شیشہ میں سے دیکھا تو نہایت ہی خفیف سی سیاہی معلوم ہوئی۔ حضورؑ نے اظہار افسوس کرتے ہوئے فرمایا کہ اس گرہن کو ہم نے تو دیکھ لیا، مگر یہ ایسا خفیف ہے کہ عوام کی نظر سے اوجھل رہ جائے گا۔ اور اس طرح ایک عظیم الشان پیشگوئی کا نشان مشتبہ ہو جائے گا۔ حضورؑ

---

* مرزا مسعود بیگ صاحب بیان کرتے ہیں کہ مولوی عبدالعلی صاحب مرحوم مرزا ایوب بیگ صاحب کے ہم جماعت اور کلانور میں آپ کے محلّہ دار تھے۔ (مؤلف)

نے کئی بار اس کا ذکر کیا۔ تھوڑی دیر بعد سیاہی بڑھنی شروع ہوئی حتیٰ کہ آفتاب کا زیادہ حصہ تاریک ہوگیا۔ تب حضورؑ نے فرمایا کہ ہم نے آج خواب میں پیاز دیکھا تھا اس کی تعبیر غم ہوتی ہے۔ سو شروع میں سیاہی کے خفیف رہنے سے ظہور میں آیا۔*

آپ تین سو تیرہ صحابہؓ میں سے تھے:

مرزا ایوب بیگؓ صاحب کو اللہ تعالیٰ نے یہ فخر بھی بخشا کہ آپؓ تین سو تیرہ صحابہؓ میں سے تھے۔ چنانچہ آپ کے متعلق فہرست ۳۱۳ اصحاب میں اس طرح اندراج ہے:

''۴۱۔ مرزا ایوب بیگ صاحب معہ اہلبیت'' (یعنی کلانوری)

ایک الٰہی نشان کے گواہ:

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مقدمہ ڈاکٹر مارٹن کلارک کی خطرناک صورت کے متعلق الہام ہؤا۔ ''مخالفوں میں پھوٹ۔ اور ایک شخص متنافس کی ذلت اور اہانت۔'' چنانچہ ۱۰ اگست ۱۸۹۷ء کو بٹالہ میں ایک پیشی ہوئی۔ اس وقت فریق مخالف کی طرف سے مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی بطور گواہ پیش ہوئے اور عدالت میں کرسی مانگنے پر ان کی ذلت ہوئی۔ بلکہ باہر نکلے تو وہاں بھی کئی بار ذلیل ہوئے اس پیشی کی تفصیل میں مکرم بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی درویش تحریر فرماتے ہیں کہ ''اس موقعہ پر فرشتہ سیرت' صالح نوجوان مرزا ایوب بیگ صاحب مغفور.......................بھی پہنچے۔''۱۳

راقم کو اس مقدمہ کے تعلق میں حضرت مولوی شیر علی صاحب رضی اللہ عنہ نے ایک روایت لکھوائی تھی چونکہ وہ مطبوعہ مل گئی ہے اس لئے اسے یہاں درج کر دیتا ہوں۔ حضرت مفتی محمد صادق فرماتے ہیں:

''ایک پرانی بات مجھے یاد آئی جس کے شاہد حضرت مولانا شیر علی صاحب تھے' اس واسطے میں نے اس کا ذکر حضرت مولانا صاحب سے کر کے ان سے درخواست کی کہ وہ اس واقعہ کو اپنی قلم مبارک سے لکھ کر دیں۔ چنانچہ جو کچھ انہوں نے لکھ دیا وہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ محمد صادق ''جن دنوں مارٹن کلارک والا مقدمہ تھا۔ ان دنوں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک مضمون بطور جواب دعویٰ خود تحریر فرمایا۔ اس کو خوشخط لکھوا کر حضورؑ کی خدمت

* مکرم مفتی محمد صادق صاحب نے میرے دریافت کرنے پر جواباً تحریر فرمایا۔ ''میں اس نماز میں شامل تھا۔ مولوی محمد احسن صاحب نے نماز پڑھائی تھی۔ دوستوں نے سیاہ شیشے میں گرہن دیکھا۔ باقی باتیں مجھے یاد نہیں۔'' (مکرم مفتی صاحب کی ذکرِ حبیبؑ صفحہ ۲۰ پر مطبوعہ روایت سے بھی تصدیق ہوتی ہے۔ (مؤلف)

میں جب کہ حضورؑ مسجد مبارک میں نماز کے لئے تشریف لائے ہوئے تھے۔ پیش کیا گیا تا حضورؑ اس کو ملاحظہ فرمالیں۔ وہ مضمون کپتان ڈگلس کی عدالت میں پیش ہونا تھا۔ اس مضمون میں ایک جگہ ل لکھنے سے رہ گیا۔ حضرت اقدس علیہ السلام خود اپنے قلم سے ل اس جگہ لکھنے لگے۔ اس وقت مرزا ایوب بیگ صاحب مرحوم جلدی سے بولے کہ حضور ٹھہر جائیں' اس کو خوشخط لکھوا لیا جائے۔ چونکہ حضرت اقدس علیہ السلام کی تحریر شکستہ ہوتی تھی' ایوب بیگ مرحوم نے خیال کیا کہ حضورؑ ل کو بھی شکستہ ہی لکھ دیں گے۔ مگر چونکہ وہ تحریر عدالت میں پیش ہونی تھی۔ اس لئے مرزا ایوب بیگ صاحبؓ مرحوم نے چاہا کہ یہ ل باقی تحریر کی طرح خوشخط لکھا جائے مگر حضورؑ نہ رُکے اور مسکراتے ہوئے فرمایا کہ میں بھی خوشخط لکھ سکتا ہوں۔ اور حضورؑ نے ل لکھا۔ وہ بطرز نستعلیق نہایت خوبصورت تھا۔ خاکسار شیر علی عفی عنہ۔'' ۱۴

تعلیم الاسلام مڈل ہائی سکول کی ہیڈ ماسٹری:

مکرم بھائی عبدالرحمٰن صاحب موصوف تحریر فرماتے ہیں کہ :

''آریہ مڈل سکول کے مدرسوں کے تعصب اور تنگ نظری سے تنگ آ کر جب ہمارے بچوں کے صبر کا پیمانہ لبریز ہوگیا اور وہ ہر وقت گندے اعتراضات' دلآزار حرکات اور توہین آمیز سلوک نہ برداشت کر سکے تو حضرت اقدسؑ کے حضور شکایت پہنچی۔ حضورؑ نے توکلاً علی اللہ دعا و استخارہ اور مشورہ کے بعد اپنا سکول کھولے جانے کا فیصلہ فرما دیا اور اس کے واسطے ایک اعلان بھی شائع فرمایا: ....''

''سکول کے باقاعدہ کھُلنے سے قبل ہی میں نے اِدھر اُدھر سے چھوٹے چھوٹے بچوں کو گھیر سنبھال کر بٹھانا اور پڑھانا شروع کر دیا تھا۔ اور جو جس لائق ہوتا اس کی لیاقت کے مطابق ہی (دوسری یا تیسری جماعت) اس کو پڑھانا شروع کر دیتا اور اس طرح گویا اپنے سکول کا سب سے پہلا استاد یا ماسٹر میں بنا۔ سکول نے باقاعدگی اختیار کی' بڑے لڑکے بھی پڑھنے لگے' تو بڑے بڑے ماسٹر بھی آ گئے۔ اور اس طرح اللہ تعالیٰ کے فضل سے سکول ترقی کے مدارج طے کرنے لگا اور بڑھتا گیا۔'' ۱۵

قادیان میں اپنے مدرسہ کے قیام کے اول محرک حضرت مولوی نورالدین صاحب (خلیفۃ المسیحؓ الاول) رضی اللہ عنہ ہوئے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس قیام کو سلسلہ کے واسطے ضروری دیکھ کر ۱۵ ستمبر

۱۸۹۷ء کو ایک اشتہار بعنوان ''ایک ضروری فرض کی تبلیغ'' شائع فرمایا۔اس کی غرض وغایت بیان کرتے ہوئے حضورؑ فرماتے ہیں کہ:

''سوجس کو علم اور معرفت عطا کی گئی ہے۔اس کا فرض ہے جو ان تمام اہل مذاہب کو قابلِ رحم تصور کر کے سچائی کے دلائل ان کے سامنے رکھے' اور ضلالت کے گڑھے سے ان کو نکالے اور خدا سے بھی دعاء کرے کہ یہ لوگ ان مہلک بیماریوں سے شفا پاویں۔اس لئے میں مناسب دیکھتا ہوں کہ بچوں کی تعلیم کے ذریعہ سے اسلامی روشنی کو ملک میں پھیلاؤں۔ .... ہر ایک مسلمان کا فرض ہے کہ اس طوفان ضلالت میں اسلامی ذرّیت کو غیر مذاہب کے وساوس سے بچانے کے لئے اس ارادہ میں میری مدد کرے۔سو میں مناسب دیکھتا ہوں کہ بالفعل قادیان میں اس کا مڈل سکول قائم کیا جائے۔[۱۶]''

۳/جنوری ۱۸۹۸ء کو پرائمری مدرسہ کا اجراء ہوا اور اسی سال مڈل کی جماعتیں کھولی گئیں۔اس سلسلہ میں مکرم مفتی محمد صادق صاحب بیان فرماتے ہیں کہ:

''سب سے پہلے جب کہ مدرسہ کی بنیاد باندھی گئی اور پرائمری تک مدرسہ کھولا گیا' اس وقت شیخ یعقوب علیؓ صاحب ہیڈ ماسٹر مقرر کئے گئے تھے۔مگر تھوڑے ہی عرصہ کے بعد مدرسہ مڈل تک ہو گیا۔تو شیخ یعقوب علی صاحب ناظم پرائمری مقرر ہوئے۔اور مڈل کے ہیڈ ماسٹر عارضی طور پر ہمارے مخلص دوست مرزا ایوب بیگ صاحب مرحوم ومغفور مقرر ہوئے تھے۔ جنہوں نے آنریری طور پر مدرسہ میں قریب دو ماہ کے کام کیا تھا۔ان ایام میں یہ مرحوم بھائی بی۔اے کلاس گورنمنٹ کالج میں پڑھتے تھے' اور رخصت گرما کی تقریب پر قادیان آئے ہوئے تھے۔مرزا صاحب مرحوم کا حضرت اقدس مسیح موعودؑ سے عاشقانہ تعلق تھا۔ان کا سینہ اخلاص اور محبت سے پُر تھا' اور ان کے اخلاق حسنہ دوسروں کے واسطے راہ ہدایت کا موجب ہوا کرتے تھے۔وہ چھوٹی ہی عمر میں اس جہان فانی کو چھوڑ کر اپنے خدا سے جا ملے۔اللہ تعالیٰ اُن کو غریق رحمت کرے۔''[۱۷]

مدرسہ تعلیم الاسلام میں لڑکوں کو تحصیل علم کا شوق دلانے کے لئے ایک دفعہ بیس روپے بطور انعام تقسیم کئے گئے اور اگلے سال ۱۸۹۸ء میں اس کے لئے فنڈ قائم کیا گیا۔جس میں مرزا ایوب بیگ صاحب مرحوم نے بھی دو روپے چندہ دیا۔[۱۸] اس وقت کی اتنی قلیل رقم کی اہمیت کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ اس فنڈ میں کل تینتیس

روپے جمع ہوئے، جس کا بڑی خوشی سے اعلان کیا گیا' اور جن کے نام درج ہیں انہوں نے ایک روپیہ سے پانچ روپیہ تک چندہ دیا۔اور اسی جگہ تعمیر بورڈنگ کے فنڈ میں تراسی روپے دینے والوں کے اسماء درج کئے گئے ہیں۔

مرزا ایوب بیگ صاحب کی قادیان میں مصروفیات:

قادیان میں مرزا صاحبؓ مرحوم حضرت مولوی نورالدین صاحب (خلیفۃ المسیحؑ الاوّل) رضی اللہ عنہ کے درس قرآن میں شامل ہوتے تھے۔اس طرح آپؓ نے قریباً سارے قرآن مجید کی تفسیر پر عبور حاصل کرلیا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام موسم گرما میں جب ڈیوڑھی کے باہر مسقّف کوچہ میں آرام کرتے تو آپؓ پاؤں اور بدن دابتے اور کبھی نیند آجاتی تو چار پائی پر حضورؑ کے ساتھ ہی سو جاتے۔بارہا آپ نے حضورؑ کی کمر کو بوسہ دیا اور اُن کی عادت تھی کہ بوسہ دیتے اور جسم دابتے وقت تضرّع کے ساتھ اپنے لئے دعا بھی کرتے تھے۔آپؓ حضورؑ کے پرانے کپڑے اور بال تبرکاً اپنے پاس رکھتے اور حضورؑ کے لئے نئی رومی ٹوپی لاتے اور پرانی خود لے لیتے۔مجلس میں حضورؑ کے بہت زیادہ قریب بیٹھتے اور ٹکٹکی لگا کر چہرہ مبارک کو دیکھتے' اور پاؤں یا بازو یا کمر وغیرہ دباتے اور درود واستغفار پڑھتے رہتے۔حضورؑ کوئی تقریر تقویٰ وطہارت کے متعلق فرماتے تو آپؓ کا پیراہن آنسوؤں سے تر ہوجاتا تھا۔بعض اوقات ایسا بھی ہوتا کہ جسم دباتے دباتے مرزا صاحبؓ موصوف حضورؑ کے شانہ پر سر رکھ کر روتے رہتے، لیکن حضورؑ اس وجہ سے کبھی کشیدہ خاطر نہ ہوتے' اور دبانے سے منع نہ فرماتے۔

دارالمسیحؑ کی پاسبانی:

مکرم بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی درویش بیان کرتے ہیں کہ دارالمسیحؑ کا باقاعدہ پہرہ پنڈت لیکھرام کے قتل (۶ مارچ ۱۸۹۷ء) کے جلد بعد شروع ہوگیا تھا اور مرزا ایوب بیگ صاحبؓ جب قادیان آتے تو دارالمسیحؑ کا پہرہ دیا کرتے۔ہم پہرہ کے وقت مسجد مبارک سے قصرِ خلافت کو جانے والی گلی سے گذر کر احمدیہ چوک تک جاتے' اور وہاں سے بیت حضرت مولوی صاحب (خلیفۃ المسیح الاوّل) رضی اللہ عنہ کے پاس سے ہوتے ہوئے پھر مسجد مبارک تک آتے۔مکرم بھائی عبدالرحیم صاحب قادیانی درویش بھی مرزا ایوب بیگؓ صاحب موصوف کے ہمراہ دارالمسیحؑ کا پہرہ دینے کا ذکر کرتے ہیں۔*

---

* پہرہ کی ابتداء کے متعلق مکرم بھائی عبدالرحمٰن صاحب موصوف۔کا جامع مضمون الحکم جلد ۴۲ نمبر ۱۵ تا نمبر ۱۸ بہت اہم ہے اور مطالعہ کے لائق ہے۔(مؤلف)

مرزا صاحب کے خصائل حمیدہ:

مرزا ایوب بیگ صاحبؓ رقت سے قرآن مجید پڑھتے' مومنین کے ذکر پر عجز سے دعا کرتے کہ ان جیسے اعمال کی توفیق ملے' اور کفار ومنافقین کے ذکر پر عجز سے دعا کرتے کہ اللہ تعالیٰ ان میں سے نہ بنائے۔ سجدہ میں آدھ آدھ گھنٹہ دعا کرتے۔ قرآن مجید کے احکام پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قرآن مجید سے نشان لگائے ہوئے تھے کہ جنہیں تلاوت کے وقت بالخصوص مدنظر رکھنا چاہئے۔ بعض دفعہ کوئی آیت لکھ کر اپنے رہنے کی جگہ پر لٹکا دیتے تا وہ ہمیشہ پیش نظر رہے۔ رمضان مبارک میں ایک بار قرآن مجید ضرور ختم کرتے اور آخری مرض میں حفظ کرنا بھی شروع کیا تھا اور کچھ حصہ حفظ بھی کرلیا تھا۔ اسی طرح حدیث کے مطالعہ کا شوق تھا۔ اور کوشش کرتے تھے کہ ہر ایک سنت پر عمل کریں حتیٰ کہ اکل وشرب میں بھی ان چیزوں کو رغبت سے کھاتے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مرغوب تھیں' چنانچہ شہد اور سرکہ اکثر کھانے کے ساتھ کھاتے۔ نماز اول وقت خشوع وخضوع سے پڑھتے اور تہجد مداومت سے ادا کرتے اور بعض اوقات گریہ وزاری کی آواز سے پاس کے سوئے ہوئے جاگ پڑتے اور دیکھتے کہ آپ سجدہ میں پڑے ہیں۔ مرحومؓ حدیث کے مطابق اپنے بھائی کے لئے وہی بات پسند کرتے جو اپنے لئے پسند کرتے۔ ہمیشہ جستجو میں رہتے کہ دوسروں کی خدمت کا موقعہ میسر آئے اور دعا لے سکیں۔ آپؓ جن دنوں چیفس کالج لاہور میں پڑھاتے تھے قریباً ہر شام کو یا جس دن قانون کی جماعت کا لیکچر ہوتا لاہور آتے اور قریباً ہر ایک دوست کے گھر پر ملاقات کر کے واپس جاتے۔ اور بالالتزام جلسہ احمدیہ میں شامل ہوتے۔ اگر کوئی دوست بیمار ہوتا تو کثرت سے بیمار پرسی کے لئے جاتے۔ ایک دفعہ مکرم مفتی محمد صادق صاحب سخت بیمار ہوئے' ان کی خدمت کے لئے کئی روز تک ان کے پاس رہ کر دن رات خدمت کی اور بول و براز تک اٹھانے سے دریغ نہ کیا۔ *

آپ اپنے ہم جماعتوں سے بلالحاظ مذہب نیک سلوک کرتے' دعائیں کرتے' مذہبی بحث کرتے اور یہ لوگ آپؓ کے مذہبی جوش کی وجہ سے آپ کو ''مجاہد'' کہتے تھے۔

مکرم بھائی عبدالرحمٰن صاحب موصوف فرماتے ہیں کہ ۱۸۹۶ء کی بات ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے مجھے کسی کام کیلئے لاہور بھیجا گیا۔ ان دنوں شاید مرزا ایوب بیگؓ صاحب کا کوئی رشتہ دار پولیس میں ملازم تھا جس کے پاس آپ رہتے تھے۔ مجھے مرزا صاحب اتفاق سے مل گئے۔ پہلے کوئی

---

* میرے دریافت کرنے پر مکرم مفتی صاحب نے فرمایا کہ مجھے یاد نہیں' لیکن مرزا صاحبؓ جس طبیعت کے آدمی تھے اس کے پیشِ نظر ان سے یہ امر بعید نہیں۔ (مؤلف)

تعارف نہ تھا۔موچی دروازہ سے باہر نکلتے ہوئے مغربی طرف کی پولیس لائن میں آپ رہتے تھے۔ مجھے اپنے ہاں لے گئے۔رات میں آپؓ کا مہمان رہا۔آپؓ کا نیک سلوک اور محبت سے پیش آنا مجھے اب تک نہیں بھولا اور اس کا میرے دل پر اثر ہے۔ پھر وہ اسی سال شاید موسمی تعطیلات میں قادیان آئے۔ جتنا عرصہ قادیان میں قیام رہا۔میرے ساتھ شفقت کا سلوک کرتے رہے' اور تربیتی پہلو مدنظر رکھتے تھے۔ جب تک وہ زندہ رہے جب بھی قادیان آئے' تو وہ ہمیشہ اپنے حسن اخلاق اور میل ملاپ میں یہ امر مدنظر رکھتے تھے کہ میں دینداری کے رنگ میں رنگین ہو جاؤں۔آپؓ بہت دیندار اور مخلص تھے۔آپؓ کا طریق یہ تھا کہ کثرت سے قادیان آتے اور بٹالہ پہنچ کر آپؓ کا دل اس بات کو نہ مانتا کہ رات بٹالہ گذاریں' بلکہ دیوانہ وار راتوں رات قادیان آ پہنچتے' سلسلہ کے لئے فدایت کا رنگ رکھتے تھے۔

اہلی زندگی:

آپؓ کی شادی محترمہ فاطمہ بی بی صاحبہ بنت مرزا شمشیر بیگ صاحب سے ۱۸۹۳ء میں ہوئی تھی۔ موصوفہ صحابیہ تھیں۔کئی بار قادیان کی زیارت کے لئے آئیں۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام آپ سے اپنی بیٹیوں کی طرح شفقت اور محبت کا سلوک کرتے تھے۔آپؓ ۱۸۷۶ء میں پیدا ہوئی تھیں اور ۲۱ اپریل ۱۹۰۴ء میں اٹھائیس سال کی عمر میں بمقام کلانور فوت ہوئیں۔مرزا صاحب کی یادگار ایک بچی بنام عصمت نشان تھی جو پانچ برس کی عمر میں ۱۲۸ کتوبر ۱۹۰۰ء کو فوت ہوئی۔

مرض الموت کے حالات ڈاکٹر صاحب محترم کے قلم سے:

''برادران۔السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔آج میرے لئے نہایت حسرت اور افسوس کا دن ہے کہ مجھے اپنے اس عزیز اور نہایت ہی پیارے بھائی کی وفات کا تذکرہ آپ کے سامنے کرتا ہوں۔ جو کہ اپنی جوانی اور عین شباب کے ایام میں جبکہ وہ نونہال ابھی برگ و بَر لانے کے قابل ہوا تھا۔ یک لخت کاٹا گیا۔ اور ہم سے اس دنیا میں ہمیشہ کیلئے دور ہو گیا' اور پسماندگان کے لئے داغ مفارقت چھوڑ گیا اور اپنی صرف ۲۵ سالہ عمر میں ہم سب سے پہلے دوسرے جہان میں بلایا گیا۔ بھائی بھائی تو دنیا میں بہت ہوتے ہیں اور ایک بھائی کی وفات دوسرے کیلئے ایک بڑا بھاری صدمہ ہوتی ہے۔مگر اس بھائی مرحوم میں اور مجھ میں جو تعلق محبت اور مودت کا تھا میں دنیا کے برادرانہ رشتوں میں اس کی نظیر نہیں دیکھتا۔ یہ کہنا کچھ مبالغہ نہ ہوگا کہ ہم میں سے ہر ایک دوسرے کا عاشق و شیدا تھا' اور اس قدر دلی لگاؤ کی صرف

ایک ہی وجہ تھی۔یعنی آج سے آٹھ نو سال پیشتر جبکہ مجھے داڑھی کا آغاز شروع ہی ہوا تھا اور مرحوم ایوب بیگ مجھ سے بھی خورد سال تھا۔خدا تعالیٰ کے خاص فضل اور مہربانی سے اور ہمارے والدین کے خوش طالع سے آخری وقت کے امام کے قدموں تک ہماری رسائی ہوئی۔اس برگزیدۂ الٰہی نے غایت کرم اور کمال مہربانی سے ہم دونوں کو اپنے بچوں کی طرح اپنے کنار عاطفت میں لیا۔نہایت لطف کے ساتھ اس نور سے بہرہ ور کیا جو اس کے اپنے سینہ میں روشن تھا۔اور ہمیں اپنے زمرہ خدام میں شمولیت کا فخر بخشا۔اس مبارک پیوند کا یہ نتیجہ ہوا کہ صدق اور راستی سے محبت ہوگئی' اور ہر ایک قسم کے جہل اور تاریکی سے نفرت ہوگئی اور دل جو ابھی کسی قسم کے بد اثر سے متاثر نہ ہوئے تھے۔اس نیک صحبت سے فیض یاب ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو کہ افضل البشر وختم الرسل ہیں اور ہر ایک خیر و خوبی کی جڑ ہیں' غایت درجہ کا اُنس ہوگیا اور کتاب اللہ سے خاص لگاؤ اور محبت ہوگئی اور حضرت مسیح موعودؑ کی دعا سے خدا تعالیٰ کے خوف وخشیت نے دل میں جگہ لی۔ ہمارا جسمانی باپ تو ایک تھا ہی' روحانی طور پر بھی ہم ایک ہی باپ کے فرزند ہوگئے۔اور ماسوا اس محبت کے تعلق کے قلوب کو ایک دوسرے سے کچھ ایسا لگاؤ تھا کہ میں سمجھتا ہوں کہ ہم دونوں بھائی ایک دوسرے کیلئے یک جان دو قالب تھے جبکہ میرے اور اس عزیز کے ایسے تعلقات تھے تو ایسے آرام قلب اور راحت جان شفیق کے گذر جانے سے ممکن تھا کہ عام دنیا داروں کی طرح میں بھی اندوہ وغم وکرب میں مبتلا ہوکر فراق میں ہلاک ہوجاتا۔مگر تسلی دینے والی ایک ہی بات تھی اور وہ یہ کہ اس عزیز کا خاتمہ بالخیر ہوا۔ جو کہ اس امام زمان کے ایک خواب سے قریب چھ ماہ پیشتر معلوم ہو چکا تھا۔

''یہ سعید نوجوان اپنے رُشد اور نیک بختی اور طہارت میں اسلام کے اس برگزیدہ سلسلہ میں ایک نمونہ تھا اور جو صبر اور استقلال اس نے اپنے اس ڈیڑھ سال سے زیادہ عرصہ کی بیماری میں دکھایا۔اس کی اس زمانہ میں بہت ہی کم نظیر ملتی ہے۔یعنی اس تمام عرصہ میں ایک لحظہ بھر کیلئے بھی اس کے ایمان اور استقلال کو جنبش نہیں آئی' اور وہ اخیر وقت تک اس بیماری میں بھی اللہ تعالیٰ کی رضا پر ایسا شاکر تھا۔جیسے کہ کوئی دنیا دار کسی دنیاوی نعمت پانے پر خوشی اور انبساط سے شکر کا لفظ منہ پر لاتا ہے۔تمام بیماری میں اس اسم بامسمّٰی ایوب نے اُف تک نہ

کی' اور آخری سانس تک بیماری کے دُکھ سے اس کی آنکھ میں آنسو نہ آیا۔ اور ایسی سخت بیماری کے اس ڈیڑھ سال کے عرصہ میں اس کی نیند کا بہت سا حصہ جاگنے میں گذرتا تھا' اور کئی راتیں اس نے اپنی آنکھوں میں گذاری تھیں۔ اس نے کبھی ناشکری نہ کی' اور نہ کبھی کوئی لفظ مایوسی کا منہ سے نکالا۔ میں بارہا ساری ساری رات کھانسی اور بے آرامی میں دیکھتا تھا' مگر جب کبھی میں اس کو پوچھتا تھا کہ بھائی کیا حالت ہے' تو جواب دیتا تھا کہ الحمدللہ میں بہت اچھا ہوں۔ اس بیماری کی حالت میں بھی اس نے کوئی نماز قضا نہ کی۔ میں طبیب ہوں۔ میں نے ہزارہا بیمار دیکھے ہیں۔ بیماری سے اکثر انسان ہراساں ہوجاتا ہے' اور متعلقین تیمارداروں کو بیمار کو تسلی و تشفی دینی پڑتی ہے۔ مگر میں نے اُسے ایسا تسلی یافتہ بیمار پایا کہ ہمیشہ اپنے لواحقین و متعلقین کو تسلی دیتا۔ اور اسکی نازک حالت کو دیکھ کر اگر کوئی رشتہ دار اپنی آنکھ سے آنسو بہاتا' تو وہ بڑے مضبوط دل اور واثق یقین سے اس کو تسلی دیتا اور کہتا کہ خدا کے فضل سے مایوس نہ ہو' میں تو اس کی رحمت سے نا اُمید نہیں ہوں۔ تم کیوں پریشان ہوتے ہو۔ وہ اعلیٰ درجہ کے اخلاص اور ایمان کا نمونہ تھا۔ حضرت مسیح موعودؑ کو' جس سے اس کو یہ دولت ملی تھی آخر وقت تک ہمیشہ یاد کرتا رہا۔ اور اس کی اخیر ایام میں بڑی بھاری یہی آرزو تھی کہ حضرت مسیح موعودؑ کی آخری قدم بوسی سے مشرف ہو اور مرنے کے وقت کلمہء شہادت اور کل لوازمات ایمان کا اپنی زبان سے اقرار کرنے کے بعد اس نے کہا کہ میرا حضرت مسیح موعودؑ امام آخرالزمان پر ایمان ہے۔ بس یہی اس کے آخری کلمات تھے' اس کے بعد زبان بند ہوگئی۔ اور حضرت مسیح موعودؑ کا خط جن سے وہ کامل درجہ کا عشق رکھتا تھا اس کی عین نزع کی حالت میں پہنچا۔ وہ خط اس وقت اس عزیز کو جو خدا تعالیٰ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے بالکل تیار بیٹھا تھا' سنایا گیا۔ اور وہ اس پیارے امام کے مبارک ہاتھوں کی تحریر جس کو کہ چُومنے اور آنکھوں سے لگانے کی نہایت آرزو رکھتا تھا' اس کے منہ اور آنکھوں سے لگا کر اس کے سینہ پر رکھ دیئے گئے۔ اس کے بعد معاً وہ پاک روح ہمارے پاس سے پرواز ہوگئی۔ گویا کہ اس کو صرف اس خط کی انتظار تھی۔ یہ ایک شخص تھا جو اولیاءاللہ کی صفات اپنے اندر رکھتا تھا' اور اس کی زندگی انبیاء کے طریق پر تھی۔ مروجہ علوم میں اُس نے بی۔اے تک تعلیم پائی تھی۔ مگر دین اور خداشناسی میں وہ اس ۲۵ سالہ عمر میں اس مرتبہ کو

پہنچ گیا تھا کہ کروڑ ہا مخلوقات کو وہ معرفت پیری میں بھی نصیب نہیں ہوتی۔ اور اس جہان میں ہی اس کا تعلق اُس جہان سے نزدیک تر ہو گیا تھا۔ اور اس کا دل اللہ تعالیٰ کی محبت سے ایسا پُر تھا کہ گویا وہ سارا ہی اس کا ہو گیا تھا' اس لئے اس رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ نے اس کو اپنے ہی پاس بُلا لیا۔ اور یہ سب فضل اور برکت اور حسن خاتمہ اس امام مسیح موعودؑ کے انفاس طیبات اور محبت اور دعا کا نتیجہ تھا۔ میں دعا کرتا ہوں کہ ہم میں سے ہر ایک فرد اس مسیح موعودؑ کا ایسا ہی سچا خادم اور جاں نثار ثابت ہو جیسا کہ ہمارا بھائی مغفور و مرحوم ایوب بیگ تھا۔ خدا کرے کہ ہم میں سے ہر ایک کا ایسا ہی اچھا خاتمہ ہو۔ جیسا کہ اس عزیز کا ہوا۔ آمین۔

''اس عزیز نوجوان کی صلاحیت اور تقویٰ کی وجہ سے حضرت اقدسؑ کو بھی اس سے غایت درجہ کی محبت تھی' جو کہ حضرت مسیح موعودؑ کے اپنے ہاتھ کے لکھے ہوئے دو گرامی ناموں سے ظاہر ہوگا۔ جو ذیل میں درج ہیں۔ اول خط وہ ہے جس کا پہلے ذکر کر آیا ہوں کہ وہ آں عزیز کے دم واپسی کے وقت ملا۔ اور دوسرا اس مخبر صادق کی طرف سے تعزیت نامہ ہے۔

حضرت اقدسؑ کا تسلی دلانے والا مکتوب:

''بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

مجی عزیزی مرزا ایوب بیگ صاحب و مجی عزیزی مرزا یعقوب بیگ صاحب!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

اس وقت جو میں دردِ سر اور موسمی تپ سے یک دفعہ بیمار ہو گیا ہوں' مجھ کو تار ملا جس قدر میں عزیزی مرزا ایوب بیگ کیلئے دعا میں مشغول ہوں اس کا علم تو خدا تعالیٰ کو ہے۔ خدا تعالیٰ کی رحمت سے ہرگز نا اُمید نہیں ہونا چاہئے۔ میں تو سخت بیماری میں بھی آنے سے فرق نہ کرتا' لیکن میں تکلیف کی حالت میں ایسے عزیز کو دیکھ نہیں سکتا' میرا دل جلد صدمہ قبول کرتا ہے۔ یہی چاہتا ہوں کہ تندرستی اور صحت میں دیکھوں۔ جہاں تک انسانی طاقت ہے اب میں اس سے زیادہ کوشش کروں گا۔ مجھے پاس اور نزدیک سمجھیں نہ دُور۔ میرے پاس وہ الفاظ نہیں ہیں جن سے میں اس درد دل کو بیان کروں۔ خدا تعالیٰ کی رحمت سے ہرگز نا اُمید مت ہو۔ خدا بڑے کرم اور فضل کا مالک ہے۔ اس کی قدرت اور فضل اور رحمت سے کیا دُور ہے کہ عزیزی ایوب بیگ کو تندرستی میں جلد تر دیکھوں۔ اس علالت کے وقت جو تار مجھ کو ملا' میں

ایسا سراسیمہ ہوں کہ قلم ہاتھ سے نکلی جاتی ہے۔ میرے گھر میں بھی ایوب بیگ کیلئے سخت بے قرار ہیں۔ اس وقت میں ان کو بھی اس تار کی خبر نہیں دے سکتا' کیونکہ کل سے وہ بھی تپ میں مبتلاء ہیں۔ اور ایک عارضہ حلق میں ہوگیا ہے۔ مشکل سے کچھ اندر جاتا ہے' اس کے جوش سے تپ بھی ہوگیا ہے۔ وہ نیچے پڑی ہیں اور میں اوپر کے دالان میں ہوں۔ میری حالت تحریر کے قابل نہ تھی۔ لیکن تار کے دردانگیز اثر نے مجھے اُٹھا کر بٹھا دیا۔ آپ کا اس میں کیا حرج ہے کہ اس کی ہر روز مجھ کو اطلاع دیں۔ معلوم نہیں کہ جو میں نے ابھی ایک بوتل میں دوا روانہ کی تھی وہ پہنچی یا نہیں۔ ریل کی معرفت روانہ کی گئی تھی۔ اور معلوم نہیں کہ مالش ہر روز ہوتی ہے یا نہیں۔ آپ ذرہ ذرہ حال سے مجھے اطلاع دیں۔ اور خدا بہت قادر ہے' تسلی دیتے رہیں۔ چوزہ کا شوربا یعنی بچہ خورد کا ہر روز دیا کریں۔ معلوم ہوتا ہے کہ دستوں کی وجہ سے کمزوری نہایت درجہ تک پہنچ گئی ہے۔ والسلام

۲۵/اپریل ۱۹۰۰ء

حضرت اقدسؑ کا تعزیت نامہ :

''بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم ۔ نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

محبی عزیزی مرزا یعقوب بیگ صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ آپ کا وہ تار جس کا چندروز سے ہر وقت اندیشہ تھا' آخر کل عصر کے بعد پہنچا۔ **اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن** ۔عزیزی مرزا ایوب بیگ جیسا سعید لڑکا جو سراسر نیک بختی اور محبت اور اخلاص سے پُر تھا' اس کی جُدائی سے ہمیں بہت صدمہ اور درد پہنچا۔ اللہ تمہیں اور اس کے سب عزیزوں کو صبر عطا کرے اور اس مصیبت کا اجر بخشے۔ آمین ثم آمین۔ اس مرحوم کے والد ضعیف کمزور کا کیا حال ہوگا اور اس کی بیوہ عاجزہ پر کیا گذرا ہوگا؟ ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ سب کو اس صدمہ کے بعد صبر عطا فرمائے۔ ایک نوجوان' صالح' نیک بخت جو اولیاء اللہ کی صفات اپنے اندر رکھتا تھا' اور ایک پودہ نشو ونما یافتہ جو امید کے وقت پر پہنچ گیا تھا۔ یک دفعہ اس کا کاٹا جانا اور دنیا سے ناپدید ہوجانا' سخت صدمہ ہے۔ اللہ جل شانہٗ سوختہ دلوں پر رحمت کی بارش کرے۔ اس خط کے لکھنے کے وقت میں جو ایوب بیگ مرحوم کی طرف توجہ تھی کہ وہ کیونکر جلد ہماری آنکھوں سے ناپدید ہوگیا۔ اور تمام تعلقات کو خواب و خیال

کر گیا کہ یکدفعہ الہام ہؤا مبارک وہ آدمی جو اس دروازہ کے راہ سے داخل ہو۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ عزیزی ایوب بیگ کی موت نہایت نیک طور پر ہوئی ہے اور خوش نصیب وہ ہے جس کی ایسی موت ہو۔ ایک دفعہ عزیز مرحوم کی زندگی میں بکثرت اس کی شفاء کے لئے دعا کی تب خواب میں دیکھا کہ ایک سڑک ہے گویا وہ چاند کے ٹکڑے اکٹھے کر کے بنائی گئی ہے اور ایک شخص ایوب بیگ کو اس سڑک پر سے لے جا رہا ہے' اور وہ سڑک آسمان کی طرف جاتی ہے اور نہایت خوش اور چمکیلی ہے' گویا زمین پر چاند بچھایا گیا ہے۔ میں نے یہ خواب اپنی جماعت میں بیان کی' اور تکلف کے طور پر یہ سمجھا کہ یہ صحت کی طرف اشارہ ہے۔ لیکن دل نہیں مانتا تھا کہ اس خواب کی تعبیر صحت ہو۔ سو اب اس خواب کی تعبیر ظہور میں آئی۔ **اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔**

میری طرف سے اپنے والد صاحب کو بھی تعزیت کا پیغام پہنچا دیں۔

خدانے جو چاہا ہو گیا' اب صبر' رضا درکار ہے۔ رَبِّ اغْفِرْ وَ ارْحَمْ وَ اَنْتَ خَیْرُ الرَّاحِمِیْن۔ والسلام'

''..................وہ عزیز اس تمام جماعت کا پیارا تھا اور ہر ایک کی محبت اس کے دل میں تھی۔ اس مرحوم متقی نوجوان کا آپ سب صاحبوں کو آخری سلام پہنچے۔ اس عزیز نے عمر تھوڑی پائی مگر اس کی صلاحیت اور تقویٰ کا لمبا قصہ ہے۔ اور میں چاہتا ہوں کہ اس کو ایک کتاب کی صورت میں آپ صاحبان کی خدمت میں پیش کروں۔ اس کی زندگی اور موت تو نمونہ تھی ہی۔ اس کی وفات کے بعد کے حالات بھی عجیب ہیں' جو کہ کئی متقی اور صالح لوگوں نے کثرت سے اس کو اولیاء اللہ و انبیاء کی مجلس میں اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی مصاحبت میں جنت کے نعماء کھاتے اور خوش و خرم پھرتے عالم رؤیا میں دیکھا ہے۔ شاید کہ اس نوجوان کی پاک مثال سے کوئی دل متاثر ہو جاوے۔ اور اس نور کے چشمہ کی طرف ہمہ تن رجوع کرے جو اس آخری زمانہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حوض کوثر سے نکلا ہے تا کہ اس کا ایک گھونٹ اندر کے خفیہ در خفیہ معاصی کی آگ بجھانے کا کام دے' اور ایمان کا پودہ اس سے نشو ونما پا جاوے' اور یہ اس کی نجات کا موجب ہو جاوے............ '............

فقط والسلام خاکسار مرزا یعقوب بیگ بی۔ اے۔ ایل۔ ایم۔ ایس اسسٹنٹ

سرجن از فاضلکا۔ضلع فیروز پور ۱۵مئی ۱۹۰۰ء ۱۹؎‘‘

حضرت اقدسؑ کے تعریفی کلمات:

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام آپ کے متعلق تحریر فرماتے ہیں کہ :

’’ہمارے دوست مرزا ایوب بیگ صاحب مرحوم ایک مدت سے بیمار چلے آتے تھے۔آخر ۱۹۰۰ء میں ان کی حالت بہت بگڑ گئی اور وہ فاضلکا میں اپنے بھائی مرزا یعقوب بیگ صاحب اسسٹنٹ سرجن کے پاس چلے گئے۔کچھ دنوں بعد دعا کے لئے ان کا خط آیا ہم نے دعا کی تو خواب میں دیکھا کہ ایک سڑک ایسی کہ گویا چاند کے ٹکڑے اکٹھے کر کے بنائی گئی ہے۔اور ایک شخص نہایت خوش شکل عزیز مرحوم کو اس سڑک پر لئے جا رہا ہے اور وہ سڑک آسمان کی طرف جاتی ہے۔اس خواب کی تعبیر یہی تھی کہ ان کا خاتمہ بخیر ہوگا‘ اور وہ بہشتی ہے۔اور نورانی چہرہ والا شخص ایک فرشتہ تھا جو اس عزیز کو بہشت کی طرف لے جا رہا تھا۔ہم نے یہ خواب مرزا یعقوب بیگ صاحب کو لکھ دیا‘ اور اپنی جماعت میں بھی شائع کر دیا۔ چنانچہ ۶ ماہ کے بعد اس عزیز نے وفات پائی۔اور جب ہمارے پاس تار پہنچا اور ہم نے تعزیت کا خط لکھنا شروع کیا اور ہماری توجہ اس عزیز کی طرف تھی کہ کس طرح وہ ہماری آنکھوں کے سامنے ناپدید ہوگیا تو اس حالت میں الہام ہؤا۔’مبارک وہ آدمی جو اس دروازہ کی راہ سے داخل ہو‘ یہ اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ عزیزم مرحوم کی موت نہایت نیک طور پر ہوئی۔ مرحوم مذکور نیک بخت‘ جوان‘ صالح اور اولیاء اللہ کی صفات اپنے اندر رکھتا تھا۔

اس کے گواہ مرزا یعقوب بیگ صاحب اسسٹنٹ سرجن‘ مولوی حکیم نورالدین صاحب‘ مولوی عبدالکریم صاحب‘ مولوی محمد علی صاحب‘ ایم۔اے مفتی محمد صادق صاحب‘ مولوی شیر علی صاحب‘ حکیم فضل دین صاحب‘ میر ناصر نواب صاحب‘ شیخ عبدالرحمٰن قادیانی صاحب‘ شیخ عبدالرحیم صاحب اور کثیر جماعت لاہور کپورتھلہ سیالکوٹ وغیرہ۔ ۲۰؎‘‘

مرحوم کی قابلِ رشک سعادت:

کیا ایسے شخص کی سعادت میں کسی کو شبہ ہوسکتا ہے کہ جو بہشتی مقبرہ کے قیام سے قریباً پونے پانچ سال قبل ۲۸ اپریل ۱۹۰۰ء مطابق ۲۷ ذوالحجہ ۱۳۱۸ھ کو بمقام فاضلکا فوت ہو کر دفن

ہوئے' اور پھر ان کی سعادت انہیں گیارہ سال بعد بہشتی مقبرہ میں کھینچ لائی؟ مرحوم مسجد مبارک میں بہت سا وقت فرائض ونوافل کے ادا کرنے اور لمبی لمبی دعائیں کرنے میں صرف کرتے تھے۔اس وقت آپؓ عمر کے لحاظ سے بالکل نوجوان تھے۔اس عمر میں بالعموم نوجوان کھیل کود کے مشتاق ہوتے ہیں اور نمازوں میں ایسا سوز وگداز اور توجہ الی اللہ نہیں ہوتی لیکن اس اُنیس سالہ نوجوان کے تقویٰ کا کیا کہنا کہ جسے مسجد مبارک میں وفات سے چھ سال قبل نیم خوابی کی حالت میں پہلا الہام **اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ** * ہوا۔کس صفائی سے آپؓ کا یہ الہام آپؓ کی عاقبت بالخیر ہونے اور پھر بہشتی مقبرہ میں دفن ہوجانے سے پورا ہوا۔

مکرم مفتی محمد صادق صاحب تحریر فرماتے ہیں:

ایک پیارے دوست کا جنازہ:

آہ! یہ کس دوست کا ذکر ہے؟ ایوب صادق کا۔ہمارے اکثر احباب حضرت مرزا ایوب بیگ صاحب مرحوم ومغفور برادر ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب کے نام نامی سے واقف ہیں۔ یہ نوجوان چھوٹی عمر میں فوت ہوگئے تھے۔ فاضلکا ضلع فیروز پور میں دفن کئے گئے تھے۔اس بات کو گیارہ سال گذرے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بھی اجازت حاصل کی گئی تھی' اور اب حضرت خلیفۃ المسیحؓ کی اجازت سے اس مرحوم بھائی کا جسم مبارک صندوق میں بند یہاں لایا گیا۔حضرتؓ نے بمعہ جماعت جنازہ پڑھایا اور مقبرہ بہشتی میں دفن کیا گیا۔ ہمارے دوست ڈاکٹر مرزا صاحب عزیز مرحوم کے سوانح چھپوا رہے ہیں' اس واسطے مجھے کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں' البتہ اتنا کہنا چاہتا ہوں کہ میرے ساتھ اس عزیز کو محبت کا ایسا گہرا تعلق تھا کہ آج تک جس قدر جنازوں کی میں نے نمازیں پڑھی ہیں' مجھے یاد نہیں کہ کسی میں بھی اس عزیز دوست کے واسطے دعا کرنا مجھے بھولا ہو۔ **اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهٗ وَارْحَمْهُ ۔ ۲۱**

---

* ترجمہ۔اللہ دوست ہے ان لوگوں کا جو ایمان لائے۔وہ نکالتا ہے ان کو اندھیروں سے نور کی طرف۔(مؤلف)

مکرم مولوی غلام رسول صاحب راجیکی فرماتے ہیں:

''حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایسی لاش کو جسے اماناً صندوق میں دفن نہ کیا گیا ہو دوسری جگہ دفن کرنا پسند نہیں فرماتے تھے۔ چنانچہ ڈاکٹر مرزا ایوب بیگ صاحب مرحوم جو بنگلہ فاضل کا میں فوت ہوئے اور بغیر صندوق دفن کئے گئے ان کے بھائی ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب نے بروایت حضرت مولوی محمد سرور شاہ صاحب' ان کی لاش کو وہاں سے نکال کر بہشتی مقبرہ میں دفن کرنے کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حضور درخواست کی اور کئی بار کی۔ لیکن حضورؑ نے بار بار یہی فرمایا کہ انہیں وہاں ہی مدفون رہنے دیا جائے چونکہ مرزا ایوب بیگ صاحبؓ کی نسبت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ان کی مغفرت کی الہامی طور پر بشارت مل چکی تھی۔ اس لئے اس کی بناء پر مرزا یعقوب بیگ صاحب نے پھر درخواست کی' جس کی بناء پر حضور نے اجازت دے دی۔'' ۲۲

مولوی عبدالکریم صاحبؓ کا تعزیتی مکتوب:

مرزا صاحبؓ کی وفات پر تعزیت کے طور پر حضرت مولوی عبدالکریم صاحب رضی اللہ عنہ نے ذیل کا مکتوب ڈاکٹر صاحب کو تحریر کیا:

''قادیان ۳۰ اپریل   برادرم   السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

ایوب بیگ رحمہ اللہ حمۃ واسعۃ وادخلہ فی بحبوبۃ الجنان کی وفات کا صدمہ ایسا خفیف نہیں کہ اس کے بعد کوئی اس مرحوم کے وارثوں کو صبر کی ہدایت کرنے کی جرأت کر سکے۔ اگرچہ یہ بات مرحوم کے متعلقین اور احباب کو پوری تسلی دیتی ہے اور معاً خوش کر دیتی ہے کہ وہ سیدھا بہشت میں چلا گیا۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جس مسلمان کی نسبت چالیس آدمی گواہی دیں کہ وہ بہشتی ہے اس کے لئے بہشت واجب ہو جاتی ہے۔ ایوب بیگ کے لئے ہمارا سارا سلسلہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام گواہی دیتا ہے کہ وہ بہشت میں داخل ہو گیا۔ چھ ماہ اس سے قبل جو خواب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دیکھا تھا کہ ایک سڑک ہے' جس پر چاند کے ٹکڑوں کا فرش ہے اور ایک بڑا ہی جمیل و وجیہہ' رحیم' کریم شخص ایوب بیگ کا ہاتھ پکڑے اس سڑک پر سے آگے کو لے جا رہا ہے۔ اس خواب سے سب

کے سب یقیناً سمجھ گئے تھے کہ ایوب بیگ جنتی ہے' اور وہ سڑک جنت کی ہے۔ اور حضرتؑ نے اُسی روز فرمایا تھا کہ جو کچھ مقدر ہو' مگر اس میں شک نہیں کہ ایوب بیگ کا خاتمہ بہت اچھا ہے۔

''میں اس وقت حلفاً کہتا ہوں کہ ایوب بیگ کے متعلقوں میں کوئی ایسا متنفس نہیں جس کی زندگی کی کسی شان کی نسبت مجھے غبطہ اور شک ہو مگر ایک ایوب بیگؓ مرحوم ہے جس کے حسن خاتمت نے مجھے بہت بڑا رشک دلایا ہے۔ وہ اس پاک ایمان پر مَرا۔ اس نے زمانہ میں امام زمان کو شناخت کیا اور اخیر دم تک اس ایمان پر ثابت قدم رہا۔ اور آخری گھڑی تک خدا تعالیٰ کے مسیحؑ کو یاد کرتا رہا۔ اور ہم ہیں کہ ابھی ہمارے اعمال جاری ہیں' اور ہماری حالت امید و بیم میں معلق ہے' اور سخت اضطراب میں ہیں کہ خاتمہ کیسا ہو۔ ہر مومن کو جو اندیشہ لگ رہا ہے وہ سوءِ خاتمت کا اندیشہ ہے۔ مگر ایوب بیگؓ یقیناً نیک خاتمہ کے ساتھ اس جہان سے اُٹھا۔ پس کس قدر مبارکی اور فخر اس کے اہل کو ہے جن میں ایک فرد ایسا گذرا ہے کہ اہل اللہ اور راستباز اس کی موت پر رشک کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی قسم میں بڑا ہی نااہل ہوں گا اگر میں مکرم مرزا نیاز بیگ کو دردمندی سے بھرا ہوا اور رُلا دینے والا خط لکھوں۔ حق یہ ہے کہ میں ان کو تہہ دل سے مبارکباد دُوں کہ انہوں نے اپنی پیٹھ سے ایک نمونہ ہم لوگوں کو دیا جس کی زندگی اور موت دونوں حالتیں برگزیدہ سلسلہ کے خدام کے لئے نمونہ تھیں۔ مرزا نیاز بیگ صاحب کی طرف سے اس پاک جہان میں ایک نیک فرط چلا گیا جو ان کے لئے راہ صاف کرے گا۔ یہ جہان تو لابُدّ گذاشتنی ہے مگر کیا ہی مبارک وہ جو خدا تعالیٰ کی راہ میں گذرے۔

''اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ اس وقت تک رہ رہ کر دل بھر بھر آتا ہے اور وہ سعادت اور فرّخی کی مُورت آنکھوں کے سامنے پھر پھر جاتی ہے' وہ حیاء سے آنکھیں نیچی کر لینا' اور ہر امر کے آگے پورے انقیاد سے سر رکھ دینا' اور ہمہ محبت چہرہ بار بار یاد آتا ہے اور یہ ساری باتیں ان میں سے ایک ہی نا مندمل زخم کرنے کے لئے کافی ہوتیں۔ مگر ایک ہی اور صرف ایک ہی یقین تسلی دیتا اور تلافی کر دیتا ہے کہ جانا تو ضرور تھا مگر جانے والا گیا خوب ہے۔ حضرت رحیم کریم علیہ السلام کو بھی بڑا صدمہ پہنچا' اور فرمایا ہمارا ایک بیٹا مَر گیا ہے۔ مگر یہی ایمان اور یقین آپؑ کی تسلی کا موجب بھی ہے کہ مرحوم کا انجام خوب ہوا۔ غفر اللہ لہٗ۔

''میرا یہ نیاز نامہ اپنے والد صاحب اور اپنی والدہ مسکینہ کو سنائیں' شاید خدا تعالیٰ اس سے ان کے زخمی دل کو کوئی فائدہ پہنچائے۔ اگر مجھے ان کی معرفت کی نسبت یہ یقین ہوتا کہ وہ میری باتوں سے راحت پائیں گے تو میں ان باتوں کو بہت طول دیتا اور درحقیقت اپنی ارادت ہی بیان کرتا۔ مگر میں جانتا ہوں کہ ایک دنیادار کے حق میں یہ ایک نا قابل برداشت صدمہ ہے خدا تعالیٰ مرزا نیاز بیگ اور والدہ ضعیفہ اور بھائیوں کو صبر اور اجر بخشے۔ مَیں چاہتا ہوں کہ برادر یعقوب مفصل خط لکھیں کہ مرحوم نے آخری وقت میں کیا گفتگو کی۔

والسلام

عاجز عبدالکریم طلوع آفتاب کے وقت''

ایک غیر از جماعت ہم سبق کا مراسلہ:

''ہمارے بعض مرحوم ہم جماعتوں کا نوحہ ایک ہم جماعت نے لکھا ہے اس میں مرحوم مغفور ایوب صادق کا بھی ذکر ہے جس کو پڑھ کر مرحوم یاد آ گیا۔ چونکہ اس ذکر میں مرحوم کی پاک سیرت کا تذکرہ ایک ایسے قلم سے ہوا ہے جس کو اس سلسلہ کے ساتھ کوئی تعلق نہیں اس لئے وہ زیادہ وزن دار اور گرانقدر ہے......................وہ یہ ہے:

ہم نہیں بھولے تہجد خوانیاں ایوب کی   اسپہ طبعی کا بھی سچ مچ تھا وہ شیدائے زمن
اس قدر صبر اور استقلال وہ زہد و ورع   تھا جوانوں کے لئے ضرب المثل اس کا چلن **۲۳**''

حوالہ جات

۱۔ مکتوبات احمدیہ جلد پنجم صفحہ ۲۹۰۔

۲۔ ان کی بیعت کا ذکر فرستہائے مندرج الحکم جلد نمبر ۶ بابت ۱۰ مئی ۱۹۰۲ء میں ہے۔

۳۔ فہرست مندرجہ کتاب ”رؤسائے پنجاب“ مرتبہ سرلیپل گریفن مطبوعہ ۱۸۹۰ء۔

۴۔ الحکم جلد ۲ نمبر ۲۴ و ۲۵ (صفحہ ۹ کالم ۳) مورخہ ۲۷/۲۰ اگست ۱۸۹۸ء۔

۵۔ ضمیمہ انجام آتھم۔

۶۔ بدر جلد ۲ نمبر ۸ صفحہ ۱ کالم نمبر ۳ بابت ۲۳ فروری ۱۹۰۶ء

۷۔ الحکم جلد ۹ نمبر ۴۵ (صفحہ ۱۰ کالم ۲) بابت ۲۴ دسمبر ۱۹۰۵ء۔

۸۔ مجدد اعظم حصہ اول صفحہ ۳۳۰۔

۹۔ مکتوبات احمدیہ جلد نمبر پنجم صفحہ ۲۹۰۔

۱۰۔ مجدد اعظم حصہ اوّل صفحہ ۳۳۱۔

۱۱۔ الحکم جلد ۳ نمبر ۲۰ صفحہ ۸ کالم ۱ بابت ۹ جون ۱۸۹۹ء زیر عنوان ”آمد و رفت مہمانان۔

۱۲۔ بحوالہ نور الحق حصہ دوم صفحہ ۲۳۔

۱۳۔ الحکم جلد ۴۲ نمبر ۲۸/۲۷ بابت ۲۸/۲۱ نومبر ۱۹۳۹ء نیز اس نشان کے متعلق احباب پیشگوئی نمبر ۴۶ و نمبر ۶۲ مندرجہ نزول المسیح و پیشگوئی نمبر ۱۶۲ مندرجہ حقیقۃ الوحی ملاحظہ فرمائیں۔

۱۴۔ الفضل جلد ۲۸ نمبر ۲۴۳ بابت ۲۵ اکتوبر ۱۹۴۰ء ۔

۱۵۔ الحکم جلد ۴۱ نمبر ۱۹/۱۸ صفحہ ۷ کالم ۲ مورخہ ۱۴/۷ جون ۱۹۳۸ء۔

۱۶۔ تبلیغ رسالت جلد ششم۔

۱۷۔ رسالہ تعلیم الاسلام جلد ۱ نمبر ۶ بابت ماہ دسمبر ۱۹۰۶ء۔

۱۸۔ الحکم جلد ۳ نمبر ۱۸ صفحہ ۶ کالم ۲۔

۱۹۔ الحکم جلد ۴ نمبر ۱۸ مورخہ ۱۷ مئی ۱۹۰۰ء۔

۲۰۔ نزول المسیح پیشگوئی نمبر ۹۸ صفحہ ۲۲۲۔

۲۱۔ البدر جلد ۱۰ نمبر ۹ بابت ۵ جنوری ۱۹۱۱ء۔

۲۲۔ الفضل جلد ۲۸ نمبر ۲۳۸ بابت ۱۹ اکتوبر ۱۹۴۰ء۔

۲۳۔ الحکم جلد ۸ نمبر ۷ صفحہ ۳ کالم ۲ بابت ۲۴ فروری ۱۹۰۴ء۔

منشی امام الدین صاحب پٹواری* رضی اللہ عنہ

ولادت، تعلیم اور ملازمت:

مکرم منشی امام الدین صاحبؓ ۱۸۶۳ء میں میاں حکم دین صاحب قوم آرائیں کے ہاں اپنے آبائی گاؤں قلعہ درشن سنگھ میں پیدا ہوئے۔ یہ گاؤں بٹالہ سے قریباً چار میل اور گورداسپور جانے والی سڑک پر واقع ہے۔ آپؓ نے ابتدائی تعلیم موضع دیال گڑھ ضلع گورداسپور میں پائی اور پرائمری کا امتحان پاس کر کے مزید تعلیم کے لئے گورداسپور بھجوائے گئے اور کچھ عرصہ وہاں تعلیم حاصل کی۔ بعدازاں محکمانہ امتحان پاس کر کے بطور پٹواری ملازم ہو گئے اور قریباً ۳۵ سال تک بہت نیک نامی کے ساتھ یہ ملازمت کرنے کے بعد سبکدوش ہوئے۔

قبولِ احمدیت:

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعویٰ کے وقت آپؓ موضع لوہ چپ ضلع گورداسپور میں متعین تھے۔ ۱۸۹۱ء میں آپؓ کے برادر نسبتی منشی عبدالعزیز صاحب اوجلوی رضی اللہ عنہ (مدفون بہشتی مقبرہ) موضع سیکھواں میں بطور پٹواری تبدیل ہو کر آئے۔ ان ہی دنوں سیکھوانی برادرانؓ احمدیت قبول کر چکے تھے۔ وہاں تھوڑا عرصہ قیام کرنے کے بعد منشی عبدالعزیز صاحب احمدیت میں داخل ہو گئے اور انہوں نے منشی امام الدینؓ صاحب کو تبلیغ شروع کر دی۔

منشی عبدالعزیز صاحبؓ بیان فرماتے تھے کہ مجھے بہت فکر رہتا تھا اور خواہش تھی کہ میرے بہنوئی بیعت کر کے جلد سلسلہ میں داخل ہو جائیں تا کہ اس طرح میری بہن بھی سلسلہ میں داخل ہو سکے۔ لیکن اس وجہ سے کہ بہنوئی کی طبیعت جوشیلی تھی، ہم ان پر زور بھی نہیں دینا چاہتے تھے کہ مبادا ایک دفعہ انکار کر کے پھر اس پر اڑے رہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا اور ۱۸۹۴ء کے اوائل میں آپ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دست مبارک پر بیعت کر کے سلسلہ میں داخل ہو گئے۔

---

* منشی صاحبؓ اور آپؓ کی اہلیہ محترمہ کے حالات آپ کے بیٹے چوہدری ظہور احمد صاحب معاون ناظر امور عامہ (ربوہ) کی طرف سے الفضل جلد ۲۷ نمبر ۲۶۴ بابت ۱۷ نومبر ۱۹۳۹ء اور الرحمت جلد ۲ نمبر ۹ بابت ۳/ اپریل ۱۹۵۰ء میں شائع ہو چکے ہیں۔ چوہدری صاحب نے اپنی والدہ محترمہ کے حالات میری تحریک پر کتاب ہذا کیلئے قلمبند کئے تھے۔ گو انہوں نے اخبار میں بھی شائع کرا دیئے۔ مَیں نے چوہدری صاحب سے خط و کتابت کر کے مزید معلومات حاصل کیں۔ سو یہاں ہر دو کے حالات ایزادیٔ حوالجات، روایات، شجرہ نسب وغیرہ کے ساتھ درج کر رہا ہوں۔ (مؤلف)

بیعت کے وقت کا نظارہ:

اپنی بیعت کے وقت کا جو نظارہ منشی امام الدین صاحب نے اپنی روایات لکھواتے ہوئے بیان کیا وہ آپ کے اپنے الفاظ میں یہ ہے:

''مَیں نے ۱۸۹۴ء میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دستِ مبارک پر بیعت کی۔شام کی نماز کے وقت تک اخویم منشی عبدالعزیز صاحبؓ اور بھائی جمال الدین صاحبؓ سیکھوانی میرے ساتھ تھے۔نماز سے فارغ ہونے کے بعد منشی صاحب موصوف نے میری طرف اشارہ کر کے (حضرت اقدسؑ کی * خدمت میں) عرض کیا۔حضورؑ ان کی بیعت لے لیں حضورؑ نے فرمایا اندر آ جائیں۔ جب میں اکیلا بیت الفکر میں گیا تو حضورؑ ایک چار پائی کی پائنتی کی طرف بیٹھ گئے، اور مجھے چار پائی کے سرہانے بیٹھنے کا ارشاد فرمایا۔ میں پہلے تو جھجکا، مگر حضورؑ کے دوبارہ ارشاد فرمانے پر بیٹھ گیا۔اور حضورؑ نے بیعت لی۔حضورؑ کا یہ برتاؤ دیکھ کر مَیں حیران رہ گیا کہ کہاں وہ پیر جن کے برابر کوئی بیٹھ نہیں سکتا۔اور کہاں اللہ تعالیٰ کا مسیح موعودؑ جو ایک ناچیز خادم کو چار پائی کے سرہانے بٹھاتا ہے۔اخویم منشی عبدالعزیز صاحبؓ گو کمرے کے اندر داخل نہیں ہوئے تھے، لیکن باہر سے یہ نظارہ دیکھ رہے تھے۔''

تبلیغ میں سرگرمی:

آپ نے خود بیعت کرنے کے بعد اپنے اہلبیت کو بھی کچھ عرصہ کی تبلیغ کے بعد اُسی سال بیعت کروائی، اور پھر دوسروں کو تبلیغ کرنے میں مشغول ہو گئے۔آپؓ کی تبلیغ اور کوشش سے خدا تعالیٰ کے فضل سے تین جگہ جماعتیں قائم ہوئیں، جن میں سے تلونڈی جھنگلاں کی جماعت ضلع گورداسپور کی بڑی جماعتوں میں سے تھی۔اس جماعت کی ترقی میں مولوی رحیم بخش صاحب رضی اللہ عنہ کی کوششوں کا بھی دخل تھا، لیکن ابتداءً منشی صاحبؓ کی کوشش سے ہوئی۔آپ کے گھر سے ایک دفعہ بیمار ہو گئیں۔اُن کے علاج کے لئے موضع بہادر حسین سے مولوی صاحبؓ کو بلوایا گیا۔اور پھر منشی صاحبؓ نے آپ کو تلونڈی جھنگلاں میں مستقل رہائش اختیار کرنے پر آمادہ کر لیا تا کہ وہاں ٹھہر کر جماعت کی تربیت کر سکیں۔لوہ چپ اور قلعہ گلانوالی کی جماعتیں بھی آپ کی تبلیغ اور کوششوں سے قائم ہوئیں۔تقسیم ملک سے قبل اندازاً تلونڈی میں ساڑھے نو سو، لوہ چپ میں چالیس اور قلعہ گلانوالی میں ڈیڑھ صد احمدی نفری تھی۔ **

---

* خطوطِ وحدانی کے الفاظ خاکسار کے ہیں۔(مؤلف)

** ان دیہات کے لئے دیکھئے نقشہ ضلع گورداسپور

تبلیغ کیلئے وقف ایام:

ہجرت کر کے قادیان آ جانے کے بعد آپ ؓ تبلیغ میں مصروف رہے‘ اور پندرہ پندرہ دن کے لئے تبلیغ کی غرض سے باہر چلے جاتے۔ ایک دفعہ پھیروچیچی کے قریب کسی گاؤں میں تبلیغ کے لئے گئے۔ وہاں کے لوگوں نے سخت مخالفت کی اور دھکے دیکر مسجد سے باہر نکال دیا۔ آ کر بڑی خوشی کا اظہار کیا کہ ملازمت کے دنوں میں تو لوگ سختی نہ کر سکتے تھے‘ لیکن اب اللہ تعالیٰ نے یہ موقع بھی نصیب کر دیا اور خدا کی راہ میں تکلیف اُٹھانے کی لذّت حاصل ہوئی۔

تحریک جدید کے ماتحت ایک ماہ کے لئے آپ کو بغرض تبلیغ مکیریاں بھجوایا گیا۔ وہاں روزانہ مخالفین کی طرف سے اس مکان پر جہاں آپ کا قیام تھا سنگباری ہوتی۔ سخت گرمیوں کے دنوں میں اندر کواڑ بند کر کے پناہ لیتے۔ جلسہ سالانہ ۱۹۳۸ء سے چند روز پہلے بیمار ہو گئے۔ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ نے جلسہ میں یہ تحریک فرمائی کہ ہر احمدی کو سال میں کم از کم ایک احمدی ضرور بنانا چاہیئے۔ چوہدری ظہور احمد صاحب نے آ کر اس کا ذکر کیا اور بعد میں محلّہ والے بھی وعدہ لینے کے لئے آئے۔ فرمانے لگے بیمار ہوں‘ زندگی کا کوئی اعتبار نہیں۔ لیکن بتوفیقہٖ تعالیٰ انشاء اللہ ایک احمدی ضرور بناؤں گا۔ بعض غیر احمدی تین سال سے آپؓ کے زیر تبلیغ تھے۔ وہ بیماری کے ایام میں عیادت کے لئے آتے تھے۔ اس وعدہ کے بعد ان کو آپؓ نے زیادہ زور سے تبلیغ شروع کر دی۔ اللہ تعالیٰ نے اس میں اثر پیدا کیا اور دو اشخاص نے بیعت کر لی۔ اس طرح زندگی کے آخری ایام میں بھی آپ کو باوجود بیماری اور کمزوری کے اپنے وعدہ کو پورا کرنے کی توفیق مل گئی۔

انجمن اشاعت اسلام کا قیام:

انگریزی میں سلسلہ کا لٹریچر شائع کرنے اور رسالہ ریویو آف ریلیجنز کے اجراء کے لئے تجارتی رنگ پر مستقل سرمایہ کی ضرورت کو تسلیم کر کے سلسلہ کی طرف سے ایک مستقل فنڈ کی بنیاد رکھی گئی۔ ایک انجمن موسوم بہ انجمن اشاعتِ اسلام قائم ہوئی۔ اس کے افتتاحی اجلاس میں ۳۱ مارچ ۱۹۰۱ء کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک لمبی تقریر فرمائی جو اخبار میں نو کالموں میں درج ہے۔ اس میں حضور نے دجالی فتنہ کا ذکر کر کے بتایا کہ کس طرح بیس لاکھ مسلمان مرتد ہو چکے ہیں اور کثیر لٹریچر اسلام کے خلاف شائع ہوا ہے۔ مومن کے دل میں غیرت ہونی چاہیئے۔ بے غیرت دیوّث ہوتا ہے۔ اگر اسلام کی عزت کے لئے دل میں محبت نہیں‘ تو عبادت بھی بے سود ہے‘ کیونکہ عبادت محبت ہی کا نام ہے۔ نیز حضورؑ نے اس تقریر میں فرمایا:

”اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ہم کو اس قدر خزانے دے دیتا کہ ہم کو پروا بھی نہ رہتی۔ مگر خدا ثواب

میں داخل کرتا ہے جس کو وہ چاہتا ہے۔ یہ سب جو بیٹھے ہیں یہ قبریں ہی سمجھو۔ کیونکہ آخر مرنا ہے۔ پس ثواب حاصل کرنے کا وقت ہے۔ مَیں ان باتوں کو جو خدا نے میرے دِل پر ڈالی ہیں سادہ اور صاف الفاظ میں ڈالنا چاہتا ہوں۔ اس وقت ثواب کے لئے مستعد ہو جاؤ' اور یہ بھی مَت سمجھو کہ اگر اس راہ میں خرچ کرینگے تو کچھ کم ہو جاوے گا۔ خدا تعالیٰ کی بارش کی طرح سب کمیاں پُر ہو جائیں گی۔ مَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَه۔ یاد رکھو خدا کی توفیق کے بغیر دین کی خدمت نہیں ہو سکتی۔ جو شخص دین کی خدمت کے واسطے شرح صدر سے اُٹھتا ہے۔ خدا اس کو ضائع نہیں کرتا۔''[1]

اس انجمن کی مجلس عامہ کے ممبر تمام خریداران حصص تھے۔ اس کے سرپرست اعلیٰ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پریذیڈنٹ حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ اور وائس پریذیڈنٹ حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ مقرر ہوئے۔ ایک ہزار حصص مطلوب تھے۔ اس پرچہ اخبار میں ایک سو اکتالیس ۱۴۱ احباب کی طرف سے پونے آٹھ سو حصص کی خریداری کے اسماء درج ہیں۔ ان میں سے باون نے ایک ایک حصہ خریدا چنانچہ وہاں آپ کا نام ''امام الدین صاحب پٹواری لوہ چپ' گورداسپور'' مرقوم ہے۔[2]

انبیاء عالم الغیب نہیں ہوتے۔ لیکن لوگوں کی اصلاح کی خاطر یا تو دوسروں کے خیالات کا انہیں علم دیا جاتا ہے یا بغیر علم دیئے جانے کے ان کی زبان پر ایسا کلام جاری کر دیا جاتا ہے جس سے ان خیالات کی اصلاح ہو سکے۔ چنانچہ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب دام فیضھم فرماتے ہیں:

''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ منشی امام الدین صاحب سابق پٹواری نے مجھ سے بذریعہ تحریر بیان کیا کہ ایک دفعہ فجر کی نماز کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام مسجد مبارک میں تشریف فرما تھے' اور بعض اصحاب بھی حلقہ نشین تھے۔ تو اس وقت میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ حضرت اقدسؑ کا دعویٰ تو مسیح موعود ہونے کا ہے' مگر مہدی جو اس زمانہ میں آنا تھا۔ کیا وہ کوئی علیحدہ شخص ہوگا۔ اسی وقت حضور علیہ السلام نے تقریر شروع فرما دی اور بیان فرمایا کہ مَیں مسلمانوں کے لئے مہدی یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا بروز ہوں' اور عیسائیوں کے لئے مسیح موعود یعنی حضرت مسیح ناصریؑ کا مثیل بن کر آیا ہوں۔ حضورؑ نے لمبی تقریر فرمائی جس سے میری پوری تسلی ہوگئی۔ اسی طرح اکثر دیکھا ہے کہ اگر کسی کو کوئی اعتراض پیدا ہوتا تو حضورؑ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کا علم دیا جاتا تھا اور حضور علیہ السلام اسے بذریعہ تقریر ردّ فرما دیا کرتے تھے۔

''خاکسار عرض کرتا ہے کہ انبیاء کو علم غیب نہیں ہوتا۔ پس ایسی روایتوں کا مطلب صرف اس قدر ہے کہ چونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مامورین سے اصلاح کا کام لینا ہوتا ہے اس لئے انہیں بسا اوقات دوسروں کے خیالات کا علم دیا جاتا ہے' یا بغیر علم دینے کے ویسے ہی ان کی زبان کو ایسے رستہ پر چلا دیا جاتا ہے جو سامعین کے شکوک کے ازالہ کا باعث ہوتا ہے۔[۳۲]''

ایک نشان کا گواہ ہونا:

آپؓ ایک نشان کے گواہ ہیں۔ چنانچہ حضرت صاحبزادہ صاحب موصوف فرماتے ہیں:

''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ منشی امام الدین صاحب سابق پٹواری نے مجھ سے بیان کیا کہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی والے مقدمہ زیر دفعہ ۱۰۷ کی پیشی دھاریوال میں مقرر ہوئی تھی۔ اس موقعہ پر مَیں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے عرض کیا کہ حضور! محمد بخش تھانیدار کہتا ہے کہ آگے تو مرزا مقدمات سے بچ کر نکل جاتا رہا ہے' اَب میرا ہاتھ دیکھے گا۔ حضرتؑ صاحب نے فرمایا۔ 'میاں امام الدین! اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔' اس کے بعد مَیں نے دیکھا کہ اس کے ہاتھ کی ہتھیلی میں سخت درد شروع ہوگئی اور وہ اس درد سے تڑپتا تھا اور آخر اسی نامعلوم بیماری میں وہ دُنیا سے گذر گیا۔

''خاکسار عرض کرتا ہے کہ لیفٹیننٹ ڈاکٹر غلام احمد صاحب آئی۔ ایم۔ ایس نے جو کہ محمد بخش صاحب تھانیدار کے پوتے ہیں' مجھ سے بیان کیا کہ ان کے دادا کی وفات ہاتھ کے کاربنکل سے ہوئی تھی*۔'' [۳۳]

جلسہ سالانہ ۱۹۰۸ء پر سلسلہ کی خدمت:

جب کبھی سلسلہ کو منشی صاحبؓ کی خدمات کی ضرورت ہوتی' آپؓ کو ہمیشہ مستعد پایا جاتا' اور جو کام بھی آپؓ کے سپرد ہوتا اُسے پوری ہمت و کوشش سے سرانجام دیتے۔ ایک دفعہ جلسہ سالانہ ۱۹۰۸ء سے چار پانچ روز پہلے حافظ حامد علی صاحب رضی اللہ عنہ آپ کے پاس آئے' اور کہا کہ مجھے حضرت میاں صاحب (حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ) نے آپؓ کی طرف خاص طور پر یہ پیغام دیکر بھیجا ہے کہ آپؓ نے جلسہ سالانہ کے لئے لکڑی کا انتظام کرنا ہے۔ گو صرف چند روز رہ گئے ہیں۔ لیکن لکڑی جلسہ سے پہلے پہنچ جائے۔ حافظ صاحبؓ نے یہ بھی بتایا کہ اس دفعہ مولوی محمد علی صاحب اور دوسرے اراکین انجمن نے

---

* ان روایات کے علاوہ منشی صاحبؓ کی روایات الفضل میں بھی شائع ہو چکی ہیں۔ (مؤلف)

جلسہ سے صرف چندروز پہلے یہ کام حضرت میاں صاحب کے سپرد اس لئے کیا ہے کہ انتظام میں نقص واقع ہؤا اور حضرت خلیفۃ المسیحؑ الاوّلؓ پر یہ اثر ہو کہ میاں صاحب میں انتظامی قابلیت نہیں۔ منشی صاحب کی طبیعت بہت جوشیلی تھی۔ فوراً لکڑی کے انتظام میں مشغول ہوگئے اور تین چار دن میں حسب ضرورت لکڑی بھجوا دی۔ سارا سارا دن خود کھڑے رہ کر لکڑی کٹواتے اور گڈوں پر لدوا کر قادیان بھیجتے۔ خود بڑھئیوں کے ساتھ لکڑی کٹوانے میں مدد دے رہے تھے کہ دائیں ہاتھ کی شہادت کی انگلی کٹ گئی۔ اپنی اولاد کو یہ سارا واقعہ سُنا کر بہت خوش ہوا کرتے تھے۔ بعد ازاں مستقل طور پر قادیان میں رہائش اختیار کرنے کے بعد کئی سال تک جلسہ سالانہ کے موقعہ پر آپ بطور افسر دیگ بیرون قصبہ خدمات سرانجام دیتے رہے۔

خلافتِ ثانیہ سے وابستگی:

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کی وفات کے وقت باوجود اس کے کہ منشی صاحبؓ کے تعلقات ان لوگوں سے جو مرکز کو چھوڑ کر لاہور چلے گئے دوستانہ تھے، آپ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ثابت قدم رہے۔ آپؓ قادیان جمعہ کی نماز پڑھنے کے لئے آئے ہوئے تھے کہ حضورؓ کی وفات کا علم ہؤا۔ اس روز گاؤں واپس چلے گئے اور دوسرے روز بال بچوں سمیت قادیان آ کر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی بیعت کی۔ ایک عرصہ تک غیر مبائعین آپ کو 'پیغام صلح' اور اپنا دوسرا لٹریچر بھجواتے رہے۔ لیکن آپ کی وابستگی خلافت کے ساتھ بڑھتی ہی گئی۔ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ اور خاندان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ آپ کو بے حد عشق تھا اور اپنی اولاد کو بھی اس بات کی تلقین فرمایا کرتے تھے کہ جب تک تمہاری وابستگی اس خاندان کے ساتھ رہے گی تم ترقی کرتے رہو گے۔

ادائیگی جُمعہ کے لئے قادیان آتے رہنا، تہجد گذاری، باجماعت نمازوں کی ادائیگی وغیرہ:

میاں بیوی دونوں کا بعض دوسرے دیہات میں رہنے والے پُرانے احمدی مخلصین کی طرح یہ طریق تھا کہ جمعہ کی نماز کی خاطر بلا ناغہ قادیان پہنچتے۔ جمعہ کے روز صبح اپنے گاؤں سے پیدل چل کر قادیان آتے اور نماز جمعہ کے بعد واپس پیدل ہی گاؤں کو چلے جاتے۔ سخت سردی یا سخت گرمی کی پرواہ نہ کرتے، اور برسات میں بارش سے بچنے کا سامان کر لیتے۔ سردیوں میں ذرا دن چڑھے گاؤں سے چلتے اور جمعہ کے معاً بعد واپس چلے جاتے۔ اور گرمیوں میں صبح سویرے چل پڑتے اور شام کے قریب دن ڈھلے واپس ہوتے۔ قادیان ہجرت کر کے آنے تک دونوں میاں بیوی اس طریق پر کاربند رہے۔ قادیان میں آپؓ کو دیکھا گیا کہ سوائے سخت مجبوری کے ہمیشہ نماز باجماعت ادا کرتے۔ پہلی صف میں امام کے قریب بیٹھا کرتے اور اس قدر باقاعدگی کے ساتھ نماز باجماعت ادا

کرتے کہ اگر کسی نماز میں بوجہ مجبوری نہ آ سکتے تو تمام دوست پوچھنے لگتے کہ آج منشی صاحبؓ نہیں آئے۔کیا وجہ ہے؟ گو قرآن مجید کی تلاوت ہمیشہ باقاعدگی کے ساتھ کرتے تھے مگر قادیان میں مقیم ہو جانے کے بعد کثرت تلاوت کی وجہ سے بسا اوقات چھٹے ساتویں روز قرآن کریم کا ایک دَور ختم کر لیتے تھے۔قرآن مجید سے آپ کی محبت اس امر سے ظاہر ہے کہ آخری بیماری میں جب آپ خود تلاوت نہ کر سکتے تھے اور بالکل کمزور ہو گئے تھے' تو اپنے نواسے حافظ ڈاکٹر مسعود احمد صاحب سے قرآن مجید سُنا کرتے تھے۔

قادیان کے ریلوے اسٹیشن کے تعلق میں خدمتِ سلسلہ :

۱۹۲۸ء میں جب قادیان میں ریلوے لائن آ رہی تھی' سلسلہ کے مفاد اور قادیان کی ترقی کو ملحوظ رکھتے ہوئے ضروری تھا کہ لائن قادیان سے شمال کی طرف سے گذرے۔اس موقعہ پر معاندین سلسلہ نے اپنی عادت سے مجبور ہو کر اس کی مخالفت شروع کر دی' اور یہ کوشش کی کہ لائن قادیان کے جنوب سے گذرے۔اگر ان کی یہ خواہش پوری ہو جاتی تو قادیان کے لوگوں بالخصوص احمدی آبادی کو سخت تکلیف کا سامنا کرنا پڑتا۔چونکہ مخالفین کی طرف سے پوری سرگرمی کے ساتھ کوشش جاری تھی اس لئے جماعت کی طرف سے بھی افسران کو ہر وقت صحیح حالات سے آگاہ کرنا ضروری تھا۔یہ کام حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب دام فیضھم کی نگرانی میں شروع ہوا اور مکرم مولوی عبد المغنی خان صاحب سابق ناظر دعوۃ و تبلیغ کو اس کام پر مقرر کیا گیا۔منشی صاحبؓ کو حضرت صاحبزادہ صاحب نے ان کا نائب مقرر فرمایا۔کئی ماہ تک منشی صاحبؓ سارا سارا دن پیدل سفر کر کے تندہی سے کام کرتے رہے۔آخر اللہ تعالیٰ نے اس میں جماعت کو کامیابی نصیب کی۔

ایک اور خدمتِ سلسلہ :

جس وقت قادیان کے قریب سکھوں نے مذبح گرایا ہے' بعض سکھوں کی طرف سے عام دیہات میں شورش پیدا کی جا رہی تھی۔مرکز کی طرف سے آپ کو ایک رات جب کہ اُن کی طرف سے زیادہ شرارت ہو رہی تھی بھجوایا گیا تاکہ علاقہ کے مسلمانوں کو سکھوں کی حرکات سے راتوں رات آگاہ کر دیا جائے۔چنانچہ آپؓ نے دیگر مددگاروں کے ساتھ راتوں رات کئی دیہات کا دَورہ کیا اور اس کام کو باحسن طریق سرانجام دیا۔

سلسلہ کے لئے غیرت:

آپؓ سلسلہ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور بزرگان سلسلہ کی شان میں کسی قسم کی گستاخی ہرگز برداشت نہ کر سکتے تھے۔ایک دفعہ آپؓ کے ایک افسر کے مُنہ سے سلسلہ کے خلاف نازیبا الفاظ نکل گئے۔آپؓ

نے تمام لوگوں کے سامنے اسی وقت سختی سے اس بات کی تردید کی' اور کہا کہ مَیں ہرگز اس کی پروانہ کروں گا کہ آپ میرے افسر ہیں' اور کوئی ایسی گستاخی برداشت نہیں کروں گا۔ آپؓ کی اس جرأت کا یہ اثر ہوا کہ اس افسر نے علی الاعلان ندامت کا اظہار کیا۔ اور پھر کبھی سلسلہ کے خلاف ایسے نازیبا الفاظ نہ کہے۔ یہ افسر اپنی آخری عمر تک احمدیت میں تو داخل نہ ہوئے' لیکن کبھی ان کے متعلق یہ شکایت پیدا نہ ہوئی کہ انہوں نے سلسلہ کے خلاف کوئی نازیبا الفاظ استعمال کئے ہوں۔

بلاخوف لومۃ لائم حق بات کہہ دینا:

دینی اور دنیاوی تمام معاملات میں جس بات کو آپ سچ خیال کرتے اسے بلاخوف وخطر پیش کر دیتے۔ ایک دفعہ سرہنری کریک سابق گورنر پنجاب (متحدہ) جو اس وقت ضلع گورداسپور میں مہتمم بندوبست تھے' پڑتال اور معائنہ کے لئے آئے۔ ایک زمین کے متعلق جو آپؓ کے حلقہ میں تھی کاغذات میں غلط اندراج چلا آرہا تھا۔ مہتمم صاحب نے پہلے اندراج کو قائم رکھا۔ اس پر آپؓ نے انہیں بتایا کہ اس زمین کا اندراج درست نہیں' اس کی قسم غلط لکھی گئی ہے۔ تحصیلدار اور دوسرے افسران اشاروں سے آپؓ کو منع کرنے لگے کہ کہیں مہتمم صاحب ناراض نہ ہو جائیں۔ لیکن آپؓ نے جس بات کو حق سمجھا اس کا اظہار کر دیا۔ مہتمم صاحب نے تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ اس پر آپؓ نے تیسری بار پورے زور سے اپنی رائے کا اظہار کیا۔ چنانچہ اس دفعہ مہتمم صاحب نے آپؓ کی بات کو تسلیم کرتے ہوئے ریکارڈ میں یہ نوٹ کر دیا کہ میں بڑی مشکل سے اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ اس زمین کی فلاں قسم ہے۔ اس جرأت کا ان پر بہت اچھا اثر ہوا۔ اور اس ضلع سے جاتے وقت انہوں نے بغیر کسی درخواست کے منشی صاحبؓ کو خوشنودی کا سرٹیفیکیٹ دیا۔

آپؓ کے عزم واستقلال کی ایک مثال:

آپؓ کے عزم اور استقلال کا اس امر سے پتہ چلتا ہے کہ آپؓ کو حُقّہ پینے کی بہت عادت تھی۔ ایک دن قادیان آئے ہوئے تھے۔ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی خلافت کا ابتدائی زمانہ تھا۔ حضور نے حُقّہ کی مذمت بیان کی اس وقت سے عزم کر لیا کہ حُقّہ کبھی نہ پیوں گا۔ اس کے بعد کبھی حُقّہ کو ہاتھ نہ لگایا۔ شروع میں بیمار بھی ہو گئے کئی لوگوں نے مشورہ دیا کہ حُقّہ آہستہ آہستہ چھوڑیں۔ لیکن آپؓ نے کہا کہ اَب کبھی استعمال نہیں کروں گا۔ اور پھر اس کے بعد کبھی استعمال نہ کیا بلکہ کئی لوگوں سے یہ عادت چھڑ وائی۔

چندوں میں باقاعدگی:

منشی صاحبؓ حسب توفیق مالی لحاظ سے بھی سلسلہ کی خدمت کرتے رہتے تھے' بلکہ ہر قسم کی تحریکات میں اپنی طاقت سے بڑھ کر حصہ لیتے تھے۔ دورانِ ملازمت میں بھی اور اس کے بعد بھی۔ چنانچہ تحریک جدید میں بھی حصہ لیتے رہے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں بعض چندوں کی ادائیگی کا ذکر بھی اخباروں میں پایا جاتا ہے۔

رسید زر کے عنوان کے تحت مرقوم ہے:

''۲۔منشی امام الدین صاحب پٹواری لوہ چپ متصل قادیان دارالامان ۴ صہ'' ۵

اسی طرح کالج فنڈ کی رسید زر کے تحت لکھا ہے:

''منشی امام الدین صاحب پٹواری لوہ چپ صہ ۵ '' ۶

اس فہرست میں تین احباب کے دودو آنہ کے چندہ کا اور زیادہ سے زیادہ ۱۲ لعہ آنے کے چندہ کا اعلان ہؤا ہے۔

مرض الموت' وفات اور قطعہ خاص میں تدفین:

آپ جسمانی لحاظ سے خوب توانا اور مضبوط تھے۔ تمام دانت محفوظ تھے۔ عینک صرف پڑھتے وقت استعمال کرتے تھے۔ کئی کئی میل تک پیدل سفر کر لیتے تھے۔ آخر وقت تک باوجود بڑھاپے کے رمضان المبارک کے روزوں کے علاوہ نفلی روزے بھی رکھتے رہے' چنانچہ آپؓ نے اپنی زندگی کے آخری رمضان مبارک کے روزے بھی رکھے۔ وفات سے تین سال قبل آپ کو پیٹھ پر بڑا خطرناک کاربنکل ہوا۔ آپریشن ہونا تھا۔ آپ نے اس امر کو پسند کیا کہ بغیر کلوروفارم کے آپریشن کر دیا جائے۔ چنانچہ بڑی ہمت سے بغیر کلوروفارم کے آپریشن کرایا اور بیماری کا اچھی طرح سے مقابلہ کیا۔ آپ اس بیماری سے تو صحت یاب ہو گئے' لیکن اس کے بعد عام صحت اچھی نہ رہی۔ مرض الموت میں آپ کے متعلق زیر عنوان ''مدینۃ المسیحؑ'' (بابت ۲۵ جولائی) ذیل کا نوٹ شائع ہؤا۔

''منشی امام الدین صاحب مہاجر متوطن اوجلہ جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابی ہیں' سخت بیمار ہیں۔ دعائے صحت کی جائے۔'' ۷

وفات سے قبل اکثر لوگ عیادت کے لئے آتے۔ ہر ایک سے یہی کہتے کہ اب کوئی خواہش نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تمام خوشیاں دکھائیں۔ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ خاتمہ بالخیر کرے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے انجام بخیر کیا۔ پہلے عام قطعہ صحابہ میں دفن کرنے کی تجویز تھی۔ قبر تیار تھی اور میت کو قبر میں اُتارا جا رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے

ایک پرانے صحابی مکرم بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی (درویش) کے دل میں تحریک پیدا کی کہ چونکہ منشی صاحب قدیم صحابہ میں سے ہیں، اس لئے قطعہ خاص میں جگہ ملنی چاہئے۔ چنانچہ بھائی جی کے ذکر کرنے پر حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب دام فیضہم نے بعض اور پرانے صحابہؓ سے بھی شہادتیں لے کر پوری تحقیق کرنے کے بعد حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں دھرمسالہ تار دلوایا اور منظوری آنے پر قطعہ خاص صحابہ میں دفن کئے گئے۔*

جنازہ میں تقریباً تمام بزرگان سلسلہ جو قادیان میں موجود تھے شامل ہوئے۔ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب نے میت کو کندھا دیا اور دفن کرنے کے بعد دُعا بھی کرائی۔ آپ کی وفات پر ذیل کا نوٹ زیر عنوان ''مدینۃ المسیح'' (بابت ۲۶ جولائی) شائع ہوا۔

> ''افسوس منشی امام الدین صاحب مہاجر وفات پاگئے۔ انا لِلّٰہ و انا الیہ راجعون۔ حضرت مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب نے نماز جنازہ پڑھائی اور مرحوم مقبرہ بہشتی کے قطعہ صحابہ میں دفن کئے گئے۔ احباب بلندی درجات کے لئے دعا کریں۔'' ۸

آپ کی اہلی زندگی:

آپ کی شادی محترمہ کریم بی بی صاحبہ بنت میاں امام الدین صاحب قوم ارائیں سکنہ اوجلہ (ضلع گورداسپور) سے ہوئی تھی۔ جنہوں نے اپنے خاوند کی تبلیغ سے ان کے چھ سات ماہ بعد ۱۸۹۴ء میں ہی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت کی تھی۔ اولاد شجرۂ نسب میں دکھائی گئی ہے۔ ان میں سے ایک کا نام حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے رکھا تھا۔ چنانچہ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب دام فیضہم فرماتے ہیں:

> ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ منشی امام الدین صاحب سابق پٹواری حال محلّہ دارالرحمت قادیان نے مجھ سے بذریعہ تحریر بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ فراست دی گئی تھی کہ حضور علیہ السلام کو بعض دفعہ دوسرے شخص کی دل کی بات کا علم ہو جایا کرتا تھا۔ جس وقت میرا لڑکا ظہور احمد پیدا ہوا تو میں قادیان آیا۔ مسجد مبارک میں چند دوست بیٹھے تھے۔ میں نے ان سے ذکر کیا کہ میں چاہتا ہوں کہ میرے لڑکے کا نام حضور میرے بڑے لڑکے نثار احمد کے نام پر رکھیں۔ لیکن میرا بھی یہی خیال تھا اور دوسرے احباب

---

* راقم ان دنوں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے ہمراہ بطور پرائیویٹ سیکرٹری متعین تھا۔ مجھے خوب یاد ہے کہ حضور نے اس معاملہ میں تار آنے پر منشی صاحب کو قطعہ خاص میں دفن کرنے کی اجازت دی تھی۔ (مؤلف)

نے بھی کہا کہ حضورؑ عموماً والد کے نام پر بچہ کا نام رکھتے ہیں اس لئے غالباً اب بھی حضورؑ ایسا ہی کریں گے۔ حافظ حامد علی صاحب نے حضورؑ کو میرے آنے کی اطلاع دی۔ اور بچہ کی پیدائش کا بھی ذکر کیا۔ حضورؑ مسکراتے ہوئے باہر تشریف لائے اور مجھے مبارکباد دی اور فرمایا کہ اس کا نام ظہور احمد رکھیں۔''

خاکسار عرض کرتا ہے کہ میاں امام الدین صاحب نے جو یہ کہا ہے کہ حضورؑ کو دل کی بات کا علم ہو جاتا تھا' اس سے یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ حضرت صاحبؑ عالم الغیب تھے۔ کیونکہ غیب کا علم صرف خدا کو حاصل ہے۔ البتہ چونکہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء سے تربیت کا کام لینا ہوتا ہے۔ اس لئے بعض اوقات اللہ تعالیٰ ایسا تصرف فرماتا ہے کہ لوگوں کے دل میں جو خیالات کی رو چل رہی ہوتی ہے۔ اس سے انہیں اطلاع دے دی جاتی ہے۔'' 9

شجرہ نسب اگلے صفحہ پر ہے

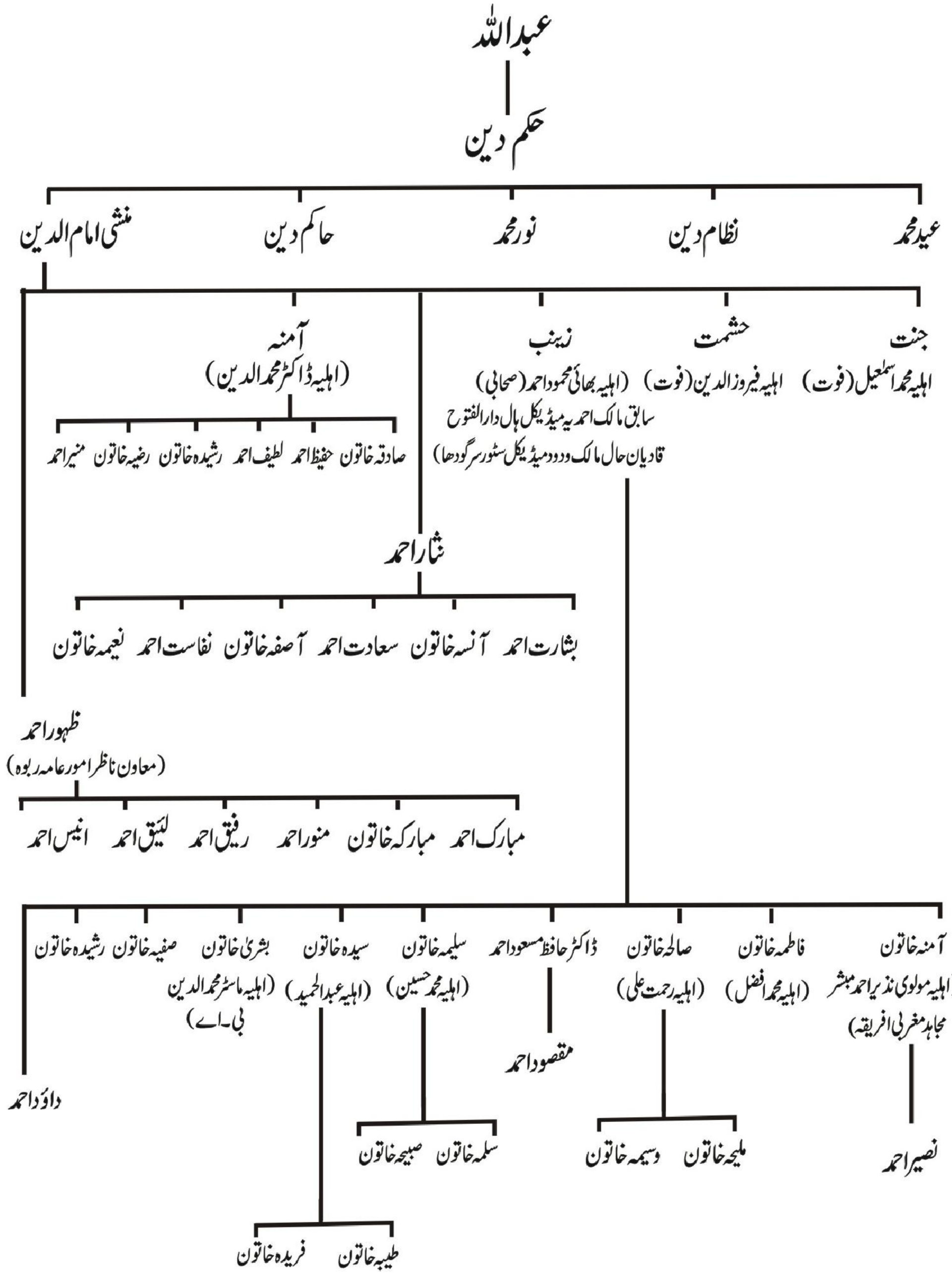
عبداللہ
حکم دین
عید محمد
نظام دین
نور محمد
حاکم دین
منشی امام الدین
جنت
اہلیہ محمد اسمٰعیل (فوت)
حشمت
اہلیہ فیروز الدین (فوت)
زینب
(اہلیہ بھائی محمود احمد (صحابی)
سابق مالک احمدیہ میڈیکل ہال دارالفتوح
قادیان حال مالک وردو میڈیکل سٹور سرگودھا)
آمنہ
(اہلیہ ڈاکٹر محمد الدین)
صادقہ خاتون
حفیظ احمد
لطیف احمد
رشیدہ خاتون
رضیہ خاتون
منیر احمد
نثار احمد
بشارت احمد
آنسہ خاتون
سعادت احمد
آصفہ خاتون
نفاست احمد
نعیمہ خاتون
ظہور احمد
(معاون ناظر امور عامہ ربوہ)
مبارک احمد
مبارکہ خاتون
منور احمد
رفیق احمد
لئیق احمد
انیس احمد
آمنہ خاتون
اہلیہ مولوی نذیر احمد مبشر
مجاہد مغربی افریقہ)
فاطمہ خاتون
(اہلیہ محمد افضل)
صالحہ خاتون
(اہلیہ رحمت علی)
ڈاکٹر حافظ مسعود احمد
سلیمہ خاتون
(اہلیہ محمد حسین)
سیدہ خاتون
(اہلیہ عبدالحمید)
بشریٰ خاتون
(اہلیہ ماسٹر محمد الدین
بی۔اے)
صفیہ خاتون
رشیدہ خاتون
نصیر احمد
ملیحہ خاتون
وسیمہ خاتون
مقصود احمد
سلمہ خاتون
صبیحہ خاتون
داؤد احمد
طیبہ خاتون
فریدہ خاتون

آپ کے اوصافِ حمیدہ: والدہ چوہدری ظہور احمد صاحب کی زندگی کا بڑا حصہ دیہات میں ہی گذرا' اس وجہ سے آپ نے بہت سادہ طبیعت پائی تھی۔ لیکن دو خوبیاں بہت نمایاں تھیں۔ ایک صفائی کا خیال اور دوسرے مہمان نوازی۔ آپ گھر بار کی صفائی کا بہت خیال رکھتیں۔ گاؤں کی مستورات بوجہ احترام روزانہ گھر کا کام کاج کر جاتیں۔ لیکن اس کے باوجود آپ گھر کی صفائی بسا اوقات اپنے ہاتھ سے بھی کرتیں۔ گھر کی تمام چیزیں ایک قرینہ سے رکھی ہوتیں۔ برتن خوب صاف کر کے اور چمکا کر لائینوں میں قرینہ سے رکھے جاتے اور دوسرا سامان بھی مقررہ جگہوں پر ہوتا۔

مہمان بڑی کثرت سے آتے رہتے تھے اور ان کے شایان شان خاطر و مدارات کرتیں۔ عموماً گھر میں بھینس رکھی ہوتی تھی۔ دودھ اور گھی ہر وقت موجود رہتا تھا۔ گھر میں مرغیاں بھی پالی جاتیں' اس طرح انڈے اور مرغ بھی موجود ہوتے۔ اور آنے والے مہمانوں کی حسب حیثیت انہی چیزوں سے خاطر مدارات کی جاتی۔ اور مہمانوں کے وقت بے وقت آنے سے نہ کبھی گھبراہٹ ہوتی اور نہ غیر معمولی خرچ کرنا پڑتا۔

دیہات میں یہ طریق رائج ہے کہ مہمان اپنا بستر ساتھ نہیں لے جاتے۔ صاحب خانہ کا فرض ہوتا ہے کہ تمام مہمانوں کے لئے حسب حیثیت بستر مہیا کرے۔ اس لئے تمام دیہاتی شرفاء اس کا اہتمام رکھتے ہیں۔ آپ کے ہاں بھی بڑی تعداد میں زائد بستر موجود رہتے تھے۔ جن میں اضافہ ہوتا رہتا۔ سارا سال آپ اور دیگر گھر میں آنے والی دیہاتی مستورات گھر میں چرخے پر سُوت کات کر تیار کر کے ان سے لحاف اور توشک کا کپڑا' دوتہیاں اور کھیس تیار کراتی رہتیں اور اس طرح بغیر کسی زیادہ خرچ کے نئے بستر تیار ہوتے رہتے اور شادیوں وغیرہ کے مواقع پر یہی چیزیں تحائف کے طور پر بھی استعمال میں لائی جاتیں۔

میاں بیوی دونوں کا اخلاص: منشی صاحب اور آپ کے اہلبیت دونوں کو خاندان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بہت محبت اور اخلاص تھا۔ اور اس خاندان کی طرف سے بھی ان پر نوازشات ہوتی تھیں۔ چنانچہ لوہ چپ جہان دورانِ ملازمت میں آپ کا قیام رہا ایک معمولی گمنام گاؤں ہے۔ خوش قسمتی دیکھئے کہ ان کو یہ شرف حاصل ہوا کہ محض انہیں ملنے کے لئے مختلف اوقات میں حضرت ام المومنین اطال اللہ بقاءھا' خلافت سے قبل حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب (خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ) حضرت اماں جی حرم حضرت خلیفۃ المسیحؓ الاوّل' حضرت سیدہ ام ناصر احمد صاحب اور خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعض دیگر افراد اور بزرگان سلسلہ ان کے گھر تشریف لائے۔

حضرت صاحبزادہ صاحب کی خدمت میں نذرانہ پیش کرنے کی سعادت:

منشی صاحب اور مولوی رحیم بخش صاحب رضی اللہ عنہما کی کوششوں سے تلونڈی جھنگلاں میں ایک احمدیہ پرائمری سکول جاری ہوا۔ منشی صاحب اس وقت سکول کے مینیجر تھے۔ خلافتِ اولیٰ کے زمانہ میں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب (خلیفۃ المسیحؓ الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہٖ العزیز) سکول کے معائنہ کے

لئے تلونڈی جھنگلاں تشریف لے گئے۔ واپسی پر حضورؑ نے یہ پسند نہ فرمایا کہ راستہ میں ان کا ایک خادم رہتا ہو اور حضور اُسے اپنی تشریف آوری سے نہ نوازیں۔ چنانچہ حضور موضع لوہ چپ میں منشی صاحب کے مکان پر تشریف لے گئے۔ منشی صاحب کے اہل بیت بیان کرتے تھے کہ حضور کی تشریف آوری کا علم نہ تھا۔ منشی صاحب گھر پر موجود نہ تھے۔ میں نے حضور کو کچھ نذرانہ پیش کرنا چاہا لیکن اتفاقاً گھر میں کوئی نقدی موجود نہ تھی۔ میں نے گوارا نہ کیا کہ حضور اپنے خادم کے گھر تشریف لائیں اور وہ اپنی محبت اور اخلاص کا ثبوت نہ دے۔ ہمارے گھر میں چاندی کے زیور اور چیزیں موجود تھیں میں نے اُن میں سے ایک چیز چاندی کی حضور کے پیش کر دی اور حضور نے اُسے قبول فرما لیا۔

حضرت ام المومنین اطال اللہ بقاء ہا والدہ چوہدری ظہور احمد صاحب کو جلدی جلدی قادیان آنے کی تاکید فرماتیں۔ چنانچہ آپ اس کی تعمیل کرتیں۔ جب قادیان جاتیں حضرت ام المومنین اطال اللہ بقاءھا بڑی محبت اور شفقت سے گلے لگا کر ملتیں۔ ان کے قیام و طعام کا انتظام بھی الدار میں ہی ہوتا۔ آپ بیان کرتی تھیں کہ ایک دفعہ میں قادیان گئی ہوئی تھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام صحن میں ایک چارپائی پر بیٹھے تصنیف میں مصروف تھے۔ میرا بیٹا نثار احمد اس وقت بالکل چھوٹا تھا اور پاس ہی فرش پر کھیل رہا تھا۔ اسی اثناء میں حضورؑ کے لئے وہیں کھانا لایا گیا۔ حضورؑ نے نہایت شفقت سے اُسے بُلا کر اپنے پاس بٹھا لیا' اور اپنے ہاتھ سے اپنے کھانے میں سے اُسے بھی کھانا دیا۔

آپ کا یہ طریق تھا کہ کچھ گھی صاف تیار کر کے اُسے مٹی کے برتن میں ڈال کر حضرت اقدسؑ کے لئے بطور تحفہ لے جاتیں اور حضرت ام المومنین کے حضور پیش کر دیتیں۔ اسی طرح کبھی مرغیاں اور بادام پستہ وغیرہ ڈالا ہوا گُڑ بھی لے جاتیں۔ حضورؑ اُسے بڑی خوشی سے قبول فرماتے۔ قیمت کے لحاظ سے یہ چیزیں کوئی حقیقت نہیں رکھتیں، لیکن جس اخلاص اور محبت سے ان کا اہتمام کیا جاتا اس کا اندازہ ہر شخص نہیں کر سکتا۔

حضرت اماں جان کی طرف سے شادی میں شرکت کیلئے دعوت:

حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ سلمھا اللہ تعالیٰ کی شادی کے موقعہ پر حضرت ام المومنین اطال اللہ بقاءھا نے حجام کو (جیسا کہ پہلے شادیوں کے مواقع پر دستور ہوتا تھا۔) دعوت نامہ دیکر والدہ چوہدری ظہور احمد صاحب کے پاس بھجوایا کہ بچوں سمیت شادی میں شریک ہوں۔ چنانچہ آپ کو اس شادی میں شامل ہونے کا شرف حاصل ہوا۔

خدمتِ خلق کا جذبہ:

آپ کے اندر خدمتِ خلق کا جذبہ بھی بہت نمایاں تھا۔ دیہات کی محتاج عورتوں اور غریب بچوں کی ہمیشہ امداد کرتی تھیں۔ گھر میں ایک چھوٹا سا ہسپتال کھول رکھا تھا جس کی کل کائنات صرف چند دوائیں تھیں۔ انہیں

سے عورتوں اور بچوں کے امراض کا علاج کرتیں۔ آنکھوں میں ڈالنے کا لوشن' ٹنکچر آیوڈین' امرت دھارا کی قسم کی ایک دوائی' سرکہ' اجوائن۔ کونین کی گولیاں اور میگ سلفاس' اور ایک آدھ دوائی ممکن ہے اور بھی ہوتی ہو۔ صبح سویرے ہی دیہات کی عورتیں اپنے بچوں وغیرہ کو لے کر آنا شروع ہو جاتیں۔ اور یہ شغل ایک دو گھنٹے جاری رہتا۔ عام عورتیں تو جانتی ہی تھیں کہ وہ یہ سب کچھ خدمت خلق کے جذبہ کے ماتحت کرتی ہیں' لیکن اگر کوئی ناواقف عورت کبھی دوائی کی قیمت پیش کرتی تو آپ اُسے بہت ناپسند کرتیں۔

تعلیم قرآن مجید کا انتظام:

گھر میں چھوٹا سا مدرسہ بھی جاری تھا۔ گاؤں کے چھوٹے بچے اور بعض مستورات بھی قرآن مجید پڑھنے کے لئے آتیں۔ پہلے انہیں قاعدہ اور پھر قرآن مجید پڑھایا جاتا۔ یہ قاعدے اور قرآن مجید منشی صاحب کی طرف سے بلا قیمت مہیا کئے جاتے۔ لیکن جب کوئی قرآن مجید ختم کرتا' تو اُسے تاکید کی جاتی کہ قادیان سے قیمتاً قرآن مجید منگوا کر گھر میں رکھو اور پڑھتے رہو۔

چندہ میں مداومت:

آپ روزانہ استعمال کے لئے کچھ نقدی کسی رومال میں باندھ کر اپنے پاس ہر وقت رکھتی تھیں۔ جب جمعہ کی نماز کے لئے گھر سے جانے لگتیں تو اس میں سے دو پیسے نکال کر اس رومال کے ایک کونے میں باندھ لیتیں۔ اور مسجد میں جا کر صندوقچی میں جو مسجد کی ضروریات کے لئے چندہ کی غرض سے مسجد میں رکھی ہوتی ہے یہ دو پیسے ڈال دیتیں۔ اور اس میں اس قدر باقاعدہ تھیں کہ درمیان میں کچھ عرصہ صندوقچی کا انتظام بند بھی ہو گیا پھر بھی وہ اپنے دو پیسے کارکنات لجنہ اماء اللہ کو ادا کر آتیں۔

مسجد لنڈن کے لئے چندہ:

جس وقت حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہٖ العزیز نے مسجد لنڈن کے لئے مستورات میں چندہ کی تحریک فرمائی' تو آپ کے پاس کافی زیور موجود تھے۔ آپ نے غالباً صرف ایک زیور اپنی والدہ مرحومہ کی نشانی کے طور پر رکھ کر بقیہ سارا زیور اپنی خوشی سے پیش کر دیا۔ جس وقت آپ گھر سے زیور بھجوانے لگیں تو چاندی کا زیور ترازو میں سیروں کے حساب تولا تھا۔ اور تولنے کے بعد بہت خوش ہوئیں کہ اس کا اتنا وزن ہوا ہے' اور بہت ہی خوشی سے اُسے پیش کیا۔

وصیت کی دوہری ادائیگی:

آپ موصیہ تھیں اور وصیت کے تمام چندوں کا حساب بہت اہتمام سے کر کے اپنی زندگی میں ہی ادا کر دیا تھا۔ حصہ جائیداد کی رقم ایک دفعہ ادا کی لیکن دفتر کی غلطی سے ساری رقم کسی اور مدّ میں داخل ہوگئی۔ ایک عرصہ کے بعد اس غلطی کا پتہ چلا۔ اس کا ازالہ کاغذات میں درستی کے ذریعہ بآسانی ہوسکتا تھا لیکن آپ نے اُسے پسند نہ کیا کہ اگر غلطی سے بھی دوسرے چندہ میں رقم داخل ہوگئی ہو تو اُسے وہاں سے دوسری مَد میں تبدیل کیا جائے۔ چنانچہ پھر دوبارہ وصیت کا چندہ داخل کر دیا۔

قادیان سے ہجرت کے بعد ربوہ میں اقامت پر اصرار:

دیگر صحابہ اور صحابیات کی طرح آپ کو بھی قادیان سے ہجرت کا بہت صدمہ تھا۔ اور باوجودیکہ آپ کی ساری اولاد کوشاں تھی کہ آپ کو ہر طرح سے آرام پہنچے۔ آپ کی صحت دن بدن گرتی گئی۔ حالانکہ آپ کے دو داماد اور ایک نواسہ ڈاکٹر ہونے کی وجہ سے آپ کو ساری طبی سہولتیں میسر تھیں۔ لیکن ہجرت کے صدمہ کی وجہ سے آپ کی کمزوری بڑھتی ہی گئی۔ جب ربوہ کا مرکز ۱۹۴۸ء میں قائم ہوا تو آپ کو یہ معلوم کر کے بہت خوشی ہوئی کہ آپ کے بیٹے چوہدری ظہور احمد صاحب کو بوجہ کارکن صدر انجمن احمدیہ ہونے کے وہاں رہائش رکھنے کا موقعہ ملا ہے۔ اور جب آپ کو یہ معلوم ہوا کہ موصیوں کے لئے ایک خاص قبرستان بنایا جا رہا ہے، تو آپ ۱۹۴۸ء میں ہی اصرار کر کے ربوہ چلی گئیں، حالانکہ وہاں آپ کو وہ سہولتیں میسر ہونے کا امکان نہ تھا جو دوسری جگہ حاصل تھیں۔

وفات:

آپ ۷ نومبر کو صبح ایک بجے کے قریب اپنے مولائے حقیقی سے جا ملیں۔ انا للّٰہ و انا الیہ راجعون.
آپ کی تاریخ ولادت محفوظ نہیں ہے۔ اندازاً آپ کی عمر بوقت وفات اسی (۸۰) سال تھی۔

آپ کی خواہش تھی کہ آپ کا جنازہ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز پڑھائیں۔ آپ کی اس خواہش کو بھی اللہ تعالیٰ نے عجیب رنگ میں پورا کیا۔ ۵ نومبر کو آپ کی طبیعت یکدم سخت خراب ہوگئی۔ اقارب کو جو چند روز پہلے ہی اس وجہ سے واپس چلے گئے تھے کہ آپ کی طبیعت رُوبصحت معلوم ہوتی تھی، تار دیئے گئے۔ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اس وقت لاہور میں قیام فرما تھے۔ ۶ نومبر کی شام کو طبیعت پھر سنبھل گئی۔ اور ۷ نومبر کی رات کو طبیعت اچھی تھی۔ وفات سے پانچ منٹ قبل تک آپ اپنی بہو اہلیہ چوہدری ظہور احمد صاحب سے باتیں کرتی رہیں۔ ۷ نومبر کو خدا تعالیٰ کی رحمت کا خاص تصرف ہوا اور عین اس وقت جب کہ آپ کا جنازہ قبرستان کے قریب پہنچا تو حضور ایدہ اللہ تعالیٰ ربوہ تشریف لے آئے۔ گویا آپ کی وفات کو اللہ تعالیٰ

نے اس وقت تک روکے رکھا۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ ربوہ پہنچتے ہی قبرستان تشریف لے گئے اور نماز جنازہ پڑھائی۔

چوہدری ظہور احمد صاحب کو سب سے پہلا تعزیتی خط حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب دام فیضھم کی طرف سے موصول ہوا۔ اور ربوہ میں سب سے پہلے آپ کے مکان پر تعزیت کے لئے جو بزرگ تشریف لائے وہ بھی خاندان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک فرد تھے۔* اسی طرح اس خاندان کے دیگر افراد نے بھی ہمدردی کا اظہار فرمایا۔

حوالہ جات

۱۔ الحکم جلد ۵ نمبر ۱۴ بابت ۱۷/ اپریل ۱۹۰۱ء صفحہ ۸۔۷۔

۲۔ الحکم جلد ۵ نمبر ۱۴ بابت ۱۷/ اپریل ۱۹۰۱ء صفحہ ۱۰۔

۳۔ سیرۃ المہدی حصّہ سوم روایت نمبر ۵۵۴۔ (مؤلف)

۴۔ سیرۃ المہدی حصہ سوم روایت نمبر ۵۶۰۔

۵۔ الحکم جلد ۹ نمبر ۱۰ صفحہ ۱۳ بابت ۱۷/ مئی ۱۹۰۵ء۔

۶۔ الحکم جلد ۹ نمبر ۳۱ صفحہ ۱۲ بابت ۳۱/ اگست ۱۹۰۵ء۔

۷۔ الفضل جلد نمبر ۲۷ نمبر ۱۷۰ بابت ۲۷/ جولائی ۱۹۳۹ء۔

۸۔ الفضل جلد ۲۷ نمبر ۱۷۱ بابت ۲۸/ جولائی ۱۹۳۹ء۔

۹۔ سیرۃ المہدی حصہ سوم روایت نمبر ۵۰۶۔

*مراد مکرم صاحبزادہ مرزا عزیز احمد صاحب ناظر اعلیٰ ربوہ ہیں۔ (مؤلف)

ملک مولا بخش صاحب* رضی اللہ عنہ

خاندانی حالات‘ ولادت اور تعلیم:

آپؓ کے آباء واجداد ریاست کشمیر کے رہنے والے تھے اور آپؓ کی قوم مَلک کشمیری تھی۔ آپؓ کا خاندان چار پانچ پُشت سے کشمیر سے آکر امرتسر میں بُود و باش اختیار کر چکا تھا۔ آپؓ کے والد بزرگوار مَلک سلطان بخش صاحب سوداگر پشمینہ تھے۔ اور کٹڑہ اہلو والیاں میں سکونت رکھتے تھے۔ ان کی تعلیم بالکل معمولی تھی صرف کاروباری حساب کتاب ہندی زبان میں رکھ سکتے تھے۔

مدرسہ کے رجسٹر میں اندراج سے ملک مولا بخش صاحب کا سن پیدائش اندازاً ۱۸۷۹ء معلوم ہوتا ہے۔ آپؓ پہلے شخص تھے کہ جنہوں نے اپنے خاندانی پیشہ تجارت کی بجائے ملازمت اختیار کی۔ آپؓ انٹرنس پاس کر کے سیشن کورٹ امرتسر میں بطور کلرک ملازم ہو گئے اور مختلف وقتوں میں پنجاب کے ضلع ہائے ڈیرہ غازی خاں‘ ملتان‘ ہوشیارپور اور گورداسپور میں متعین ہوتے رہے اور ۱۶ اپریل ۱۹۳۴ء کو کلرک آف کورٹ کے عہدہ سے پنشن حاصل کی۔

آپؓ کے والد کی مذہب سے بے تعلقی آپؓ کے دیندار بننے کے متعلق ایک شخص کا رؤیا:

آپؓ کے والد گو عقیدۃً حنفی المشرب تھے۔ لیکن عملی زندگی میں ان کو مذہب سے زیادہ دلچسپی نہ تھی‘ سوائے اس کے کہ عام متعارف اخلاق ان میں پائے جاتے تھے۔ مثلاً غریب پروری‘ صدقہ خیرات کرنا اور دوسروں کی ضرورت کے وقت کام آنا۔ ماحول مذہبی نہ تھا۔ اور ملک مولا بخش صاحبؓ اس ماحول میں قرآن مجید

---

*ملک مولا بخش صاحبؓ نے میرے اصرار پر ۱۹۴۵ء میں اپنی سوانح تحریر کر کے مجھے دیئے تھے۔ چونکہ یہ خودنوشت تذکرہ کے رنگ میں تھے اس لئے مَیں نے اپنی طرف سے انہیں دوبارہ تحریر کر کے آپؓ کو دکھا دیا تھا۔ اور آپؓ نے خفیف اصلاحات بھی کر دی تھیں۔ آپؓ کا قلمی مسودہ اور یہ اصلاح شدہ مسودہ ہردو میرے پاس محفوظ ہیں۔ یہاں جن حالات میں ماخذ کا ذکر نہیں وہ انہی دو مسودات سے درج کئے گئے ہیں۔ آپؓ کے کچھ حالات آپؓ کے فرزند صوبیدار ملک سعید احمد صاحب بی۔اے راولپنڈی کی طرف سے الفضل بابت ۲۰ نومبر ۱۹۴۹ء میں اور آپؓ کی صاحبزادی آمنہ بیگم صاحبہ کی طرف سے الرحمت جلد ا نمبر ۲ بابت ۲۸ نومبر ۱۹۴۹ء میں شائع ہوئے تھے۔ شجرہ آپؓ کے بیٹے ملک سعادت احمد صاحب پشاور سے حاصل کیا گیا ہے۔ (مؤلف)

ناظرہ بھی نہ پڑھ سکے اور مذہب اور اخلاق کا خلاصہ صرف سچ بولنے، مخلوق خدا کو تکلیف نہ دینے، بلکہ آرام پہنچانے اور کسی کی حق تلفی نہ کرنے میں محدود خیال کرتے تھے۔ اور دیگر فرائض شرعیہ کی بجا آوری سے اپنے تئیں بری سمجھتے تھے۔ بظاہران حالات میں آپ ؓ کا مذہب کی طرف رجوع کرنا امر محال معلوم ہوتا تھا۔ لیکن خدا تعالیٰ نے اپنی عجیب وغریب حکمت سے غیر معمولی حالات میں مَلک صاحبؓ کو مذہب اور اس کی روح کی طرف کشاں کشاں کھینچا۔ جب آپؓ پندرہ سال کی عمر کو پہنچے تو ایک رشتہ دار نے خواب میں آپؓ کو سبز لباس میں ملبوس ایک بلند مقام پر کھڑے دیکھا۔ مولوی ثناء اللہ امرتسری کے اُستاد مولوی احمد اللہ صاحب امرتسری اہلحدیث نے اس خواب کی تعبیر یہ کی کہ یہ لڑکا دیندار ہوگا۔ اس وقت تو یہ بات آئی گئی ہوگئی۔ لیکن جب آپ ؓ کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قدموں میں آنے اور آپؓ کی غلامی اختیار کرنے کا شرف حاصل ہوا تو آپؓ نے اس رشتہ دار کو اس کی مذکورہ خواب یاد دلائی اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ماننے کے لئے کہا۔ افسوس کہ وہ اس سعادت سے محروم رہا۔

بیعت سے پہلے بطور ارہاص خواب:

غالباً ۱۸۹۸ء میں آپؓ نے ایک رؤیاء دیکھا جو آپؓ کی آئندہ حاصل ہونیوالی سعادت وتبدیلی کی طرف اشارہ کرتا تھا۔ آپؓ نے دیکھا کہ آپؓ امرتسر کے بڑے تالاب سنتوکھ سر نامی میں گر گئے ہیں۔ آپؓ تیرنا نہیں جانتے تھے۔ لیکن جان بچانے کے لئے ہاتھ پاؤں مارنے شروع کئے اور تیرنے لگ پڑے۔ اور تیرتے ہوئے تالاب کے دوسرے کنارے پر پہنچ گئے۔ وہاں ایک شخص لوگوں کی آنکھوں میں سرمہ لگا رہا تھا۔ ملک صاحبؓ نے اس سے لے کر اپنی آنکھوں میں سُرمہ لگایا اور پھر تالاب میں پڑ کر ہاتھ پاؤں مارتے ہوئے واپس اُسی کنارہ پر آ گئے۔ آپؓ نے اس خواب کا ذکر صوفی غلام محمد صاحب امرتسریؓ سے کیا اور ان کے کہنے پر اس کو حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ (خلیفۃ المسیح الاوّل) رضی اللہ عنہ کی خدمت میں تحریر کیا۔ حضرت مولوی صاحبؓ کی طرف سے جواب آیا کہ آپؓ نماز کے بعد درود شریف استغفار اور لاحول پڑھا کریں۔ اور صوفی غلام محمد صاحب نے یہ اوراد آپؓ کو لکھ کر بھی دیدیئے۔ لیکن ملک صاحب جن کو نماز کی ادائیگی سے ہی کوئی سروکار نہ تھا وہ اس وظیفہ کی طرف کیسے توجہ دیتے۔ آخر مرضِ سِل میں مبتلاء ہو کر جس کا ذکر آگے آئے گا' لوگوں کی گفتگو سے جو عموماً مذہبی باتوں اور دعا' صدقہ کے متعلق ہوتی تھی۔ آپؓ کو مذہبی امور سے کچھ دلچسپی ہوئی۔ اور آپؓ نے وعدہ کیا کہ صحت مند ہونے پر آپؓ نماز شروع کر دیں گے۔ جب اس موذی مرض سے شفایاب ہوئے تو آپؓ نے نماز سیکھ لی اور التزام کے ساتھ ادا کرنی شروع کر دی اس خواب میں جہاں بلغم یا پھیپھڑے کی بیماری کے لاحق

ہونے کی طرف اشارہ تھا وہاں یہ خواب اس کے نتیجہ میں نور ہدایت پانے کی طرف رہنمائی کرتی تھی۔

بیماری موجب ہدایت ہوئی:

اگست ۱۸۹۹ء میں آپؓ مرض سِل سے سخت بیمار ہوئے دایاں پھیپھڑا ماؤف ہونے سے کئی ماہ تک لازمی تپ لاحق رہا۔لیکن باوجود ہر قسم کا علاج اور سہولت میسر آنے کے بیماری بڑھتی گئی اور ڈاکٹروں نے جواب دے دیا۔کسی کے بتلانے پر آپؓ نے ڈاکٹر عباداللہ صاحب امرتسری* رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف رجوع کیا۔ چنانچہ بفضلہٖ تعالیٰ آپؓ کو بیماری سے شفاء ہوئی۔لیکن کسی قدر کھانسی اور زکام لگا رہتا تھا۔جس ڈاکٹر کو دکھاتے وہ پھیپھڑوں کی تقویت کے لئے کاڈ لور آئل (Cod Liver Oil) یا اسی قسم کی ادویہ دیتے۔آپؓ کو اندیشہ رہتا تھا کہ اصل مرض سل تو نہ کبھی دور ہوتی ہے نہ ہوئی ہے۔اسی اثناء میں ایک دفعہ آپؓ مولوی نورالدین صاحب (خلیفۃ المسیح الاول) رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے' اور اپنی بیماری کا حال سنایا' اور یہ بھی کہا کہ لوگ کہتے ہیں کہ سل کا مرض لاعلاج ہے۔اس پر حضورؓ نے بڑے جوش سے فرمایا: بکواس کرتے ہیں۔حکیموں کے بادشاہ نے فرمایا ہے کہ لِكُلِّ دَاءٍ دَوَاءٌ۔آپؓ کو سوائے Dyspepsia (یعنی بدہضمی) کے اور کوئی مرض نہیں۔اور Ostrich Pepsin اور Pancreatic Emulsion استعمال کرنے کو کہا۔ڈاکٹر عباداللہ صاحبؓ نے پوچھا کہ اگر شتر مرغ کی پیپسین نہ ملے تو پھر؟ فرمایا پھر بھیڑ کی استعمال کر لیں۔لاہور کے مشہور دوافروش پلومر نے اطلاع دی کہ ہم نے اس دوائی کا نام بھی کبھی نہیں سُنا۔حضرت مولوی صاحبؓ نے فرمایا کہ میں نے تو مصر سے منگوا کر کئی دفعہ استعمال کی ہے۔چنانچہ ملک صاحبؓ نے بھیڑ کی پیپسین اور دوسری دوائی استعمال کی جس سے کوئی دو ہفتہ میں جملہ شکایات رفع ہوگئیں۔یہ بیماری بالآخر بمصداق ؎

ہر بلا کیں قوم را حق دادہ اند
زیرِ آں گنجِ کرم بنہادہ اند

روحانی زندگی کا موجب بن گئی۔یوں کہ ڈاکٹر صاحبؓ سے تعلق ہو جانے کی وجہ سے آپؓ نے اُنؓ کے محلّہ میں اپنی رہائش اختیار کر لی اور یہ تعلق بڑھ کر محبت و اخوت کا رنگ اختیار کر گیا۔

اب آپؓ مرض سے شفایاب ہو چکے تھے۔لیکن رخصت ابھی ۱۵ جون ۱۹۰۰ء تک باقی تھی کہ ایک غیر احمدی نے آپؓ کو قرآن مجید کا ترجمہ پڑھنے کی تحریک کی۔جس پر آپؓ نے اپنی بڑی بھاوجہ سے قرآن مجید ناظرہ پڑھنا شروع کیا۔اور پھر حافظ نذیر احمد صاحب دہلوی کا بامحاورہ ترجمہ خود ہی پڑھ کر یاد کرنے لگے۔اس کے لئے یہ

---

* ڈاکٹر صاحبؓ افریقہ میں فوت ہوئے تھے۔آپ کا کتبہ بہشتی مقبرہ میں لگا ہوا ہے۔(مؤلف)

طریق اختیار کیا کہ پہلے آپؓ اردو ترجمہ پڑھ لیتے پھر عربی۔ بہت سے الفاظ ایسے ہوتے جو اردو میں بھی ہوتے باقی الفاظ کا ترجمہ آپؓ یاد کر لیتے۔اسی غیر احمدی کی تحریک پر کہ مولوی عبد الجبار صاحب غزنوی قرآن مجید کا بہت عجیب درس دیتے ہیں آپؓ مسجد غزنویاں میں پہنچے۔اس دن سورہ الکھف میں ذوالقرنین والے رکوع کا درس تھا۔مولوی صاحب نے ایک حدیث بیان کی کہ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کچھ صحابہؓ فوج سے الگ ہو کر جنگل میں بھٹک گئے اور جب واپس آئے تو کہنے لگے کہ ہم نے سدّ سکندری دیکھی ہے۔سیاہ رنگ کی تھی اور پٹکے کی طرح اس میں دھاریاں تھیں۔اس پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ انہوں نے سچ کہا ہے۔اس کے بعد مولوی صاحب نے کہا کہ یہ (نعوذ باللہ) مرزا کافر کہتا ہے کہ یہ دیوار ملک چین میں ہے۔کبھی کسی اور جگہ بتاتا ہے۔اور اس نے چند ناواجب الفاظ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں کہے۔جس سے مَلک صاحبؓ کو محض اس لئے نفرت پیدا ہوگئی کہ ان باتوں کا درسِ قرآن سے کوئی تعلق نہ تھا اور ایک غائب شخص کو خواہ مخواہ گالیاں دی جارہی تھیں۔اس درس میں شمولیت کا پہلا دن ہی آخری دن ثابت ہوا۔اور آپؓ اس کے بعد کبھی اس درس میں شامل نہ ہوئے۔چند دن کے بعد احمدیوں کی مسجد میں حافظ احمد اللہ صاحب نے قرآن مجید کا درس دینا شروع کیا جس میں شامل ہوتے رہے۔اس کا آپؓ کی طبیعت پر اثر ہوا کہ احمدی قرآن مجید کا ترجمہ اور تفسیر زیادہ معقولیت کے رنگ میں پیش کرتے ہیں۔

مطالعہ کتب سلسلہ، پہلی بار زیارت قادیان:

پھر آپؓ ڈاکٹر عباد اللہ صاحبؓ سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعض کتب حاصل کر کے مطالعہ کرتے رہے۔اس اثناء میں ایک دفعہ مولوی محمد احسن صاحب امروہی نے احمدیوں کی مسجد میں خطبہ جمعہ پڑھا اور اس میں حضرت اقدسؑ کی صداقت پر آیت استخلاف سے استدلال کیا جس سے ملک صاحبؓ احمدیت کے اور قریب ہوگئے۔چند روز بعد آپؓ نے کتاب شہادۃ القرآن پڑھی۔جس میں حضورؑ نے انہی آیات سے نہایت عمدہ طریق پر اپنی صداقت کا استدلال فرمایا ہے۔آپؓ نے ایک رات میں دو دفعہ اس کتاب کو پڑھا اور اس کے مطالعہ سے آپؓ کے قلب صافی پر صداقت کا نور نازل ہوگیا اور آپؓ دل سے احمدیت کی سچائی کے قائل ہوگئے۔دسمبر ۱۹۰۰ء کے جلسہ سالانہ پر ڈاکٹر صاحبؓ نے آپؓ کو قادیان چلنے کی دعوت دی۔لیکن ملک صاحبؓ نے آمادگی کا اظہار نہ کیا۔ڈاکٹر صاحبؓ نے اگلے دن روانہ ہونا تھا کہ ملک صاحبؓ نے بوقت صبح خواب دیکھا کہ پنڈت بیج ناتھ جو بیج ناتھ سکول امرتسر کے بانی اور آپؓ کے دوست تھے، آپؓ سے پوچھتے ہیں کہ (حضرت) مرزا صاحبؑ کو کیا سمجھتے ہو۔آپؓ نے جواب دیا کہ میں ان کو مسیح موعودؑ اور مہدی معہود خیال کرتا ہوں۔پھر خواب میں ہی

آپؓ گھر آئے اور والد صاحب سے کہا کہ میں تو قادیان کے جلسہ پر جاتا ہوں' آپ بھی چلیں۔ انہوں نے کہا ''تُسی جاؤ اسی تے ہُن قبر وچ ہی جاواں گے۔'' یعنی آپ جائیں ہم تو اب قبر میں ہی جائیں گے۔ یہ نظارہ دیکھنے کے بعد آپؓ نیند سے بیدار ہوئے۔ والد صاحب پاس کی چارپائی پر لیٹے تھے۔ اُنہوں نے حسب معمول پوچھا خیریت ہے؟ آپؓ نے فوراً کہا کہ میں تو جلسہ پر قادیان جاتا ہوں' آپ بھی چلیں۔ انہوں نے کہا ''تسی جاؤ اسی نہیں جاندے'' یعنی آپ جائیں ہم نہیں جاتے۔ گوانہوں نے قبر والی بات منہ سے تو نہ کہی مگر عملاً ایسا ہی ہوا۔ اس کے بعد باوجود نو سال زندہ رہنے کے نہ قادیان جاسکے اور نہ ہی احمدیت کی طرف ان کا رجوع ہوا۔

پہلی اور دوسری بار زیارت حضرت مسیح موعودؑ اور توفیق بیعت :

مَلک صاحبؓ بیان کرتے ہیں کہ :

''حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو میں نے پہلی بار اس وقت دیکھا جب حضورؑ آتھم کے (ساتھ) مباحثہ کے لئے (۱۸۹۳ء میں) امرتسر تشریف لے گئے تھے۔ ان دنوں میاں نبی بخش صاحب رفوگر امرتسریؓ مرحوم نے جو ہمارے ہمسایہ تھے (اور ۳۱۳ صحابہؓ میں سے تھے) حضورؑ اور حضورؑ کے خدام کی دعوت کی۔ چونکہ ہمارا گھر زیادہ وسیع تھا' اس لئے اس کے صحن میں حضورؑ کو بٹھایا۔ یہ مکان جو ہم نے کرایہ پر لیا ہوا تھا کٹڑہ اہلووالیہ' کوچہ شیخ کمال الدین کے اندر تھا اور ریاست کپورتھلہ کی ملکیت تھا۔ اس وقت میں نے اپنے کوٹھے پر سے حضورؑ کو دیکھا۔ گو میری عمر اس وقت چھوٹی تھی (اس لئے) مجھے بہت خفیف سا یاد ہے۔ اس کے بعد دوسری دفعہ حضورؑ کی زیارت اس وقت ہوئی جب مَیں دسمبر ۱۹۰۰ء میں قادیان آیا اور بیعت کی۔ *

بیعت کی توفیق پانا دسمبر ۱۹۰۰ء:

جلسہ سالانہ ۱۹۰۰ء پر آپؓ قادیان آئے۔ آپؓ کے لئے یہ قادیان کی زیارت کا پہلا موقعہ تھا۔ آپؓ بیان فرماتے ہیں:

''میں ڈاکٹر عباد اللہ صاحبؓ کے ہمراہ قادیان چلا گیا۔ بیعت کرنے کا ابھی کوئی خاص ارادہ نہ تھا۔ جب لوگ بیعت کرنے لگے تو جس طرح کوئی پکڑ کر لے جاتا ہے میں کھچ کر چلا گیا اور بیعت کرلی۔ الحمدللّٰہ علیٰ ذالک۔ دسمبر ۱۹۰۰ء کی غالباً ۲۷ یا ۲۸ تاریخ تھی۔ اس کا اعلان جنوری ۱۹۰۱ء کے الحکم میں ہے۔''

آپؓ کا نام فہرست بیعت کنندگان میں یوں مرقوم ہے:

---

* خطوط وحدانی کے الفاظ میری طرف سے ہیں۔ ملک صاحبؓ نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ کسی وقت امرتسر والا مکان مذکور دکھاؤں گا۔ لیکن افسوس کہ تقسیم مُلک اور بعد ازاں اُن کی وفات کی وجہ سے موقعہ ہاتھ سے نکل چُکا ہے۔ (مؤلف)

''۸مولیٰ بخش صاحب" " " " " " (یعنی امرتسر کٹڑہ جمیل سنگھ) *

بعض رشتہ داروں نے بیعت کرنے پر آپؓ کے متعلق افسوس کا اظہار کیا اور آپؓ کے والد صاحب سے علیحدگی میں آپؓ کے لا مذہب ہو جانے پر اظہار ہمدردی کیا۔ مگر انہوں نے جواب میں کہا کہ مَیں اپنے بیٹے میں کوئی برائی نہیں دیکھتا۔ وہ پہلے سے اچھا ہے' بلکہ مجھ سے بہتر مسلمان معلوم ہوتا ہے۔ ایسی ملازمت ہونے کی وجہ سے جہاں اکثر لوگوں کو کام پڑتا ہے' آپؓ کو عوام سے بھی کوئی قابل ذکر تکلیف نہیں پہنچی۔

آپؓ کے نزدیک حضورؑ کا مقام:

حضورؑ کے مقام کے متعلق آپؓ بیان کرتے تھے کہ :

''جب (میں نے) بیعت کی تو حضرت اقدسؑ کو ایک صادق انسان سمجھ کر بیعت کی اور اس ایمان سے کی کہ جو کچھ حضورؑ اپنی حیثیت اور تعلق باللہ اور دعاوی کے متعلق فرماتے ہیں وہ سچ ہے۔ چند ہی ماہ بعد میرے اور میرے دوست میاں عزیز اللہ صاحب وکیل کے درمیان اس بارہ میں گفتگو شروع ہوگئی کہ حضرت اقدسؑ کا مقام کیا ہے۔ اس وقت میرا استدلال یہ تھا کہ حضورؑ کا اور حضورؑ کی جماعت کا مقام بمقابلہ مسلمانوں کے وہی ہے جو قوم یہود میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نبی ناصری اور آپؑ کی جماعت کا تھا۔ بلکہ میں نے اس وقت ہی یہی کہا تھا کہ اس مماثلت سے معلوم ہوتا ہے کہ خواہ کسی طرح ہو ہمیں دیگر مسلمانوں سے بالکل ایک الگ جماعت بننا پڑے گا۔ اور ہمارے تعلقات ان سے وہی ہوں گے جو نصاریٰ کے یہود سے ہوئے۔ میاں عزیز اللہ صاحب نے اب جماعت احمدیہ سے تعلق قطع کر رکھا ہے۔ لیکن چند سال ہوئے جب میں نے ان کو یہ بات یاد دلائی تو انہوں نے اس کی تصدیق کی۔ اس لئے جب اشتہار ''ایک غلطی کا ازالہ'' ** ''نکلا تو مجھے اس پر کوئی تردد نہیں ہوا نہ یہ کوئی غیر معمولی بات معلوم ہوئی۔ بلکہ مَیں نے اسے اپنے خیال کی واضح تائید سمجھا۔'' ***

---

* الحکم جلد ۵ نمبر ا (صفحہ ۱۶ کالم ۳) بابت ۱۰ جنوری ۱۹۰۱ء۔ لیکن ''صفحہ ۱۵ مولا بخش صاحب امرتسر'' کی بیعت (الحکم جلد ۴ نمبر ۴۳ (صفحہ ۶ کالم ۳) بابت ۳۰ نومبر ۱۹۰۰ء والا اندراج ملک صاحبؓ کی بیعت کا نہیں بلکہ کسی اور صاحب کا ہے۔ کیونکہ ملک صاحبؓ کی بیعت ۲۷ یا ۲۸ دسمبر ۱۹۰۰ء کی ہے۔ اور اس کا اندراج جنوری ۱۹۰۱ء کے پرچہ میں ہی ہونا ممکن تھا۔ (مؤلف)

** مصنفہ ۵ نومبر ۱۹۰۱ء۔ (مؤلف)

*** خطوط وحدانی کے الفاظ میری طرف سے زائد ہیں۔ (مؤلف)

آپؓ اس امر پر بہت اظہارِ تاسف کرتے تھے کہ باوجودیکہ امرتسر قادیان سے بالکل قریب تھا آپؓ بکثرت قادیان آ کر حضرت اقدسؑ کی صحبت بابرکت سے مستفیض نہ ہو سکے۔ نوخیزیٔ عمر بھی شاید اس کا باعث تھی۔ آپؓ قادیان چار پانچ دن کے لئے ایک بار عدالتوں میں ماہ ستمبر میں تعطیلات ہونے پر اور دوسری بار جلسہ سالانہ پر آیا کرتے تھے۔

قادیان کے متعلق ملک صاحبؓ کا رؤیا اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعبیر:

ملک صاحبؓ بیان کرتے تھے کہ جب ۱۹۰۰ء میں مَیں نے بیعت کی تو اس سے تھوڑا عرصہ بعد میں نے ایک عجیب رؤیا دیکھا کہ میں قادیان میں دوسری بار گیا ہوں تو کیا دیکھتا ہوں کہ قادیان اس وقت کے مطابق ایک چھوٹا سا قصبہ نہیں بلکہ ایک بڑا شہر بنا ہوا ہے اور مسجد اقصیٰ کے پاس جو ہندوؤں کا کنوآں ہے وہ نہیں ہے۔ وہاں بڑا کھلا چوک ہے اور لوگوں کا ایک اجتماع ہے۔ میں نے دریافت کیا کہ یہاں کیا ہو رہا ہے۔ تو ایک شخص نے کہا کہ ایک غیر احمدی نے حضرت صاحبؑ کو چیلنج دیا تھا کہ اگر آپؑ سچے ہیں تو میرے مقابلہ میں لٹو گھمائیں۔ اگر آپؑ جیت گئے تو میں آپؑ کو سچا تسلیم کرلوں گا۔ اس نے یہ بھی کہا کہ (حضرت) مرزا صاحبؑ نے اس کے مقابل پر لٹو گھمایا اور آپؑ لٹو گھمانے میں اس سے جیت گئے۔ مجھے تعجب ہوا کہ کُجا دعویٰ مسیح موعودؑ اور کُجا لٹو گھمانا۔ چنانچہ میں بھی بھیڑ کو چیرتا ہوا آگے بڑھا تا کہ دیکھوں کہ کیا واقعی حضرت صاحب لٹو گھماتے ہیں۔ میرے اس اجتماع میں داخل ہوتے ہی ایک شخص مجمع میں سے یہ کہتے ہوئے حلقہ کے اندر گیا کہ ''اودے والا لاٹو جت لیا سی۔ آ کھاں میرے نال چھڈے۔'' یعنی اس کا لٹو ہی تم نے جیت لیا تھا آ میرے مقابلہ میں لٹو گھما کر دیکھ۔ اس پر حضرت صاحبؑ نے فرمایا کہ آپ بھی آجائیں۔ چنانچہ اس شخص نے تو اپنے لٹو پر اُلٹی جالی لپیٹی اور حضرت صاحبؑ نے سیدھی (اس طرح اس کھیل میں مبتدی کرتے ہیں) اور ہر دو نے لٹو چھوڑ دیئے۔ اس نے تو راؤنڈ بال(Round Ball) کی طرح زور سے لٹو چھوڑا۔ اور حضرت صاحب نے انڈر بال(Under Ball) کی طرح بالکل آہستہ سے اپنا لٹو چھوڑا۔ اس کا لٹو بہت زور سے گھوم رہا تھا' اور حضرت صاحبؑ والے کی رفتار بالکل سست تھی۔ بظاہر کوئی مقابلہ نہ تھا۔ چنانچہ میں نے دیکھا کہ حضرت صاحبؑ کا لٹو لڑکھڑا کر گرنے کے قریب ہوا اور دوسرا زور پر تھا۔ اتنے میں حضرت صاحبؑ اس کے لٹو پر جھکے اور اس کو تین پھونکیں ماریں جن سے وہ لٹو ہلکا ہو کر بالکل گر گیا۔ اور حضورؑ کا چلتا رہا۔ حضورؑ نے اس پر دونوں لٹو اُٹھا کر اپنی جیبوں میں ڈال لئے۔ مجھے یہ خواب دیکھ کر شرم سی آئی کہ یہ تو بچوں کی سی باتیں ہیں' حضورؑ سے ان کو کیا نسبت؟ یہ میرے ہی خیال ہیں۔ میں نے اس کا ذکر اپنے دوست صوفی غلام محمد صاحب (والد صوفی عبدالرحمٰن صاحب۔ صوفی عبدالرحیم صاحب ملازم ریلوے و صوفی غلام اللہ صاحب) سے کیا تو انہوں نے

مجھے مشورہ دیا کہ یہ رؤیا حضرت اقدسؑ کی خدمت میں لکھ دوں۔ مجھے شرم تو محسوس ہوتی تھی لیکن لکھ دیا۔ حضورؑ کا جواب آیا کہ آپؓ کی خواب رؤیا صالحہ ہے۔ لٹو سے مراد دنیا کے دَور ہیں۔ اس سے مراد یہ ہے کہ ابتداء میں مخالفوں کے دَور زوروں پر ہونگے مگر انجام کار اللہ تعالیٰ ہم کو فتح دے گا۔ ملک صاحبؓ بیان کرتے تھے کہ یہ خواب جس طرح پوری ہوئی، جس طرح قادیان کا قصبہ بڑھا۔ یہ سب کو معلوم ہے اور لُطف یہ ہے کہ مجھے اب بحثیت پریذیڈنٹ ٹاؤن کمیٹی قادیان اس کام سے خاص تعلق ہے۔ شاید یہ خواب اسی لئے مجھے دکھائی گئی۔ اور حدیث شریف میں ذکر آتا ہے کہ مسیح موعودؑ کی پھونکوں سے کفار مریں گے اس سے مراد آپؑ کی دعائیں ہی تھیں۔ اور خواب میں پھونک سے مراد بھی دعا ہی ہوتی ہے۔ اور آخری سالوں میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مباحثات کا طریق بالکل بند کر دیا تھا۔ اور فرمایا تھا کہ اب ہم دعا سے کام لیں گے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا وصال:

ملک صاحبؓ بیان کرتے تھے کہ:

''حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال کے (رنجدہ سانحہ) کی خبر میرے ایک چچا صاحب نے مجھے اس وقت دی جب میں عدالتِ مطالبہ خفیفہ امرتسر میں ایک عرضی دعویٰ کا انگریزی ترجمہ کر رہا تھا۔ اس وقت (اس المناک خبر کے سُنتے ہی مجھے اس قدر شدید صدمہ ہوا کہ) گو چند لمحوں کے لئے ہی ایسا ہوا مگر میری نظر بالکل جاتی رہی اور سامنے پڑے ہوئے کاغذ کے حروف نظر نہ آتے تھے۔ دوسرے روز ہم بمعہ ڈاکٹر عباد اللہ صاحبؓ اور وسرے دوستوں کے صبح کی گاڑی سے بٹالہ اور وہاں سے یکہ پر قادیان گئے۔ وہاں حضورؑ کے چہرہ کو جو اس وقت بھی نُورانی تھا دیکھا۔ انتخاب خلافتِ اولیٰ ہؤا۔ اور پہلے جن لوگوں نے بیعت کی ان میں مَیں نے بھی خلافتِ اولیٰ کی بیعت کا شرف حاصل کیا۔ اس سے اگلے جمعہ کو مجھے یہ توفیق ملی کہ مَیں نے پہلی دفعہ تقریر کی۔ اور جماعت کو سمجھایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جو کہتے تھے (کہ) رسول اللہ (صلعم) فوت نہیں ہوئے اس کی وجہ یہ نہ تھی کہ وہ اُنہیں مرنے والا نہ سمجھتے تھے بلکہ بعض پیشگوئیاں تھیں۔ جو حسب خیال پوری نہ ہوئی تھیں۔ یہاں بھی یہی حال ہے۔ اور اُسی طرح پوری ہوں گی۔''*

---

* خطوطِ وحدانی والے الفاظ میری طرف سے ہیں۔ (مؤلف)

بیعت خلافتِ ثانیہ:

خلافتِ اولیٰ کے آخری ایام میں سلسلہ خلافت کوآئندہ کے لئے یک قلم موقوف کرنے کے لئے ایک طبقہ سرتوڑ کوشش کررہا تھا ان دنوں حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ اور خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف بے بنیاد الزامات کی تشہیر کی گئی۔احباب اس وقت کے حالات کا کچھ اندازہ اس وقت کے اخبارات اور رسائل خلافت احمدیہ، ضمیمہ خلافت احمدیہ اور اظہار حقیقت کے مطالعہ سے لگا سکتے ہیں کہ جماعت میں کس قدر زلزلہ عظیمہ برپا کیا گیا تھا۔ جس کے نتیجہ میں جماعت کا ایک حصہ ہمیشہ کے لئے منقطع ہوگیا۔

خلافتِ اولیٰ کے قیام اور اپنی بیعت کے ذکر کے بعد ملک صاحبؓ قیام خلافت ثانیہ پر اپنی بیعت کا واقعہ ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں کہ

''بیعت خلافت ثانیہ کا معاملہ البتہ مختلف ہے۔حضرت خلیفہ اولؓ کی وفات سے ایک روز پہلے مَیں قادیان گیا اور حضرت خلیفہ اولؓ کو بے ہوشی کی حالت میں دیکھا اور وہاں سے امرتسر چلا گیا۔دوسرے دن جب مَیں گورداسپور جارہا تھا۔کیونکہ ان دنوں مَیں وہاں سیشن کورٹ میں کلرک آف کورٹ تھا تو بٹالہ ریلوے سٹیشن پر ایک ہندو یکہ بان نے مجھے اطلاع دی کہ مولوی صاحبؓ فوت ہوگئے۔اگرچہ تجہیز وتکفین ابھی نہ ہوئی تھی۔مگر مجھے (یہ) خیال تھا کہ خلافت پر کچھ جھگڑا ہوگا۔اس لئے مَیں اس خیال سے اس وقت قادیان نہ گیا کہ معلوم نہیں وہاں کیا فیصلہ ہو۔ایسا نہ ہو (کہ) مَیں کسی وقتی رَو میں بہہ جاؤں اور پھر مشکل ہو۔خیال یہ کیا کہ بعد میں غور کرکے جو پہلو مناسب ہوگا اختیار کرلیا جاوے گا۔گورداسپور پہنچا تو مولوی محمد علی صاحب کا وہ ٹریکٹ جو انہوں نے خلافت کے خلاف لکھا تھا بذریعہ ڈاک آیا ہؤا تھا۔معلوم ہوتا ہے کہ وہ پہلے سے تیار تھا اور جونہی حضرت خلیفہ اولؓ کی وفات کی تار (لاہور) پہنچی اسے سُپرد ڈاک کردیا گیا۔اس کے بعد الفضل اور پیغام صُلح میں خلافت کے متعلق بحث شروع رہی۔اور مَیں قریباً دو ماہ تک ہر دو پرچوں کو دیکھتا رہا مگر کوئی فیصلہ نہ کرسکا۔لیکن جب اللہ تعالیٰ چاہتا ہے تو خود ہی سامان پیدا کردیتا ہے۔امرتسر میں انجمن ترقی تعلیم کا جلسہ ہؤا۔اس میں مولوی محمد علی صاحب بھی...... آئے میں ان کو شیخ محمد عمرؓ صاحب بیرسٹرایٹ لاء کے مکان پر جاکر ملا۔وہ میرے پہلے (سے) اچھے واقف تھے ان سے ذیل کی گفتگو ہوئی۔

مولوی صاحب: آپ نے بیعت خلافت کر لی؟

ملک صاحب: ابھی نہیں۔

مولوی صاحب: آپ کے دوستوں (ڈاکٹر عباد اللہ صاحب۔ سردار فضل حق صاحب وغیرہ) نے تو کر لی ہے۔

ملک صاحب: میں نے ابھی نہیں کی۔

مولوی صاحب: پھر ہماری طرف آ جاؤ۔

ملک صاحب: ابھی یہ بھی فیصلہ نہیں کیا۔

مولوی صاحب: آپ چندہ کہاں دیتے ہیں؟

ملک صاحب: جہاں پہلے دیتا تھا (قادیان)

مولوی صاحب: پھر ہمیں بھی دیا کرو۔

ملک صاحب: بہت اچھا۔

ملک صاحبؓ سناتے تھے کہ اتفاق ایسا ہوا کہ جلسہ کے بعد مولوی محمد علی صاحب بٹالہ جا رہے تھے اور میں گورداسپور۔ اور ہم گاڑی میں ایک ہی ڈبہ میں سوار ہوئے۔ وہاں بھی اسبارہ میں گفتگو ہوئی جو درج ذیل ہے۔

ملک صاحب: آپ بھی چاہتے ہیں نا کہ صدر انجمن کا فیصلہ جماعت کے امور میں واجب الاتباع ہو؟

مولوی صاحب: ہاں۔

ملک صاحب: صدر انجمن کے ممبران کی کثرت نے تو (حضرت) میاں صاحب کی بیعت کر کے اپنے فیصلہ کا عملاً اعلان کر دیا اب آپ کو کیا عذر ہے؟

مولوی صاحب: یہ معاملہ باقاعدہ صدر انجمن میں پیش نہیں ہوا۔

ملک صاحب: اس کا تو یہ (سہل) علاج ہے کہ آپ دوبارہ پیش کرالیں۔ مگر کیا آپ توقع رکھتے ہیں کہ اب مبائع ممبر کچھ اور رائے دیں گے۔؟

مولوی صاحب: نہیں۔

ملک صاحب: پھر آپ کے ہاتھ میں کیا رہا؟

مولوی صاحب: اب وہ انجمن انجمن نہیں رہی۔

ملک صاحب: کیوں؟

مولوی صاحب: صدرانجمن ایک خودمختار ہستی رکھنے والا ادارہ تھا مگراس انجمن نے یہ ریزولیوشن پاس کردیا ہے کہ خلیفہ صاحب ان کے فیصلہ کوتوڑ سکتے ہیں۔

ملک صاحب: حضرت مسیح موعودؑ کیا توڑ سکتے تھے یا نہیں؟

مولوی صاحب: وہ تو سلسلہ کے مالک تھے جو چاہتے کر سکتے تھے۔

ملک صاحب: کیا حضرت خلیفہ اوّلؓ توڑ سکتے تھے؟

مولوی صاحب: نہیں۔

ملک صاحب: کیا انہوں نے عملاً کبھی ایسا کیا؟

مولوی صاحب: دو تین دفعہ

ملک صاحب: پھر آپ نے کیا کیا؟

مولوی صاحب: ہم خاموش رہے اور وہ بات برداشت کرلی۔

ملک صاحب: کیوں؟

مولوی صاحب: (حضرت) مولوی صاحب (خلیفہ اوّلؓ) کی شخصیت کو رُعب غالب تھا۔

ملک صاحب: یہ دین کا معاملہ تھا۔ سب کام تو آپ نے خود ایسے طریق پر کئے جس سے آپ کے خلاف نتیجہ نکلتا ہے۔ اس اختلاف کو مٹانے کی بھی کوئی صورت ہے؟

مولوی صاحب: نہیں۔ ایسے مواقعہ پر سوائے Split (جماعت کے دو ٹکڑے ہوجانے) کے کوئی چارہ نہیں۔

ملک صاحب: یہ بات بہت مایوس کن ہے۔!

اور بھی بہت سی باتیں ہوئیں جو سلسلہ کے کسی اخبار میں شائع ہوچکی ہیں

الغرض اس ملاقات کا اثر یہ ہوُا کہ لاہور کی جماعت میں شامل ہونے کا خیال آپؓ کے دل سے نکل گیا۔ اب صرف ایک ذراسی تحریک کی کسر باقی تھی جو آپؓ کو قادیان پہنچادے۔ چنانچہ آپؓ بیان کرتے تھے کہ:

(''انہی دنوں) مَیں نے حضرت خلیفہ اولؓ کو خواب میں دیکھا کہ وہؓ ایک سبز گھاس کے میدان میں ایک باغ میں تکیہ لگائے بیٹھے ہیں اور بیمار سے معلوم ہوتے ہیں۔ (آپؓ نے) مجھے مخاطب کر کے ایک (ایسی) عجیب عبارت بولی جیسی .... میں نے نہ کبھی بولی نہ

لکھی، نہ سُنی تھی۔فرمایا ''اتّا نے سانپ کو، بڑھاپے نے جوانی کو مار ڈالا۔تم بھی ایک میں اپنے اختلافات کو مار ڈالو۔* بیدار ہوا تو مجھے یقین تھا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ بیعت خلافت کرلو۔ چنانچہ مَیں نے پہلے جلدی ہی (بیعت کا) خط لکھ دیا اور پھر بعد میں دستی بیعت بھی کی۔لاہور کے جلسہ (سالانہ) کی تاریخ ابتداء ایک دن پہلے تھی۔اس لئے پہلے دن میں نے لاہور کا جلسہ دیکھا اور پھر قادیان چلا گیا۔خواجہ کمال الدین صاحب نے جو بوقت وفات حضرت خلیفہ اولؓ ولایت میں تھے واپس آ چکے تھے۔انہوں نے مجھے سٹیج پر بلا کر معانقہ کیا اور کہا (کہ) یہ کیا ہو رہا ہے۔میں نے کہا (کہ) یہ تو آپ بڑے لوگ ہی جانیں۔چونکہ وہ (بھی) کشمیری تھے اور میں بھی کشمیری.......... (اسے مدنظر رکھ کر) انہوں نے کہا ''اچھا خیر ہے چاول رگڑ رگڑ کر ہی سفید نکلتے ہیں۔''

ملک صاحبؓ سے میاں اللہ بخش صاحب احمدی کلاہ فروش امرتسر نے بعد میں دریافت کیا کہ آپ کی کیا رائے ہے؟ آپؓ نے لاہور اور قادیان دونوں جلسے دیکھے ہیں۔آپؓ نے کہا کہ لاہور میں محض منطق اور دلائل بلا روحانیت ہیں اور قادیان میں روحانیت بھی ہے۔انہوں نے اس کا ذکر مولوی یار محمد صاحب مختار سکنہ نور پور مدعی خلافت سے کیا تو انہوں نے جھٹ مجھے اپنے الہامات اور دلائل پر مشتمل اک پلندہ بھیج دیا اور مطالبہ کیا کہ قادیان میں جو روحانیت دیکھی ہے۔انہیں بتلاؤں چونکہ ان کے دماغ میں نقص تھا اس لئے میں نے جواب نہ دیا۔

ماسٹر عبدالحق صاحب عیسائی کی بیعت:

ملک صاحبؓ بیان کرتے تھے کہ:

''غالباً ۱۹۰۲ء کی بات ہے کہ ایک عیسائی گریجوایٹ ماسٹر عبدالحق نام قادیان تشریف لائے۔وہ کئی سوالات لکھ کر لائے ہوئے تھے۔ابھی اُنہوں نے غالباً تثلیث کے متعلق ہی سوال کیا اور کہا تھا مناظر قدرت مثلاً درخت اور اس کی ٹہنیاں، انسان کا بدن اور پھیلائے ہوئے ہاتھ اس پر گواہ ہیں۔اس پر سیر میں حضورؑ نے تقریر فرمائی جو غالباً تین دن جاری رہی۔یہ تقریر اخبار الحکم میں چھپ چکی ہے۔مگر جو بات میں یہاں بیان کرنا چاہتا ہوں۔وہ یہ ہے کہ جب ہم نے ماسٹر صاحب سے پوچھا کہ آپ کا تقریر کے متعلق کیا خیال ہے۔تو

---

* ملک صاحبؓ فرماتے تھے کہ ''اپنے اختلافات کو'' کے الفاظ مفہوماً ہیں باقی کے حضورؑ کے فرمودہ الفاظ ہی ہیں میں سارے بیان میں سوائے خط کشیدہ کے باقی خطوط وحدانی کے الفاظ مؤلف کی طرف سے ہیں۔(مؤلف)

انہوں نے کہا کہ مجھے بتلایا گیا تھا کہ اگر کوئی (حضرت) مرزا صاحبؑ سے کچھ باتیں دریافت کرنے کے ارادہ سے ان کے پاس جاوے' تو گفتگو کے شروع ہوتے ہی (حضرت) مرزا صاحبؑ ایسی تقریر کرتے ہیں کہ اس کے تمام مجوزہ اعتراضات کا جواب اس میں آجاتا ہے۔ میرے ساتھ بھی یہی معاملہ ہوا۔ میں نے کئی اعتراضات لکھے ہوئے تھے۔ مگر میں نے ابھی ایک ہی سوال کیا تھا کہ حضرت مرزا صاحبؑ نے سب کا جواب دے دیا۔ اس کے بعد وہ مسلمان ہوگئے اور بہت دیر مدرسہ تعلیم الاسلام قادیان میں بطور ٹیچر رہے۔ انہوں نے جب بیعت کرنا چاہی تو یہ سوال پیدا ہوا تھا کہ حضورؑ ایک عیسائی کی کس طرح بیعت لیں گے۔ چنانچہ حضورؑ نے اُسے پہلے صرف کلمہ شہادت پڑھایا اور مسلمان کرنے کے بعد بیعت لی*

اقتراحی معجزہ سنت انبیاء کے خلاف ہے:

ملک صاحبؓ بیان کرتے تھے کہ ''ایک صاحب عبدالحی عرب قادیان میں بہت دیر رہے تھے۔ انہوں نے ایک دن مجھے امرتسر میں بتایا کہ میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک عربی تصنیف غالباً التبلیغ جو آئینہ کمالات اسلام کے ساتھ چھپی ہوئی ہے............ پڑھی

* (ا) خطوط وحدانی میں الفاظ میری طرف سے ہیں۔

(ب) مکرم بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی درویش اس واقعہ کی تصدیق کرتے ہیں کہ یہ میرے سامنے کا واقعہ ہے۔

(ج) اس کی تصدیق روایت نمبر ۷۳۵ مندرجہ سیرۃ المہدی حصہ سوم نیز منشی عبدالحق صاحب طالب علم بی۔اے مشن کالج لاہور'' کے اپنے خط سے ہوتی ہے جس کا اقتباس درج ذیل ہے:

''اسی اثناء میں قادیان سے میرے خط کا جواب جو خاص حضرت اقدس مرزا صاحب کے دستِ مبارک سے لکھا ہوا تھا مجھے پہنچا۔ میں نے لاہور چھوڑنے سے پہلے دل میں وعدہ کیا تھا کہ میں صرف دلائل ہی نہیں' بلکہ کوئی آسمانی نشان دیکھ کر اپنے موجودہ مذہب کو ترک کرونگا۔ میں بخیر و عافیت بتاریخ ۲۳ دسمبر ۱۹۰۱ء بوقتِ ظہر منزل مقصود پر پہنچ گیا......... ایک دن میں نے آزمائش کے طور پر پانچ سوالات لکھے اور دل میں سوچا کہ اگر مرزا صاحبؑ میرے پوچھنے سے پہلے ان کے جوابات دیدیں تو ضرور خیال کرونگا کہ وہ مامور من اللہ ہیں۔ چنانچہ دوسرے دن مرزا صاحب نے پیشتر اس کے کہ میں کچھ کہوں' پانچوں سوالات کے جوابات پورے طور پر اثنائے تقریر میں ادا کر دیئے۔ بس میں نے سمجھ لیا بلکہ یقین کر لیا کہ وہ خدا کی طرف سے ہیں......... چنانچہ میں نے بروز جمعہ ۲۷ دسمبر ۱۹۰۱ء ان کے دستِ مبارک پر بیعت کی۔''

(الحکم جلد ۶ نمبر ۱ صفحہ ۷ بابت ۱۰ جنوری ۱۹۰۲ء)

(د) تفصیلی گفتگو دیکھنے کے لئے احباب الحکم کے ذیل کے پرچوں کی طرف رجوع فرمائیں۔ جلد ۶ نمبر ۲ صفحہ ۴ تا ۶' نمبر ۳ صفحہ ۳' ۴ نمبر ۵ صفحہ ۳ تا ۵' نمبر ۶ صفحہ ۳ تا ۵' نمبر ۷ صفحہ ۳ تا ۵۔ (مؤلف)

تو وہ عربی پڑھ کر میں نے کہا کہ ایسی فصیح عربی تو (ایک) عرب بھی نہیں لکھ سکتا۔ چہ جائیکہ ایک عجمی لکھے۔ اگر یہ عربی حضرت مرزا صاحب کی ہی لکھی ہوئی ہے تو وہ ضرور مامور من اللہ ہیں (اور) کہا (کہ) میں اس امر کی تحقیق کیلئے قادیان آیا اور حضرت صاحبؑ سے دریافت کیا کہ کیا یہ آپ کی لکھی ہوئی کتاب ہے؟ فرمایا ہاں۔ اللہ کے فضل سے میں نے ہی لکھی ہے۔ مَیں نے کہا کہ اگر آپؑ ایسی عربی مجھے لکھ کر دکھلا دیں تو میں آپ کو صادق مامور من اللہ تسلیم کر لیتا ہوں۔ اللہ! اللہ! حضورؑ نے کیا پاک جواب دیا۔ اگر کوئی غیر مامور ہوتا تو جھٹ لکھنے بیٹھ جاتا۔ حضورؑ نے جواب دیا (کہ) یہ جو آپ طلب کرتے ہیں یہ ایک اقتراحی معجزہ ہے۔ جو سنت انبیاء کے خلاف ہے۔ مَیں ایسا نہیں کر سکتا۔ میں تو تب ہی لکھتا ہوں جب میرا خدا مجھ سے لکھواتا ہے۔ پھر عرب صاحب نے مہمان خانہ میں بیٹھ کر ایک عربی خط لکھ کر حضورؑ سے چند باتیں پوچھیں حضورؑ نے عربی میں جواب دیا تو عرب صاحب کی تسلی ہوگئی اور بیعت کر لی۔‘‘*

حضور کی شعر گوئی اور تذکرۃ الشہادتین کی فارسی نظم:

ملک صاحبؓ بیان کرتے تھے۔ ’’اسی قسم کی ایک اور مثال مجھے یاد ہے۔ اور وہ یہ کہ جب صاحبزادہ عبداللطیف صاحب شہیدؓ کے کابل میں سنگسار ہونے کے فوراً بعد ہم قادیان گئے تو بعد مغرب کی مجلس میں اس کا تذکرہ تھا۔ غالباً (مکرم سید) احمد نور صاحب کابلی (افغانستان سے) آئے تھے اور اُنہوں نے حالات سنائے تھے۔ حضورؑ کو سخت صدمہ تھا۔ حضورؑ نے ارادہ ظاہر فرمایا کہ ہم اس کے متعلق ایک کتاب لکھیں گے۔ مجھے چونکہ حضورؑ کے فارسی اشعار سے بہت محبت ہے، میں نے عرض کیا حضورؑ! کچھ فارسی اشعار بھی ہوں۔ حضورؑ نے جھٹ فرمایا ’’نہیں ہمارا مضمون سادہ ہوگا۔‘‘ لیکن جب کتاب تذکرۃ الشہادتین شائع ہوئی تو اس میں ایک لمبی پُر درد فارسی نظم تھی۔ مجھے اس وقت خیال آیا کہ (یہ) کیسے پاک لوگ ہیں اپنے ارادہ سے نہیں بلکہ صحیح ربانی تحریک کے ماتحت کام کرتے ہیں۔ ورنہ ان کو شعر گوئی سے کوئی نسبت نہیں‘‘۔**

---

* خطوطِ وحدانی والے الفاظ میری طرف سے ہیں۔ (مؤلف)

** (الف) خطوط وحدانی کے الفاظ میری طرف سے ہیں۔ (باقی اگلے صفحہ پر)

حضورؑ کا لوگوں کی طول طویل باتیں بغیر ملال کے سُننا:

ملک صاحبؓ بیان کرتے تھے۔''ایک صاحب میاں جان محمد نام ہمارے گھر کے سامنے امرتسر میں رہتے تھے وہ بہت باتونی تھے۔حضرت اقدسؑ کی کتاب سُرمہ چشم آریہ کے عملاً حافظ تھے اور باوجود اَن پڑھ ہونے کے آریوں سے خوب بحث کیا کرتے تھے۔ ان کو مراق کی مرض ہوگئی۔ جو بھی ملتا اس کو اپنی مرض کے لمبے (چوڑے) حالات سُناتے تھے۔ لوگ تنگ آجاتے اور ان کی باتیں سننے سے گریز کرتے ان کو کسی نے کہا تم قادیان جاؤ اور (حضرت) مولوی حکیم نورالدین صاحبؓ سے علاج کرواؤ۔ انہوں نے کہا کہ وہ بڑے آدمی ہیں میری داستان کب سُنیں گے؟ اس شخص نے کہا نہیں وہ بڑے با اخلاق انسان ہیں ضرور تمہاری باتیں سُنیں گے۔ چنانچہ وہ صاحب قادیان آگئے۔ اتفاق ایسا ہوُا کہ جب وہ یکے سے جا کر اُترے (تو) اسی وقت حضرت اقدسؑ بمعہ خدام سیر سے واپس تشریف لا رہے تھے۔ یکہ والے نے کہا وہ (حضرت) مرزا صاحب آرہے ہیں پھر کیا تھا وہ صاحب یکہ سے اُترے اور سیدھے جا کر مصافحہ کیا اور اپنی بیماری کا حال اپنی مراقی حالت میں سنانا شروع کیا۔ داستان اس قدر لمبی ہوگئی کہ سب لوگ تنگ آ گئے مگر حضرت اقدسؑ آرام سے کھڑے ان کے ہاتھ میں ہاتھ دیئے سب کچھ سُنتے رہے۔ آخر کار میاں جان محمد صاحب نے خود ہی کہا کہ اب میرا منہ خشک ہوگیا ہے۔ اس پر حضورؑ نے فرمایا بہت اچھا آپ مہمان خانہ میں جاویں اور کچھ کھاویں پئیں۔ اور پھر مولوی صاحب (مراد حضرت حکیم نور الدین صاحبؓ) کو حالات سُنا کر ان سے دوائی لیں۔ چنانچہ یہ صاحب تازہ دم ہوکر (حضرت) مولوی (نور الدین صاحبؓ) کی خدمت میں حاضر ہوگئے اور وہی داستانِ طویل شروع کر دی (حضرت) مولوی صاحبؓ نے جھٹ نسخہ لکھ کر دے دیا اور کہا مجھے آپ کی مرض معلوم ہے اور اس کی داستان نہ سُنی۔ انہوں نے نسخہ تو لے لیا مگر کہا کہ کہتے تو تھے کہ مولوی نورالدین صاحبؓ بڑے با اخلاق ہیں مگر حضرت مرزا صاحبؑ کے اخلاق سے ان کو کیا نسبت؟ اس کا ان پر اس قدر اثر ہوُا کہ انہوں نے بیعت کر لی۔ یہ واقعہ ان کی موجودگی میں ڈاکٹر عباداللہ

بقیہ حاشیہ :(ب) معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ مکرم سید احمد نور صاحب کے قادیان میں آمد سے پہلے کا ہے کیونکہ ملک صاحبؓ بیان کرتے ہیں کہ شہادت کے فوراً بعد آپ قادیان گئے اور فوراً بعد سید صاحب قادیان نہیں آئے بلکہ خوست سے ۸ نومبر ۱۹۰۳ء کو پہنچے (تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۱۸) اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام یہ چاہتے تھے یہ کتاب گورداسپور مقدمہ پر ۱۶ اکتوبر ۱۹۰۳ء کو جانے تک مکمل ہوجائے (صفحہ ۲،۴۷۳) چنانچہ صفحہ ۷۸ کے آخر پر یہی تاریخ تصنیف درج ہے اور یہ فارسی نظم صفحہ ۵۸ تا ۶۰ پر درج ہے۔ اس لئے لازماً سید صاحب کی آمد سے قبل ملک صاحبؓ قادیان گئے ہونگے۔(مؤلف)

صاحب مرحومؓ نے مجھے سنایا تھا اور انہوں نے تصدیق کیا تھا۔‘‘*

فیصلہ اپیل بمقدمہ کرم دین:

ملک صاحبؓ فرماتے تھے:

’’جب کرم دین بھیں والے نے حضورؑ پر گورداسپور میں کتاب مواھب الرحمٰن کی تحریر کی بناء پر دعویٰ ہتک عزت کیا ہوا تھا۔ تو حضورؑ نے ایک الہام شائع کیا تھا ’’والعاقبة لِلمتقين ......‘‘ اور تشریح یہ فرمائی تھی کہ یہ گورداسپور کے مقدمات کے متعلق معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ انجام کار ہم کو فتح دے گا۔ لیکن اس مقدمہ میں ہندو مجسٹریٹ نے حضورؑ کو پانصد روپیہ جرمانہ کی سزا دے دی۔ وہ جرمانہ تو خیر اسی وقت ادا ہو گیا۔ مگر اس کے جلد ہی بعد حضورؑ کو ایک اور فوجداری مقدمہ میں جو جہلم میں حضورؑ کے خلاف دائر تھا جہلم جانا پڑا۔ امرتسر کے سٹیشن پر ہم حضورؑ کو ملنے گئے۔ میاں عزیز اللہ صاحب وکیل نے حضورؑ کو کہا کہ لوگ ہمیں بہت تنگ کرتے ہیں اور کہتے ہیں (کہ) مقدمہ میں بریت نہ ہوئی‘ سزا ہو گئی‘ الہام غلط ہو گئے۔ اس پر حضورؑ نے نہایت بے تکلفی سے مگر ایک ایسی معصوم آواز سے‘ جو اس وقت سے اس وقت تک میرے کانوں میں گونج رہی ہے اور وہ انداز ایک وجد کی کیفیت پیدا کرتا ہے اس قدر فرمایا۔ ’یہ شتابکار لوگ ہیں ان کو انجام دیکھنا چاہئے‘۔ کہنے کو یہ چند لفظ تھے مگر مجھ پر جو ان کا اثر ہے‘ وہ بس میرا دل ہی جانتا ہے۔ اس کیفیت کو بیان کرنے کو الفاظ کافی نہیں ہو سکتے۔

’’مقدمہ مندرجہ بالا کا جب اپیل سیشن کورٹ امرتسر میں ہوا اس وقت مسٹر اے۔ ای ہری صاحب (A.E.Hurry I.C.S) امرتسر کے سیشن جج تھے۔** انہوں نے تاریخ پیشی سے پہلے مسل کو سُنا اور اس میں سے کتاب مواہب الرحمٰن کے متنازعہ حصہ اور حضرت اقدسؑ اور مولوی کرم دین صاحب کے بیانات کا ترجمہ کرنے کا حکم دیا۔ اور یہ بھی خاص طور پر حکم دیا کہ اس اپیل میں مولوی کرم دین مستغیث کو بھی نوٹس حاضری دیا جاوے۔

---

* خطوطِ وحدانی والے الفاظ میری طرف سے ہیں۔ (مؤلف)

** مکرم مرزا عبدالحق صاحب ایڈووکیٹ (سابق امیر جماعت ہائے گورداسپور حال پبلک پراسیکیوٹر سرگودھا) بیان فرماتے ہیں کہ ’’ملک مولا بخش صاحبؓ کرم دین بھیں والے کی اپیل کا واقعہ ہمیشہ بڑا مزہ لے کر سنایا کرتے تھے۔ اس وقت وہ سیشن جج امرتسر (جو ان دنوں ڈویژنل جج امرتسر کہلاتا تھا اور گورداسپور اس کے اختیار سماعت میں تھا) کے ریڈر تھے۔ (مؤلف)

''یہ ترجمہ کرنے کی خدمت میرے سُپرد ہوئی کیونکہ وہاں اُن دنوں نائب مترجم تھا۔ حضرت اقدسؑ کے بیانات میں ایک ایمان افزا ایمانی رنگ پایا جاتا تھا۔مگر خاص لطف مجھ کو کتاب مواہب الرحمٰن کے حصہ متنازعہ کا ترجمہ کرنے میں آیا۔اس میں حضورؑ نے اپنی ایک رؤیا کا ذکر کیا تھا کہ میں نے دیکھا کہ مجھے ماخوذین یعنی ملزموں کی طرح ایک عدالت میں حاضر کیا گیا ہے۔اور میرا انجام کار نجات ہے اگرچہ ایک وقت کے بعد۔ چنانچہ لفظ یہ تھے ''و ان آخرأ مری نجاۃ ولو بعد حین ''اب اس میں بعد حین کا لفظ عجیب تھا۔ 'حین' کے معنی وقت اور موقعہ دونوں ہوسکتے ہیں۔مگر ایسا تو کوئی مقدمہ نہیں ہوتا جس پر وقت صرف نہ ہوتا ہو۔مطلب صاف تھا کہ پہلے موقعہ پر نہیں۔یعنی پہلی عدالت سے نجات نہیں ہوگی۔ بلکہ اس موقعہ کے بعد اپیل میں نجات ہوگی۔ جب میں نے یہ ترجمہ کیا تو میری توجہ ان معنوں کی طرف مبذول ہوئی۔اور میں نے تو یقین کرلیا کہ اپیل منظور ہو جاوے گی۔ جب اپیل کا دن آیا تو حضورؑ کی طرف سے ایک انگریز وکیل لاہور سے آیا ہوا تھا۔خواجہ کمال الدین صاحب اور مولوی محمد علی صاحب بھی بحیثیت وکلاء حاضر تھے۔مولوی کرم دین صاحب بھی حاضر تھے اور غالباً سرکاری وکیل اوران کا وکیل بھی تھا۔مگر وہاں کسی بحث کا سوال ہی پیدا نہ ہوا۔جج صاحب نے چھٹتے ہی مولوی کرم دین صاحب سے پوچھا کہ آپ کو یہ شکایت ہے کہ مرزا صاحب نے آپ کو جھوٹا کہا (ہے) انہوں نے کہا ہاں۔ پھر ان کا بیان سُنا کر کہا کہ یہ سچ تھا اور جھوٹ نہیں تھا اب وہ بیان تو مسلّماً جھوٹا تھا اس لئے مولوی صاحب یہ تو نہ کہہ سکے کہ سچ تھا۔مگر یہ کہا۔نہیں حضور! یہ جھوٹ نہیں اس کو پالیسی کہتے ہیں۔ اس طرح جھوٹوں اور چوروں کو پکڑنے کو کیا جاتا ہے۔جج صاحب نے کہا میں تو یہ پوچھتا ہوں کیا یہ سچ تھا؟ مولوی صاحب نے پھر کہا کہ نہ حضور! یہ جھوٹ نہیں ایسا جھوٹ گورنمنٹ بھی بولتی ہے' پولوس نے بھی بولا' مسیحؑ نے بھی بولا۔جج صاحب نے کہا میں (یہ) نہیں پوچھتا کہ کس کس نے بولا۔سوال یہ ہے کہ خدا کے نزدیک یہ جھوٹ تھا یا سچ تھا؟ مولوی صاحب سٹ پٹائے اور جواب دینے سے پہلو بچانا چاہا۔مگر جج صاحب نے کہا آپ گواہ کے کٹہرے (Witness Box) میں آجاویں۔آپ کا حلفیہ بیان لیا جاوے گا۔مولوی صاحب گواہ کے کٹہرے (Witness Box) میں جانا نہیں چاہتے تھے۔مگر جج

صاحب نے ڈانٹ کر کہا ادھر آنا ہے حلفی بیان ہوگا۔ کوئی قید کا معاملہ نہیں ہے۔ الغرض کرہاً مولوی صاحب کٹہرہ میں گئے اور ان کو حلف دیا گیا۔ اور وہاں انہوں نے تسلیم کیا کہ ان کا بیان جھوٹا تھا۔ مگر کہا کہ جھوٹے کو تو عربی میں کاذب کہتے ہیں۔ مرزا صاحب نے مجھے کذاب کہا جس کے معنی ہیں بہت جھوٹا۔ اس پر جج نے کہا اچھا اگر آپ کو صرف جھوٹا کہا جاتا تو آپ ناراض نہ ہوتے؟ چھوٹے اُلو اور بڑے اُلو میں کیا فرق ہے؟ اس پر مقدمہ ختم ہوا اور جج صاحب نے کہا باہر ٹھہرو میں فیصلہ لکھ کر سناتا ہوں جب یہ مقدمہ عدالت ماتحت میں تھا تو بعض معزز مسلمانوں نے صلح کرانے کی کوشش کی تھی۔ حضرت اقدسؑ نے جواب دیا تھا کہ ہم کو تو مقدمہ سے کوئی سروکار نہیں، مجھ پر انہوں نے دعویٰ کیا ہے۔ میری جماعت کے بعض آدمیوں نے ان پر استغاثہ کر رکھا ہے۔ اگر مولوی صاحب حلفاً کہہ دیں کہ انہوں نے جھوٹ نہیں بولا، اور جو لکھا سچ تھا، اور میں نے ان کو خواہ مخواہ کذاب کہا ہے، تو ابھی سب مقدمات فیصلہ ہو جاتے ہیں مگر وہاں مولوی کرم دین صاحب نے حلف لینا منظور نہ کیا، جس کے لئے بعد میں اُن کو مجبور ہونا پڑا۔ اور حلفاً اپنے جھوٹ کا اقرار کرنا پڑا۔ الغرض جج صاحب نے فیصلہ سُنایا تو حضرت صاحبؑ اور ہمارے ایک یا دو دوسرے آدمیوں کو جن میں سے ایک مولوی فضل دین صاحب بھیروی تھے اور دوسرے غالباً شیخ یعقوب علی صاحب ایڈیٹر (اخبار) الحکم تھے یا کوئی اور کہ ان کو بھی جرمانہ ہوا تھا بری کر دیا (اور) جرمانہ کی واپسی کا حکم دیا اور مولوی کرم دین صاحب کو جو جرمانہ ہوُا تھا وہ قائم رہا۔ جج صاحب نے یہ بھی لکھا تھا کہ اپنی لیڈری کی حیثیت کی حفاظت کیلئے مرزا صاحب کا حق تھا کہ وہ مولوی (کرم دین) صاحب کا جھوٹ ظاہر کرتے اور ان کو ایسا کہتے۔'' *

حضورؑ کی مجلس کی سادگی:

حضورؑ کی مجلس کی سادگی کے متعلق ملک صاحب بیان کرتے تھے: ''حضورؑ کی مجلس میں مسجد میں جو کوئی پہلے آتا وہ آگے بیٹھ جاتا۔ بعد میں آنے والے پیچھے بیٹھا کرتے تھے۔ حضرت

---

* (الف) خط وحدانی کے الفاظ میری طرف سے ہیں۔

(ب) احباب اس پیشگوئی کے متعلق حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۲۱، ۱۲۲، ۲۱۴، ۲۱۵ اور اس مقدمہ کی تفصیل کے لئے جو کہ ابتداء ۱۹۰۳ء سے ۶ جنوری ۱۹۰۵ء تک جاری رہا الحکم کے فائل مطالعہ فرمائیں اپیل کی منظوری پر حضرت مولوی (باقی اگلے صفحے پر)

مولوی نورالدین صاحبؓ تو عموماً پیچھے ہی بیٹھتے تھے اور کبھی آگے نہ آتے جب تک حضرت اقدسؑ خود نہ بُلاتے۔ حضرت اقدسؑ عموماً ان کو بُلا لیا کرتے تھے۔ مگر جب آگے آتے تو ان کے چہرے پر خوف اور رعب کے آثار ہوتے۔ خود کبھی بات نہ کرتے۔ اگر حضورؑ کچھ پوچھتے تو نہایت ادب سے جواب دیتے۔ حالانکہ دوسرے لوگ بے تکلفی سے باتیں کرتے تھے۔

ہر کہ عارف تراست ترساں تر

حضرت قبلہ نواب محمد علی خاں صاحبؓ مرحوم گو رئیس اور نواب تھے' مگر جہاں جگہ ملتی وہیں نماز پڑھتے' آگے جانے کی کبھی کوشش نہ کرتے۔ میں نے خود بارہا ان کو جوتوں والی جگہ پر اور جوتوں کے اوپر نماز پڑھتے دیکھا ہے۔ ایک دفعہ میں قادیان گیا ہوا تھا۔ حضورؑ کی مجلس قائم تھی۔ گوکئی دفعہ حضورؑ کے پاس شانہ بہ شانہ کھڑا ہوکر نماز پڑھنے اور بیٹھنے اور ٹانگیں دبانے کا موقعہ میسر آجاتا تھا' مگر اس روز میں چونکہ مسجد میں دیر سے حاضر ہوا' میں پیچھے تھا اور خدام حضرت اقدسؑ کے گرد حلقہ کئے ہوئے تھے۔ اتنے میں حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ سیالکوٹی مرحوم و مغفور حلقہ سے نکل کر باہر آئے اور مجھے منتظر کھڑا دیکھ کر پوچھا۔ میاں! حضرت صاحبؑ سے مصافحہ کیا ہے؟ میں نے کہا بھیڑ ہے موقعہ کا منتظر ہوں۔ انہوں نے اپنی جلالی آواز میں کہا 'میاں! آگے بڑھو مصافحہ کرو یہاں کون سے حاجب و دربان بیٹھے ہیں؟' اور مجمع کو آواز دی (کہ) ان کو راستہ دے دو مصافحہ کرلیں۔ چنانچہ میں نے آگے بڑھ کر مصافحہ کرلیا اور پھر مجھے وہیں بیٹھنے اور حضورؑ کی باتیں سننے کا موقعہ بھی مل گیا۔'' *

حضورؑ کا امرتسر میں ورود' مستورات کے آرام کا خیال رکھنا:

حضرت مسیح موعودؑ سفر دہلی سے واپسی پر ۷ نومبر ۱۹۰۵ء کو امرتسر کی جماعت کی درخواست پر وہاں اُترے۔ جنگ مقدس کے وقت جو مکان حضورؑ کا قیام گاہ تھا وہیں حضورؑ اور خدام کے ٹھہرانے کا انتظام کیا گیا۔ حضورؑ ۱۰ نومبر کو مراجعت فرمائے قادیان ہوئے۔[1] اس بارہ میں ملک صاحبؓ بیان کرتے تھے:

بقیہ حاشیہ : پر حضرت مولوی عبدالکریمؓ کا مرقومہ مضمون (الحکم جلد ۹ نمبر ۲ صفحہ ۴) اور ''ایک مبارکباد کا خط'' مرقومہ حضرت نواب محمد علیؓ خاں صاحب (نمبر ۳ صفحہ ۴) اور مکرم نواب خاں صاحب ثاقب مالیرکوٹلوی کی نظم (نمبر ۴ صفحہ ۳) اور اداریہ (صفحہ ۱) اور فیصلہ عدالت (نمبر ۳) اور مقدمہ کے متعلق مختصر بیان سلسلہ احمدیہ صفحہ ۱۳۶ تا ۱۳۹ مطالعہ کے قابل ہیں۔ (مؤلف)

* (الف) خط وحدانی کے الفاظ میری طرف سے ہیں۔

''ایک دفعہ حضورؑ امرتسر بمعہ اہل وعیال تشریف لے گئے۔ حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ اور دیگر خدام بھی ساتھ تھے۔ جماعت احمدیہ نے ایک بڑے مکان کا انتظام کیا۔ مگر اس کا جو خاص بڑا کمرہ اور اچھا حصہ تھا وہ مردانہ کیلئے اس خیال سے رکھ لیا کہ اکثر لوگ حضورؑ کی زیارت کیلئے تشریف لاویں گے۔ اور زنانہ کیلئے دو معمولی کمروں کا انتظام کیا۔ دری دونوں جگہ بچھا دی تھی۔ حضرت اقدسؑ نے جب یہ انتظام دیکھا تو اس کو ناپسند فرمایا اور کہا کیا ہمارے لئے یہ حصہ ہے (یعنی زنانہ حصہ) اور اسی وقت مردانہ حصہ میں مستورات کو رکھ دیا اور دوسرے کمرے مردوں کیلئے رہنے دیئے۔ وہاں حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ قریباً سارا دن بیٹھ کر لوگوں کی روحانی اور جسمانی امراض کا علاج کیا کرتے۔ ہر شخص کو قریب بیٹھنے کا شوق ہوتا۔ ایک وقت میں جو دیر سے آیا تو پیچھے رہ گیا۔ جہاں آواز نہ پہنچتی تھی۔ حضرت مولوی صاحبؓ فرش پر سب لوگوں کے ساتھ بیٹھے تھے اور حضورؓ کے پیچھے ایک چارپائی پڑی تھی۔ میں قریب ہونے کی غرض سے دیوار کے ساتھ ساتھ جا کر اس چارپائی پر مولوی صاحبؓ سے اونچا بیٹھ گیا۔ مگر میرے دل میں خیال آیا کہ یہ بے ادبی نہ ہو۔ میں نے عرض کیا (کہ) آپؓ اسے بے ادبی نہ خیال فرما دیں' میں باتیں سننے کی غرض سے قریب ہونے کو یہاں آ کر بیٹھ گیا ہوں۔ مولوی صاحبؓ نے فرمایا کہ مَیں تو اس کی پروا نہیں کرتا۔ لیکن اگر تمہارے دل میں آتا ہے کہ یہ بے ادبی ہے تو ایسا مت کرو۔ میں نے کہا تو سہی کہ میرا ایسا خیال نہیں مگر اوپر بیٹھنے کو میرا دل نہ چاہا اور مَیں نیچے ہو کر بیٹھ گیا''۔

امرتسر میں تقریر اور ماہ رمضان میں چائے پینے پر شوروغوغا:

''غالباً اسی موقعہ کی بات ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کا لیکچر بندے ماترم ہال میں ہوا۔ حضورؑ نے یہودیت' عیسائیت اور اسلام کی تعلیم کا مقابلہ کیا۔ اور فرمایا کہ یہودیت انتقام پر زور دیتی ہے۔ عیسائیت بالکل عفو پر۔ مگر اسلام کی تعلیم درمیانی ہے۔ انتقام کے موقعہ پر انتقام اور عفو کے موقعہ پر عفو کا حکم دیتا ہے۔ گو یہ رمضان شریف کا مہینہ تھا۔ مگر بوجہ سفر حضرت اقدسؑ نے روزہ نہیں رکھا ہوا تھا۔ حضورؑ جب تقریر فرما رہے تھے اور لوگ اطمینان سے سُن رہے تھے کہ مفتی فضل الرحمٰن صاحب حکیم نے چائے کا پیالہ حضورؑ کے پیش کر دیا۔ حضورؑ نے دو دفعہ توجہ نہ دی۔ مگر جب انہوں نے بالکل منہ کے قریب ہی کر دیا تو حضورؑ نے چائے لیکر پی لی۔ پھر

کیا تھا چاروں طرف سے وہ شور اور گالی گلوچ شروع ہو گیا کہ رمضان شریف کی بے حرمتی کی روزے نہیں رکھتے ' اور کیا کیا آوازیں آئیں اور لوگ آمادہ فساد ہو گئے ۔ پولیس کے کہنے سے حضورؑ پردے کے پیچھے چلے گئے مگر شور جاری رہا۔ پھر پشت کے دروازہ کی طرف گاڑی (لینڈو) لائی گئی اور حضورؑ اس میں سوار ہو کر چل پڑے ۔ لوگوں کے اژدحام میں سے کسی نے اینٹ' کسی نے پتھر' کسی نے مٹی' کسی نے جوتا پھینکا' گاڑی کا شیشہ ٹوٹ گیا' لیکن حضورؑ بے گزند اپنی آرام گاہ پر پہنچ گئے ۔ اس وقت ایک مولوی یہ واویلا کرتا تھا' ہائے ہائے مرزا' 'ہائے ہائے مرزا' مگر ایک اور مولوی صاحب یہ کہہ رہے تھے ہائے آج لوگوں نے پتھر مار کر مرزے کو نبی بنا دیا۔ الغرض یہ دو طرح کا واویلا لوگ کر رہے تھے ۔ اور انہوں نے عجیب بربریت کا ثبوت دیا تھا۔ جب ہم نے دیکھ لیا کہ حضورؑ جا چکے (ہیں) تو ہم حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ کے ہمراہ اسی دروازہ سے باہر بازار میں نکلنے لگے ۔ کسی شخص نے حضرت مولوی صاحبؓ کی خدمت میں عرض کیا کہ حضورؓ ٹھہر جاویں' لوگ پتھر مار رہے ہیں ۔ حضرت مولوی صاحبؓ نے ایک درد بھرے دل سے کہا' وہ گیا جس کو مارتے تھے ۔ مجھ کو کون مارتا ہے ۔ یہ (بات) ہر کسی کو نصیب نہیں ' چنانچہ ہم سب انؓ کے ہمراہ نکل آئے اور بازار میں سے ہوتے ہوئے آرام گاہ کو چلے گئے ۔ اگرچہ وہ پتھر مارنیوالے موجود تھے مگر کسی نے ہم کو کوئی پتھر نہیں مارا۔

'' تمام احمدیوں کو نہایت افسوس تھا کہ حضرت اقدسؑ کا لیکچر کیوں رُک گیا۔ ہر شخص مفتی فضل الرحمٰن صاحب پر ناراض تھا کہ جب حضورؑ نے مانگی نہیں تھی تو انہوں نے زبردستی چائے کیوں پیش کی' اور اس طرح فتنہ کا موجب ہوئے ۔ ہمارے بھی چونکہ مفتی صاحب دوست تھے ۔ ہم نے اور بالخصوص سردار فضل حق صاحب نے مفتی صاحب کو کہا۔ مفتی صاحب سب کام تم نے خواہ مخواہ خراب کیا۔ قریباً ہر شخص مفتی صاحب کو ملامت کرتا تھا اور مفتی صاحب شرمندہ ہو کر رہ جاتے تھے (اور خفت مٹانے کے لئے) کچھ یونہی سا جواب دیتے تھے ۔ اسی اثناء میں کسی نے حضرت اقدسؑ کے حضور بھی عرض کر دیا کہ حضورؑ لیکچر تو خوب ہو رہا تھا' لوگ سُن بھی رہے تھے' مفتی صاحب نے خواہ مخواہ غلطی کی اور شور کروا دیا۔ حضرت صاحبؑ نے فرمایا نہیں ۔ مفتی صاحب نے کوئی برا کام نہیں کیا۔ رسولؐ کی سنت کے مطابق سفر میں

روزہ نہیں چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعہ سے ہمارے عمل سے اس سنت رسول اللہؐ کا اعلان کروادیا۔ پھر تو سب لوگ خاموش ہو گئے اور مفتی صاحب کی خوب بن آئی، اور وہ ہر ایک کے سَر چڑھے کیوں سُنا؟ حضرت صاحبؑ نے فرمایا ہے کہ مَیں نے بہت اچھا کیا۔ تم خواہ مخواہ گرم ہوئے تھے۔ وغیرہ۔ امرتسر کے لوگوں نے حضرتؑ کو اس لئے پتھر مارے کہ حضورؑ نے سفر میں روزہ نہیں رکھا تھا۔ آئندہ (سال) رمضان شریف میں امرتسر میں وہ ملیریا پڑا کہ غالباً پانچ فیصدی کے سواسب بیمار تھے اور ان کو اس آیت کی عملی تصدیق ہوگئی کہ مسافر اور بیمار کو روزہ نہیں رکھنا چاہیئے۔''*

صوفی غلام محمد صاحب امرتسری کا حضورؑ کی امامت میں نماز ادا کرنا:

''میرے دوست صوفی غلام محمد صاحب مرحوم سکنہ امرتسر (والد صوفی عبدالرحیم صاحب ملازم ریلوے دہلی) پرانے احمدی تھے۔ انہوں نے مجھے بتلایا کہ ایک دفعہ وہ اپنے طالب علمی کے زمانہ میں جب بیعت نہ تھی (یعنی اعلان بیعت سے قبل) حضرت مسیح موعودؑ کو قادیان آ کر ملے اور مسجد میں نماز پڑھی۔ صرف حضرت مسیح موعودؑ امام تھے اور وہ مقتدی کوئی تیسرا آدمی نہ تھا۔''

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد کے ساتھ کشتی کی سیر:

آپؓ بیان کرتے تھے کہ خلافتِ اولیٰ میں غالباً ۱۹۰۹ء کی بات ہے میری عمر تیس سال کی تھی اور میرے ساتھ کوچہ وکیلاں امرتسر کے رہنے والے ایک احمدی دوست شیخ غلام جیلانی صاحب تھے۔ ان کی عمر اس وقت بیس

---

* خطوط وحدانی کے الفاظ میری طرف سے ہیں۔ حضرت اقدسؑ سفر دہلی ولدھیانہ سے واپسی پر جماعت امرتسر کی درخواست پر ۷ نومبر ۱۹۰۵ء کو امرتسر میں اُترے۔ حضورؑ اور خدام کو جماعت نے اس مکان میں ٹھہرایا جو ۱۸۹۳ء میں بوقت مباحثہ آتھم حضورؑ کا قیام گاہ تھا اور ۱۰ نومبر کو حضورؑ قادیان تشریف لے آئے تھے (الحکم جلد ۹ نمبر ۳۹ صفحہ ۱ کالم ۳ بابت ۱۰ نومبر ۱۹۰۵ء و نمبر ۴۰ صفحہ ۱ کالم ۲ بابت ۱۷ نومبر ۱۹۰۵ء) بدر میں حضورؑ کے لدھیانہ سے امرتسر ۸ نومبر کو پہنچنے کا ذکر ہے (غیر معمولی پرچہ سفر دہلی صفحہ ۴ کالم ۲) بدر کا پورا فائل دستیاب نہیں ہوسکا کہ صحیح تاریخ نکالی جاسکے۔ ملک صاحبؓ کی یہ روایت THE PROMISED MESSIAH IN AMRITSAR کے زیرعنوان ریویو آف ریلیجنز (انگریزی) بابت ماہ مئی ۱۹۴۲ء میں شائع ہوچکی ہے۔ البتہ وہاں اتنی بات آپؓ نے زائد لکھی ہے کہ لوگوں کے ایک طبقہ پر حکم الٰہی کے حقیقی معنی خدا تعالیٰ کے رحم پر یقین کے ذریعہ ظاہر ہوئے۔ تو دوسرے طبقہ پر خدا تعالیٰ کے غضب کے ظہور کے ساتھ۔ حضورؑ نے حکم خداوندی کی تعمیل خوشی سے کر لی اور معترضین اس کی تعمیل پر مجبور کئے گئے۔ ملک صاحبؓ نے سہو سے اس ۱۹۰۵ء کے واقعہ کو ریویو میں ۱۹۰۰ء میں ہونا تحریر کیا ہے۔ (مؤلف)

سال کی تھی۔ بعد میں پورٹ بلیئر گورنمنٹ سکول کے ہیڈ ماسٹر رہے ہیں۔ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب (خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ) قادیان کی ڈھاب میں کشتی چلا رہے تھے۔ مکرم خاں صاحب مولوی فرزند علی صاحب کے مکان نزد بورڈنگ مدرسہ احمدیہ کے پاس کھڑے ہوکر ہم نے کہا 'میاں صاحب سانوں وی سیر کراؤ' یعنی میاں صاحب ہمیں بھی سیر کرائیں۔ آپ چُپ چاپ کشتی ہمارے پاس لے آئے، ہم دونوں اس میں بیٹھ گئے اور آپ پنڈورہ* کے قریب تک گئے اور پھر واپس آکر دارالانوار کے راستہ پر جو پُل ہے اس کے نیچے سے گذرے اور جہاں اب میونسپل کمیٹی کا دفتر بن چکا ہے اس کے قریب تک ہمیں لے گئے۔ اور واپس لاکر اسی جگہ کشتی کھڑی کردی جہاں سے شروع میں روانہ ہوئے تھے۔ اس سارے وقت میں آپ نے کوئی بات نہ کی۔ بلکہ جب پُل کے نیچے سے گذرنے لگے اس وقت بھی مُنہ سے ہم کو نہیں کہا کہ سر جھکالو تا ٹکر نہ لگے بلکہ خود اپنا سر جھکالیا اور ہم نے بھی آپ کو دیکھ کر آتے اور جاتے ایسا ہی کیا۔ کوئی بات نہیں ہوئی۔ بجز اس کے کہ داخلہ اور رخصت کے وقت ہم نے السلام علیکم کہا اور آپ نے جواب دیا۔

وصیت کا واقعہ:

آپ ؓ کی زندگی کا ایک قابلِ ذکر واقعہ آپ ؓ کا وصیت کرنا ہے۔ اگر چہ الوصیت آپ ؓ کے سامنے شائع ہوئی۔ دوستوں نے وصیتیں بھی کیں اور آپ ؓ کو بھی بعض دوستوں نے تحریک کی۔ مگر آپ ؓ کی طبیعت ادھر آتی نہیں تھی۔ عادت پڑی ہوئی تھی کہ ہر چیز کے عقلی دلائل ہوں اور وہ اس بارہ میں اپنے مقررہ معیار کے مطابق سمجھ میں نہ آتے تھے۔ لیکن اس بارہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے رہنمائی فرمائی۔ واقعہ یوں ہے کہ جب قادیان سے قرآن مجید کا پہلا پارہ انگریزی میں شائع ہوا تو جماعت کی طرف سے آپ ؓ نے اس کی ایک کاپی ڈاکٹر سیف الدین صاحب کچلو کانگرس لیڈر کے پاس فروخت کی۔ یہ صاحب کچھ عرصہ احمدی بھی رہے تھے۔ اور خوب نمازیں پڑھا کرتے تھے۔ اور کانگرس لیڈر بن کر انہوں نے نماز ترک کردی اور کہتے تھے کہ یہ پروپیگنڈے کا کام جو ہم قوم کی خاطر کرتے ہیں نماز سے مقدم ہے۔ اس روز آپ ؓ نے ڈاکٹر صاحب کو پھر نماز کی تلقین کی تو انہوں نے وہی جواب دیا۔ ملک صاحب ؓ نے پوچھا کہ آپ مسلمان ہیں۔ کیا قرآن مجید کو الہامی مانتے ہیں؟ انہوں نے کہا مانتا ہوں۔ ملک صاحب ؓ نے کہا پھر اگر قرآن مجید نماز پڑھنے کو کہے تو کیوں نہ پڑھو؟ ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ کسی

---

* یعنی خاکروبوں کا محلّہ۔ بعد میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسے دارالصحت کے نام سے موسوم کیا گیا تھا۔ لیکن اب تقسیم ملک کے بعد میونسپل کمیٹی نے اسے ہریجن پورہ کا نام دیا ہے۔ (مؤلف)

کتاب کو الہامی ماننے کے یہ معنے نہیں کہ اس کی ہر بات مان لی جائے۔ وہی بات مانی جائے گی جو عقل کے مطابق ہوگی۔ آپؓ کو یہ بات بُری معلوم ہوئی۔ اور آپؓ نے چند دوستوں کے پاس شکایت بھی کی کہ یہ بھی عجیب مسلمان ہیں۔ آپؓ چاہتے تھے کہ ڈاکٹر صاحب کو قرآن مجید کے کسی حکم کو ماننے سے عقل کی بناء پر اعتراض نہیں کرنا چاہئے۔ اس بات پر خود آپؓ پر ردعمل ہوا۔ اور آپؓ نے اپنے تئیں مخاطب کر کے کہا کہ تم ڈاکٹر کچلو کو تو الزام دیتے ہو مگر خود تمہارا کیا حال ہے؟ حضرت اقدسؑ کو صادق مانتے ہو مگر آپؑ کے فرمودہ وصیت کے نظام میں شامل ہونے کو تیار نہیں۔ اسی ضمن میں دوسری بات یہ ہوئی کہ آپؓ ہوشیار پور میں تھے۔ ایک سب جج صاحب آپؓ کے مکان پر آئے۔ ان کے دریافت کرنے پر آپؓ نے اپنے لڑکے ملک سعید احمد صاحب کے متعلق بتایا کہ انہوں نے بی۔ اے کا امتحان دیا ہے اور اب ان کا خاص شغل تبلیغ احمدیت ہے۔ انہوں نے اس بات کا ثبوت طلب کیا کہ بہشتی مقبرہ میں دفن ہونے والا بہشتی ہی ہوتا ہے۔ ملک سعید احمد صاحب نے کچھ جواب دیا مگر وہ اعتراض کرتے رہے۔ اس وقت باپ بیٹا دونوں کو ایسا کوئی جواب نہ آتا تھا جس سے معترض کو خاموش کرا سکتے۔ فوراً ایک بات اللہ تعالیٰ نے آپؓ کے دل میں ڈالی۔ آپؓ نے سب جج صاحب سے پوچھا آپ مسلمان ہیں۔ بھلا یہ تو بتلائیں کہ اس کا کیا ثبوت ہے کہ بہشت ہے بھی؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ ایک ڈھکوسلہ ہے۔ یہ سُن کر وہ سٹھیا گئے کہ یہ کیا لینے کے دینے پڑ گئے۔ آپؓ نے ان کی مدد کی اور کہا کہ ثبوت یہی ہے نا کہ محمد رسول اللہ صلعم جیسے انسان نے جسے ہم صادق سمجھتے ہیں ایسا کہا ہے۔ انہیں یہ دلیل معقول نظر آئی اور جھٹ کہا ہاں۔ ملک صاحبؓ نے کہا پھر بہشتی مقبرہ والی بات کی بھی یہی دلیل ہے کہ حضرت مرزا صاحبؑ نے جنہیں ہم صادق سمجھتے ہیں۔ ایسا کہا ہے۔ پس ہم سے بحث اس امر پر کرو کہ حضرت مرزا صاحب صادق ہیں یا نہیں۔ اگر حضورؑ صادق ثابت ہوں۔ تو آپؑ کا یہ فرمان بھی جس کا تعلق حیات مابعد الموت سے ہے سچ ماننا پڑے گا۔ سب جج صاحب کو اس کا کوئی جواب نہ آیا اور خاموش ہو گئے۔ اس بحث نے ملک صاحبؓ کے لئے تربیت کی ایک بڑی منزل طے کر دی اور آپؓ کو وصیت کے ضروری ہونے پر دلیل مل گئی۔ اور آپؓ نے دل میں کہا کہ اگر میری اس دلیل سے غیر احمدی کا منہ بند ہو سکتا ہے تو مجھے اور کیا دلیل درکار ہے۔ الغرض آپؓ کو بالکل تسلی ہو گئی اور آپؓ نے پورے انشراح صدر سے وصیت کر دی۔

قادیان میں خرید زمین:

آپؓ کو کئی دفعہ خیال آتا تھا کہ قادیان میں ایک کنال زمین خرید لیں۔ گو تنخواہ اور الاؤنس ملا کر آپؓ کا مشاہرہ قریباً پونے تین صد روپیہ تھا لیکن آپؓ کچھ بھی پس انداز نہیں کر سکتے تھے۔ آپؓ کے عرض کرنے پر حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب دام فیضہم نے ایک کنال زمین کی قیمت کی ادائیگی پچیس روپے ماہوار کے

حساب سے منظور فرمالی۔لیکن آپؓ یہ ادائیگی بھی نہ کر سکے۔ایک دن قادیان کے لالہ بُڈھامل آپؓ کے پاس گورداسپور گئے اور کہا کہ مرزا اکرم بیگ صاحب والی زمین بک رہی ہے۔آپ بھی کیوں حصہ نہیں لے لیتے؟ ملک صاحبؓ کے کہنے پر کہ میرے پاس تو کوئی روپیہ ہی نہیں لالہ صاحب نے کہا کہ زمین بڑی اچھی چیز ہوتی ہے ایسے موقعہ پر قرض وغیرہ لیکر بھی خرید لیں۔آپؓ نے کہا کہ مَیں صاحب جائیداد بننے کے لئے قرض لینا پسند نہیں کرتا۔آخر لالہ صاحب نے کہا کہ اگر میں آپ کو ایک ہزار روپیہ بلا سود قرض دے دوں جو آپؓ پچیس روپے ماہوار کی قسط سے ادا کر دیں تو آپ کا کیا نقصان ہے؟ لیکن ملک صاحبؓ نے پھر بھی انکار کیا۔اس کے بعد منشی عبدالعزیز صاحب اوجلوی پٹواری رضی اللہ عنہ سے اس بات کا ذکر ہوا۔تو انہوں نے مشورہ دیا کہ یہ آپ کو خدا تعالیٰ دیتا ہے لے لیں ان کا کوئی مقدمہ نہیں یہ کوئی رشوت نہیں۔آپؓ خدا کی دین سے کیوں انکار کرتے ہیں؟ چنانچہ آپؓ کے لکھنے پر لالہ صاحب نے رقم ادا کر دی۔اس طرح آپؓ کو سترہ کنال باموقعہ زمین مل گئی جس میں سے قریباً سات کنال پر آپؓ نے مکان کا احاطہ بنالیا اور باقی زمین نے اندوختہ کا کام دیا۔

قیام گورداسپور اور تبدیلی:

آپؓ قریباً گیارہ سال تک گورداسپور میں متعین رہے۔ان ایام میں آپؓ کو قادیان آنے کا اکثر اتفاق ہوتا اور اکثر بزرگان سلسلہ بھی جب کسی کام کے لئے گورداسپور جاتے تو آپؓ کے ہاں قیام کرتے۔حضرت ام المومنین اطال اللہ بقاءہا وہاں کئی دفعہ تشریف لے گئیں اور آپ کو وہ جگہ بہت پسند تھی اور ملک صاحبؓ کے ہاں ہی قیام فرمایا تھا۔دو تین دفعہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے بھی آپؓ کے ہاں معہ اہلبیت قیام فرمایا۔ آپؓ کی تبدیلی کا کوئی سوال نہ تھا کہ آپؓ نے خواب دیکھا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ گورداسپور میں تشریف لائے ہیں اور بازار سے کھانا کھایا ہے۔چونکہ چند بار حضور آپؓ کے ہاں قیام کر چکے تھے۔اس لئے ملک صاحبؓ کو خواب میں بہت فکر اور شرم محسوس ہوئی کہ حضور بازار سے کھانا کھائیں۔چند دن بعد آپؓ کا تبادلہ حصار ہوا۔اور پھر وہاں سے ڈیرہ غازیخاں' پھر ملتان۔بعدہٗ دوبارہ ڈیرہ غازیخاں۔اس کے بعد ہوشیارپور جہاں سے آپؓ ملازمت سے سبکدوش ہوئے۔ملک سعید احمد صاحب بیان کرتے ہیں کہ قیام گورداسپور میں احمدیت اور مرکز سے آپؓ کی وابستگی بہت گہری ہوگئی تھی۔وہاں سے تبادلہ کو آپؓ نے بہت محسوس کیا۔ایک دفعہ کسی مجبوری سے جلسہ سالانہ پر نہ آسکے۔جس کا آپؓ کو بہت غم ہوا۔بار بار ذکر کرتے تھے کہ قبول احمدیت سے

اس وقت تک یہ پہلا موقعہ ہے کہ جلسہ میں شرکت سے محروم ہو رہا ہوں۔چنانچہ ایک نظم تحریر کی جو الفضل میں شائع ہوئی اس کا ایک شعر یہ ہے

شوق کہتا ہے کہ اُڑ چل کھا ہوائے قادیاں ؎ باندھ کر پَر کر دیا ہے مجھ کو محصورِ حصار

مکرم بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی بیان فرماتے ہیں کہ ملک صاحبؓ کے گورداسپور کے قیام کے دوران میں جب بھی حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے وہاں جانے کا اتفاق ہوُا۔حضور ہمیشہ آپؓ ہی کے ہاں قیام فرماتے اور یہ کہ آپؓ کو خاندان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بہت محبت تھی۔

بروقت نصرت الٰہی کا ایک واقعہ:

ڈیرہ غازی خاں سے پندرہ میل کے فاصلہ پر بستی رنداں نامی ایک گاؤں قریباً سارا احمدی ہے۔ان میں اختلافات تھے۔جماعت کی طرف سے مکرم مولوی محمد عثمان صاحبؓ۔مکرم حکیم عبدالخالق صاحبؓ اور آپؓ کو رفع اختلافات کے لئے بھیجا گیا۔یہ وفد کوٹ چھٹہ تک تو لاری پر گیا اور بقیہ چھ میل طے کرنے کو ایک ٹم ٹم کرایہ پر لی۔گرمی کا وقت تھا۔گھوڑا تھک کر گر گیا اور بہتیری کوشش کی گئی لیکن نہ اُٹھا۔ملک صاحبؓ پیدل روانہ ہوگئے۔دوسرے دوست ابھی اس کے اٹھانے کی کوشش کر رہے تھے‘ اتنے میں دور سے ایک شخص سفید گھوڑا سرپٹ دوڑائے نظر آیا۔آپؓ نے خیال کیا کہ اگر یہ شخص واقف ہوُا اور اس کا گھوڑا ٹانگے کو لگ سکا تو ہم اسے جوت لیں گے اور سوار ٹانگے والے گھوڑے پر سوار ہو سکے گا۔لیکن جب سوار نے مقامی دوستوں سے سلام کلام نہ کیا تو آپؓ سمجھے کہ یہ کوئی اجنبی شخص ہے۔سوار اسی طرح گھوڑا سرپٹ دوڑائے چلا آیا اور بالکل آپؓ کے پاس آ کر گھوڑے سے اُتر کر کہنے لگا۔’’ملک صاحب اس پر چڑھ جائیں۔‘‘ یہ شخص آپؓ کا واقف قادر بخش گرداور قانونگو تھا۔ملک صاحبؓ نے عُذر کیا اور کہا کہ آپ چلیں مَیں پیدل آجاتا ہوں۔لیکن اس نے کہا کہ کوئی بات نہ کریں اس پر بیٹھ جائیں۔یہ ایک عجیب واقعہ ہے۔چنانچہ دریافت کرنے پر اُس نے کہا کہ چند سال سے میں روزانہ اس گھوڑی پر بستی رنداں سے اپنے حلقہ کو جاتا ہوں۔اور کبھی اس نے کان تک نہیں ہلایا اور میرے اشارہ پر چلتی تھی۔مگر آج نہ معلوم کیا ہوُا کہ جب گاؤں سے مَیں نکلا تو یہ واپس مُڑ گئی اور بھاگنا شروع کیا۔ہر چند اسے روکنے کی کوشش کی لیکن نہ رُکی۔یہ دیکھئے میرے ہاتھ بھی باگیں کھینچ کھینچ کر سُرخ ہوگئے ہیں۔لیکن آپؓ کے پاس پہنچ کر خود بخود ٹھہر گئی ہے۔بس آپؓ سوار ہو جائیں۔چنانچہ اس نے ملک صاحبؓ کو بآرام بستی رنداں پہنچایا اور اگلے روز بھی بآرام اور دوسروں سے پہلے واپس کوٹ چھٹہ پہنچا دیا۔عین وقت پر غیب سے نصرت الٰہی کے پہنچنے کی وجہ ملک صاحبؓ یہ سمجھتے تھے کہ یہ وفد چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سلسلہ کا ایک کام کرنے گیا تھا اور ملک صاحبؓ موصوف پیدل چلنے کے عادی نہ تھے۔بالخصوص موسم گرما میں۔اس لئے خدا تعالیٰ نے غیب سے یہ انتظام وسہولت پہنچادی۔فالحمد للّٰہ علیٰ ذالک۔

آپؓ کی اہلی زندگی:

آپؓ کی پہلی بیوی غیر احمدی رشتہ داروں میں سے تھیں۔ مذہب سے بیگانہ۔ دونوں میاں بیوی کی طبیعتوں میں شدید اختلاف تھا۔ نباہ نہ ہو سکا اور مجبوراً آپؓ کو طلاق دینی پڑی۔ آپؓ نے مہر وغیرہ سب کچھ ادا کر دیا۔ اس سے آپؓ کی کوئی اولاد زندہ نہیں رہی۔

بعد ازاں آپؓ کی دوسری شادی میاں اللہ بخش صاحب امرتسری رضی اللہ عنہ جو ۳۱۳ صحابہ میں سے تھے اور ان کے حالات پہلے درج ہو چکے ہیں کی دختر محترمہ کرم النساء صاحبہ سے ۱۹۰۶ء میں ہوئی۔ موصوفہ پیدائشی احمدی ہیں۔ اور گو ان پڑھ ہیں لیکن نماز روزہ کی پابند اور احمدیت سے محبت رکھنے والی ہیں۔ ملک سعادت احمد صاحب تحریر کرتے ہیں کہ آپ کی آٹھ نو برس کی عمر تھی تو اپنی والدہ کے ہمراہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاں آیا کرتی تھیں ان کی والدہ غلام فاطمہ صاحبہ بتاتی ہیں کہ یہ حضورؑ کے بستر پر کھیلا کرتی تھیں تو مَیں منع کرتی تھی۔ تو حضورؑ فرماتے تھے کہ کوئی حرج نہیں بچے ہیں کھیلنے دیں۔ ان کے بطن سے جو اولاد ہوئی اور ان کی اولاد دَر اولاد کا ذکر ذیل کے شجرہ میں جو دسمبر ۱۹۵۰ء تک مکمل ہے کر دیا گیا ہے۔

شجرہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ کریں

شجرۂ نسب

ملک سلطان بخش

ملک مولا بخشؓ

- آمنہ بیگم (زوجہ چوہدری محمد کرامت اللہ صاحب ایم۔ایس۔سی ابن بابو اکبر علی صاحبؓ)
  - منصور احمد
  - مسعود احمد
  - حمید احمد
  - طاہر احمد
  - امتہ الحی
  - ظفر احمد
  - قیصرہ بیگم
  - ناصر احمد
- صوبیدار ملک سعید احمد بی۔اے راولپنڈی
  - رشید احمد
  - نعیمہ بیگم
  - حمیدہ احمد
  - نصیرہ بیگم
  - مجید احمد
- ملک بشارت احمد واقف زندگی (یونیورسل ٹریڈنگ کمپنی۔میر پور خاص سندھ)
  - منیر احمد
  - بشیر احمد
  - مبارک احمد
  - منصورہ بیگم
- ملک سعادت احمد (ریڈیز الیکٹرک ہاؤس۔پشاور)
  - مبارکہ بیگم
  - انور احمد
- صدیقہ بیگم (زوجہ قریشی انور سعید تحصیلدار ابن قریشی ابوسعید صاحب)
  - نیلوفر انجم
  - ناہید

قادیان سے جبری ہجرت اور واپسی کی خواہش:

ملک صاحبؓ کو دیگر احباب کی طرح کرہاً قادیان سے ۱۹۴۷ء میں ہجرت کرنی پڑی۔ آپؓ نے اپنی پاکستان کی زندگی کے متعلق راقم کو مورخہ ۴۹/ ۷/ ۱۴ کو سیالکوٹ سے تحریر فرمایا:

''چونکہ .... صحت بھی اچھی نہیں اس لئے باوجود خواہش کے خط نہیں لکھ سکا........... قادیان سے نکل کر بہت دکھ پایا۔ آپ لوگوں کو بھی گو تکالیف ہیں۔ مگر آپ چونکہ اللہ تعالیٰ کے لئے تکلیف اٹھا رہے ہیں اس لئے وہ تکالیف ثوابِ آخرت کے علاوہ اپنا صلہ ساتھ ساتھ بنتی رہتی ہیں۔ میں تو حالات کی مجبوری سے یہاں ایک گاؤں میں محصور ہوں، جہاں ڈاک بھی آٹھ دن کے بعد آتی ہے مگر ہے شہر سے نزدیک۔ اس لئے دوسرے تیسرے جا کر خطوط اور اخبار الفضل لے آتا ہوں .... آج کل رمضان شریف ہے۔ مَیں تو روزے، تراویح، درس سب سے محروم ہوں۔ آپ سے دعا ہے کہ آپ حضرت صاحب کی صحت کے لئے دعا فرماویں اور میرے لئے میرے اہل خانہ کے لئے بھی جو آپ کوئی دفعہ یاد کرتے ہیں۔''

پھر ۴۹/ ۸/ ۱۳ کو تحریر فرماتے ہیں:

''میں جب تک لاہور میں تھا تو کوئی نہ کوئی دوست مل جایا کرتا تھا۔ مگر میری ایک تو صحت خراب ہوگئی، دوسرے میرے لئے وہاں کوئی مکان نہیں ملا تھا........... یہاں بھی شہر میں تو کوئی مکان نہ ملا............ (سمدھی) نے ایک گاؤں میں جو شہر سے کوئی دو تین میل دور ہے انتظام کر دیا۔ جہاں ڈاک ہفتہ میں دو دفعہ جاتی ہے۔ اس لئے میں ڈاک دوسرے پتہ پر شہر میں منگواتا ہوں اور وہاں جا کر یا تو خود لے آتا ہوں یا منگوا لیتا ہوں۔ نیز اہلیہ اور اس کی سو سال سے اوپر کی بوڑھی اور نابینا والدہ ہمارے ساتھ ہے۔ میری بیوی اپنی والدہ سے اور میں اس سے بندھا پڑا ہوں اور ہماری نقل و حرکت پر اس طرح ایک سخت پابندی عائد ہے........... نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا ہے ازدواج دین کو مدنظر رکھ کر کرو۔ اگر عُسر بھی ہو تو اللہ تعالیٰ اس کو یُسر میں بدل دیتا ہے اور یہ یقینی بات ہے کہ عُسر مال سے دُور نہیں ہوتا۔ تمام راحت کا تعلق دراصل دل سے ہے۔ آپ لوگ بظاہر عُسر کی حالت میں ہیں لیکن جہاں دلوں میں اطمینان ہو وہ ہزار یُسر پیدا کر دیتا ہے جو بڑے بڑے صاحب املاک لوگوں کو حاصل نہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ سب لوگوں کو ہمیشہ بے شمار اجر، اور رحمت سے نوازے۔ وہاں کے حالات سے بتفصیل اطلاع دیتے رہیں۔ کئی دفعہ میرا بھی دل چاہتا ہے کہ دیار محبوب میں جاؤں۔ مگر ابھی تک روک ہی ہے۔ اگر

اللہ تعالیٰ چاہے گا

تو آنا ہوجائے گا۔ یہاں کی ذمہ داریاں اور ذاتی کمزوری مستقل ہجرت کے لئے انشراح نہیں دیتیں۔ جسمانی کیفیت آرام کو چاہتی ہے۔ مگر اس غرض سے قادیان جانا مَیں جائز نہیں سمجھتا۔ وہاں تو قربانی اور نفس کشی کا مقام ہے جس کے لئے بوجہ کمزوری ایمان مَیں انشراح نہیں پاتا۔ یہ ہو یا نہ ہو میرے ایمان کی ترقی اور عاقبت بخیر کے لئے ضرور دعائیں کریں۔

؎ دلم دلدار مے جوید تنم آرام مے خواہد
عجائب کش مکش دارم ازیں غم جان من کاہد''

اللہ تعالیٰ کے وعدے ضرور پورے ہوکر رہیں گے اور حکومتوں کے بعد حکومتیں احمدیت کی غلامی کا طوق اپنے گلوں میں ڈال لیں گی۔ اور بعد میں آنیوالوں کے لئے دنیوی مصائب کا خاتمہ ہوجائے گا۔ لیکن ہجرت کی وجہ سے صحابہ کرامؓ پر جو گزری وہ نسلوں تک کے لئے خون کے آنسو رلانے کے لئے کافی ہوگا۔ حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ جن کی ساری زندگی آستانہ الٰہی پر گذری اور قادیان کا گوشہ گوشہ ان کی دعاؤں' شعائر اللہ سے محبت وعشق اور فدائیت کا ضامن ہے۔ اللہ تعالیٰ کے غناء کے آگے کسی کو دم مارنے کی جرأت نہیں۔ نہ ہی کوئی شکوہ ہے اور اس کے سربستہ راز اسی کو ہی معلوم ہیں۔ یہ بزرگ پچاس سال قادیان میں گذار کر ہجرت کے بہت ہی قلیل عرصہ کے بعد لاہور جا کر فوت ہوئے۔ اسی طرح مسیح کے بے شمار پروانے کوئی کسی جگہ اور کوئی کسی جگہ جا کر فوت ہوگیا۔ رضی اللہ عنہم اجمعین۔

ہجرت کے بعد جذبہ خدمت:

ملک سعید احمد صاحب بیان کرتے ہیں کہ تقسیم ملک کے بعد ملک صاحبؓ پاکستان میں بطور ناظم جائیداد کام کرتے رہے۔ قادیان سے ہجرت کا بوجھ آپؓ پر بہت زیادہ تھا اور قادیان والا سکون میسر نہ تھا۔ بیمار ہوئے اچھے ہوگئے اور اسی طرح کام کرنے لگے۔ پھر بہت زیادہ بیمار ہوئے' کافی لمبی رخصت لی۔ ابھی پہلی بیماری کا اثر باقی تھا کہ بیماری پھر عود کر آئی۔ صحت ہوگئی لیکن قوت سماعت پر کافی اثر تھا۔ دوسری طرف یہ خیال تھا کہ کہیں بعض کارکنان کی طرح جو رخصت لیتے ہیں پھر کام پر حاضر نہیں ہوتے' مجھے بھی بہانہ بنانے والا نہ سمجھا جائے۔ لیکن آپؓ کے لکھنے پر کہ میں اختتام رخصت پر کام پر حاضر ہوجاؤں گا جناب ناظر صاحب اعلیٰ ربوہ کا جواب آیا کہ فی الحال آپ کے لئے ربوہ میں کوئی مکان نہیں۔ جب تک مکان نہ بن جائیں آپ رخصت پر ہی رہیں۔ محترمہ آمنہ

بیگم صاحبہ بیان کرتی ہیں کہ اس جواب کے آنے پر مجھے لکھا کہ اللہ تعالیٰ کو اس طرح منظور تھا کہ میں مرکز سے دور رہوں۔ جیسا کہ حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا کہ مَیں تو چاہتا ہوں کہ مرکز میں رہوں یا مرکز کے قریب رہوں۔ مگر اللہ تعالیٰ کو جہاں منظور ہوتا ہے۔ وہاں رکھتا ہے بندے کو اس کی رضاء پر راضی رہنا چاہیئے۔

مجھے ملک صاحبؓ نے تحریر فرمایا:

''زیادہ مَیلان سر دست یہی ہے کہ ربوہ میں جا کر رہیں۔ وہاں مکان کا سوال ہے۔ مَیں تو کوئی زمین وہاں خرید نہیں سکا۔ ہاں سعادت احمد نے ایک کنال اور کرامت نے دو کنال زمین خریدی ہے۔ مگر اس پر مکان ابھی نہیں بنا۔ سعادت کے پاس یا میرے پاس تو ابھی وسائل بھی نہیں۔ اس بارہ میں بھی دعا کریں اللہ تعالیٰ ایسی جگہ لے جائے جو ہمارے دین و دنیا کے لئے بہتر ہو۔'' ۲

آپؓ کی سوا دوسو روپیہ ماہوار پنشن ہوئی تھی۔ آپؓ نے پنشن Commute کرا کے قریباً آٹھ ہزار روپیہ نقد لے کر قادیان میں مکان بنایا۔ اس وجہ سے پنشن ۷۵ روپے ماہوار ملتی تھی اس کمی کی وجہ سے ہجرت کے بعد آپؓ ربوہ میں مکان بنانے کے لئے کوئی رقم جمع نہ کر سکے تھے۔

وفات سے ایک روز پہلے کا مکتوب:

آپؓ نے اپنے بیٹے ملک بشارت احمد صاحب کو وفات سے ایک روز قبل ۲۶/۱۰/۵۰ کو جو مکتوب تحریر کیا اس کا اقتباس درج ذیل ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپؓ کو سلسلہ سے کس قدر محبت تھی۔ فرماتے ہیں:۔

> ''۲۴۔۲۵ اکتوبر سنیچر اور اتوار کے روز جماعت احمدیہ سیالکوٹ کا سالانہ جلسہ تھا۔ خوب رونق رہی۔ مرکز سے میاں ناصر احمد صاحب اور شمس صاحب اور............ دوسرے دوست تشریف لائے تھے۔ راولپنڈی سے میاں عطاء اللہ صاحب۔ اور جگہ کے دوست بھی آئے ہوئے تھے۔ سید ولی اللہ شاہ صاحب بھی آئے تھے.................. لیکچر بفضل خدا بہت اچھے ہوئے۔ اور لوگوں نے امن سے سُنا۔ بہت سے غیر احمدی دوست بھی شریک جلسہ ہوئے۔ اور مرزا ناصر احمد صاحب نے جب کمیونزم پر لیکچر دیا تو اس وقت سردار عبدالصمد صاحب ڈپٹی کمشنر سیالکوٹ بھی موجود تھے۔ انہوں نے بھی لیکچر کو بہت پسند کیا۔ الغرض جلسہ بفضل خدا کامیاب رہا۔ تبلیغ اچھی ہوئی۔ میں بھی دو دن مصروف رہا اور دن خوب گذرے۔ سید ولی اللہ شاہ صاحب اور دوسرے دوستوں سے ربوہ آنے کے متعلق بات

چیت ہوئی۔انہوں نے کہا کہ مکان انشاءاللہ جلدی بن جائے گا اور پھر آپ آسکیں گے۔‘‘

عمر کے متعلق رؤیاے صادقہ:

اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ آپؓ مرض سل میں گرفتار ہوئے۔پھر کس طرح شفایاب ہوئے‘اور کس طرح اس کا بقایا کھانسی اور زکام رفع ہوئے۔آپؓ بیان کرتے تھے کہ ان دنوں غالباً جنوری ۱۹۰۱ء میں مَیں نے خواب میں دیکھا کہ امرتسر کوچہ وکیلاں کی احمدیہ مسجد میں جہاں میں اکثر نماز پڑھنے جایا کرتا تھا گیا ہوں۔وہاں مکرم مولوی محمد اسماعیل امرتسری رضی اللہ عنہ نے جو بڑے نیک آدمی تھے اور ۳۱۳ صحابہ میں سے تھے نماز پڑھائی ہے۔اور بعد میں پوچھا کہ کسی نے کوئی خواب دیکھی ہو تو سناؤ (ایسا پوچھنا ان کی عادت میں داخل تھا وہ کہتے تھے کہ حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی پوچھا کرتے تھے) چنانچہ میں نے اُنؓ کو کوئی خواب سنایا جو مجھے بالکل یاد نہیں کیا تھا۔مگر یہ یاد ہے کہ انہوںؓ نے تعبیر یہ بتلائی کہ اب تمہاری عمر دو سال باقی رہ گئی ہے۔مجھے تکلیف تو رہتی تھی۔یہ یقین میرے دل میں گڑ گیا۔چونکہ میری بیماری میں میرے والد صاحب اور میری سوتیلی والدہ صاحبہ نے میری بڑی خدمت کی تھی‘مجھے تمنا تھی کہ مَیں بھی ان کی خدمت کر کے احسان کا بدلہ احسان سے دوں۔مگر یہاں تو عمر کے خاتمہ کا ہی اعلان تھا اس لئے مَیں نے بہت دعائیں کیں کہ یا اللہ مجھے عمر اور توفیق دے کہ مَیں بھی ان کی خدمت کر سکوں۔

پہلے آپؓ نے خواب دیکھا کہ آپؓ کو نماز پڑھتے ہوئے عزرائیل جوانسان کی صورت میں تھے پکڑ کر ایک طرف لے گئے پھر چھوڑ دیا۔حضرت مولوی صاحبؓ موصوف نے تعبیر فرمائی کہ عمر بڑھ جائے گی۔لیکن ملک صاحبؓ محترم دعاؤں میں مصروف رہے۔پورے ایک سال بعد جنوری ۱۹۰۲ء میں آپؓ کو ایک پُر جلال آواز آئی ’’تمہاری عمر بیس سال بڑھا دی گئی ہے۔‘‘بہت حد تک آپؓ کو تسکین تو ہوگئی لیکن جنوری ۱۹۰۳ء تک جب تک پہلے دو سال نہیں گذر گئے آپؓ کو خدشہ رہا۔اس کے بعد یقین ہو گیا کہ آپؓ کی عمر واقعی بڑھا دی گئی ہے۔ غالباً ۱۹۰۵ء میں آپؓ کو سخت درد قولنج ہوا آپؓ کے والد صاحب نے سب لوگوں کو بُلا لیا کہ اب یہ قریب مرگ ہیں۔لیکن آپؓ نے کہا کہ فکر نہ کریں ابھی میری موت کا وقت نہیں آیا۔اس کے بعد آپؓ نے اپنی درازی عمر کے لئے کبھی پھر دعا نہیں کی۔اور نہ ہی آپؓ کو تحریک ہوئی۔۱۹۱۸ء کے قریب آپؓ کو انفلوئنزا ہوا اور آپؓ سخت بیمار ہو گئے اور زیست کی کوئی امید نہ رہی۔آپؓ کے اہل بیت نے بہت غم کیا اور بہت دعا کی۔انہیں کسی نے کہا کہ تم دونوں کو تیس تیس سال کی عمر اور دی گئی ہے۔

یہ بات صحیح نکلی۔راقم سے ملک صاحبؓ نے غالباً ۱۹۴۷ء کے ابتداء میں ذکر کیا تھا کہ اب میری زندگی بہت تھوڑی باقی ہے معلوم نہیں کہ اب اس میں توسیع ہوگی یا نہ ہوگی۔محترمہ آمنہ بیگم صاحبہ بیان کرتی ہیں کہ جلسہ سالانہ

سیالکوٹ سے (جو ۲۴۔۲۵ اکتوبر ۱۹۵۰ء کو ہوا) فارغ ہو کر اپنی اہلیہ محترمہ سے فرمایا کہ زندگی کے آخری دن ہیں۔ مَیں چاہتا ہوں کہ اپنے بڑے لڑکے سعید احمد کے پاس راولپنڈی چلا جاؤں تا کہ بیماری کے وقت وہ قریب ہوں۔ کیا معلوم تھا کہ دو ایک روز میں ہی کوس رحلت بجنے والا ہے اور بچوں میں سے سوائے چھوٹی بچی کے اور کوئی پاس نہ ہوگا۔

مرض الموت۔ وفات اور تدفین:

ملک سعید احمد صاحب بیان کرتے ہیں:

''۲۷ اکتوبر ۱۹۵۰ء کی صبح کو ۹ بجے کے قریب والدہ صاحبہ سے چائے مانگی وہ گرم کرنے لگیں تو کہنے لگے کہ آپ چائے گرم کریں میں ابھی کبوتروں کا شکار کر کے واپس آتا ہوں۔ اس سے قبل بھی وہ شکار سے واپس آئے تھے اور راستہ میں کبوتر دیکھے تھے ابا جی کے (گھر سے ہو کر) واپس پہنچنے تک کبوتر اُڑ چکے تھے۔ اس لئے بغیر شکار کئے واپس آ گئے۔ آتے ہی اندر بندوق رکھی اور چارپائی پر بیٹھتے ہوئے والدہ کو کہا کہ میرا سر پھٹ رہا ہے' جلدی سے چائے دو۔ والدہ چائے لینے گئیں۔ چند سیکنڈ بعد کسی کام کو پھر والد صاحب کی طرف آئیں تو دیکھا چارپائی پر بیٹھے جھک گئے ہیں۔ انہوں نے آوازیں دیں لیکن آپؓ نے کوئی جواب نہ دیا۔ والدہ صاحبہ قریب آئیں تو دیکھا بے ہوش ہیں۔ آپ نے چارپائی پر لٹا دیا۔ ڈاکٹر بلایا گیا۔ اس نے ٹیکہ لگایا۔ حکیم پیر احمد صاحب ہوشیار پوری نے انیمہ وغیرہ کیا لیکن ابا جان کوئی بات نہیں کر سکے۔ سوائے اس کے کہ جب والدہ نے چارپائی پر ان کو لٹایا تو دو تین مرتبہ اللہ اللہ کہا۔ آنکھیں پتھرا گئیں اور دائیں جانب فالج کا حملہ ہوا۔ کسی بات کا جواب نہیں دیا شاید سُن بھی نہ رہے تھے۔ چھوٹی ہمشیرہ بھی پہنچ گئیں لیکن اس کے آنے پر بھی کسی طور سے اس بات کا اظہار نہیں ہوا کہ وہ ہوش میں ہیں۔ اسی بے ہوشی کی حالت میں رات کے گیارہ بجے ۲۷ اور ۲۸ اکتوبر کی درمیانی شب اپنے مولائے حقیقی سے جا ملے۔ انا للّٰہ و انا الیہ راجعون۔''

آپؓ کا جنازہ مکرم قاضی علی محمد صاحب خطیب جامع مسجد سیالکوٹ نے ۲۸ اکتوبر بروز جمعہ بروقت ۶:۳۰ بجے شام قبرستان سائیں مونگا ولی میں پڑھا اور آپ کو اسی قبرستان میں بطور امانت دفن کیا گیا۔* نومبر ۱۹۵۰ء تک آپؓ کی قبر معروف ہے حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ نے ربوہ میں جنازہ غائب پڑھایا۔**

* بیان حکیم سید پیر احمد صاحب سیالکوٹ۔ (مؤلف)

** بیان ملک سعادت احمد صاحب۔ (مؤلف)

ماتحتوں سے حسن سلوک جرأت اور موقعہ شناسی:

اخویم خواجہ عبدالکریم خالد صدر درویشان مقامی حلقہ مسجد مبارک نے نظامت جائیداد کے دفتر میں ملک صاحب کے ماتحت کئی سال کام کیا۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ آپؓ خندہ رُو تھے۔ اپنے ماتحتوں کے ساتھ ماتحتوں والا نہیں بلکہ عزیزوں اور بھائیوں والا سلوک کرتے تھے اور افسری ماتحتی کا کبھی احساس نہیں ہونے دیتے تھے۔ دوسرے فسادات ۱۹۴۷ء میں بعض اوقات دوسرے لائسنسدار اسلحہ رکھنے والے لوگ پہرہ کے لئے اپنا اسلحہ دینے سے احتراز کرتے تھے۔ مبادا کوئی گرفت ہو کہ دوسرے کو کیوں دیا گیا ہے۔ لیکن ملک صاحبؓ انکار نہیں کرتے تھے کیونکہ خطرہ بہت بڑھ گیا تھا اور نہ کوئی حکومت اور نہ ہی کوئی اخلاقی قانون یہ پابندی لگا سکتا ہے کہ جب کہیں ڈاکو حملہ کر دیں تو حفاظت کرنے والے اگر اس امر کو ملحوظ نہ رکھیں گے کہ ہر ایک اپنا اسلحہ استعمال کرے تو حملہ آور مظلوم اور مدافعت کرنے والے ظالم قرار پائیں گے۔

نکتہ رس ہونا قرآن مجید میں تدبر:

ملک صاحبؓ کے متعلق مکرم مرزا عبدالحق صاحب ایڈووکیٹ سرگودھا (مغربی پنجاب) سابق امیر جماعتہائے گورداسپور تحریر فرماتے ہیں کہ:

> ''چونکہ وہ ماشاء اللہ بہت ذہین اور عدالتی معاملات میں تجربہ کار تھے اور بعض سیشن ججوں کے ریڈر اور پھر کلرک آف کورٹ رہ چکے تھے اور قانونی باتوں کا خلاصہ نکالنا خوب جانتے تھے۔ اس لئے حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے حضور اپیلیں پیش کرنے کا کام سپرد فرمایا۔ بعض اچھے اچھے غیر احمدی اور ہندو وکیل ملک صاحبؓ مرحوم کی بہت تعریف کیا کرتے تھے۔ ملک صاحبؓ مرحوم نکتہ رس بہت تھے اور حاضر جواب۔ بہت دفعہ قرآن کریم میں سے بڑے بڑے عمدہ نکات بیان فرمایا کرتے۔''

آپؓ کو قرآن کریم سے خاص عشق تھا اور قرآنی معارف وحقائق سننے کے لئے باوجود بیماری وکمزوری کے تعہد کرتے تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ کئی ماہ تک موسم سرما میں صبح کی نماز محلّہ دارالفضل سے آکر دارالرحمت میں اس لئے ادا کرتے رہے تاکہ مکرم مولانا غلام رسول صاحب راجیکی کے درس میں شریک ہو کر ان کے حقائق ومعارف سے مستفیض ہوں۔ رمضان المبارک میں جو درس مسجد اقصےٰ میں ہوتا اس میں بھی التزام کے ساتھ شریک ہوتے۔ آپؓ کی صاحبزادی آمنہ بیگم صاحبہ بیان کرتی ہیں کہ ملک صاحبؓ بیان کیا کرتے تھے کہ بعض اعتراضات کے جواب فوری طور پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے میرے دل میں ڈالے جاتے ہیں جن کا معترض پر بڑا اچھا اثر ہوتا ہے۔

قرآن کریم کثرت سے پڑھتے اور غور سے پڑھتے جہاں خود فائدہ اُٹھاتے وہاں دوسروں کو بھی شامل کرتے۔عمر کے آخری حصہ میں دن میں کئی کئی بار جب بھی دیکھو قرآن شریف پڑھ رہے ہوتے۔اور کاپی اور قلم پاس رکھتے' جب کسی آیت کی لطیف تفسیر سمجھ میں آتی اس کو نوٹ کرتے اور بعد میں اپنے اہل وعیال کو سناتے اور نصیحت فرماتے کہ قرآن شریف کو ہمیشہ غور اور تدبر سے پڑھو اور بار بار پڑھو اور سوچو تو معلوم ہوگا کہ واقعی قرآن کریم ہدایت کی مفصل اور مکمل کتاب ہے۔اس وقت ان کے چہرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؓ کی دلی خواہش ہے کہ آپؓ کی اولاد قرآن کریم کی عاشق ہو۔

خواجہ محمد اسماعیل صاحب امرتسری درویش (صحابی) بیان کرتے ہیں کہ میں نے بعض غیر احمدیوں سے سنا کہ ملک صاحبؓ رشوت نہیں لیتے تھے اور کام محنت اور دیانتداری سے کرتے تھے۔آپؓ کو قرآن مجید سے بہت محبت تھی۔ایک حمائل شریف ہر وقت جیب میں رکھتے تھے۔جب آپؓ امرتسر آتے تو جمعہ پڑھانے کے لئے امیر صاحب آپؓ ہی کو کہا کرتے تھے۔آپؓ ہمیشہ قرآن مجید کھول کر آیات تلاوت کر کے ان کی تفسیر بیان کیا کرتے تھے۔ملنسار تھے۔احمدیت کے متعلق بہت غیرت رکھتے تھے۔نماز باجماعت کا بہت خیال رکھتے تھے اور ہمدرد خلائق تھے۔

خدمات سلسلہ:

جب تک آپؓ سرکاری ملازمت میں رہے سلسلہ کا جو کام بھی آپؓ کو کہا گیا خواہ کسی نے کہا ہو آپؓ نے حتی الامکان کیا۔۱۹۱۲ء میں آپؓ جماعت امرتسر کے امین تھے اور جماعت کے چندے آپؓ کے پاس جمع ہوتے تھے۔* آخر ۱۹۳۳ء میں آپؓ نے حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں تحریر کیا کہ اب میں پنشن پر آنے والا ہوں اور حضور کے قدموں میں باقی وقت بسر کرنا چاہتا ہوں۔ابھی آپؓ رخصت پر امرتسر آئے ہی تھے کہ آپؓ کو حکم ملا کہ قادیان حاضر ہو کر بطور معاون ناظر بیت المال کام شروع کر دیں۔چنانچہ دسمبر ۱۹۳۳ء میں آپؓ نے اس عہدہ پر کام شروع کر دیا' پھر آپ نے مقبرہ بہشتی میں کام کیا اور پھر آپ کو اراضیات سندھ کے انتظامات کے سلسلہ میں جانے کا حکم ہوا۔وہاں آپؓ شدید تپ محرقہ میں مبتلا ہوئے۔صحت یاب ہونے پر آپؓ چار ماہ کے قیام کے بعد قادیان آئے۔اب آپؓ کو معاون ناظر تعلیم وتربیت کے کام پر لگایا گیا۔اور وہاں سے ناظم جائیداد اور افسر پراویڈنٹ فنڈ کے عہدہ پر کام کرنے کا حکم ملا۔۱۹۳۷ء کے شروع سے حضرت امیر المومنین

---

* قادیان کے مدرسہ کی تعمیر کے لئے اپریل ۱۹۱۲ء میں ایک لاکھ روپیہ چندہ کی تحریک کی گئی تھی۔جون میں فہرست وصولی شائع ہوئی۔اس میں ''معرفت منشی مولا بخش صاحب امین مترجم ڈویژنل کورٹ امرتسر ماللعہ'' درج ہے ۳؎ (مؤلف)

ایدہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد سے آپؓ کو مقامی ٹاؤن کمیٹی کا صدر بنادیا گیا۔ چنانچہ فسادات ۱۹۴۷ء تک آپؓ مؤخر الذکر تینوں عہدوں پر متعین رہے۔ بڑھاپے کی عمر میں ان تینوں ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونا کوئی سہل کام نہ تھا۔ جس کے ساتھ محلّہ دارالفضل کی صدارت کی ذمہ داری بھی آپؓ کے سپرد ہو چکی تھی۔ اور پھر حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں مرافعہ کی اپیلوں کے پیش کرنے کا کام بھی آپؓ کے ذمہ تھا۔ صدر محلّہ کا عہدہ چونکہ کافی وقت چاہتا تھا۔ اس لئے کچھ عرصہ بعد آپؓ نے باجازت ترک کر دیا۔ اور باقی تمام اہم کام آپؓ فسادات ۱۹۴۷ء تک ایسی جواں ہمتی سے نباہتے رہے کہ بہت سے جوانوں کو بھی مات کرتے تھے۔ آپؓ کے عہد صدارت میں ٹاؤن کمیٹی ترقی کر کے میونسپل کمیٹی بنائی گئی، بہت سی اصلاحات ہوئیں، چونگی کا قیام ہوا۔ کافی مقدار میں روپیہ جمع کیا تھا تا کہ سٹیشن سے شہر تک سڑک پکی بنائی جا سکے۔ پہلے تو جنگ میں خام سامان ملنے میں دقت تھی۔ بعد میں سڑک پختہ بنائی جا رہی تھی کہ ۱۹۴۷ء کے فسادات شروع ہو گئے ان تمام عہدوں میں سے سندھ والا اور ناظم جائیداد کا عہدہ کچھ خفیف الاؤنس بھی ساتھ رکھتے تھے۔ باقی سب آنریری تھے۔ آپؓ قانونی جائیدادوں کے متعلق دستاویزات تیار کرنے میں بہت مہارت رکھتے تھے۔ چنانچہ بوقت ضرورت حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بھی ایسے ڈرافٹ آپؓ سے بنواتے تھے۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بحیثیت جماعت احمدیہ کے آخری قاضی کے جو قضائی مقدمات کی سماعت کرتے تھے۔ ان کو بطور پیشکار پیش کرنے کی خدمت بھی آپؓ کے سپرد تھی۔ چونکہ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کی مصروفیات گوناگوں اور بہت ہی زیادہ ہونے کی وجہ سے حضور اپیلوں کی سماعت کیلئے بہت کم وقت دے سکتے تھے اس لئے آپؓ نے حضور کو مشورہ دیا کہ حضور اپنی قائم مقامی میں اپیلوں کی سماعت کے لئے ایک بورڈ مقرر فرما دیں کہ معمولاً تمام مقدمات کی وہی سماعت کرے اور بعض شرطوں پر پورا اترنے والے صرف چند ایک مقدمات کی اپیل ہائے حضور کے پاس آئیں۔ چنانچہ حضور نے اس تجویز کو پسند فرما کر ایک بورڈ مقرر فرمایا۔ اور فسادات سے کئی سال قبل اس طریق پر عمل ہوتا رہا۔ اور اس طرح حضور کا بار ایک حد تک ہلکا ہو گیا اور مقدمات والوں کو بھی فائدہ پہنچا۔

تبلیغ میں سرگرمی:

آپؓ کی غیروں کے ساتھ ہر ایک مجلس ایک تبلیغی مہم تھی۔ اس کے سوا ملاقاتوں کی اور کوئی غرض پیش نظر نہ ہوتی تھی۔ گو ایسا موقعہ کبھی نہیں ملا کہ تمام کام چھوڑ کر محض تبلیغ کے لئے ایک معین مدت تک نکل کھڑے ہوئے ہوں۔ لیکن سب غیر احمدی اور غیر مسلم دوستوں سے یہی بات چیت رہتی یہاں تک کہ لوگ سمجھتے تھے کہ یہ مذہبی دیوانے ہیں اور اس کے سوا انہیں اور کوئی کام نہیں۔ دوران ملازمت میں وکیلوں، ججوں، ڈپٹیوں اور دوسرے لوگوں سے عموماً یہی گفتگو ہوتی رہتی۔ گو پیچھے پڑ کر اور راہ جاتے کو تبلیغ کرنا آپؓ کو نہیں آتا تھا۔ مذہبی گفتگو میں بفضلِ خدا قریباً ہر ایک کا منہ دلائل سے

بند کر دیتے تھے۔ اور مختلف شہروں میں متعدد آدمیوں نے آپؓ کی تبلیغ سے احمدیت قبول کی۔ ڈیرہ غازی خاں کے علاقہ میں رسم ہے کہ وہاں کے باشندے حال دیتے اور لیتے ہیں پھر جو کوئی حال سنائے دوسرے کو سننا پڑتا ہے۔ آپؓ عموماً پہلے حال لیتے اور بعد میں حال دینے میں یہ کہہ کر کہ میری زندگی کا ایک اہم واقعہ یہ ہے کہ میں احمدی ہو گیا اور اس کے دلائل یہ ہیں، احمدیت کے متعلق ہر بات انہیں سنا دیتے۔ وہ اپنے ملکی دستور کے مطابق سننے پر مجبور ہوتے۔ آپؓ کو اس بات کا بارہا تجربہ ہوا کہ خواہ کسی معاند کے اسلام یا احمدیت پر اعتراض کا جواب آپؓ کو نہ آتا ہو، وقت پر اللہ تعالیٰ ایسا جواب دل میں ڈالتا جو مُسکت خصم ثابت ہوتا۔

آپؓ اپنے عزّ و وقار اور منصب سے فائدہ اٹھا کر تبلیغ کے مواقع پیدا کرتے تھے اور کلمۂ حق پہنچانے میں نڈر تھے۔ چنانچہ ہم اخبار میں مرقوم پاتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے ملک مولا بخش صاحب احمدی کلرک آف دی کورٹ کو کہ انہوں نے حضرت مفتی محمد صادق صاحب کے سفر لنڈن کی تقریب پر مفتی صاحب کو ایک دعوت دی۔ جس میں معززین شہر گورداسپور کو جمع کر کے بعد کھانے کے مفتی صاحب موصوف نے ایک مدلّل موثر مختصر تقریر میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دعویٰ اور اس زمانہ میں آپؑ کی آمد کی ضرورت، آپؑ کے دعویٰ کے دلائل بیان کئے۔ سامعین پر بہت اچھا اثر ہوا اور بعض اصحاب نے زبانی بھی بہت سی باتیں حضرت مفتی صاحب سے دریافت کیں اور اطمینان بخش جواب پائے۔ ملک صاحبؓ کو خدا تعالیٰ نے دینی خدمت کا خاص جوش عطا کیا (ہے) اللہ تعالیٰ ان کی کوششوں میں برکات نازل کرے۔ آمین۔؎

سلسلہ کی مالی خدمات:

ملک صاحبؓ شروع سے ہی سلسلہ کی مالی رنگ میں بہت خدمت کرتے رہے ہیں جیسا کہ سابقہ اوراق میں ذکر ہوا ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عہد مبارک میں ریویو آف ریلیجنز کا خریدار بننا اس کے لئے خریدار بنانا اعلیٰ درجہ کی نیکیوں میں شمار تھا۔ چنانچہ آپؓ کے متعلق ہر دونوں طرح اعانت کرنے کا اندراج ملتا ہے۔؎۵ علاوہ ازیں آپؓ موصی تھے اور تحریکِ جدید کے دورِ اوّل کے جہادِ کبیر میں تا زندگی شریک رہے۔

اقارب اور اولاد سے حسن سلوک اور غناء نفس:

آپؓ نے اپنے اقارب سے محبت کا سلوک کیا اور ہر ایک کو تبلیغ بھی کی۔ مگر ان میں سے اکثر سہل انگار، پرانے طریقوں کے دلدادہ اور مفت میں بہشت چاہنے والے تھے اس لئے ان میں سے کوئی بھی احمدیت کو قبول

کر کے شدت اور تکلیف کی زندگی برداشت کرنے اور قربانی کرنے کے لئے آمادہ نہ ہؤا۔

ملک سعید احمد صاحب بیان کرتے ہیں کہ ملک صاحبؓ اپنے بچوں کے مطالبات پورا کرنے بلکہ کھانے' پینے اور پہننے میں بہت زیادہ خیال رکھتے تھے اور اپنے سے اچھا پہناتے اور کھلاتے تھے۔اکرموا اولادکم کے مطابق نہایت عزت سے ہمارے ساتھ گفتگو کرتے اور ہمیشہ ہمارے لئے ''آپ'' کا لفظ استعمال کرتے اور اس میں ذرا ہچکچاہٹ محسوس نہ کرتے۔دوسری طرف غناء کا یہ حال تھا کہ ہم سے کچھ مطالبہ کرنے کو نامناسب سمجھتے تھے۔

آپؓ کی صاحبزادی آمنہ بیگم صاحبہ بیان کرتی ہیں کہ آپؓ ہم سب کو اپنی اولاد کے لئے دعا کرنے کے لئے کہتے' اور ساتھ ہی فرماتے کہ مجھے یہ دیکھ کر بہت دکھ ہوتا ہے کہ بعض دوست خود تو بڑے دیندار تھے' مگر بعد میں ان کی اولادیں ویسی نہ نکلیں۔اس لئے ہمیشہ اپنی اولاد کے لئے دعائیں کرتے رہنا چاہیئے۔

آپؓ کی رواداری اور قانونی مہارت:

مکرم مولوی عبدالرحمٰن صاحب فاضل امیر جماعت احمدیہ و ناظر اعلیٰ قادیان فرماتے ہیں کہ:

''ملک مولا بخش صاحبؓ نے اپنے عرصہ ملازمت میں ہر مذہب و ملت کے لوگوں کے ساتھ ایسے تعلقات رکھے ہوئے تھے کہ تمام فرقوں کے لوگ آپ کے حسن سلوک کے مداح تھے۔ چنانچہ مجھے امرتسر اور گورداسپور کے اضلاع میں جانے کا اتفاق ہؤا ہے۔میں نے جملہ اہلکاراں اور وکلاء کے طبقہ میں آپؓ کی امانت اور دیانت کے متعلق ذکر بہترین الفاظ میں سُنا۔آپؓ کی ڈیوٹی یہ تھی کہ امسلہ کا خلاصہ نکال کر سیشن جج صاحب کے سامنے پیش کیا کرتے تھے۔اور جیسا کہ خود آپؓ نے مجھ سے بیان کیا تھا وہ خلاصہ کے ساتھ اپنی رائے بھی لکھ دیتے تھے۔اس لئے مقدمہ کے مخالف اور موافق وکلاء ہمیشہ مسل پیش ہونے کے قبل آپؓ سے دریافت کیا کرتے تھے کہ ہمارے مقدمہ کے متعلق آپؓ کی کیا رائے ہے؟ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ آپؓ کی رائے ہر معاملہ میں صائب ہوتی ہے۔وکلاء آپؓ کے خلاصہ سے فائدہ بھی اٹھایا کرتے تھے۔آپؓ جہاں اپنے تمام عرصہ ملازمت میں پوری تندہی اور دیانت و امانت کے ساتھ اپنے مفوّضہ کام کو سرانجام دیتے رہے' وہاں پبلک کے ساتھ بھی ہمدردی سے پیش آتے تھے۔اور اگر کوئی فریق مقدمہ آپؓ سے مشورہ طلب کرتا تو اُسے دیانتدارانہ مشورہ دیا کرتے۔اور اگر آپؓ یہ سمجھتے کہ اس کا کیس کمزور ہے تو اُسے صاف کہہ دیتے تھے کہ مقدمہ میں وکلاء وغیرہ کے اخراجات پر روپیہ ضائع نہ کرو۔یہاں

تک رواداری سے کام کرتے تھے کہ اگر کوئی شخص امداد کا محتاج ہوتا تو اس کی ہر ممکن امداد کرتے تھے۔ چنانچہ آپؓ کے اس حسن سلوک کا غیر احمدیوں پر بھی اچھا اثر تھا۔ اور جب غیر احمدی آپؓ کا مقابلہ غیروں سے کرتے تھے تو ان کے لئے کوئی چارہ سوائے قبول احمدیت کے نہ رہتا تھا''۔

آپؓ کا نیک نمونہ احمدی بنانے کا موجب ہوتا:

''چنانچہ بعض لوگ آپؓ کے اس نیک نمونہ کو دیکھ کر ہی داخل سلسلہ ہوئے تھے۔ چوہدری فتح محمد صاحب سکنہ ماڑی بوچیاں (ضلع گورداسپور) اپنے گاؤں میں اچھے ذی عزت زمیندار تھے۔ اور عہدہ کے لحاظ سے وہ سفید پوش یا ذیلدار تھے۔ وہ محض ملک صاحبؓ کے حسن سلوک اور رواداری کی وجہ سے داخل سلسلہ ہوئے تھے اور داخل سلسلہ ہونے کے بعد بھی چوہدری صاحب کے ملک صاحبؓ اور اُن کے خاندان کے ساتھ ایسے تعلقات تھے جیسے دو حقیقی بھائیوں کے خاندانوں کے ہوتے ہیں۔ ان کی ہر غمی اور خوشی میں شریک ہوتے تھے۔

اعلیٰ ڈرافٹ تیار کرنے کی قابلیت:

''پنشن کے بعد آپؓ نے یہاں اپنا مکان تعمیر کرایا۔ ۳۷۔۱۹۳۶ء میں آپؓ میونسپل کمیٹی کے پریذیڈنٹ منتخب ہوئے۔ میں نے مرحوم کے ساتھ ۱۹۳۷ء سے لے کر ۱۹۴۷ء تک متواتر دس سال تک کام کیا۔ میں کمیٹی میں ممبر تھا۔ میں نے اس تمام عرصہ میں ہمیشہ یہ دیکھا کہ مرحوم کیا ڈرافٹ تیار کرنے میں اور کیا قانون دانی میں ایسا مضمون اور عبارت لکھواتے تھے جو جامع مانع ہوتی تھی اور بالا افسران سرکاری اس میں کوئی غلطی یا سُقم نہ نکال سکتے تھے۔ اب بھی جبکہ آپؓ قادیان سے جا کر اس جہان فانی سے رحلت فرما چکے ہیں۔ میونسپل کمیٹی کے موجودہ کارکنان آپؓ کی تقلید میں آپؓ کے پرانے جامع فقرات کو گذشتہ سالوں کے رجسٹرات روئداد سے نقل کر کے اپنے فیصلہ جات میں استعمال کرتے ہیں۔

غیر مسلموں کے احساسات کا خیال رکھنا:

''صدارت بلدیہ کے عرصہ میں آپؓ کی ہمیشہ یہ کوشش ہوتی تھی کہ سکھ اور ہندو ممبروں کو ساتھ رکھا جائے اور کوئی ایسا ریزولیوشن پاس نہ ہو جس میں اتفاق رائے نہ ہو۔ آپؓ رواداری اور غیروں کے احساسات کا خیال رکھتے ہوئے اپنی ڈیوٹی کو سرانجام دیتے رہے۔ اگر کبھی کوئی معاملہ ایسا پیش آجاتا جس میں مذہب کا ذرا بھی دخل ہوتا تو آپؓ ہندو سکھ

ممبران سے کہہ دیتے کہ آپ لوگ چلے جائیں کیونکہ ہم نے گائے یا بوچڑ خانہ وغیرہ کے متعلق کوئی ریزولیوشن پاس کرنا ہے۔گویا غیر مسلموں کے احساسات کا احترام کرتے تھے۔

تحمل اور بُردباری:

''میرے مشاہدہ میں اکثر یہ بات بھی آئی کہ آپؓ کا اگر اپنے کسی ساتھی کے ساتھ اختلاف رائے ہوتا تو تحمل اور بردباری سے برداشت کرتے۔اور اگر کسی ممبر کے ساتھ وقتی طور پر ناراض بھی ہوجاتے تو تھوڑی ہی دیر کے بعد اس کے ساتھ بولنے اور اُسے خوش کرنے کی کوشش کرتے تھے۔میونسپل کمیٹی کا کام باقاعدہ دفتر میں بیٹھ کر سرانجام دیتے تھے۔اور اس وقت تک دفتر میں موجود رہتے جب تک سارا کام ختم نہ ہوجاتا۔

''ملک صاحبؓ کو کلرک آف کورٹ رہ چکنے کی وجہ سے دیوانی اور فوجداری قوانین سے اس قدر واقفیت تھی کہ میں بحیثیت قاضی یا ناظم قضاء یا میرے بعض قاضی ساتھی قضاء کے معاملہ میں قانونی مشورہ لیتے تھے۔اور میں نے ہمیشہ ان کی رائے کو صائب پایا۔

''حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہِ العزیز نے بھی شاید انہی وجوہ کی بناء پر آپؓ کو قضائی مقدمات کے لئے اپنا ریڈر مقرر فرمایا تھا۔آپؓ مِسل کا خلاصہ اس طرح کرکے حضور کی خدمت میں پیش کرتے کہ حضور کو فیصلہ میں آسانی رہتی تھی۔ملک صاحبؓ مرحوم نے بہت سے قضائی اسقام کی درستی کے لئے حضور کی خدمت میں مشورہ عرض کرکے حضور کی ہدایات حاصل کیں۔اور انہیں قواعد میں شامل کروایا۔اس لحاظ سے محکمہ قضاء میں بعض امور ہمیشہ مرحوم کی یاد تازہ رکھیں گے۔

عربی سیکھنے کا شوق:

''ملک صاحبؓ مرحوم علم دوست آدمی تھے۔پنشن کے بعد ان کو عربی تعلیم کے ساتھ خاص دلچسپی پیدا ہوگئی تھی۔چنانچہ آپؓ تحصیل عربی کے لئے باقاعدہ بعض درسی کتب سبقاً سبقاً پڑھا کرتے تھے۔جس کا فائدہ یہ ہوُا کہ آپؓ کو عربی میں خاص واقفیت حاصل ہوگئی تھی۔ اور اکثر اوقات بعد نماز عصر مسجد اقصیٰ میں پڑھ کر خصوصاً میونسپل کمیٹی میں اجلاس کے دن مجھے مسجد اقصیٰ سے اپنے ساتھ لے لیتے اور عربی میں گفتگو کرتے جاتے تھے۔ چنانچہ

باوجودیکہ آپؓ نے باقاعدہ مدرسہ میں تحصیل علم عربی نہ کی تھی۔ آپؓ کو عربی بول چال میں کافی محاورہ ہوگیا تھا۔ آپؓ کو اس بات سے قطعاً ہچکچاہٹ نہ تھی کہ میں کس کو استاد بناؤں۔ وہ جسے بھی دیکھتے تھے اس سے سبق پڑھ لیتے تھے۔ چنانچہ میں نے اُنہیں مولوی جلال الدین صاحب قمر مجاہد افریقہ ولد میاں علم الدین صاحب شہید (حلقہ مسجد فضل قادیان) سے بھی جوان ایام میں مدرسہ احمدیہ کے طالب علم تھے سبق پڑھتے ہوئے دیکھا۔ آپ کے شوق کا نتیجہ یہ ہوا کہ اگر میں نے موسمی تعطیلات میں کہیں باہر جا کر آپؓ کو خط لکھا تو آپؓ نے مجھے ہمیشہ عربی میں جواب دیا تاکہ میں دوسرا خط عربی میں لکھوں۔ *

مطالعہ کتب کا شوق:

''آپؓ.......... ناظم جائیداد بھی تھے۔ اس دفتر کے فارغ اوقات میں اور اُن کے گھر میں بھی جب کبھی میں اُن سے ملا ہمیشہ مطالعہ میں مصروف پایا۔ الا ماشاءاللہ۔ اُن کے اندر تدبر اور تفکر اتنا تھا کہ نئے نئے معانی کا استنباط اور استدلال کرنے میں انہیں خاص مَلکہ حاصل تھا۔ چنانچہ الفضلؔ وغیرہ اخبارات میں جو مضامین اُن کے شائع ہوتے رہے وہ اس پر دال ہیں۔ جہاں وہ اعلیٰ نامہ نگار اور اچھے مضمون نویس تھے۔ وہاں وہ عمدہ شاعر بھی تھے' اور ہماری درخواست پر لوکل جلسوں میں اپنی تقاریر سے لوگوں کو محظوظ فرمایا کرتے تھے' بالخصوص جلسہ سیرۃ النبیؐ میں وہ نظم بھی سنایا کرتے اور تقریر بھی فرماتے تھے۔ علاوہ ازیں میں نے انہیں اخبار بینی کی مداومت کرتے ہوئے بھی دیکھا اور اُنہیں ملک کی فضا سے خوب باخبر پایا**۔ مرحوم پبلک کے عام مفاد کا بھی خیال رکھتے تھے۔ دیہات سُدھار کے متعلق انہوں نے ایک منظوم رسالہ بھی شائع کرایا تھا۔''

---

* خاکسار مؤلف عرض کرتا ہے کہ اگر میں کسی وقت آپؓ کے پاس دفتر میں آ جاتا تو بعض اوقات مجھ سے بھی عربی کا سبق پڑھ لیتے تھے۔ آپؓ نے اپنی وفات سے ڈھائی ماہ قبل مکتوب مورخہ ۵۰۔۸۔۱۳ میں مجھے تحریر کیا کہ 'کیا وہاں سے مولوی غلام محمد والی لغت تسہیل العربیہ مل سکتی ہے۔ میرے پاس الحمدللہ منجد ہے جو مَیں لے آیا تھا وہ (تسہیل العربیہ) وہیں رہی۔'

** (الف) مقامی جلسوں میں ملک صاحبؓ کی تقریروں کا ذکر الفضلؔ میں موجود ہے۔ چنانچہ (۱) ۱۳/ اگست ۱۹۳۹ء کو قادیان میں تحریک جدید کے جلسہ میں ملک صاحبؓ کی بھی تقریر ہوئی جو ''وقفِ رُخصت اور پنشنر احباب خدمتِ دین کے لئے اپنے آپ کو پیش کریں'' کے موضوع پر تھی۔ اس میں آپؓ نے فرمایا ''سورۃ انشراحؔ میں خداتعالیٰ نے (حاشیہ اگلے صفحہ پر)

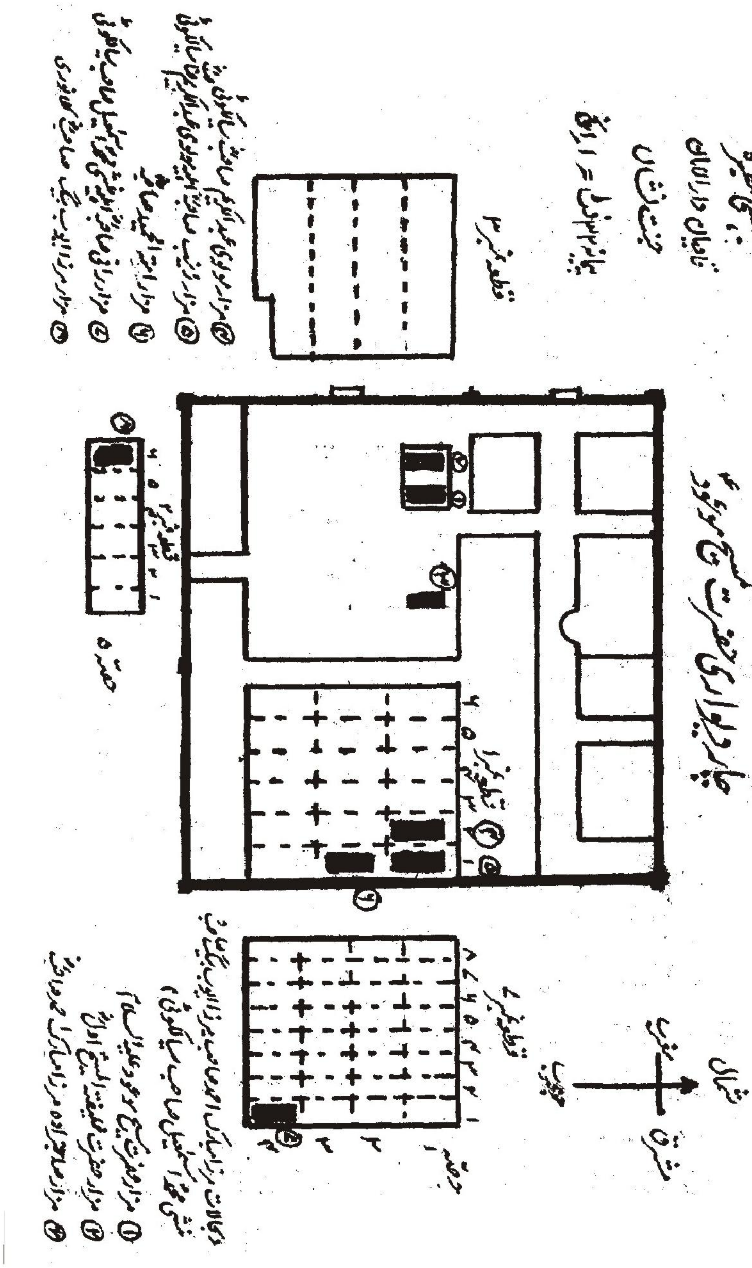

بقیہ حاشیہ :یہ قانون بیان فرمایا ہے کہ فَاِذَا فرغت فانصب والیٰ ربک فارغب یعنی جب ملازمت سے فارغ ہوجاؤ اور چھوٹی سرکار سے پنشن لے لوتو الیٰ ربک فارغب۔ بڑی سرکار کا بلا معاوضہ (باقی اگلے صفحہ پر)

صحت جسمانی اور حُلیہ :

''مرحوم باوجود پنشن یافتہ ہونے کے اور کافی معمر ہونے کے اچھی صحت کے مالک تھے۔اور اپنی صحت کی بحالی کے لئے روزانہ صبح کے وقت سیر کے لئے باہر نکل جایا کرتے اور دو اڑھائی میل کا چکر لگا کر واپس آیا کرتے۔''

راقم عرض کرتا ہے کہ ملک صاحب کو تقسیم ملک سے چند سال قبل سے مجھے قریب سے دیکھنے کا موقعہ ملا۔ آپؓ بہت سی اوصاف حمیدہ کے مالک تھے۔بحثیت عہدہ کے آپؓ کے جو کام سپرد ہوتا اسے خوب دیانتداری سے سرانجام دیتے اور کسی دوستی اور تعلق کو اس پر اثر انداز نہ ہونے دیتے۔میونسپل کمیٹی کی طرف سے بعض اوقات

بقیہ حاشیہ : کام کرو۔اور خدمتِ دین کے لئے اپنے آپ کو وقف کردو۔'' (الفضل جلد ۲۷ نمبر ۱۸۵ بابت ۱۵/ اگست ۱۹۳۹ء) (۲) ''مدینۃ المسیح'' کے تحت مرقوم ہے کہ جنگ کے لئے ٹیریٹوریل کی بھرتی کے لئے حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ نے سندھ سے پیغام بھجوایا جو قادیان میں حضرت میر محمد اسحٰق ؓ نے سنایا محلّوں میں بھرتی کے لئے تحریک کی گئی۔چنانچہ محلّہ دارالفضل میں تحریک کرنے والوں میں ملک صاحبؓ کا نام بھی لکھا ہے۔(الفضل جلد ۲۷ نمبر ۲۲۸ بابت ۵ اکتوبر ۱۹۳۹ء)
(۳) اسی طرح ''مدینۃ المسیح'' کے تحت اعلان کیا گیا کہ خدام الاحمدیہ کے ماہوار جلسہ میں بعض احباب تقریر کرینگے ان میں ملک صاحب کا نام بھی مرقوم ہے (الفضل جلد ۲۹ نمبر ۲۰۹ بابت ۱۲ ستمبر ۱۹۴۱ء)
(ب) آپؓ کے بعض مضامین کا ذکر ذیل میں کیا جاتا ہے:
(ا) آپؓ نے دیہاتیوں کی اصلاح کیلئے ایک لمبی نظم ''دیہاتی کی سرگذشت'' لکھی اور کتابی صورت میں شائع کی تھی۔
(۲) ایک بہت عمدہ مضمون دیوان حافظ کی غزل ؎
بیا کہ رایتِ منصور بادشاہ رسید
سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعویٰ کا ثبوت کہ شیعہ کتب میں مہدیؑ کا ایک نام منصور بھی ہے (الفضل)
(۳) مضمون زیرعنوان Nation Building (ریویو آف ریلیجنز انگریزی جلد ۳۵ نمبر ۲ بابت ماہ فروری ۱۹۳۶ء)
(۴) نو صفحات پر مشتمل مضمون زیرعنوان THE THEORY OF THE CREATION OF MAN (ریویو آف ریلیجنز انگریزی جلد ۳۵ نمبر ۱۱ بابت ماہ نومبر ۱۹۳۶ء نیز یہ مضمون الفضل میں بھی شائع ہوا)
(۵) مضمون زیرعنوان ''پنشن یافتہ احمدی اصحاب اور خدمتِ دین'' (الفضل جلد ۲۸ نمبر ۲۱۷ بابت ۲۴ ستمبر ۱۹۴۰ء)
(۶) مضمون زیرعنوان ''حضرت عیسیٰ علیہ السلام کیسے پرندے بناتے تھے'' (الفضل جلد ۳۱ نمبر ۲۷۶ بابت ۲۴ نومبر ۱۹۴۳ء)
(۷) مضمون زیرعنوان ''حیات بعد الممات کا ثبوت ڈاکٹر فرائڈ کے نظریّہ کی رُو سے''
(الفضل جلد ۳۱ نمبر ۳۰۲ بابت ۲۵/ دسمبر ۱۹۴۳ء) (مؤلف)

بقیہ حاشیہ : یہ قانون بیان فرمایا ہے کہ فَاِذَا فرغت فانصب والیٰ ربک فارغب یعنی جب ملازمت سے فارغ ہو جاؤ اور چھوٹی سرکار سے پنشن لے لو تو الیٰ ربک فارغب ۔بڑی سرکار کا بلا معاوضہ (باقی اگلے صفحہ پر)

بعض قوانین کی خلاف ورزی ہو جانے پر آپؓ اپنے نہایت ہی عزیز دوستوں کو بھی جرمانہ کرتے اور کہتے کہ قانون کا اقتضاء یہی ہے ورنہ دوسرے لوگ بھی قانون شکنی پر اُتر آئیں گے۔ اگر اس فعل کی وجہ سے ذاتی تعلقات پر کوئی اثر پڑتا تو اپنے دوستوں کی طرف سے ہرجانے یا جرمانے اپنی جیب سے بخوشی ادا کرنے کو تیار رہتے۔ آپؓ درمیانہ قد' فربہ جسم' گندم گوں تھے' متانت آپؓ کے چہرہ سے ظاہر تھی۔ مَیں بسا اوقات آپؓ سے ملاقات روحانی اطمینان کے حصول کے لئے کرتا تھا۔ اور مجھے آپؓ کی ایمان افزا باتوں سے ہمیشہ ہی تسکین ہوتی تھی۔

آپؓ کے اخلاقِ حسنہ' خندہ پیشانی وغیرہ:

مکرم ملک غلام فرید صاحب ایم۔ اے سابق مبلغ جرمنی و انگلستان حال مقیم لاہور فرماتے ہیں:

''ملک مولا بخش صاحبؓ نے مجھے بتلایا تھا کہ انہوں نے ۱۹۰۰ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کی تھی اس طرح گویا پوری نصف صدی انہوں نے احمدیت میں گذاری۔ گذشتہ ۱۳۔۱۴ سال سے جب وہ ہجرت کر کے قادیان میں آ کر محلّہ دارالفضل میں اپنا مکان بنا کر آباد ہو گئے تھے میرے ان کے ساتھ گہرے تعلقات تھے مجھے وہ اپنا حقیقی چھوٹا بھائی سمجھتے تھے اور خواہ کتنی بار دن میں مَیں اُن سے ملوں وہ نہایت محبت اور خوشی سے ملتے تھے۔ میرے ساتھ تو اُن کے خاص محبت کے تعلقات تھے ہی لیکن عام طور پر بھی ملک صاحبؓ ہر ملنے والے سے نہایت خندہ پیشانی سے ملتے تھے۔ یوں بھی وہ ہر وقت خوش رہتے تھے۔ مَیں نے ان کو بہت کم غمگین دیکھا ہے۔ وہ لَا خوف علیھم ولا ھم یحزنون کی زندہ تصویر تھے چونکہ ان کو اللہ تعالیٰ پر کامل یقین تھا اور بندوں سے ڈرتے نہیں تھے اس لئے خوف و ہراس اُن کے پاس تک نہ پھٹکتا تھا۔

عدم تعصب۔ اسلام دوستی کی وجہ سے دنیوی نقصان:

''ملک صاحبؓ نے اپنی زندگی جوڈیشل محکمہ میں ملازمت سے شروع کی اور اسی محکمہ میں کلرک آف دی کورٹ کے عہدہ سے ریٹائر ہوئے انہوں نے مجھے بتلایا کہ کئی لوگ جو ان سے جونیئر تھے سب جج ہو کر ریٹائر ہوئے۔ لیکن ان کی ترقی سر شادی لال چیف جج پنجاب ہائی کورٹ کے قومی تعصب کی قربان گاہ کے بھینٹ چڑھ گئی۔ سر شادی لال ایک نہایت متعصب ہندو تھا وہ مسلمانوں کا سخت مخالف تھا۔ اس کو خیال تھا کہ ملک مولا بخش صاحبؓ ایک لائق اور متعصب مسلمان ہیں۔ اگر یہ بڑے عہدے پر پہنچ گئے اور جج ہو گئے تو اس سے

مسلمانوں کو فائدہ پہنچے گا اور ہندوؤں کو ان کے ہاتھوں نقصان اٹھانا پڑیگا۔ سر شادی لال کا ملک صاحبؓ کے متعلق یہ خیال بے بنیاد تھا۔ ملک صاحب بے شک ایک غیرت مند مسلمان ضرور تھے کیونکہ ہر سچا احمدی غیرت مند مسلمان ہوتا ہے اور احمدیت ہمیں یہی سکھلاتی ہے لیکن وہ متعصب نہ تھے ان کا معیار عدل وانصاف اتنا بلند تھا کہ جانتے ہوئے انہوں نے کبھی کسی انسان سے بے انصافی نہ کی۔ ملک صاحبؓ اپنی قوم سے محبت اور ہندو قوم سے تعصب کے فرق کو خوب جانتے تھے۔ یہ درست ہے کہ جہاں انہوں نے کبھی کسی ہندو یا سکھ کے ساتھ بوجہ اس کے ہندو یا سکھ ہونے کے بے انصافی نہ کی وہاں انہوں نے کسی مسلمان کے جائز حق کو بھی جہاں تک اُن کا بس چلا اس وجہ سے ضائع نہ ہونے دیا کہ ان کا اپنا اعلیٰ افسر غیر مسلم تھا اور ایک مسلمان کے حق کی حفاظت کرتے وقت وہ ان سے ناراض ہو جائے گا۔ سر شادی لال کمزور مسلمان افسروں کے ہاتھوں مسلمانوں کے حقوق کا خون کرواتا تھا۔ ملک صاحبؓ مرحوم اس قسم کے مسلمان نہ تھے۔ اس لئے وہ ہمیشہ ملک صاحبؓ کے مخالف رہا اور جب کبھی ججی کے لئے ان کی سفارش ہوتی تو وہ اس کو رد کر دیتا لیکن جہاں شادی لال صاحب کا یہ رویہ تھا ایک دوسرا ہائی کورٹ کا انگریز جج مسٹر سکیمپ ملک صاحب کی جرأت کی وجہ سے اُن کا بے حد مداح تھا۔ ایک دفعہ مسٹر سکیمپ کو جب وہ گورداسپور میں سیشن جج تھا ملک صاحب نے ایک غلط فیصلہ کرتے ہوئے روکا تھا جس کی وجہ سے وہ ہمیشہ ملک صاحبؓ کا مداح رہا۔

خوشامد سے دلی نفرت اور حق کہنے میں جرأت:

''ملک صاحب کی دوسری خوبی جو وہ بھی ان کی ترقی کے راستہ میں روکاوٹ بنی رہی ان کی خوشامد سے دلی نفرت تھی۔ اپنے افسروں کی خوشامد کرنا تو درکنار وہ کبھی ان کے سامنے سچی بات کہنے سے بھی نہ رکتے تھے۔ خوشامد سے نفرت اور حق بات کہنے میں بے باکی ملک صاحب کے کیرکٹر کی امتیازی خصوصیت تھی۔ ملک صاحب بڑے ذہین اور علم دوست انسان تھے کلمة الحق ضالة المومن اخذ ہا حیث وجد ہا پر ان کا پورا عمل تھا چھوٹے بچوں سے بھی وہ اچھی بات سُن کر اس پر عمل کرتے تھے۔ اگر کسی دوست سے کوئی علمی نکتہ سُن لیتے تھے تو بار بار خوشی کے ساتھ اس کا ذکر کرتے اور اُس دوست کی تعریف

کرتے۔ دوسروں کی تعریف کرنے میں وہ بہت کشادہ دل تھے۔لیکن کسی کی جھوٹی تعریف نہ یہ کہ وہ خود نہیں کر سکتے تھے بلکہ سُن بھی نہیں سکتے تھے۔ حضرت میر محمد اسحٰق صاحب رضی اللہ عنہ کے بخاری کے درس میں باقاعدہ حاضر ہوتے تھے اوراس طرح استفادہ کرتے تھے جس طرح ایک بچہ اپنے استاد سے سیکھتا ہے۔ حضرت میر صاحبؓ سے ان کوان کے علمی تبحّر کی وجہ سے بے حد محبت تھی۔

شوقِ مطالعہ:

''ان کو ہر قسم کے مطالعہ کا شوق تھا ان کی عمر ۷۰ سال کے قریب ہوچکی تھی لیکن پھر بھی وہ روزانہ کئی گھنٹہ مطالعہ کرتے تھے اور کبھی کبھی الفضل میں مضامین بھی لکھتے رہتے تھے۔قرآن کریم باقاعدہ پڑھتے تھے اوراس کے مطالب پر تدبر کرتے تھے۔ جہاں ان کی طبیعت کا یہ حال تھا کہ ہر جگہ سے علمی باتیں جمع کرتے رہتے تھے اور کشادہ دلی سے اقرار کرتے تھے کہ فلاں نکتہ مَیں نے فلاں صاحب سے سنا وہاں دوسری طرف وہ سخت غیر مقلد بھی تھے۔محض کسی بات کو اس لئے قبول نہیں کرتے تھے کہ کسی بڑے آدمی نے وہ بات کہی ہوئی ہوتی تھی۔

خدمتِ خلق :

''ملک صاحب کو ہومیو پیتھک طریقہ علاج کا بہت شوق تھا اس کے متعلق ہمیشہ کتابیں منگواتے رہتے اور مطالعہ کرتے تھے اور خود علاج بھی کر لیتے تھے۔*

کل کا فکر نہ کرنا:

''طبیعت کی بے پروائی سمجھئیے یا توکل علی اللہ' ملک صاحبؓ کو 'کل' کا کبھی فکر دامنگیر نہ ہوا۔ وہ اپنی ساری تنخواہ ماہ بماہ خرچ کر دیتے تھے اور حالات بھی کچھ ایسے ہی

---

* ملک سعید احمد صاحب بیان کرتے ہیں کہ آپ گورداسپور کی ملازمت میں الیکٹرو ہومیو پیتھک ادویہ سے بہت متاثر ہوئے۔ چنانچہ آپؓ یہ ادویہ لوگوں کو مفت دیتے تھے۔اوراگر کوئی ان کے عوض کچھ دیتا بھی تو نہ لیتے بلکہ صاف کہہ دیتے کہ میرا ان پر خرچ نہ ہونے کے برابر ہے اوران کا اثر میرے خرچ سے کئی گنا خوشکن ہے۔اس لئے میرے لئے یہ امر باعث مسرت ہے کہ غرباء صحت یاب ہوکر میرے لئے دعا کریں۔ بعد میں آپؓ نے یونانی' ویدک اور ایلوپیتھی کی چند دواؤں سے متاثر ہوکر بعض نسخے بنوالئے تھے اور چونکہ تقسیم ملک کے بعد آمدنی کا وہ پہلا سلسلہ نہ تھا اس لئے آخری چند ماہ میں آپؓ کسی کسی خاص دوائی کی قیمت لاگت لے لیتے تھے۔(مؤلف)

ہوتے رہے کہ ملک صاحبؓ خرچ کی وجہ سے کبھی تنگ دست نہ ہوئے اور گو پنشن ملنے کے بعد پہلی سی کشائش رزق میں نہیں رہی تھی لیکن جو کچھ ان کو ملتا تھا وہ اس پر ہی قانع تھے۔مَیں نے کبھی ان کی زبان سے حالات کی تنگی کی شکایت نہیں سُنی۔ وہ خدا تعالیٰ کی قضاء پر ہمیشہ راضی رہتے تھے۔

''ملک صاحبؓ کی صحت عموماً بہت اچھی تھی۔ کچھ اس وجہ سے اور زیادہ اس وجہ سے کہ وہ صحابی تھے۔ ملک صاحبؓ پانچ وقتہ نمازوں میں بہت باقاعدہ تھے۔محلّہ دارالفضل کی رونق زیادہ تر ملک صاحبؓ موصوف۔مولوی غلام حسین صاحبؓ ،مولوی محمد ابراہیم صاحب بقاپوری اور حافظ محمد ابراہیمؓ صاحب سے تھی۔خدا کی بے شمار رحمتیں ہوں ان بزرگوں پر۔ ان میں سے صرف مولوی بقاپوری صاحب زندہ ہیں۔اور وہ بھی چراغِ سحری ہیں۔آہ!

؎ آں قدح بشکست و آں ساقی نماند

یہی بزرگ ہمارے محلّہ کی مسجد کی بھی رونق تھے۔

آپؓ کی سادگی:

''ملک صاحب تصنّع سے بےزار اور نہایت بے تکلف انسان تھے یہاں تک کہ اپنی اولاد سے بھی بے تکلف تھے۔ وہ اولاد کے معاملہ میں بالکل سخت گیر نہ تھے۔مَیں نے دیکھا کہ بعض اوقات ان کے لڑکے ان سے معصوم مذاق بھی کر لیتے تھے۔اور ملک صاحب ایسے معصوم مزاح سے خوش ہوتے تھے۔ بابو اکبر علی صاحب رضی اللہ عنہ ان کے سمدھی تھے لیکن ان دونوں بزرگوں میں بے حد محبت تھی۔*

صاحب رؤیا وکشف ہونا:

''ملک صاحبؓ صاحب رؤیا وکشوف بھی تھے ان کا ایک الہام تو ابھی تک مجھے یاد ہے جب چوہدری کرامت اللہ صاحب ابن بابو اکبر علی صاحب مرحوم ومغفور کی شادی کی تجویز ملک صاحب مرحوم کی بڑی لڑکی سے ہوئی تو چونکہ ملک صاحب اور بابو صاحب رضی اللہ عنہ میں سوائے احمدیت کے تعلق کے اور کوئی پہلی واقفیت نہ تھی۔اس لئے قدرتاً ملک صاحب کچھ

---

*بابو صاحب کے ساتھ جو اعلیٰ درجہ کا محبت کا تعلق تھا اس کا ذکر ملک صاحبؓ نے اپنے مضمون ''بابو اکبر علی صاحب مرحوم کی بعض خوبیوں کا ذکر'' میں کیا ہے۔ (الفضل جلد ۳۱ نمبر ۲۳۱ بابت یکم اکتوبر ۱۹۴۳ء) (مؤلف)

فکرمند تھے۔انہوں نے دعا اور استخارہ کیا تو الہام ہوا ’’داماد مبارک‘‘ ملک صاحب کا داماد جیسا ان کی لڑکی کے لئے مبارک ثابت ہوا اور اس کی مثال بھی بہت کم ملتی ہے۔* ۔وفات سے چند ماہ قبل انہوں نے جماعت کے مستقبل کے متعلق ایک عجیب رؤیا دیکھا جس کا اظہار اس وقت مناسب نہیں۔غرضیکہ ملک صاحبؓ مرحوم ومغفور ایک صاف دل‘ صاف گو‘ راست باز‘ بے تکلف‘ حد درجہ متوکل‘ علم دوست اور پابند صوم وصلوٰۃ بزرگ تھے۔‘‘

حضرت صاحبزادہ میاں بشیر احمد صاحب دام فیضہم نے ملک صاحبؓ کے متعلق جو مکتوب ارسال فرمایا ذیل میں درج ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم
وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود

رتن باغ لاہور
۵۰/۱۲/۳

مکرمی محترمی ملک صلاح الدین صاحب

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کا خط موصول ہوا۔ جو کچھ مجھے یاد ہے لکھے دیتا ہوں:

(1)۔ملک مولا بخش صاحب مرحوم غالباً ایجنٹ کے عہدہ پر مقرر ہو کر گئے تھے یعنی وہ سندھ کی اراضیات کی نگرانی کے لئے مالکوں کا قائم مقام تھے۔ان کے ماتحت مقامی حلقوں کے کام کے لئے مینیجر صاحبان تھے۔

(2)۔ مجھے یہ تو معلوم نہیں کہ حضرت صاحب نے مجھے اور ملک صاحب مرحوم کو اپنی قائم مقامی سے اپیلوں کی سماعت کے لئے باقاعدہ مقرر کیا ہو لیکن یہ درست ہے کہ ملک صاحب موصوف بعض اپیلوں کو لیکر میرے پاس آتے تھے اور پھر ہم دونوں مل کر فیصلہ کرتے تھے۔ یہ معلوم نہیں کہ ان خاص اپیلوں کے متعلق حضرت صاحب کا ارشاد تھا یا کہ عام تھا۔ غالباً

---

* ملک صاحب مرحوم نے مجھے ’’داماد مبارک‘‘ الہام کے متعلق لمبی تفصیل بھی تحریر کر کے دی تھی جس میں یہ بھی ذکر ہے کہ آپؓ کی اس بیٹی نے بھی خواب دیکھا تھا کہ اس کی جھولی میں چاند آ پڑا ہے۔چنانچہ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ اور حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب دام فیضہم کی تحریک پر آپؓ نے یہ رشتہ منظور کیا تھا۔(مؤلف)

ایک عرصہ کے لئے عام حکم ہی تھا جن دنوں میں کہ حضرت صاحب زیادہ مصروف تھے مگر مجھے پختہ علم نہیں ہے۔

(3)۔ ملک صاحب مرحوم ساری عمر عدالتوں کے فیصلہ پر کام کرتے رہے۔اس لئے وہ مروّجہ قانون سے کافی واقف تھے اور صحابی اور دیندار ہونے کی وجہ سے خاص مطالعہ کے بغیر ہی کسی حد تک شریعت کے اصولوں سے واقف تھے نیکی کا مادہ بھی رکھتے تھے۔ان کے بعض مضمونوں میں نئے نکتوں کی جھلک نظر آتی ہے۔

(5)۔ ملک صاحب مرحوم کو عربی بولنے کا بھی شوق تھا۔جو بھی عربی دان ملتا اس سے عربی میں گفتگو شروع کر دیتے تھے۔اس کے نتیجہ میں انہیں روزمرہ کے فقرات کی مشق ہوگئی تھی۔ حالانکہ ویسے عربی کا کوئی خاص مطالعہ نہیں تھا۔

(6)۔ملک صاحب بہت اچھے دوست تھے اور دوستوں کے لئے قربانی کا مادہ رکھتے تھے اور ان کی رائے بھی عموماً صائب ہوتی تھی۔لیکن غالباً ان کا سب سے زیادہ اثر طریق کار اور ضابطہ اور method کے میدان میں پڑا ہوگا۔ واللّٰہ اعلم۔

(7)۔ ملک صاحب مرحوم بہت مخلص اور خدا ۔۔۔۔ کے لوگوں میں سے تھے اور کچھ۔۔۔۔ غالباً بلڈ پریشر کی زیادتی کی وجہ سے کبھی کبھی مزاج برہم ہو جاتا تھا مگر اس کے بعد جلد ہی صاف ہو جاتے تھے اور ان کے دل میں غل کا کوئی اثر نہ رہتا تھا جو قرآن شریف نے متقیوں کی نشانی بیان کی ہے۔اپنے ماتحتوں کے ساتھ بھی ان کا سلوک بہت اچھا تھا۔ بہت زندہ دل خوش مزاج بزرگ تھے۔

(8)۔وہ کافی عرصہ تک میرے ماتحت نائب ناظر تعلیم وتربیت رہے اور مجھے ان کی امداد کی بہت قدر تھی۔ مِسلوں کا بغور مطالعہ کرتے اور بہت عمدہ خلاصہ نکال کر پیش کرتے تھے اور اس کے ساتھ رائے بھی اچھی دیتے تھے۔اگر میں ان کی رائے سے اختلاف کرتا تو وہ کبھی کبھی ادب کے ساتھ اپنی رائے پر اصرار بھی کرتے تھے اور لیکن جب میں قطعی طور پر کہہ دیتا کہ ایسا ہونا چاہئے تو پھر شرح صدر کے ساتھ مان لیتے تھے اور بعض اوقات میں انکی مان لیتا تھا۔

(9)۔ وفات سے چندہ ماہ قبل انہوں نے مجھے اپنی ایک خواب لکھ کر بھیجی کہ میں نے (یعنی خاکسار مرزا بشیر احمد نے) چیتے کی کھال کا لباس پہنا ہوا ہے حتّٰی کہ ٹوپی اور جوتی بھی چیتے کی

کھال کی ہے اور سارا لباس چیتے کی کھال کا ہے۔ غالباً اس سے دشمنوں پر غلبہ پانا مراد ہوتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

والسلام

خاکسار

مرزا بشیر احمد

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کا آپؓ کے متعلق خیال:

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے ۲۹ جون ۱۹۳۴ء کو ملک صاحبؓ کے بیٹے اخویم ملک سعید احمد صاحب کا نکاح مکرم سید غلام حسینؓ شاہ صاحب کی صاحبزادی سے پڑھا۔ اور خطبہ میں فرمایا:

''سید غلام حسینؓ صاحب جن کی لڑکی کا نکاح ہے۔ قاضی سید امیر حسینؓ صاحب کے بھائی ہیں اور پرانے احمدی ہیں۔ ملک مولا بخش صاحبؓ بھی میرے بہت دیر سے ملنے والے ہیں اور مخلص ہیں۔ جہاں تک میرا خیال ہے وہ اخلاص میں ترقی کرتے رہے ہیں۔ ان کا بیٹا جس کا نام بھی سعید ہے اور ویسے بھی سعید ہے......................... ۵ ''

آپؓ کے جنتی ہونے کے متعلق رؤیا:

ملک صاحبؓ بیان کرتے تھے کہ خوابوں کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے مجھے کئی دفعہ اپنے فضل سے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ماننے کی برکت سے بعض علوم و مسائل لطیفہ سے اطلاع دی اور مہمات الامور میں میری رہبری فرمائی۔ ایک دفعہ میں نے بہشت کو دیکھا اور میں حلفاً شہادت دے سکتا ہوں کہ محض اس کو دیکھنے سے جو سرور حاصل ہوتا ہے وہ لذت و سرور دنیا کی کسی چیز میں نہیں پایا جاتا۔ ملک صاحب نے اپنی سوانح میں۔ فرمایا:

''سب سے آخری بات جو میں بیان کرنا چاہتا ہوں وہ ایک خواب ہے جو فروری ۳۹ء میں میں نے قادیان میں دیکھا۔ اس خواب کا میرے روئیں روئیں پر اس وقت تک اثر ہے۔ میں نے دیکھا کہ چند اشخاص اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کئے گئے۔ ان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی تھے اور یہ خاکسار بھی۔ اللہ تعالیٰ ایک سفید رُو سفید ریش انسان کی شکل میں ایک کرسی پر جلوہ افروز تھا۔۔۔ ایک میز بھی تھی مگر معمولی۔

اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ ان کو دو گروہوں میں تقسیم کر دو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس گروہ

میں تھے میں اس میں نہیں تھا۔ پھر فرمایا ان دونوں گروہوں کو بہشت کے مختلف مقامات میں لے جاؤ۔ میں اس وقت کہتا ہوں کہ جو مقام مجھ کو عطاء ہوا ہے میں تو اس کے قابل بھی نہیں۔ ہر طرح موجب تشکر ہے۔ میں اس پر خوش بھی ہوں۔ مگر ایک بات میری جان کو کھاتی ہے کہ میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا اب علیحدگی ہوگی میں نے اس خیال سے زار و قطار رونا شروع کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے میری زاری دیکھ کر فرمایا تم تو بہت روتے ہو۔ اچھا سب کو ایک ہی جگہ لے جاؤ۔ ۔۔۔۔۔! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہی لے جاؤ۔ اس پر مجھے تسکین ہوئی اور میں جاگ پڑا۔

اے اللہ! یہ میرے نفس کی بناوٹ نہ ہو میں واقعی اس قابل نہیں مگر تو سچے وعدوں والا ہے۔ میں کمزور ہوں۔ میں نے دیکھا ہے کہ میں اپنی طاقت سے بدی سے نہیں بچ سکا۔ ہر وقت کمزوری محسوس کی کہ اب گرا کہ گرا۔ مگر تو نے بروقت مجھ کو سنبھالا اور میری مدد کی۔ اے پیارے مولا تیرے سایہ میں میری عمر کا بہت بڑا حصہ گذر گیا اب کوئی دم کی بات ہے۔ اب بھی مجھے اپنی حفاظت اور عنایت سے محروم نہ رکھنا۔ میں تو اب بھی گر سکتا ہوں۔ ہاں پیارے تو ہی بچا کے رکھ اور میری جماعت میرے دوستوں اور میرے اہل و عیال اور بچوں پر اپنا فضل رکھ ان کے نیک اور اپنے دین کے خادم بنا۔ حضرت مسیح موعودؑ کے شعر کو ذرا سے تصرف سے بطور دعا کے عرض کرتا ہوں۔

لوگ کہتے ہیں کہ نالائق نہیں ہوتا قبول
میں ہوں نالائق مجھے تو بخش دے درگاہ میں بار

والسلام دوستوں کو سلام۔ بزرگان سلسلہ کو آلِ مسیح موعودؑ کو خلیفۂ وقت کو سلام اور درخواست دعا۔

خاکسار
مولا بخش پنشنر حال پریذیڈنٹ
میونسپل کمیٹی قادیان

11-07-46

اہلیہ ملک صاحب:

ملک صاحبؓ کے برادر نسبتی قادر بخش صاحب (پسر میاں الٰہ بخش صاحبؓ امرتسری) بھی علاقہ بندی کا کام ہی کرتے تھے۔ پہلوانی بھی کرتے تھے۔ اپنے والد صاحب کی بیعت کی وجہ سے احمدی تھے۔ یقینی طور پر یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ انہوں نے حضورؑ کی زیارت کی تھی یا نہیں۔ بعارضہ ہیضہ ۱۹۰۹ء میں اٹھارہ سال کی عمر میں وفات پائی۔ محترمہ اہلیہ ملک صاحبؓ کو حضورؑ کے زمانہ میں قادیان آنا یاد نہیں۔ البتہ بیان کرتی ہیں کہ یہ اچھی طرح یاد ہے کہ حضورؑ جب کہ ایک بار میاں معراج الدین صاحب عمرؓ کے ہاں لاہور میں مقیم تھے تو مَیں اور صاحبزادی نواب مبارکہ بیگم صاحبہ جو دونوں بچہ ہی تھیں اس مکان میں لکڑی کی سیڑھی پر چڑھتی اترتی تھیں۔ حضور نے فرمایا کہ ''گر نہ جانا'' میں نے کہا کہ ''نہیں'' ہم نہیں گرتے'' اس وقت حضورؑ نے ٹوکا پاجامہ اور دیسی جوتی پہنی ہوئی تھی اور ٹہلتے ٹہلتے کچھ لکھ رہے تھے۔ کھیلتے کھیلتے ہم دونوں ننگے پاؤں حضورؑ کے بستر پر چڑھ گئیں۔ حضورؑ نے ایک امرود چیر کر ہم دونوں کو دیا اور پانچ دانے انگور بھی دیئے جو کھا لئے نیز یہ بھی بیان کرتی ہیں کہ حضورؑ کے فرمانے پر میری والدہ نے حضورؑ کو ڈاک سنائی اور حضورؑ نے جو جواب لکھوائے وہ لکھے۔ ایک خادمہ دودھ کا پیالہ لائی تو حضورؑ نے دریافت فرمایا آیا والدہ دودھ پئیں گی تو والدہ نے عرض کی ''حضور تہاڈا دودھ کتھے'' کہ حضورؑ کا عطا کردہ دودھ کہاں نصیب، مجھے یہ بھی یاد ہے کہ میں نے والد صاحب سے آ کر کہا کہ ''تُسی تے کہندے سی کہ ساڈے مرزا صاحب ہن۔ ایہناں دیاں تے اکھیاں ہی ہن نہیں۔ اونہاں نوں تو دسدا ای نہیں۔'' یعنی آپ تو کہتے تھے کہ ہمارے مرزا صاحب ہیں۔ ان کی تو آنکھیں ہی نہیں۔ ان کو تو نظر نہیں آتا۔ اس پر والد صاحب مجھے ناراض ہوئے کہ یہ کیا کہہ رہی ہو حضورؑ کی تو آنکھیں موجود ہیں اور درست ہیں۔ گویا کہ حضورؑ کی خوابیدہ نگاہی کا بچوں کو بھی احساس تھا۔ (۱۹۰۶ء میں) شادی کے وقت میری عمر چودہ سال کی تھی۔*

---

*یہ سارا بیان زیرِ عنوان ''اہلیہ ملک صاحب'' اخویم ملک سعادت احمد نے اپنی والدہ صاحبہ سے دریافت کر کے لکھا ہے۔ (مؤلف)

حوالہ جات

۱۔ الحکم جلد ۹ نمبر ۳۹ صفحہ ۴۰ بابت ۱۰ و ۱۷ نومبر ۱۹۰۵ء۔

۲۔ مکتوب مورخہ ۴۹/ ۸/ ۱۳۔

۳۔ ریویو آف ریلیجنز، اردو جلد ۱۱ نمبر ۶ ص ۳۰۰

۴۔ الفضل جلد ۴ نمبر ۴۴ بابت ۲۰ فروری ۱۹۱۷ء۔

۵۔ (۱) ریویو آف ریلیجنز (اردو) نومبر و دسمبر ۱۹۰۳ء (آخری اوراق) سے آپؓ کا خریداری نمبر ۱۵۰۴ معلوم ہوتا ہے۔ (۲) ''فہرست چندہ اعانت دہندگان مارچ ۱۹۰۶ء'' میں ۱۴۹ احباب کے نام درج ہیں جنہوں نے ساڑھے چھ آنے سے لے کر پچیس روپے تک رسالہ ریویو کی اعانت کی۔ ان میں ''میاں مولا بخش صاحب امرتسر ۸ کی اعانت مرقوم ہے۔ (ریویو آف اردو جلد ۵ نمبر ۴ آخری سرورق) (۳) اسی طرح ''فہرست خریدار دہندگان اردو بابت ماہ مئی ۱۹۰۶ء'' میں بھی آپؓ مولا بخش صاحب احمدی ڈویژنل کورٹ امرتسر'' (یعنی ایک خریدار دیا) ان تئیس احباب کی فہرست میں سے اٹھارہ نے ایک ایک اور پانچ نے دو دو خریدار دیئے تھے ریویو اردو جلد ۵ نمبر ۷۔

۶۔ الفضل ۲۴ جولائی ۱۹۳۴ء۔

منشی محمد اسمٰعیل صاحب سیالکوٹی رضی اللہ عنہ *

خاندانی حالات:

منشی محمد اسماعیل صاحب کے جدامجد عطر سنگھ سکنہ چوہڑ کانہ ضلع شیخوپورہ جو راجپوت ورک تھے کشمیر چلے گئے۔ اور ایک مسلمان نواب کے رسالہ میں ملازم ہو گئے۔ اور پھر مُسلمان ہو گئے۔ مسلمان ہونے پر آپ کا نام عطر باب ہو گیا۔ نیک ہونے کی وجہ سے لوگوں میں قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ منشی صاحبؓ کے پڑدادا محمد حیات صاحب کی ہمشیرہ سے اس نواب نے شادی کرنا چاہی اور وہ اسے ناپسند کرتے تھے۔ اس لئے کشمیر سے بھاگ کر سیالکوٹ آ گئے اور بعد ازاں ہمشیرہ کی شادی حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ سیالکوٹی رضی اللہ عنہ کے والد کے نانا سے ہوئی۔ منشی صاحب کے والد حنفی طریق کے نیک لوگوں میں سے تھے۔ اور دعا گو تھے۔ منشی صاحبؓ جب چھ سات سال کی عمر کے تھے ان کی ایک نصیحت کی وجہ سے عیسائیوں کے پھندے سے بچ گئے تھے۔ پہلے کوئٹہ میں ملازمت کرتے رہے۔ پھر تجارت کرنے لگے۔ اسی سلسلہ میں کوئٹہ کے علاقہ کی طرف گئے ہوئے تھے کہ ۱۸ اگست ۱۸۸۵ء کو وفات پا گئے۔ منشی صاحب کی والدہ مسمات عمراں بنت عبدالرحیم قوم بھٹی راجپوت سکنہ سیالکوٹ حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ کی پھوپھی تھیں۔ ۱۰ فروری ۱۹۲۳ء کو فالج سے فوت ہوئیں اور اب بہشتی مقبرہ میں آرام فرماتی ہیں۔ ابتدائی وصیت کرنے والوں میں تھیں۔ چنانچہ ان کا نمبر وصیت ۹۱۲ ہے۔ اپنے بیٹے غلام قادر صاحب کے ہمراہ قادیان آ کر اپنے بھتیجے مولوی عبدالکریم صاحبؓ سیالکوٹی کے پاس ٹھہریں اور غالباً اسی عرصہ میں بیعت سے مشرف ہوئیں۔ قبول احمدیت کے بعد نمازوں میں باقاعدہ

---

* بائیس سال قبل کی بات ہے کہ زمانہ طالب علمی میں مجھے یہ شوق ہوا کہ جن صحابہؓ کو دیکھنے کا موقعہ ملا ہے ان کی فہرست بناؤں۔ بعد ازاں یہ شوق بڑھا اوران سے جو گفتگو کرتا وہ بھی تحریر میں لے آتا۔ ۱۹۴۵ء میں مجھے خیال آیا کہ حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ کے سوانح قلمبند کروں چنانچہ منشی صاحبؓ سے جو حضرت مولوی صاحبؓ کے برادر نسبتی تھے ذکر کیا۔ آپؓ نے بہت انشراح سے یہ تجویز منظور کی۔ چنانچہ مسجد مبارک میں عصر کے بعد آپؓ حالات لکھواتے۔ بعد ازاں یہ تعلق محبت میں تبدیل ہو گیا۔ انہی دنوں میں نے آپؓ کے سوانح بھی قلمبند کئے اور پھر اپنے الفاظ میں تحریر کئے۔ اور آپؓ نے ان پر نظر ثانی کر کے معمولی اصلاح بھی کر دی۔ ہر دو مسودات پر آپؓ کے دستخط ثبت ہیں اور میرے پاس محفوظ ہیں۔ آپؓ کے اور آپؓ کی اہلیہ اور بھائی کے حالات میں جہاں ماخذ کا ذکر نہیں وہ انہیں مسودات میں سے لئے گئے ہیں۔ آپؓ کے متعلق جو باتیں دوسروں کی طرف سے بیان کردہ درج ہیں۔ ان میں اکثر میں نے خود آپؓ سے سُنی یا آپؓ میں دیکھی تھیں۔ (مؤلف)

ہوگئیں۔ بہت ملنسار اور محبت کرنیوالی تھیں۔ باوجود سخت بوڑھی ہو جانے کے سوال کر کے کام کرانے کو ناپسند کرتی تھیں اور خود اُٹھ کر کام کرتی تھیں۔ ان کے تینوں بھائی چوہدری سلطان محمد صاحب والد مولوی عبدالکریم صاحبؓ۔ جان محمد صاحب۔ محمد بخش صاحب احمدی تھے۔

ولادت، تعلیم اور حُلیہ:

منشی صاحبؓ شہر سیالکوٹ میں ۱۲۸۳ھ میں پیدا ہوئے۔ ناظرہ قرآن مجید پڑھ کر مشن سکول میں داخل ہوئے۔ چوتھی جماعت میں ایک پادری انجیل پڑھاتا تھا۔ آپؓ اس پر اعتراض کرتے۔ جب وہ سوالات سے تنگ آ جاتا تو منشی صاحب کو مارتا۔ پھر ایک روز تنگ آ کر اس نے کہا کہ اگر خدا مسلمانوں کو بخش دے گا تو وہ عدالت کے تخت سے گر کر کیچڑ میں بھر جائے گا۔ پھر آپؓ امریکن مشن سکول میں داخل ہو گئے۔ وہاں چھٹی جماعت میں ایک ہی استاد آدھ گھنٹہ بائیبل اور دو گھنٹہ انگریزی پڑھاتا تھا۔ آپؓ بائیبل پر اعتراض کرتے جس سے انگریزی کا وقت بھی گذر جاتا۔ آخر پر اُستاد آپؓ کو پیٹتا اور کہتا کہ جب تک تم سکول میں ہو کوئی عیسائی نہیں ہوگا۔ اور جب تک تمہیں سکول سے نکلوا نہ دونگا مجھے چین نہ آئے گا۔ ایک روز اس نے ایسا مارا کہ آپؓ کے ہاتھ کا انگوٹھا سوج گیا۔ حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ کو علم ہوا تو آپؓ نے سکول جانے سے منع کر دیا اور خود گھر پر فارسی پڑھانے لگے۔ آپؓ کا حُلیہ یہ تھا۔ گورا رنگ، خوبصورت شکل، درمیانہ قد، تقسیم ملک تک آپؓ کے جسم میں کُبڑا پن ظاہر نہیں ہوا تھا۔ عینک لگاتے تھے، چہرہ سے متانت اور بے خوفی اور خود اعتمادی ظاہر تھی۔

تجارت اور مذہبی حالت:

چند سال منشی صاحبؓ نے کوئٹہ، حیدر آباد دکن اور بمبئی وغیرہ میں کپڑے کی تجارت کی۔ بعد ازاں ۱۸۹۵ء میں مشن سکول سیالکوٹ میں بطور استاد ملازم ہو گئے۔ احمدیت قبول کرنے سے قبل ایک شخص کے کہنے پر کہ نماز میں کوئی مادی فائدہ نہیں نماز ترک کر دی تھی۔ طبیعت میں شروع سے آزادی اور بے پروائی تھی۔ تاش کے کھیل میں بہت طاق تھے اور اس شہرت کی وجہ سے سیالکوٹ کے ایک ریڈر نے بلایا اور تاش کھیلنے کے بعد آپؓ کے کمال کی بہت تعریف کی۔ اور ملازمت دلانے کا وعدہ کیا۔ لیکن آپؓ نے پسند نہ کیا۔ پہلے آپ حنفی تھے۔ پھر حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ کی وجہ سے وہابی بنے اور پھر انہی کی وجہ سے نیچری ہوئے۔ پھر ان امور سے بیزار ہوئے اور قادری طریق کے فقیر بنے انہوں نے بھی یہی کہا کہ ظاہری نماز کوئی چیز نہیں۔

قادیان کی پہلی بار زیارت آمدورفت اور بیعت:

جب عبداللہ آتھم کی میعاد کے آخری دس پندرہ دن رہتے تھے تو حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ نے جو منشی صاحبؓ کے بہنوئی تھے لکھا کہ اپنی ہمشیرہ کو لے آئیں۔ چنانچہ منشی صاحبؓ ہمشیرہ کو لے کر آئے اور اس طرح پہلی بار قادیان دیکھنے کا موقعہ ملا۔ آپؓ غالباً سوا ماہ تک قادیان میں رہے۔* ان دنوں نواب بہاولپور نے شیخ رحمت اللہ صاحب مالک انگلش ویئر ہاؤس لاہور کی معرفت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں درخواست کی تھی کہ حضورؑ حضرت مولوی صاحبؓ کو علاج کرنے کے لئے بہاولپور جانے کی اجازت دیں چنانچہ حضورؑ نے پندرہ دن کی اجازت دی تھی اور حضرت مولوی صاحبؓ گئے ہوئے تھے۔ قادیان میں نہ تھے۔ حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ نے منشی صاحبؓ کا تعارف حضرت اقدس سے کرا دیا تھا۔ اور حضورؑ آپ کو اچھی طرح جاننے لگ گئے تھے۔ اور آپؓ نے بعض نمازیں بھی مسجد مبارک میں باجماعت ادا کی تھیں۔ انہی ایام میں منشی صاحبؓ ایک دفعہ بیعت پر آمادہ ہوئے تھے۔ اس بارہ میں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب دام فیضہم فرماتے ہیں:

''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ منشی محمد اسماعیل صاحبؓ سیالکوٹی نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی میرے ماموں زاد بھائی تھے اور میرے بہنوئی بھی تھے۔ عمر میں مجھ سے قریباً آٹھ سال بڑے تھے۔ انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت مجھ سے پہلے کی تھی۔ اور اس کے بعد وہ ہمیشہ تحریک کرتے رہتے تھے کہ میں بھی بیعت کرلوں۔ غالباً ۱۸۹۳ء میں ایک خواب کی بناء پر میں بھی بیعت کے لئے تیار ہو گیا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں بیعت کی غرض سے حاضر ہوا۔ (غالباً جمعہ کا دن اور مسجد اقصےٰ مقام تھا) اس وقت اتفاق سے میرے سامنے ایک شخص حضرت صاحب کی بیعت کر رہا تھا۔ میں نے جب بیعت کے یہ الفاظ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زبان سے سنے کہ 'میں دین کو دنیا پر مقدم رکھونگا' تو میرا دل بہت ڈر گیا کہ یہ بہت بھاری ذمہ داری ہے جسے میں نہیں اُٹھا سکوں گا۔ اور میں بغیر بیعت کئے واپس لوٹ گیا۔ اس کے بعد میں ہر سال تعطیلات موسم گرما جو ڈیڑھ پونے دو ماہ کی ہوتی تھیں قادیان آ کر گذارتا۔ اور کبھی جلسہ سالانہ پر بھی آ جاتا۔ ستمبر ۱۹۰۰ء میں مولوی صاحبؓ نے لکھا کہ افسوس ہے کہ اس دفعہ تمام تعطیلات

* ان ہی ایام میں حضورؑ نے آتھم کے رجوع کے متعلق جو تقریر فرمائی تھی اس بارہ میں منشی صاحب کی روایت اس کتاب میں میاں اللہ بخش صاحبؓ امرتسری کے حالات میں درج ہو چکی ہے۔ (مؤلف)

آپؓ نے وہیں گذار دیں اور قادیان نہیں آئے۔کوئی آٹھ دن باقی تھے میں قادیان آ گیا۔

''ایک دفعہ مولوی صاحب مرحومؓ نے میری ہمشیرہ سے کہا کہ محمد اسماعیلؓ (کا عجیب حال ہے) لوگوں کو تو تبلیغ کرتا رہتا ہے (اور احمدیت کی تائید میں جھگڑتا تھا) اور خود بیعت نہیں کرتا' یہ بات سمجھ نہیں آتی۔میری ہمشیرہ نے مجھے جب یہ بات سنائی تو میں نے خود مولوی صاحبؓ سے پوچھا کہ کیا آپؓ نے ایسا کہا ہے؟ مولوی صاحبؓ نے فرمایا ہاں۔تو میں نے مولوی صاحبؓ کو کہا کہ میں علیحدگی میں بیعت کروں گا اور میرے دل میں یہ خیال تھا کہ میں حضرت صاحبؑ سے عرض کرونگا کہ ہر بات میں دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا اقرار مجھ سے نہ لیں۔یعنی اس عہد سے مجھے معاف کر دیں۔مولوی صاحب نے فرمایا کہ ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا (میں نے کہا کہ پھر بیعت بھی کبھی نہیں ہوسکتی) پھر اس کے کچھ عرصہ بعد (کہ انہی تعطیلات کا آخری دن تھا) میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔اور دل میں ارادہ تھا کہ حضرت صاحبؑ پر اپنا خیال ظاہر کر دونگا۔لیکن جب حضرتؑ صاحب مسجد میں تشریف لائے اور مغرب کی نماز کے بعد تشریف فرما ہوئے تو کسی شخص نے عرض کی کہ حضور کچھ آدمی بیعت کرنا چاہتے ہیں۔آپؑ نے فرمایا ''آ جائیں'' اس ''آ جائیں'' کے الفاظ نے میرے دل پر ایسا گہرا اثر کیا کہ مجھے (کچھ ہوش نہ رہا) وہ تمام خیالات بھول گئے اور میں بلا چون و چرا آگے بڑھ گیا۔(حضورؑ نے میرا ہاتھ پکڑ لیا) اور (میں نے) بیعت کر لی۔ بیعت کے بعد جب حضرت صاحب کو میرے ان خیالات کا علم ہوا تو آپؑ نے فرمایا کہ ہماری بیعت کی تو غرض ہی یہی ہے کہ ہم دینداری پیدا کریں۔اگر ہم دین کو مقدم کرنے کا اقرار نہ لیں تو کیا پھر یہ اقرار لیں کہ میں دنیا کے کاموں کو مقدم کیا کروں گا۔اس صورت میں بیعت کی غرض و غایت اور حقیقت ہی باطل ہو جاتی ہے۔'' *

* روایت نمبر ۸۵۷ مندرجہ سیرۃ المہدی حصہ سوم۔ بیعت کے متعلق میں نے مطبوعہ روایت درج کر دی ہے۔منشی صاحبؓ نے مجھے بیعت کا واقعہ لکھوا دیا تھا۔اس میں بعض باتیں زائد ہیں جو اسی روایت میں خطوط وحدانی میں زائد کر دی ہیں۔ مطبوعہ روایت میں قادیان آنے کا سال غالباً ۱۸۹۳ء درج ہوا ہے۔مجھے منشی صاحبؓ نے لکھوایا تھا کہ ۱۸۹۳ء یا ۱۸۹۴ء کا یہ واقعہ ہے اور اس وقت آپؓ پہلی بار قادیان آئے تھے اور یہ بیعت کا واقعہ پہلی بار کی زیارت کے ایام کا ہی آپؓ بتلاتے تھے چونکہ منشی صاحبؓ کی روایت کی رُو سے آتھم کی میعاد کے اختتام کے نزدیک آپؓ کا پہلی بار قادیان آنا یقینی ہے۔سو یہ ۱۸۹۴ء کی بات ہے۔اس لئے کہ آتھم کی معیاد کی آخری تاریخ ۵ ستمبر ۱۸۹۴ء تھی (بحوالہ انوار الاسلام صفحہ ۱)

بیعت کے بعد منشی صاحبؓ نے عرض کیا کہ صبح واپسی کا ارادہ ہے۔ ان دنوں سیالکوٹ میں سخت ہیضہ شروع تھا۔ حضورؑ نے فرمایا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس جگہ وبا پھیلی ہوئی ہو وہاں نہیں جانا چاہیئے۔ منشی صاحبؓ نے کہا کہ تعطیلات ختم ہو رہی ہیں۔ تو حضورؑ نے فرمایا کہ یہ مجبوری ہے۔ چنانچہ منشی صاحبؓ بیعت کے اگلے روز سیالکوٹ چلے گئے۔

جب مسجد اقصیٰ میں نماز پڑھتے ہوئے ایک پلید نے حضورؑ اور خدام کو گالیاں دی تھیں اس واقعہ کے ضمن میں منشی صاحب بیان کرتے تھے کہ اس وقت میں بالکل حضورؑ کے ساتھ بائیں طرف تھا۔ ۱؎ نیز صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحبؓ کی وفات کے وقت بھی (جو ۱۶ ستمبر ۱۹۰۷ء کو ہوئی) منشی صاحب قادیان میں تھے۔ چنانچہ آپؓ کی روایت اسی کتاب میں صاحبزادہ صاحب کے حالات میں درج ہو چکی ہے۔

بیعت کے بعد انقلاب:

پہلے دل میں ہر وقت ایک بے کلی سی رہتی تھی۔ بیعت کے بعد جاتی رہی۔ اب جو تبدیلی ہوئی وہ اس امر سے ظاہر ہے کہ بیعت کرنے سے پہلے ایک دفعہ آپ نے اپنے بڑے بھائی سے کہا کہ بھائی غلام قادر! نماز پڑھا کرو۔ انہوں نے جواب دیا کہ آپ کو نماز پڑھ پڑھ کر کیا مل گیا' جو مجھے تلقین کرتے ہو۔ آپ نے بھی دل میں خیال کیا کہ بھائی سچ کہتا ہے' مجھے بھی کچھ نہیں ملا۔ اس لئے آپؓ چپ ہو رہے۔ بلکہ بعد میں نماز بھی ترک کر دی۔ جب آپؓ نے بیعت کر لی تو کچھ عرصہ کے بعد پھر کہا بھائی غلام قادر! نماز پڑھا کرو۔ انہوں نے جواب دیا اب پڑھا کروں گا کیونکہ میں اب محسوس کرتا ہوں کہ آپؓ کو کچھ مل گیا ہے۔ یعنی بیعت سے پہلی اور بعد کی حالت میں تبدیلی محسوس کرتا ہوں۔* آپؓ ذکر کیا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ایسا فضل کیا کہ بیعت کے بعد آوارہ مزاجی یکلخت کافور ہو گئی۔

حضورؑ کا سیالکوٹ میں ورود ۲۷/اکتوبر ۱۹۰۴ء:

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ۲۰ اگست ۱۹۰۴ء کو لاہور تشریف لے گئے۔ ۲؎ منشی صاحبؓ بیان کرتے تھے کہ جب (۳ ستمبر ۱۹۰۴ء کو) حضورؑ کا لیکچر لاہور میں منڈوے میں پڑھا گیا۔** حضورؑ کی خدمت میں

---

* بیان ڈاکٹر محمد عبدالرشید صاحب۔ (مؤلف)

** مضمون بعنوان ''اسلام اور اس ملک کے دوسرے مذاہب'' طبع کروایا گیا تھا۔ (الحکم جلد ۸ نمبر ۳۰/۲۹ بابت ۳۰ اگست/۱۰ ستمبر ۱۹۰۴ء میں چھپ چکا ہے۔) حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ نے پڑھ کر سنایا تھا۔ حضور نے جو زبانی تقریر فرمائی تھی۔ الحکم جلد ۸ نمبر ۳۱ ۱۷ ستمبر ۱۹۰۴ء میں درج ہے۔ (مؤلف)

یہ درخواست کی گئی کہ کچھ زبانی بھی تقریر کریں۔اس پر حضور کھڑے ہوئے لیکن چونکہ حضورؑ کی آواز ابتداء میں دھیمی ہوتی تھی۔اس لئے کچھ شور ہوُا تو مولوی عبدالکریم صاحبؓ نے ہنستے ہوئے کہا کہ میں خاموش کرادوں۔حضورؑ نے ہنستے ہوئے فرمایا! ہاں۔اس پر مولوی صاحب نے قرآن مجید کی تلاوت کی اور لوگ خاموش ہو گئے۔میں بالکل قریب سامنے بیٹھا تھا۔قیام گاہ پر واپس آنے پر جماعت سیالکوٹ نے عرض کی کہ حضورؑ سیالکوٹ تشریف لائیں' وہاں تقریر کا انتظام کیا جائے گا۔نیز حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ کو سیالکوٹ سے آئے کافی عرصہ ہو چکا تھا اس لئے عرض کی کہ حضورؑ انہیں سیالکوٹ جانے کی اجازت عنایت فرمائیں۔حضورؑ نے فرمایا میری ایک پیشی گورداسپور میں ہے اس کے بعد آؤں گا اور مولوی صاحبؓ کو جانے کی اجازت دے دی۔چنانچہ حضورؑ بمعہ اہلبیت (۲۷ اکتوبر ۱۹۰۴ء کو) وہاں تشریف لے گئے۔فٹن کا انتظام کیا گیا تھا۔سٹیشن سے حضورؑ اس پر سوار ہوئے۔فٹن کے پیچھے بھی ایک شخص کھڑا ہوُا اور آگے کوچوان کی جگہ پر ایک انسپکٹر پولیس اور ایک سارجنٹ درجہ اول سوار ہوئے اور آگے آگے گھوڑے پر سوار آنریری مجسٹریٹ باقر خاں ہاتھ میں ہنٹر لئے راستہ بنواتا جاتا تھا۔حضورؑ کی زیارت کے لئے پبلک دورویہ کھڑی تھی۔

منشی صاحبؓ کا بیان ہے کہ جب حضورؑ سیالکوٹ سے واپس جانے کے لئے ایک بجے بعد دوپہر بند گاڑی میں سٹیشن پر جانے کے لئے سوار ہوئے تو ایک بمب (بانس) خود میں نے اور دوسری طرف کا منشی کریم الدین صاحب (مالک حارث ہاؤس دارالرحمت قادیان) نے پکڑ لیا اور ساتھ ساتھ چلتے گئے۔ایک حافظ سلطان نامی نے بدمعاشوں کے مشورہ سے اپنے شاگردوں کو جنہیں وہ قرآن مجید پڑھاتا تھا راکھ اور اینٹیں جھولیوں میں بھرنے کو کہا اور دو کانوں کی چھتوں پر کھڑا کر دیا۔اس نے یہ سمجھا کہ جس گاڑی کو ہم دونوں نے پکڑا ہوا ہے اور آگے ہے مستورات کی ہے۔اور ہمیں دھوکہ دینے کے لئے ایسا کیا ہوُا ہے۔چنانچہ جب حضورؑ کی گاڑی گذر گئی اور اس کے بعد خادمات والی بند گاڑی گذر رہی تھی اس پر ان شریروں نے راکھ اور اینٹیں وغیرہ پھینکیں۔حضورؑ ریل گاڑی میں سوار ہوئے تو اس پر بھی خشت باری کی۔چنانچہ گاڑی کا ایک شیشہ بھی ٹوٹ گیا۔گاڑی روانہ ہونے کے بعد مَیں اور منشی کریم الدین صاحب واپس جا رہے تھے دیکھا کہ دو بازاری عورتیں پلیٹ فارم پر بیٹھی ہیں اور ایک کہہ رہی ہے ہائے مرزا مجھے بھی ساتھ لے چلو۔پھر کہنے لگی اگر ساتھ لے جائے تو جاتے ہی زہر دے دوں۔ہم دونوں کسی اور راستہ سے واپس گئے اس لئے بچے رہے۔ورنہ دوسرے لوگ اسی راستہ سے واپس گئے ان پر خشت باری ہوئی۔حتیٰ کہ مولوی برہان الدین صاحبؓ جہلمی جو بوڑھے آدمی تھے ان پر بھی ہوئی۔مولوی صاحبؓ بھاگے اور شیخ مولا بخش صاحب کی دکان میں پناہ لی۔لیکن وہاں بھی خشت باری ہوتی رہی' یہاں تک کہ پولیس پہنچی اور اس نے ان لوگوں کو منتشر کیا۔چند ایک دن کے بعد صبح کے وقت اسی حافظ سلطان کا بھائی نبی بخش

حکیم میر حسام الدین صاحبؓ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ سلطان اس طرح بیمار ہے' آپ چل کر دیکھیں۔حکیم صاحب نے کہا کہ اسے سخت قسم کی طاعون ہے۔کوئی اس کے سامنے کھڑا ہو کر بات نہ کرے۔ورنہ وہ بھی مَر جائے گا۔اور آپ نے جا کر اُسے دیکھا۔نمونیہ والی طاعون سے بیمار تھا۔وہ بھی مَر گیا' اس کے نہلانے والا بھی مَر گیا' اور ان دونوں کے علاوہ طاعون ہی سے چند دن کے اندر سلطان کے کنبہ کے اٹھائیس (۲۸) یا تیس (۳۰) آدمی اور ہلاک ہو گئے۔*

اس بارہ میں حضورؑ حقیقۃ الوحی میں تحریر فرماتے ہیں:

''سید حامد شاہ صاحب سیالکوٹی لکھتے ہیں کہ حافظ سلطان سیالکوٹی حضورؑ کا سخت مخالف تھا۔یہ وہی شخص تھا جس نے ارادہ کیا تھا کہ سیالکوٹ میں آپؑ کی سواری گذرنے پر آپ پر راکھ ڈالے۔آخر وہ سخت طاعون سے اسی ۱۹۰۴ء میں ہلاک ہوا اور اس کے گھر کے نو یا دس آدمی بھی طاعون سے ہلاک ہوئے۔''۳۱

حافظ محمد شفیع صاحب سیالکوٹی بیان کرتے ہیں کہ:

''اس محلّہ کے مولوی حافظ سلطان نے جو میرے استاد تھے لڑکوں کو جھولیوں میں راکھ ڈلوا کر انہیں چھتوں پر چڑھا دیا۔اور انہیں سکھایا کہ جب مرزا صاحب گذریں تو یہ راکھ ان پر ڈالنا۔چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔(حافظ محمد شفیع صاحب کی۔ناقل) مائی صاحبہ اور حافظ صاحب دونوں نے بتلایا کہ حافظ سلطان کا مکان ہمارے سامنے ہے۔یہ گھر بڑا آباد تھا' تیس چالیس آدمی تھے۔مگر اس واقعہ کے بعد سیالکوٹ میں طاعون پڑی۔اور سب سے پہلے اس محلّہ میں طاعون سے حافظ سلطان اور اس کے بعد یکے بعد دیگرے ان کے گھر کے

---

* حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمدؓ صاحب دام فیضہم تحریر فرماتے ہیں کہ ''جب کہ ماتحت عدالت نے مولوی کرم دین والے مقدمہ کا فیصلہ سنا دیا آپؑ سیالکوٹ تشریف لے گئے۔اس سفر کی وجہ یہ تھی کہ سیالکوٹ کی جماعت نے آپؑ سے یہ درخواست کی تھی کہ آپؑ اپنی ابتدائی عمر میں کئی سال تک سیالکوٹ میں رہے ہیں۔پس اب بھی جب کہ خدا نے آپؑ کو ایسی عظیم الشان کامیابی عطا فرمائی ہے۔آپؑ ایک دفعہ پھر چند دن کیلئے سیالکوٹ تشریف لے چلیں۔اور اس شہر کو اپنے مبارک قدموں سے برکت دیں۔'' (سلسلہ احمدیہ صفحہ ۱۴۴ و صفحہ ۱۴۵)

حضورؑ ۲۷ اکتوبر ۱۹۰۴ء کو سیالکوٹ تشریف لے گئے تھے اور ۴ نومبر ۱۹۰۴ء کو واپس تشریف لائے والحکم جلد ۸۔۳۸/۳۹ بابت ۱۰/۱۷ نومبر ۱۹۰۴ء۔سفر سیالکوٹ کے مفصل حالات کے لئے احباب پرچہ مذکورہ والبدر جلد ۳ نمبر ۴۱/۴۲ و ۴۴/۴۵ کی طرف رجوع کریں۔(مؤلف)

لوگ جو انتیس کے قریب تھے، طاعون سے مر گئے اور چھوٹے چھوٹے بچے رہ گئے اور جن لوگوں نے انہیں غسل دیا وہ بھی مر گئے۔ اور جو شخص عیادت کرنے کے لئے آیا وہ بھی مَر گیا۔''[۲۴]

خلافتِ اولیٰ وخلافتِ ثانیہ کے قیام کے وقت:

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کے وقت منشی صاحبؓ سیالکوٹ میں تھے۔ وہاں اس المناک سانحہ کی خبر لاہور سے کسی کے نام تار کے ذریعہ پہنچی۔ اور تمام جماعت نے حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی۔ خلافتِ اولیٰ کے ابتدائی ایام میں تین دفعہ مختلف اوقات میں منشی صاحبؓ نے خواجہ کمال الدین صاحب سے کہا کہ ایک بار تو آپ نے خلافت کو قبول کر لیا۔ لیکن آئندہ موقعہ پر آپ سمجھ کر بیعت کریں گے یعنی نہیں کریں گے۔ لیکن خواجہ صاحب اس بات کا انکار کرتے اور کہتے کہ آپ کو کیا ہو گیا ہے۔ آپؓ ایسی بات کہتے ہیں۔ میں سب سے پہلا شخص ہوں گا جو میاں صاحب کی بیعت کریگا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی مرض الموت کے آخری ایام میں مولوی صدرالدین صاحب نے منشی صاحبؓ سے کہا کہ حضورؓ اب چند دن کے مہمان معلوم ہوتے ہیں۔ آپؓ کا کیا خیال ہے؟ منشی صاحب نے کہا کہ خلافت ہونی چاہئے کہنے لگے کہ پھر ہمیں تو بیعت نہیں کرنی چاہئے۔ ہم تو دو کی بیعت کر چکے ہیں۔ منشی صاحبؓ نے کہا کہ آپ نے ایک دفعہ جو خلافت کا راستہ اختیار کیا اُس پر اب بھی چلنا چاہئے۔ کہنے لگے واہ! ایک ہی چرخہ چلاتے رہو پھر ہم تو بیعت نہیں کریں گے۔ منشی صاحبؓ نے کہا کہ یہ طریق شرارت آمیز ہے۔ خلیفہ کی جو بات چاہی مان لی اور جو نہ چاہی انکار کر دیا اور کہہ دیا کہ ہم نے بیعت تھوڑی کی ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی وفات کے روز رات کو جو لوگ مولوی محمد علی صاحبؓ کی کوٹھی میں جمع ہوئے تھے۔ ان میں منشی صاحبؓ بھی تھے لیکن آپؓ نے ان سے کہا تھا کہ مولوی صاحب! آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ میں خلیفہ بنتا ہوں۔ یہ نہیں کہہ سکتے کہ خلیفہ سرے سے ہی کوئی نہ ہو۔ جب حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ نے وفات سے قبل اپنے جانشین کے متعلق وصیت مولوی محمد علی سے لکھوائی تھی، تو منشی صاحبؓ اس مجلس میں موجود تھے۔ جب مسجد نور میں بیعت خلافت ثانیہ ہوئی تو اس میں آپؓ شامل نہ ہو سکے۔ جس کی وجہ یہ تھی کہ چوہدری غلام محمد صاحب بی۔ اے (حال پنشنر ہیڈ ماسٹر نصرت گرلز ہائی سکول) کا لڑکا اسی دن فوت ہو گیا تھا۔ اس کی تدفین کے لئے اور لوگ موجود نہیں تھے۔ اس لئے منشی صاحبؓ نے اور چند لوگوں نے تدفین کی اور اس اثناء میں بیعت ہو گئی۔ گو آپؓ بیان کرتے تھے کہ اگر اس بچہ کی تدفین کا معاملہ نہ ہوتا تو میں اپنے دل کی کیفیت نہیں بتا سکتا کہ فوراً بیعت کرتا یا نہ کرتا۔

خلافتِ ثانیہ کی تصدیق میں رؤیا:

منشی صاحبؓ نے دعا کرنی شروع کی۔ پہلے دن دیکھا کہ بارش ہورہی ہے اور آپؓ دو چھتریاں سر پر لگائے ایک سڑک پر جارہے ہیں اوران کے سایہ تلے آپؓ کے پاس دائیں طرف دو مستورات ہیں۔ اچانک ان چھتریوں کے ٹانکے ٹوٹ گئے اور کپڑا اکٹھا ہوگیا۔ مستورات آپ کے پاس سے جانے لگیں تو آپؓ نے کہا ٹھہرو میں ابھی ٹانکے لگاتا ہوں۔ آپؓ ایک طرف سے کپڑا کھینچتے تو دوسری طرف اکٹھا ہوجاتا۔ دوسری طرف کھینچتے تو پہلی طرف اکٹھا ہوجاتا۔ یہ خواب آپؓ نے اکبر شاہ خان صاحب نجیب آبادی (ٹیوٹر بورڈنگ) کو سنائی اور کہا کہ حضرت مسیح موعودؑ اور حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ دوسائے تھے جو جاتے رہے۔ اب ٹانکے یعنی خلافت سے وابستگی ہی فائدہ دے گی۔ اس پر خان صاحب نے سوال کیا وہ عورتیں کون تھیں؟ گھر گئے وہاں آپؓ کی لڑکی اور ہمشیرہ (بیوہ حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ) آئی ہوئی تھیں، کہنے لگیں ہم تو بیعت کر آئی ہیں۔ اگر آپؓ نہ کریں گے تو ہمارا آپؓ سے کوئی تعلق نہ ہوگا۔ پھر آپؓ نے اکبر شاہ خان صاحب کو سنایا کہ عورتوں والا حصہ بھی پورا ہوگیا۔ جس کے متعلق آپ دریافت کرتے تھے انہوں نے کہا اب تو بات صاف ہوگئی۔ اس طرح منشی صاحبؓ نے بیعت سے قبل دیکھا کہ مولوی محمد علی صاحب کا معاملہ منشی صاحب سے **قَلَّبُوْ لَکَ الْاُمُوْرَ وَ ضَرَبُوْا لَکَ الْاَمْثَال** کا ہے۔ یعنی ہیرا پھیری کی باتیں کرتے ہیں۔ اسی طرح منشی صاحبؓ نے بعض اور خوابیں بھی دیکھیں۔ چنانچہ پانچ چھ دن کے بعد چوہدری غلام محمد صاحب، اکبر شاہ خاں صاحب، منشی صاحب اور آپ کے بڑے بھائی غلام قادر صاحب نے صبح کے وقت حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب دام فیضہم کے چوبارہ میں، جہاں ان دنوں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بیٹھا کرتے تھے، بیعت کر لی۔*

تحریک بیعت خلافت ثانیہ کے لئے سیالکوٹ جانا:

منشی صاحبؓ بیان کرتے تھے کہ سیالکوٹ کی جماعت میں سے میر حامد شاہ صاحبؓ اور چوہدری نصر اللہ خاں صاحبؓ وکیل نے ابتداء میں خلافت ثانیہ کی بیعت نہیں کی جس کی وجہ سے سوائے شاذ استثناء کے باقی تمام جماعت بھی بیعت سے رکی رہی۔ قادیان سے حافظ روشن علی صاحب رضی اللہ عنہ اور مولوی محمد الدین صاحب (حال ریٹائرڈ ہیڈ ماسٹر تعلیم الاسلام ہائی سکول) وہاں بھیجے گئے۔ واپس آنے پر معلوم ہوا کہ ان سے بہت بُرا

---

* اکبر شاہ خاں صاحب کے بیعت کرنے کا ذکر الفضل جلد ا نمبر ۴۲ ج (صفحہ ا کالم ۳) بابت یکم اپریل ۱۹۱۴ء میں درج ہے۔ مکرم بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی و مکرم مولوی عبدالرحمٰن صاحب جٹ امیر مقامی قادیان بیان کرتے ہیں کہ چوبارہ مذکور حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کے مکان کا حصہ نہیں بلکہ خود حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے مکان کا حصہ ہے۔

سلوک ہوا۔ مولوی محمد الدین صاحب نے منشی صاحبؓ سے کہا کہ ہماری اور بات تھی اور آپؓ کی اور ہے۔ (کیونکہ منشی صاحبؓ سیالکوٹ کے باشندے تھے) اس لئے آپؓ ضرور وہاں جائیں اور ان لوگوں کو سمجھائیں۔ مئی یا جون ۱۹۱۴ء کی بات ہوگی۔ منشی صاحبؓ رات کو سیالکوٹ پہنچے تو کسی نے بتایا کہ آج جماعت کا اجلاس ہوا تھا۔ تمام سے دستخط کرا کے بیعت نہ کرنے کا اقرار لیا گیا ہے۔ لیکن چوہدری نصر اللہ خاں صاحبؓ نے دستخط نہیں کئے۔ میر حامد شاہ صاحب اور منشی صاحبؓ کے مکان آمنے سامنے تھے۔ اور اُن کے آپس میں بہت گہرے تعلقات تھے۔ اگلے دن صبح منشی صاحبؓ مسجد میں پہنچے۔ میر صاحبؓ سے ملے تو میر صاحبؓ کہنے لگے کیا آپ نے مجھ سے کوئی بات کرنی ہے؟ آپؓ نے ایجاب میں جواب دیا۔ تو کہنے لگے مجھے بالکل فرصت نہیں۔ پھر دیگر احباب سے بھی جن سے اچھے تعلقات تھے ملاقات ہوئی۔ منشی صاحبؓ نے اپنی بیعت اور استخارہ کا ذکر کیا۔ مستری فضل الدین صاحب نے (جواب مولوی محمد علی صاحب کے پیرو ہیں) کہا کہ آپؓ نے خوابیں بنالیں ہم کیا کریں۔ گفتگو سے منشی صاحبؓ نے بھانپ لیا کہ بعض لوگ مخالفت میں اس حد تک بڑھ گئے ہیں کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کو گالیاں دیتے ہیں۔ اس لئے آپؓ نے سمجھا کہ اب ان کو وعظ و نصیحت کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ اور دو تین دن چکر لگا کر ہر ایک سے ملے اور صرف ایک نصیحت کی کہ (اگر تسلی نہیں تو) بیعت ہرگز نہ کریں۔ لیکن حضرت میاں صاحب کو گالیاں نہ نکالیں۔ اس کے متعلق احتیاط برتیں کیونکہ آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صاحبزادہ ہیں۔ منشی صاحبؓ نے یہ راہ اس لئے اختیار کی کہ آپؓ نے سمجھا کہ جو گالیوں تک نوبت پہنچائے گا اس کی واپسی کی کوئی امید نہیں اور جو اس سے بچا رہا اس کے متعلق امید ہو سکتی ہے کہ کسی وقت بیعت کرلے۔ پہلے دن آپؓ چوہدری نصر اللہ خاں صاحب کے پاس بھی گئے تھے اور ان سے ذکر کیا تھا کہ میں یہ سمجھ کر آیا تھا کہ مَیں جسے کہوں گا بیعت کرلے گا۔ لیکن میں نے یہاں آکر طور طریقہ بدلا ہوا پایا ہے۔ چوہدری صاحبؓ نے کہا کہ میں رات بیعت کا خط لکھ چکا ہوں' ورنہ آپؓ کے کہنے پر ضرور بیعت کرلیتا۔

تین دن کے بعد مسجد میں پھر میر حامد شاہ صاحبؓ سے ملاقات ہوئی۔ کہنے لگے آپؓ نے کوئی بات کرنی تھی کیا تھی؟ منشی صاحبؓ نے کہا میں صرف یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ جو لوگ بیعت خلافت سے علیحدہ رہے ہیں ان کا کیا خیال ہے؟ میر صاحب نے فرمایا کہ آپؓ کے خیال میں کیا ہے؟ منشی صاحب نے کہا کہ میرے خیال میں ان کے دل میں تکبر پیدا ہوگیا اور وہ اس خیال میں ہیں کہ ہمارے بغیر سلسلہ کا چلنا مشکل ہے۔ میر صاحب کہنے لگے میرا بھی یہی خیال ہے۔ آپؓ نے دریافت کیا کہ پھر آپ نے بیعت کیوں نہیں کی؟ کہنے لگے کہ اگر میں نے بیعت کرلی تو یہ لوگ محروم رہ جائیں گے اور انہیں کہنے والا کوئی نہیں رہے گا۔ اس لئے میں چاہتا ہوں کہ ان کا

ساتھی بن کر انہیں سمجھاؤں' شاید مان جائیں اور پرسوں لاہور میں جلسہ ہے ۔مَیں وہاں جا رہا ہوں اور انہیں سمجھاؤں گا۔منشی صاحبؓ بھی ساتھ لاہور پہنچے۔اس جلسہ میں میر صاحب کو پیغامیوں نے جماعت سیالکوٹ کا امیر بنایا۔لیکن پھر میر صاحب کو ملنے کا موقعہ نہ ملا اور منشی صاحبؓ قادیان آ گئے اور میر صاحب سے اس موضوع پر خط وکتابت کرتے رہے۔آپؓ کے ایک خط کے جواب میں میر صاحب نے ایک خط لکھا جس میں تحریر کیا کہ میں نے حضرت میاں صاحب (خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ) کو ایک خط لکھا ہے۔جس کا جواب آنے پر میں بتاؤں گا کہ اب مجھے کیا کرنا چاہئے۔ان ایام میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ مذکورہ چوبارہ میں ہر روز بیٹھا کرتے تھے اور احباب حضور کے پاس آ کر بیٹھتے۔منشی صاحب بھی ہر روز حضور کے پاس آتے۔منشی صاحبؓ کو یہ خط وہیں بیٹھے ہوئے تھے کہ چٹھی رساں نے دیا۔اس خط کے آخر پر میر صاحبؓ نے دستخط کر کے نیچے باریک قلم سے لکھا ہوا تھا کہ میں نے بیعت کا خط لکھ دیا ہے۔گویا خط لکھتے وقت بیعت کا خیال نہ تھا لیکن خط ختم کر کے دستخط کر کے لکھا کہ میں نے بیعت کا خط لکھ دیا ہے۔اسی ڈاک میں حضور کو بھی میر صاحب کا خط آیا۔اور حضور پڑھتے ہی اُٹھ کر اندرون خانہ تشریف لے گئے اور واپس آ کر فرمایا میر صاحب کا بیعت کا خط آیا ہے۔منشی صاحبؓ نے بھی اپنا خط دکھایا۔حضور بہت خوش تھے اور منشی صاحبؓ کا خیال ہے کہ حضور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے لئے تشریف لے گئے تھے۔اس کے بعد جماعت سیالکوٹ کے ایک حصہ نے میر صاحب کی بیعت کی وجہ سے بیعت کر لی۔

خاکسار (مؤلف) نے منشی صاحب کی زندگی میں مکرم ملک غلام فرید احمد صاحب ایم۔اے سے اس واقعہ کا ذکر کیا تو انہوں نے بیان کیا کہ میں بھی اس مجلس میں موجود تھا۔حضور ڈاک دیکھتے دیکھتے اندر تشریف لے گئے پندرہ منٹ کے بعد تشریف لائے۔بہت خوش تھے فرمایا کہ میر حامد شاہ صاحب کا خط آ گیا ہے اور میں سجدہ شکر کرنے کیلئے گیا تھا۔مجھے بہت خیال تھا کہ میر صاحب بہت مخلص ہیں۔یہ کہاں پھنس گئے ہیں اور خواہش تھی کہ انہیں قبول حق کی توفیق مل جائے۔نیز ملک صاحب نے بتایا کہ میں نے منشی محمد اسماعیل صاحبؓ والا خط بھی دیکھا تھا۔جیسا منشی صاحبؓ بیان کرتے ہیں اسی طرح میر صاحب کا خط تھا یعنی خط کے آخر پر دستخط تھے اور اس کے بعد پس نوشتہ کے طور پر بیعت کا خط لکھ دینے کا ذکر مرقوم تھا۔*

---

* منشی صاحبؓ مئی یا جون ۱۹۱۴ء میں سیالکوٹ جانے کا ذکر کرتے ہیں۔معلوم ہوتا ہے کہ عرصۂ دراز گزرنے کی وجہ سے مہینہ کے متعلق آپؓ کو سہو ہو گیا۔کیونکہ چوہدری نصر اللہ صاحبؓ کی بیعت ۲۸ مارچ سے قبل کی ہے چنانچہ الحکم جلد ۱۸ نمبر ۵ (صفحہ ۶/۷ کالم ۳) بابت ۲۸ مارچ ۱۹۱۴ء میں مرقوم ہے۔سیالکوٹ شہر سے بھی بیعت کے خطوط آنے شروع ہو گئے۔''چوہدری نصر اللہ خاں صاحب پلیڈر نے بیعت کر لی۔'' اور میر حامد شاہ صاحبؓ کی بیعت کا خط بھی الفضل جلد ا نمبر ۴۳ ج بابت ۱۸ اپریل ۱۹۱۴ء میں درج ہے۔نیز لاہور کا شُوریٰ جس کا ذکر منشی صاحبؓ نے کیا ہے (باقی اگلے صفحہ پر)

ضلع سیالکوٹ کی احمدی آبادی کی مردم شماری:

۱۹۱۷ء میں حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کے مشورہ سے محاسب صدر انجمن احمدیہ قادیان مکرم مولوی عبدالغنی خاں صاحب نے منشی صاحبؓ کو ضلع سیالکوٹ کے احمدیوں کی مردم شماری کیلئے کہا۔ آپؓ نے سفر خرچ کا اندازہ دس روپے بتایا تھا۔ لیکن سیکرٹری صدر انجمن احمدیہ نواب محمد علیؓ خان صاحب رضی اللہ نے کہا کہ دوسو روپیہ دیا جائے، منشی صاحبؓ نے سفر نہیں کئے اس لئے انہیں اندازہ نہیں۔ مولوی صاحب نے اصرار کیا اور بالآخر پچاس روپے لے جانے کو کہا۔ آپؓ نے تیس روپے لئے۔ اڑھائی ماہ میں سارے ضلع کی مردم شماری کی اور صرف نو روپے پونے تین آنے صرف کئے اور باقی رقم واپس کر دی۔ آپؓ نے یہ اصول بنالیا تھا کہ آپؓ کھانا تیار نہ کراتے تھے اور جو کچھ تیار موجود ہوتا کھا لیتے جس گاؤں میں موجود نہ ہوتا وہاں نہ کھاتے اس سفر میں آپؓ کے ذریعہ کئی لوگوں نے احمدیت قبول کی۔

علاقہ ملکانہ میں تبلیغ:

ارتداد ملکانہ کے وقت ۱۹۲۳ء میں آپ کو علاقہ اجمیر میں بھیجا گیا۔ موضع دیوکھیڑہ تحصیل بیاور میں متعین ہوئے۔ مکرم ماسٹر نور الٰہی صاحب ٹیچر تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان سے یہ معلوم کر کے کہ وہاں ہندو مسلمان ایک دوسرے کو لڑکیاں نکاح میں دیتے ہیں بعض لوگوں کو اس سے منع کیا۔ ماسٹر صاحب کسی اور جگہ متعین ہو کر چلے گئے اور لوگ منشی صاحب کے مخالف ہو گئے وہاں یہ طریق تھا کہ ہندو اپنی مسلمان بہو کو جلاتے اور مسلمان اپنی ہندو بہو کو دفناتے اگر مسلمان کی بہو اپنے میکے آ کر فوت ہوتی تب بھی دفنائی جاتی اور اگر ہندو کی مسلمان بہو اپنے میکے میں وفات پاتی تب بھی جلائی جاتی۔ پہلے تو آپؓ کا کھانا پکانے پر کوئی راضی نہ ہوا لیکن پھر ایک مسلمان بڑھئی نے خود بخود ہی منظور کر لیا۔ پہلے دو تین دن آپؓ کو پتھریلی زمین پر سونا پڑا لیکن پھر کوئی شخص خود ہی چارپائی دے گیا۔ ایک مجلس میں آپؓ باتیں سنا رہے تھے تو ایک ہندو نے کہا کہ یہ پٹیل (نمبردار) میرا بھائی ہے۔ یہ گائے کا گوشت کھاتا ہے اور میں سؤر کھاتا ہوں، اور ہم ایک ہی برتن میں کھانا کھاتے ہیں۔ میں اسے لڑکی دیتا ہوں اور یہ مجھے لڑکی دیتا ہے۔ میاں صاحب! آپ کیا کرتے ہیں، یہاں آپ کی بات کوئی نہیں سنے گا۔ لوگ ایک دوسرے کو کہتے کہ یہ ہمیں بڑوں کی ریت سے پھیرنے آیا ہے۔ ایک شخص کی ایک آنکھ دکھتی تھی آپؓ نے اس کا علاج کیا اسے آرام

بقیہ حاشیہ: ۲۴ مارچ ۱۹۱۴ء کو ہوا تھا۔ اس میں میر صاحب کو بھی ایک خلیفہ مقرر کیا گیا تھا۔ (بحوالہ الفضل جلد ۱ نمبر ۴۳ (صفحہ ۲ کالم ۳ صفحہ ۳ کالم ۳ بابت ۲۸ مارچ ۱۹۱۴ء۔ سو منشی صاحبؓ لازماً ۲۴ مارچ سے قبل سیالکوٹ گئے ہوں گے۔ (مؤلف)

آ گیا۔ جس کی وجہ سے شہرت ہوگئی اور آنکھوں کے مریض آپ کے پاس کثرت سے آنے شروع ہو گئے۔ ان لوگوں کی حالت کا اندازہ اس امر سے ہوسکتا ہے کہ ایک گاؤں میں آپؓ گئے تو السلام علیکم کہا۔ ایک شخص نے کسّی ہاتھ میں پکڑ کر کہا کہ میرا جی چاہتا ہے کہ تیرا سراُتار دوں۔ آپؓ اس کے قریب ہوگئے اور کہا کہ بےشک آپ ایسا ہی کرلیں جس سے متحیّر ہو کر پیچھے ہوگیا۔ آپؓ کے علاج سے اس کے لڑکے کی آنکھیں شفایاب ہوگئیں۔ وہ بہت معتقد ہوگیا اور اس نے معافی مانگ لی۔ اسی طرح بڑھئی جو آپؓ کا کھانا تیار کرتا تھا اس کے یا اس کی لڑکی کے ہاں بچی پیدا ہوئی۔ منشی صاحبؓ نے بہتیرا کہا کہ بچی کو لاؤ تا کہ کان میں اذان کہوں لیکن وہ کترا تا رہا۔ پھر آپؓ اس کے گھر گئے اور پھر اصرار کیا۔ اس نے اندر جا کر والدہ سے ذکر کیا جو معلوم ہوتا ہے اس سے زیادہ عقلمند تھی اور دین سے بھی کچھ واقفیت رکھتی تھی وہ بچّی کو لے آئی اور آپؓ نے اذان کہی اور پھر اس کی درخواست پر آپؓ نے اس کا نام زینب رکھا۔

اس علاقہ کے چند رؤساء کا اس گاؤں سے گذر ہوا اور رات منشی صاحبؓ کی اجازت سے آپؓ کے کمرہ میں ٹھہرے۔ ان کے مولوی نے وعظ کیا اور اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ. پڑھ کر اس کی تشریح میں کہا کہ فرشتے موت کے وقت کان میں یہ بات کہتے ہیں۔ وعظ کے بعد ان کے کہنے پر منشی صاحبؓ نے بھی یہی آیت پڑھ کر بیان کیا کہ ایسے نیک لوگوں پر اس دنیا میں فرشتے اترتے ہیں اور بشارتیں دیتے ہیں۔ اس پر ایک رئیس چونک پڑا اور کہنے لگا اسی دنیا میں؟ آپؓ نے کہا ہاں۔ اسی دنیا میں اور اس کے سوال پر آپؓ نے اپنا ایک واقعہ سنایا کہ آپؓ کا لڑکا عبداللطیف جو آپؓ کو بہت ہی پیارا تھا' بچپن میں اتنا شدید بیمار ہوا کہ ڈاکٹر اس کی زندگی سے مایوس ہوگئے۔ آپؓ سکول گئے کرسی پر بیٹھے تھے کہ ایک گورا سنہری بالوں والا لڑکا کرسی کے برابر قد کا پاس سے ہی نمودار ہوا اور اس نے پوچھا کیا لوگ آپ کے پاس امانت رکھتے ہیں؟ آپؓ نے کہا رکھ جاتے ہیں۔ پھر اس نے پوچھا پھر لے بھی جاتے ہیں؟ آپؓ نے کہاں ہاں لے بھی جاتے ہیں۔ اس نے کہا کیا آپ امانت واپس کرتے ہوئے رو پڑا کرتے ہیں؟ میں نے کہا نہیں۔ تو اس نے کہا کہ عبداللطیف بھی تو کسی کی امانت ہے۔ یہ کہہ کر وہ غائب ہوگیا۔ اس سے آپؓ کی طبیعت میں سرور پیدا ہوا اور آپؓ نے جماعت کو جسے کہا گیا تھا کہ میری طبیعت خراب ہے' آج نہیں پڑھاؤں گا پڑھانا شروع کر دیا۔ گھر آئے تو بچہ تندرست تھا۔ پھر مہمانوں میں سے ایک ہندو کے دریافت کرنے پر آپؓ نے شیطان دیکھنے کا واقعہ سنایا کہ ایک دفعہ سیالکوٹ میں آپؓ مسجد سے نکلے اور بازار کا رخ کیا۔ مسجد ایسے موقعہ پر ہے کہ وہاں سے گلی کے آخری سرے پر نظر پہنچتی ہے۔ آخری

سرے پر ایک نہایت خوبصورت عورت اعلیٰ درجہ کی پوشاک میں ملبوس آ رہی تھی۔ اور آپؓ تک اس کے زیوروں کی جھنکار پہنچتی تھی۔ آپؓ کو تحریک ہوئی کہ اسے دیکھیں۔ لیکن آپ نے کہا کہ میں کیوں دیکھوں محرک نے کہا کہ خدا تعالیٰ کی پیدا کردہ خوبصورت چیزوں کو دیکھنا منع نہیں، صرف بدنظری سے دیکھنا منع ہے۔ آپ نے انکار کیا کہ مجھے حاجت نہیں جب عورت آپؓ کے پاس سے گذری تو تحریک کرنیوالے نے کہا کہ اچھا اب اتنا تو دیکھ لو کون عورت ہے کس کی لڑکی یا بہن ہے۔ آپؓ نے کہا میں کیوں دیکھوں۔ میں اس امر کی ضرورت نہیں سمجھتا۔ اب تک محرک سامنے نہیں آیا تھا لیکن جب وہ (شیطان) آپؓ کے سامنے آیا اس کا قد لمبا تھا سر پر رنگین پگڑی تھی اس نے اپنی ایک انگلی کی پشت آنکھ پر رکھ کر کہ جس طرح بچہ روتے ہوئے کرتا ہے سسکی لیکر کہا کہ ہم تو پھر جیتے جی ہی مر گئے۔ آپؓ نے کہا مر گئے تو کھاؤ خصموں کو۔ اس پر وہ غائب ہو گیا۔

جب یہ لوگ آپکی باتوں سے متاثر ہوئے تو آپ نے ان سے کہا کہ آپ لوگوں کو کوئی غیرت نہیں کہ اپنی لڑکیاں ہندوؤں کو دیتے ہیں کہ جب مریں تو وہ انہیں جلا دیں۔ انہوں نے وعدہ کیا کہ دورہ کر کے اس کی روک تھام کریں گے چنانچہ بعد میں ایک صوبیدار پنشنر اسی گاؤں میں آیا اور اس نے بتایا کہ وہ اردگرد کے دیہات میں بڑے لوگوں کو تحریک کر رہا ہے کہ لڑکیاں ہندوؤں کو نہ دیا کریں اور فلاں دن ہمارا اجتماع ہوگا۔ جس میں ہم بھی فیصلہ کریں گے۔ گذشتہ سال ایک شخص قادیان آیا جس نے بتایا کہ اب یہ قباحت رُک گئی ہے۔ واپسی پر اپنے امیر ڈاکٹر خلیفہ تقی الدین احمد صاحب (پسر ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب رضی اللہ عنہ) کے حکم پر آپؓ بیاوڑ گئے۔ ایک اخباری نمائندہ نے ڈاکٹر صاحب سے وقت لیا تھا لیکن وقت پر نہ پہنچ سکا۔ جب بعد میں آیا تو ڈاکٹر صاحب کسی ضرورت کی بناء پر باہر جا چکے تھے۔ منشی صاحبؓ مکان پر اس خیال سے ٹھہرے رہے کہ شاید بعد میں آ جائے۔ اس نے پوچھا کہ آپؓ اہل سنت کی امامت میں نماز کیوں نہیں پڑھتے۔ منشی صاحبؓ نے پوچھا کیا آپؓ ہمیں اچھی طرح جانتے ہیں؟ اس نے کہا خوب جانتا ہوں۔ منشی صاحبؓ نے کہا کہ کیا ہمارے اندر آپ کوئی بات خلاف سنت دیکھتے ہیں۔ اس نے کہا۔ نہیں۔ منشی صاحبؓ نے کہا کہ پھر اہلِ سُنت ہم ہوئے۔ ہم کسی کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے؟ اُس نے کہا کہ آپؓ کی بات تو معقول ہے لیکن آپؓ دوسرے مسلمانوں کے پیچھے نماز کیوں نہیں پڑھتے۔ منشی صاحب نے کہا کہ آپ مان چکے ہیں کہ ہم اہل سنت ہیں۔ اگر کوئی اہل سنت کو کافر کہے تو؟ اس نے بڑے جوش سے کہا کہ وہ خود بے ایمان اور کافر ہے۔ منشی صاحبؓ نے کہا کہ لوگ تو ہمارے پیر کو بھی گالیاں دیتے ہیں۔ آپؓ نے اُسے حضرت اقدسؑ کے کچھ الہامات سنائے۔ چنانچہ اس شخص (یعنی بابو عبدالغفور صاحب سالٹ انسپکٹر سانبھر کے خُسر) نے منشی صاحبؓ کی تبلیغ سے اسی وقت بیعت کر لی۔ دوسری دفعہ آپؓ ۱۹۲۴ء میں تقریباً

ایک ماہ کیلئے تحریک ملکانہ کے سلسلہ میں آگرہ گئے۔اس وقت امیر صوفی محمد ابراہیم صاحب بی۔ایس۔سی ٹیچر تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان حال ربوہ تھے۔ایک جماعت کے افراد سے چندہ نہیں مانگا جاتا تھا مبادا بگڑ جائیں۔منشی صاحبؓ کو یہ بات ناگوار گذری آپؓ نے وعظ کیا جس کے نتیجہ میں بہت سا چندہ نقد جمع ہوگیا۔بعض نے چھ چھ ماہ کا بقایا اور بعض نے ایک ایک سال کا چندہ ادا کر دیا۔

تبلیغی شغف:

۱۹۳۹ء میں آپؓ نے چار ماہ تک مکیریاں ضلع ہوشیار پور اور مہت پور میں تبلیغ کی۔ایک ہندو اسسٹنٹ سٹیشن ماسٹر قادیان کو سارا قرآن مجید باترجمہ اور کچھ اردو کی بخاری اور دیگر کتب پڑھائیں۔وہ کہتا تھا کہ اقارب کی روک کی وجہ سے میں مسلمان نہیں ہوا۔یہ صاحب مجھ مؤلف کو بھی تقسیم ملک کے بعد ایک سٹیشن پر ملے تھے اور اب تک منشی صاحبؓ کو یاد کرتے تھے۔ایک اور ہندو اسسٹنٹ سٹیشن ماسٹر قادیان جو سخت معاند تھا آپؓ کی تبلیغ سے بہت متاثر ہوا۔اور ایک ہندو تھانیدار متعین قادیان کو قاعدہ اور پہلا پارہ قرآن مجید پڑھایا آپؓ ہمیشہ ہی ہندوؤں اور غیر احمدیوں میں تبلیغ کرتے رہتے تھے بالخصوص قادیان کے تھانیداروں اور عملہ ریلوے سٹیشن کو۔مَیں نے دیکھا ہے کہ درثمین اردو کے چھوٹے سائز کے نسخے ہمیشہ اپنے پاس رکھتے اور تبلیغ کیلئے تقسیم کرتے رہتے تھے۔آپؓ کو جو تبلیغ کی دُھن تھی اس کا اندازہ اس امر سے ہوتا ہے کہ آپؓ چند سال قبل مرض سرطان جیسی خطرناک بیماری میں مبتلا ہوئے۔جس کے علاج کے لئے میوہسپتال لاہور میں داخل ہوئے۔اعلیٰ پایہ کا ڈاکٹر آپؓ کو دیکھنے آتا۔آپؓ اسے داڑھی منڈا دیکھ کر کُڑھتے کہ کیسے سمجھائیں۔ایک روز اُسے کہنے لگے ڈاکٹر صاحب کیا اس عید پر قربانی کریں گے؟ ڈاکٹر نے یہ سمجھ کر کہ یہ غریب آدمی معلوم ہوتے ہیں گوشت کھانا چاہتے ہیں۔کہا کہ کیا آپؓ کو گوشت درکار ہے۔؟ فرمانے لگے میں نے اس لئے پوچھا ہے کہ شریعت کا حکم ہے کہ اگر عیدالاضحی پر قربانی کرنی ہو تو اتنے روز تک حجامت سے احتراز کیا جائے لیکن آپ روزانہ حجامت کرواتے ہیں۔آپؓ موصی تھے دفتر اول تحریک جدید میں ابتداء سے حصہ لیتے رہے۔اس طرح آپؓ تاحیات السابقون الاولون میں شامل ہوئے۔آپؓ نے چندہ تراجم القرآن چندہ مسجد لندن ادا کیا۔

آپؓ کی اہلی زندگی:

منشی صاحبؓ کی شادی محترمہ رانی صاحبہ دختر شمس الدین صاحب قوم شیخ سکنہ سیالکوٹ شہر سے اندازاً ۱۸۸۷ء میں ہوئی تھی۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جب ۱۹۰۴ء میں سیالکوٹ تشریف لے گئے تو موصوفہ کو حضورؑ کی زیارت کا موقعہ ملا۔جب منشی صاحبؓ ستمبر ۱۹۰۰ء میں قادیان سے بیعت کرکے واپس سیالکوٹ پہنچے

تھے تو اسی وقت ان کی بیعت کا بھی خط لکھوا دیا تھا۔ آپؓ خاوند کی بہت فرمانبردار تھیں بلکہ بوقت وفات انہوں نے بچوں کو بھی وصیت کی کہ اپنے والد کا خاص خیال رکھنا اور اس نعمت کی قدر کرنا' کیونکہ تم نہیں جانتے کہ وہ کیا ہیں لیکن میں ان کی قدر پہچانتی ہوں۔ فالج سے چھ ماہ بیمار رہ کر فوت ہوئیں۔ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ نے جنازہ پڑھایا اور ڈاکٹر صاحب بیان کرتے ہیں کہ جنازہ کو کندھا بھی دیا۔ آپؓ کی وصیت کا نمبر ۱۰۰۹ تھا۔ ''مدینۃ المسیح'' کے زیر عنوان مرقوم ہے۔

''نہایت افسوس کے ساتھ لکھا جاتا ہے کہ منشی محمد اسماعیلؓ صاحب سیالکوٹی کی اہلیہ محترمہ کا ایک لمبی علالت کے بعد ۱۷ دسمبر ۱۹۳۱ء انتقال ہوگیا۔ ۱۸ دسمبر جمعہ کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے جنازہ پڑھایا۔ مرحومہ بہشتی مقبرہ میں دفن کی گئیں۔'' ۵

مرحومہ کے ایک ہی بھائی غلام حیدر صاحب وکیل تھے جو جوانی میں ہی قبول احمدیت سے قبل فوت ہوگئے تھے۔ آپؓ کے خاندان میں سے اور کوئی احمدی نہیں ہوا۔

اولاد:

آپؓ کی اولاد کے سن ولادت درج ذیل ہیں: *

(۱) مکرم محمد عبداللہ صاحب (ولادت ۱۸۹۰ء۔ وفات ۱۹۴۳ء) صحابی ہونے کا علم نہیں۔ (۲) محترمہ حاکم بی بی صاحبہ (ولادت تقریباً ۱۸۹۳ء) انہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہمراہ سیر کو جانا اور اچھی طرح باتیں کرنا یاد ہے انہیں دار المسیح میں حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ کے ہاں رہنے کا موقعہ ملا ہے (۳) محترمہ احمد بی بی صاحبہ (ولادت ۱۸۹۶ء) انہیں دار المسیح میں حضرت مولوی صاحبؓ موصوف کے ہاں رہنے کا موقعہ ملا ہے اور انہوں نے حضورؑ کو اچھی طرح دیکھا ہوا ہے۔ (۴) مکرم ڈاکٹر محمد عبدالرشید صاحب (ولادت ۷ جنوری ۱۸۹۹ء) سیالکوٹ اور لاہور میں حضورؑ کی زیارت کی اور باتیں بھی کیں۔ (۵) مکرم بابو عبداللطیف صاحب (ولادت ۱۹۰۴ء) حضورؑ نے نام رکھا۔ حضورؑ کو دیکھنا بابو صاحب کو یاد نہیں۔ (۶) مکرم محمد اسحاق صاحب نام حضورؑ نے رکھا۔

ہجرت' اس کا صدمہ اور مرض الموت:

منشی صاحبؓ آخری عمر میں ضعیف ہوجانے کی وجہ مسجد میں آنے سے معذور ہوگئے تھے۔ لیکن پھر بھی راستہ میں کئی جگہ سانس لے کر عصر کی نماز حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کی اقتداء میں ادا کرنے کے لئے مسجد مبارک میں آ پہنچتے۔ نماز کے بعد مکرم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب درویش (ابن حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ)

* یہ ساری تفصیل مکرم محمد اسحٰق صاحب سے حاصل ہوئی ہے۔ (مؤلف)

اور بعض اور دوست آپؓ کی پاک صحبت سے مستفید ہوتے اور ذکر اللہ اور ذکر رسولؐ سنتے۔ ۱۹۴۷ء میں دیگر پاک نفس صحابہؓ کی طرح آپؓ بھی قادیان سے ہجرت کرنے پر مجبور ہوئے۔ لیکن اس کا صدمہ ان کے خطوط کے ایک ایک فقرہ سے پھوٹ پھوٹ کر ظاہر ہوتا تھا۔ جو آپؓ ہم دونوں کو تحریر کیا کرتے تھے۔ قادیان سے جدائی قلق و اضطراب کا اندازہ لگانے سے ہم قاصر ہیں۔ جب تک طاقت رہی اپنے قلمی خطوط بھیجتے رہے۔ لیکن جب ضعف غالب آ گیا تو اپنے بیٹے اخویم محمد اسحاق صاحب سے جواب لکھوانے لگے۔ موصوف نے جولائی ۱۹۴۹ء میں مجھے تحریر کیا کہ:

''والد صاحب فرماتے ہیں کہ میں جب سے قادیان سے آیا ہوں قادیان اور ان میں اپنے احباب بسنے والوں کے لئے ایک دن تو دن رہا شاید ہی کوئی دعا کی جگہ ہو گی اور میں نے ان کے لئے دعا نہ کی ہو۔ وہ تو قادیان کا نام لیتے ہی بس ہو جاتے ہیں۔ اب کمزور زیادہ ہو گئے ہیں۔ اکثر بہشتی مقبرہ کا ذکر کرتے رہتے ہیں۔ اور قادیان کے دوسرے مقامات یاد کرتے رہتے ہیں۔

''آخری دنوں میں بھی آپؓ ہمیشہ پاکیزگی کا خیال رکھتے تھے .... تبلیغ جب تک بولنے کی طاقت رہی کرتے رہتے تھے اور ہمیں وقت پر نماز با جماعت ادا کرنے کی تلقین فرماتے رہتے۔ آپؓ کا آخری فقرہ جو تقریباً غشی کی حالت میں تھا وہ یہ تھا کہ خدا کے حکم کی پیروی کرو اگر کامیابی چاہتے ہو۔ نماز آخری وقت تک ادا کرتے رہے اور جب حافظہ میں طاقت نہ رہی تو پھر میری گود میں بیٹھ جاتے اور میں اونچی آواز سے نماز پڑھتا جاتا حتیٰ کہ ختم کر دیتا۔ ایک دن میں نے نماز ذرا جلدی ادا کی اور بعض دعائیں بھی چھوڑ گیا۔ تو آپؓ نے نماز کے بعد فرمایا اسحٰق! تمہیں تو ابھی تک نماز پڑھنی بھی نہیں آتی جو بھی کوئی آپؓ کی خدمت کرتا جزاکم اللہ کہتے اور اس کو دعائیں دیتے اور فرماتے کہ یہ احسان ہی ہے اس کا شکر ضروری ہے''۔ *

وفات:

۱۰ جنوری ۱۹۵۰ء کو تقریباً چھ بجے شام منشی صاحبؓ نے اپنی جان جانِ آفریں کے سپرد کر دی۔ انا للّٰہ و انا الیہ راجعون۔ جنازہ مکرم قاضی علی محمد صاحب امام و خطیب مسجد سیالکوٹ نے پڑھا اور آپؓ کو مقبرہ متصل امام صاحب سیالکوٹ میں امانتاً دفن کیا گیا۔ آپؓ کی خواہش تھی کہ موقعہ ملنے پر آپؓ کی نعش بہشتی مقبرہ میں تدفین کے لئے قادیان لائی جائے۔ چند ماہ قبل آپؓ نے اپنی عمر چھیاسی سال بتائی تھی۔ **

---

* بیان مکرم میاں محمد اسحاق صاحب۔ (مؤلف) ** بیان مکرم میاں محمد اسحاق صاحب۔ (مؤلف)

شجرہ نسب

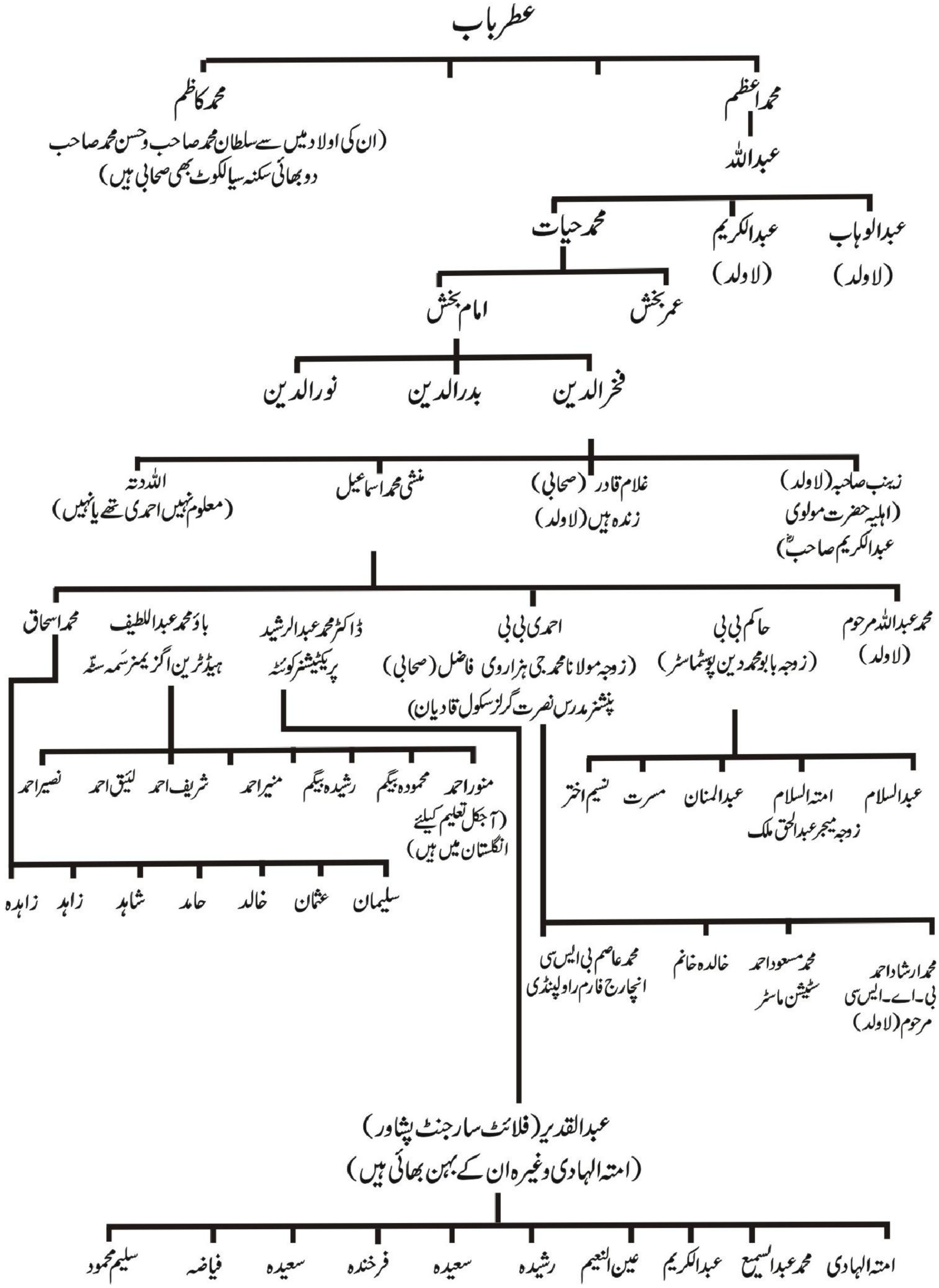
عطر باب
محمد اعظم
محمد کاظم
(ان کی اولاد میں سے سلطان محمد صاحب وحسن محمد صاحب
دو بھائی سکنہ سیالکوٹ بھی صحابی ہیں)
عبداللہ
عبدالوہاب
(لاولد)
عبدالکریم
(لاولد)
محمد حیات
عمر بخش
امام بخش
فخر الدین
بدر الدین
نور الدین
زینب صاحبہ (لاولد)
(اہلیہ حضرت مولوی
عبدالکریم صاحبؓ
غلام قادر (صحابی)
زندہ ہیں (لاولد)
منشی محمد اسماعیل
اللہ دتہ
(معلوم نہیں احمدی تھے یا نہیں)
محمد عبداللہ مرحوم
(لاولد)
حاکم بی بی
(زوجہ بابو محمد دین پوسٹماسٹر)
احمدی بی بی
(زوجہ مولانا محمد جی ہزاروی فاضل (صحابی)
پنشنر مدرس نصرت گرلز سکول قادیان)
ڈاکٹر محمد عبدالرشید
پریکٹیشنر کوئٹہ
باؤ محمد عبداللطیف
ہیڈ ٹرین اگزیمنر سمہ سٹہ
محمد اسحاق
عبدالسلام
امتہ السلام
زوجہ میجر عبدالحق ملک
عبدالمنان
مسرت
نسیم اختر
منور احمد
(آجکل تعلیم کیلئے
انگلستان میں ہیں)
محمودہ بیگم
رشیدہ بیگم
منیر احمد
شریف احمد
لئیق احمد
نصیر احمد
سلیمان
عثمان
خالد
حامد
شاہد
زاہد
زاہدہ
محمد ارشاد احمد
بی۔اے۔ایس سی
مرحوم (لاولد)
محمد مسعود احمد
سٹیشن ماسٹر
خالدہ خانم
محمد عاصم بی ایس سی
انچارج فارم راولپنڈی
عبدالقدیر (فلائٹ سارجنٹ پشاور)
(امتہ الہادی وغیرہ ان کے بہن بھائی ہیں)
امتہ الہادی
محمد عبدالسمیع
عبدالکریم
عین النعیم
رشیدہ
سعیدہ
فرخندہ
سعیدہ
فیاضہ
سلیم محمود

تہجد وغیرہ عبادت کا التزام:

آپؓ نماز تہجد بڑے التزام سے ادا فرماتے۔ آدھی رات کے قریب اُٹھتے، ہر وضو کے ساتھ مسواک کرتے۔ لمبے عرصہ تک دعا کرتے۔ بعض دفعہ اونچی آواز سے بھی دعا کرتے۔ سجدہ بھی لمبا کیا کرتے تھے اور روتے رہتے۔ بچوں کو فرماتے معلوم نہیں تم اتنی جلدی کس طرح نماز پڑھ لیتے ہو۔ مگر جب خود امام ہوتے تو جیسا کہ ارشاد نبوی ہے مقتدیوں کا خیال رکھتے ہوئے نماز جلدی پڑھا دیا کرتے تھے۔ نماز باجماعت کا خاص التزام کیا کرتے۔ فرمایا کرتے مجھے صرف ایک نماز یاد ہے جو میں باجماعت نہیں پڑھ سکا (سوائے مجبوری کے) وہ بھی مسجد سے ضروری حاجت کے لئے واپس آنا پڑا تھا۔*

آپؓ صاحب الہام تھے:

آپؓ دعائیں کثرت سے کیا کرتے تھے اور دوسروں کو بھی دعا کی طرف توجہ دلاتے رہتے، گھر میں اپنی خوابیں اور الہام سنایا کرتے تھے۔ جب حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب دام فیضہم اور مکرم قاضی محمد عبداللہ صاحب (سابق مبلغ امریکہ حال ناظر ضیافت ربوہ) نے (۱۹۱۴ء میں) بی۔اے کا امتحان دیا تو آپؓ کو بھی دعا کے لئے کہا۔ دعا کی تو خواب میں دیکھا کہ ایک شخص سامنے آیا اور ہاتھ میں ایک گول شیشہ جیسے گھڑی کا ہوتا ہے پکڑا ہوا ہے، اور اس کے درمیان میں ایک چھوٹا سا سوراخ ہے۔ وہ شیشہ دکھا کر کہتا ہے کہ میاں کا پاس ہونا تو اتنا مشکل ہے جتنا اس سوراخ سے گذرنا۔ مگر ہم میاں کو پاس کر دینگے۔ اور قاضی صاحب کے متعلق پھر دیکھا جائے گا۔ دوسرے دن جب حضرت صاحبزادہ صاحب کو یہ خواب سنائی تو آپؓ نے فرمایا کہ میرا ایک پرچہ اتنا خراب ہوگیا ہے کہ کوئی عقلمند مجھے اس میں پاس نہیں کرسکتا۔ جب نتیجہ نکلا تو صاحبزادہ صاحب پاس اور قاضی صاحب کمپارٹمنٹ میں آ گئے۔**

ایک دفعہ آپؓ کے ماموں چوہدری محمد بخش صاحب پر گورنمنٹ نے ایک مقدمہ دائر کر دیا۔ اس میں اُن کے ساتھ ایک ہندو سیٹھ بھی شریک تھا۔ مقدمہ بڑا سنگین تھا، ڈپٹی کمشنر خلاف تھا اور سزا دلوانا چاہتا تھا۔ ان کے لئے دعا کی۔ آواز آئی کہ ہم اس کو اپنی رحمت میں لے لینگے۔ ان کے گھر منشی صاحبؓ نے کہلا بھیجا کہ مجھے خدا نے کہا ہے کہ آپ بری ہو جائیں گے اور دوسرے کئی لوگوں کو بھی اپنا الہام سنایا۔ جب فیصلہ سنایا گیا تو ہندو سیٹھ کو چھ ہزار روپیہ جرمانہ اور چھ سال کی قید اور چوہدری صاحب کو چھ ماہ قید اور چھ سو روپیہ جرمانہ کی سزا ہوگئی۔ جب منشی صاحبؓ

* مکرم ملک غلام فرید صاحب کے بیان تک سب بیان مکرم ڈاکٹر محمد عبدالرشید صاحب کی طرف سے ہے۔ (مؤلف)

** حضرت صاحبزادہ صاحب کا اس بارہ میں مکتوب آخر میں درج ہے۔ (مؤلف)

نے یہ خبر سنی تو اس وقت سجدہ میں گر گئے اور اللہ تعالیٰ سے رو رو کر عرض کیا کہ مولا! کیا تو نے مجھے خود نہیں کہا تھا کہ ہم اس کو اپنی رحمت میں لے لیں گے؟ تو جانتا ہے کہ میں نے یہ بات اپنی طرف سے نہیں بنائی تھی۔ وہ تو قید ہو گئے کیا رحمت میں لینا قید ہوتی ہے؟ میں نے تو اُن کے گھر بھی اطلاع دی ہوئی ہے کہ بری ہو جائیں گے۔ فرماتے تھے کہ میں ابھی سجدہ میں تھا کہ آواز آئی کہ چوہدری صاحب کی ضمانت ہوگئی۔ بات یوں ہوئی کہ جب فیصلہ کے بعد پولیس ہتھکڑی لگانے لگی تو اس انگریز حاکم نے جو اس مقدمہ کے لئے خاص طور پر بلوایا گیا تھا کہا کہ پیچھے ہٹ جاؤ' ہم چوہدری صاحب کو ہتھکڑی نہیں لگنے دیں گے۔ چوہدری صاحب آپ ضمانت دے دیں۔ اس طرح ضمانت ہوگئی۔ پھر اپیل میں بری ہو گئے۔ اس کی اہمیت کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ چوہدری صاحب کو سزا اس وقت کے ڈپٹی کمشنر کے ایماء پر دی گئی تھی کیونکہ وہ چاہتا تھا کہ ان کو سزا دلوا کر شہر میں ان کے اثر ورسوخ کو کم کیا جائے۔ جب اس نے سنا کہ حاکم نے خود ہی ضمانت لے لی ہے تو حضرت میر حامد شاہ صاحبؓ کے بیان کے مطابق جو اس وقت دفتر میں موجود تھے ڈپٹی کمشنر کی یہ حالت ہوئی کہ وہ دونوں کہنیاں میز پر رکھ کر اور دونوں ہاتھوں سے ماتھا تھام کر کہتا تھا کہ ہائے صاحب بہادر نے کیا کیا! اُسے تو ضمانت لینے کا اختیار نہیں تھا۔

منشی صاحبؓ سیالکوٹ میں ایک دفعہ بیمار ہوئے۔ فرمایا میں مسجد میں لیٹا ہوا تھا کہ ایک لڑکا میرے سامنے آیا اور کہنے لگا کمزوری بہت ہوگئی ہے۔ ورنہ مادہ حیات تو ابھی بہت باقی ہے۔ یہ کہہ کر وہ غائب ہوگیا۔ آپؓ نے واقعہ دوستوں کو سنا دیا۔ دس سال بعد قادیان میں بورڈنگ ہائی سکول سے آپؓ گر پڑے اور سخت چوٹیں آئیں۔ چونکہ کمزور زیادہ ہو گئے تھے اور چوٹیں بھی سخت آئیں' خیال تھا کہ چُولے کی ہڈی ٹوٹ گئی ہے' اس لئے اکثر دوست سمجھتے تھے کہ آپؓ جانبر نہ ہوسکیں گے۔ یہ خبر جب سیالکوٹ پہنچی تو ایک شخص جس نے وہ الہام سنا ہوا تھا کہنے لگا کہ وہ ابھی نہیں مرتا' ابھی تو صرف دس سال گذرے ہیں۔ اس کو الہام ہوا تھا کہ مادہ حیات بہت باقی ہے' خدا کا مادہ حیات اتنی جلدی ختم نہیں ہو جاتا۔ اس واقعہ کے بعد آپؓ ۳۰ سال سے زیادہ عرصہ تک زندہ رہے۔

جب ڈاکٹر صاحب نے میٹرک کا امتحان دیا تو ایک دن اُنہیں فرمانے لگے کہ میں نے رات تمہارا نتیجہ دیکھا ہے۔ تم پاس ہو اور تین سو سے اوپر نمبر ہیں۔ اوپر کے یاد نہیں رہے۔ ان کے نمبر ۳۱۹ تھے۔ اسی طرح جب انہوں نے ڈاکٹری کے آخری سال کا امتحان دیا تو ایک دن فرمایا کہ آج رات میں نے دیکھا ہے کہ تمہاری جماعت کا نتیجہ ایک بورڈ پر لگا ہوا ہے۔ تین فہرستیں علیحدہ علیحدہ لگی ہوئی ہیں۔ ایک کے اوپر لکھا ہوا ہے پاس۔ اس میں تمہارا نام ہے مگر کاٹ دیا ہوا ہے۔ دوسری پر فیل لکھا ہوا ہے۔ اس میں تمہارا نام نہیں۔ تیسری فہرست میں تمہارا نام لکھا ہوا ہے۔ مجھے کچھ سمجھ نہیں آئی کہ یہ کیا بات ہے۔ جب نتیجہ نکلا تو وہ آئی سرجری (Eye Surgery) میں

کمپارٹمنٹ میں نکلے۔یعنی نہ پاس نہ فیل۔

ایک دفعہ سیالکوٹ میں اپنے سکول کے مینیجر سے جو پادری تھا تبلیغ کرتے جھگڑا ہو گیا۔مینیجر نے کہا کہ خدا کس سے باتیں کرتا ہے؟ فرمایا کہ میں نے خیال کیا کہ اگر میں نے کہا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے تو یہ کوئی اور اعتراض کر دے گا۔ میں نے کہا مجھ سے کرتا ہے اور اپنے چند واقعات بتائے۔ چند دنوں کے بعد وہ پادری کسی لڑکی کو عیسائی بنا کر لے گیا۔اس کے رشتہ دار اس کی کوٹھی پر گئے اور اس کو مارا۔ میں نے دو پہر کو سوئے ہوئے دیکھا کہ پادری کو مار پڑی ہے اور وہ کہتا ہے کہ دائیں طرف زیادہ چوٹیں آئی ہیں۔اسی وقت اُٹھا اور اس کی کوٹھی پر گیا۔اس نے پوچھا کہ آپ کیسے آئے؟ کہا کہ خدا نے مجھے ابھی ابھی ایک بات کہی ہے۔ وہ آپ کو بتانے آیا ہوں اور وہ یہ کہ آپ کو مار پڑی ہے اور دائیں طرف زیادہ چوٹیں آئی ہیں۔اس نے اس کی تصدیق کی۔اس نے ناراض ہو کر منشی صاحب کی ترقی روک رکھی تھی۔ دوسرے دن سکول میں میرے کمرے میں آیا اور کہنے لگا ہم اس ماہ آپ کو ترقی دیں گے۔ میں نے کہا ہم نہیں لیتے۔ وہ یہ کہہ کر کہ ہم دیں گے چلا گیا اور ترقی دے دی اور دوسرے ماہ مزید ترقی دے دی۔

ایک دن سیالکوٹ کی مسجد میں ایک شخص آیا۔ میر حامد شاہ صاحبؓ کے متعلق دریافت کیا اور بتایا کہ میں حج کرنے گیا تھا۔ وہاں سے کچھ کھجوریں اور تسبیح وغیرہ شاہ صاحب کے لئے لایا ہوں۔منشی صاحبؓ نے کہا کہ مَیں آپ سے حج کے متعلق چند باتیں دریافت کرنا چاہتا ہوں اور پوچھا کہ میں فلاں فلاں دروازے سے گذرنے لگا تو کیوں نہ گذرنے دیا گیا؟ حاجی صاحب نے جواب دیا کہ وہ دروازہ بند رہتا ہے۔ وہاں سے کسی کو نہیں گذرنے دیتے۔ پھر منشی صاحبؓ نے کہا کہ وہ جو بہت سے لوگ ٹوپیاں پہنے ستونوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے وہ کون تھے؟ حاجی نے جواب دیا کہ اس دفعہ بخارا کے بہت سے لوگ آئے ہوئے تھے اور یہ وہ لوگ تھے۔اسی طرح سے منشی صاحبؓ نے مختلف سوالات کئے جن کا وہ حاجی جواب دیتا رہا۔ گویا کہ جو نقشہ حج کا منشی صاحبؓ نے خواب میں دیکھا تھا۔ وہ اصل کے مطابق تھا۔

قادیان ہجرت کر کے آنا:

مکرم ملک غلام فرید صاحب ایم۔اے آپؓ کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:

''حضرت منشی صاحب! ۱۹۱۳ء میں مستقل طور پر قادیان آ گئے تھے اور انہوں نے تعلیم الاسلام ہائی سکول کے بورڈنگ ہاؤس میں بطور ٹیوٹر کام کرنا شروع کر دیا تھا۔ ۱۹۱۴ء میں جب میں دسویں جماعت میں پڑھتا تھا۔ میری ان سے واقفیت ہوئی اور واقفیت آہستہ

آہستہ ایسی محبت میں تبدیل ہوئی کہ وہ مجھے اپنا ایک بیٹا تصور کرتے تھے۔منشی صاحبؓ نے مجھے بتلایا تھا کہ گوانہوں نے ۱۹۰۰ء میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی باقاعدہ بیعت کی۔لیکن وہ اس سے بہت پہلے کئی سال تک سیالکوٹ سے آکر موسم گرما کی رخصتیں قادیان میں گذارا کرتے تھے۔

عہد بیعت کا نبھانا:

''منشی صاحبؓ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب رضی اللہ عنہ کے پھوپھی زاد بھائی اوران کے برادر نسبتی تھے۔ایک دفعہ حضرت مولوی صاحبؓ نے منشی صاحبؓ سے فرمایا کہ میاں!تم ہر سال قادیان آتے ہواور واپس سیالکوٹ جا کر غیر احمدیوں سے حضرت مسیح موعودؑ کے دعاوی کی سچائی کے متعلق بحث بھی کرتے ہولیکن خود بیعت نہیں کرتے؟

''منشی صاحبؓ نے کہا کہ میری عادت ہے کہ جس بات کا اقرار کرلوں اس کو میں آخری دم تک نبھاتا ہوں' خواہ میری جان چلی جائے۔ یہ دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کا عہد جو حضرت صاحب بیعت کے وقت لیتے ہیں میں اس کو نباہ نہیں سکوں گا اور جس عہد کو میں نباہ نہ سکوں وہ عہد میں کرنا نہیں چاہتا' خصوصاً اس شخص کے ہاتھ پر جو خدا کا مسیح اور مہدی ہے لیکن آخر ۱۹۰۰ء میں منشی صاحبؓ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھ پر بیعت کرلی۔ پھر جس طرح انہوں نے اپنی انتہائی کوشش سے بیعت کے اس عہد کو کہ ''میں دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گا'' نباہا اس کو وہ لوگ ہی جانتے ہیں جو منشی صاحبؓ کے حالات زندگی سے اچھی طرح واقف تھے اوران میں سے ایک میں بھی ہوں۔منشی صاحبؓ فرماتے تھے کہ جب میں بیعت کرکے واپس سیالکوٹ گیا تو یکدم میں نے اپنی ساری لغو عادات چھوڑ دیں۔یعنی تاش کھیلنا' بازار میں بیٹھ کر گپیں ہانکنا اور نماز اور تہجد باقاعدہ شروع کردی۔میرے حالات میں اس غیر معمولی تغیر کو دفعتہً دیکھ کر سیالکوٹ کے لوگ بہت حیران ہوئے۔

بے مثال تہجد گذاری:

''حضرت مسیح موعود علیہ السلام بیعت کرنے والے سے یہ اقرار بھی لیتے تھے کہ وہ باقاعدہ پانچ وقتہ نماز اور حتی الوسع نماز تہجد بھی ادا کرے گا۔میں اپنے کئی سالوں کے مشاہدہ کی بناء پر کہہ سکتا ہوں کہ حضرت منشی صاحبؓ تہجد کی نماز ایسی ہی باقاعدگی سے ادا کرتے تھے جیسی

دوسری پانچ نمازیں۔موسم کی کوئی حالت' ان کی بیماری' کوئی چیز ان کی تہجد کی نماز میں روکاوٹ پیدانہیں کرسکتی تھی۔ایسے بہت ہی کم لوگ ہوں گے۔جنہوں نے سالہا سال تک بغیر کسی ناغہ کے تہجد کی نماز پڑھی ہو۔منشی صاحبؓ ان چندلوگوں میں سے تھے۔ایسے ہی میرے والد ملک نورالدین صاحب رضی اللہ عنہ بھی تھے۔میں نے اپنی ساری عمر میں ایک دفعہ بھی اپنے والدؓ مرحوم ومغفور کی تہجد کی نماز ضائع ہوتے نہیں دیکھی۔سوائے اس کے کہ وہ ایسے سخت بیمار ہوں کہ ان کے ہوش قائم نہ رہے ہوں۔حضرت منشی صاحبؓ کی طرح میرے والد صاحبؓ نماز با جماعت کے بھی سخت پابند تھے میں نے خود تو کبھی بھی یہ نہیں دیکھا کہ میرے والد صاحب نے کسی نماز کے فرض گھر پر پڑھے ہوں۔لیکن میری والدہ صاحبہ کہتی تھیں کہ جس دن عصر کے وقت دل کی حرکت بند ہوجانے سے میرے والد صاحب کی وفات ہوئی۔صرف اس دن کی ظہر کی نماز والدہ صاحبہ کے اصرار پر انہوں نے گھر پر پڑھی۔

صاحبِ کشف والہام ہونا:

''غرضیکہ حضرت منشی محمد اسماعیل صاحبؓ ایک نہایت ہی متقی' باعمل اور غیرت مند احمدی تھے۔وہ صاحب کشوف والہام بھی تھے۔میں نے خود ان کے الہامات کو پورا ہوتے دیکھا۔ انہوں نے مجھے بتلایا کہ جوانی میں ایک دفعہ ان کو سل ہوگئی وہ قادیان برائے علاج آئے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ نے انہیں دیکھا اور افسوس سے فرمایا یہ بات حد سے گذر گئی ہے' لیکن ہم دعا بھی کرینگے اور علاج بھی کریں گے۔منشی صاحبؓ فرماتے تھے کہ مجھے بھی بہت غم ہوا۔ میں نے بھی دعا شروع کی تو مجھے الہام ہوا ابھی مادہ حیات بہت باقی ہے۔ یہ الہام کس شان سے پورا ہوا۔اسی بات سے ظاہر ہے کہ منشی صاحبؓ کی عمر وفات کے وقت ۸۵ سال کے لگ بھگ تھی۔

آنخضرت صلعم سے محبت ہونا:

''حضرت منشی صاحبؓ کے کیریکٹر کی سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ ان کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے بے حد محبت تھی۔بے حد ہی محبت تھی۔میں برسوں ان کے پاس بیٹھا' میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ان کے سامنے کسی نے کیا ہو۔ یا انہوں نے خود کیا کہ ان کی آنکھیں آنسوؤں سے ڈبڈبا نہ آئی ہوں۔ مجھے اپنے متعلق بھی بعض

دفعہ یہ خیال آتا ہے کہ مجھے بھی حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے بہت محبت ہے، لیکن حضرت منشی صاحبؓ کی اس بارہ میں جو حالت تھی میں اس کو دیکھ کر حیران رہ جاتا تھا‘‘

خاکسار مؤلف کو بھی اس کا تجربہ ہے۔مکرم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب (درویش) نے منشی صاحبؓ کی وفات کی خبر سن کر مجھ مؤلف کو یہی بات سنائی بلکہ یہ بھی بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذکر پر بھی آپ کی ایسی ہی حالت ہو جاتی تھی۔

آپؓ کا امین ہونا:

مکرم ملک غلام فرید صاحب مزید تحریر فرماتے ہیں:

’’منشی صاحبؓ کے کیریکٹر کی ایک بہت بڑی خوبی یہ تھی کہ وہ صادق اور امین تھے۔جب وہ سیالکوٹ میں تھے وہاں بھی اور قادیان میں بھی میں نے خود دیکھا ہے کہ ہزاروں روپے کی امانتیں لوگوں کی ان کے پاس جمع رہتی تھیں اور کبھی ایک بار بھی ایسا نہیں ہوا کہ کسی صاحب نے اپنا روپیہ آپؓ سے مانگا ہو اور انہوں نے اس کی امانت کے ادا کرنے میں ایک منٹ کی دیر بھی کی ہو۔منشی صاحبؓ کی اپنی آمد نہایت قلیل تھی۔میں سیالکوٹ کے متعلق تو نہیں جانتا لیکن قادیان میں ان کا گذارہ بظاہر اس تنخواہ پر تھا جو ان کو بحیثیت ٹیوٹر کے ملتی تھی اور وہ بیس روپے ماہوار سے بھی کم تھی۔لیکن حضرت منشی صاحبؓ کا کافی کنبہ تھا۔چار لڑکے تھے۔ایک امرتسر میں میڈیکل سکول میں پڑھتا تھا۔دو ہائی سکول میں پڑھتے تھے۔لوگ بھی حیران تھے اور میں خود بھی تعجب کیا کرتا تھا کہ منشی صاحب گذارہ کس طرح کرتے ہیں۔وہ اور اُن کے بچے خوش پوش بھی تھے۔کھانا بھی درمیانہ قسم کا کھاتے تھے۔وہ کس طرح اپنی ضروریات کو بیس روپے سے بھی کم تنخواہ میں پورا کرتے تھے۔یہ بھید اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔اللہ تعالیٰ کے اپنے بندوں کے ساتھ بھید ہوتے ہیں جن کو اس مردود دنیا کے فرزند نہیں جانتے اور نہیں جان سکتے! میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ قادیان میں ان کا گذارہ سوائے اپنی تنخواہ کے کسی اور چیز پر نہ تھا۔اور باوجود ایسے عسیر المعاش ہونے کے انہوں نے کسی امانت کی ادائیگی میں کبھی ایک لحہ کا توقف بھی نہیں کیا۔مجھے یاد ہے کہ ایک دفعہ انؓ کی امانت سے -/۲۰۰ روپے چوری ہو گئے اس پر وہ بہت گھبرائے۔گھبراہٹ کی کچھ وجہ تو یہ تھی کہ وہ ایک غریب آدمی تھے، ان کو خیال تھا کہ میں اتنا نقصان کس طرح پورا کر سکوں گا۔لیکن

زیادہ فکران کو اس بات کا تھا کہ لوگ کہیں گے کہ غریب آدمی تھا خرچ کر دیا اور مشہور کر دیا کہ روپیہ چوری ہوگیا۔ بار بار وہ اس بات کو دہراتے تھے لیکن خدا تعالیٰ کا فضل ہؤا کہ اسی دن تھوڑے ہی وقت میں میرے سامنے لڑکوں کی تلاشی لیتے ہوئے ایک لڑکے سے ۔/۲۰۰ روپیہ کی رقم مل گئی۔

حق کہنے میں نڈر رہنا:

''ایک اور بات ان کے کیریکٹر میں نہایت قابل تعریف یہ تھی کہ وہ بات کرنے میں نہایت بے خوف تھے اور سچی بات نہایت بے خوفی اور سختی سے کہتے تھے اور اس بارہ میں کسی کا کوئی لحاظ نہیں کرتے تھے۔ ان کی اس سخت صاف گوئی کی وجہ سے بعض لوگ ان کو بدمزاج سمجھ لیتے تھے۔ لیکن اَلْحَقُّ مُرٌّ کا مقولہ جس طرح ان کے متعلق پورا ہوتے دیکھا گیا بہت کم لوگوں کے متعلق دیکھا گیا ہوگا۔ منشی صاحبؓ بڑے ہی راست باز تھے''

خاکسار مؤلف عرض کرتا ہے کہ میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ منشی صاحبؓ نے کسی کو خلاف شریعت یا اخلاق کوئی فعل کرتے دیکھا ہو اور اسے سمجھایا نہ ہو۔ خواہ وہ کسی اعلیٰ سے اعلیٰ خاندان سے تعلق رکھتا ہو۔ ہر وقت چوکس رہتے تھے اور اس امر کی خاص نگرانی رکھتے تھے کہ کہیں بھی کوئی امر خلافِ اخلاق یا خلافِ سُنت وخلافِ شرع نہ ہو۔ ایک دفعہ آپؓ کے ایک دوست کی کم سن بچی ایک دکان پر آئی اس کی اوڑھنی کی طرف اشارہ کر کے جو بجائے سَر کے اوپر اوڑھی ہوئی ہونے کے گلے میں پڑی تھی پوچھا یہ کیا ہے۔ کہنے لگی یہ اوڑھنی ہے۔ پوچھا یہ کس لئے ہوتی ہے۔ کہنے لگی کہ سَر پر اوڑھنے کے لئے۔ تو فرمایا پھر اوڑھی ہوئی کیوں نہیں۔ بچی کو اپنی غلطی سمجھ آ گئی اور فوراً اوڑھنی سَر کے اوپر اوڑھ لی۔

آپؓ کا معاملہ فہم ہونا اور دیگر اوصافِ حمیدہ:

ملک غلام فرید صاحب مزید لکھتے ہیں:-

''یہ عبادت گزار۔ راست باز۔ امین اور اپنے آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم سے حد درجہ محبت کرنے والا انسان ایک لحاظ سے بہت بڑا دنیا دار بھی تھا۔ ''دنیا دار'' کا لفظ میں بُرے معنوں میں استعمال نہیں کر رہا۔ میرا مطلب یہ ہے کہ منشی صاحبؓ مرحوم ومغفور نہایت معاملہ فہم اور سمجھدار انسان تھے۔ ان کے جتنے احباب تھے ان میں سے جب کسی کو کوئی سونے کا زیور بنوانا ہوتا یا بڑی رقم کی کوئی جنس خریدنی ہوتی تو وہ منشی صاحبؓ کی معرفت ہی اپنا سودا

کیا کرتا تھا۔منشی صاحبؓ کے احباب کو یقین تھا کہ منشی صاحبؓ کو دھوکہ دینا آسان کام نہیں۔ وہ چوکس اور بیدار مومن تھے۔حضرت منشی صاحبؓ میں ایک خوبی یہ بھی تھی کہ وہ جہاں اپنے احباب کی دنیوی ضروریات کو پورا کرنے میں ان کی مدد کرتے تھے' وہاں ان کی بیماری میں باقاعدگی سے تیمارداری بھی کرتے تھے۔ بیمار احباب کی تیمارداری کرنا ان کا ایک نمایاں خُلق تھا۔حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد سے لے کر جب تک وہ مسجد میں آکر نماز پڑھنے سے معذور نہیں ہو گئے وہ مسجد نور میں امام الصلوٰۃ تھے۔اور برسوں کی اس امامت میں شاید ہی کوئی نماز ان کی صحت کی حالت میں ایسی گذری ہو جس کی امامت کے لئے وہ مسجد میں نہ آئے ہوں۔وہ صحیح معنوں میں قائم الصلوٰۃ انسان تھے۔

''منشی صاحبؓ بہت غیرت مند مومن تھے۔ مجھے انہوں نے بتایا کہ جب سیالکوٹ میں وہ امریکن مشن سکول میں پرائمری کے استاد تھے' تو ایک دن تمام اساتذہ کے سامنے سکول کے عیسائی ہیڈ ماسٹر یا مینیجر نے اپنے انجیل کے وعظ میں اسلام یا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر کوئی اعتراض نازیبا رنگ میں کیا۔حالانکہ اس وقت اور کئی زیادہ سینئر مسلمان اساتذہ اس وعظ میں موجود تھے لیکن منشی صاحبؓ جو کہ پرائمری کے استاد تھے وہ غیرت سے اُٹھ کھڑے ہوئے اور نہایت سختی سے اس کو جواب دیا جس سے وہ سخت حیران ہوا۔

''یہ تھے وہ لوگ جنہوں نے مکتب مسیحؑ میں تربیت پائی تھی۔ درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے۔

خود جُھوٹے ہیں وہ لوگ جو ایسی زبردست شہادت کے ہوتے ہوئے خدا کے مسیحؑ کو جھوٹا کہتے ہیں۔اگر مسیحؑ قادیانی راستباز نہ تھا تو اس دنیا میں آج تک کوئی بھی راست باز نہیں گذرا۔''

آپؓ کے بھائی غلام قادر صاحب:

منشی صاحبؓ کے بڑے بھائی غلام قادر صاحب ۱۲۸۰ھ میں سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔اَن پڑھ ہیں شاید اس کی وجہ پیدائشی آنکھوں کا نقص تھا۔ جوانی میں آدھی آدھی رات تھیٹر تک دیکھنا' نماز نہ پڑھنا آپ کا کام تھا۔منشی صاحبؓ کے احمدی ہونے پر ان کے نمونہ سے متاثر ہو کر نماز پڑھنے لگے اور ان کے کہنے سے بیعت کر لی اور تہجد پڑھنے لگے۔ بیعت انہوں نے جہلم جا کر کی تھی۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام وہاں بسلسلہ مقدمہ کرم دین جنوری ۱۹۰۳ء میں تشریف لے گئے تھے۔ اکتوبر ۱۹۰۵ء میں قادیان چلے آئے اور اس وقت سے

تعلیم الاسلام ہائی سکول میں بطور مددگار کارکن کام کرنے لگے جہاں سے اب پنشن پر ہیں۔ بیعت خلافت ثانیہ کرنے کے متعلق منشی صاحبؓ کے حالات میں ان کا ذکر ہو چکا ہے۔ آپ نے شادی کی تھی۔ لیکن بیوی کی حالت مشکوک ظاہر ہونے کی وجہ سے اسے طلاق دے دی کوئی اولاد زندہ نہیں۔ آپ موصی ہیں، تحریک جدید میں شروع سے حصہ لے رہے ہیں۔

باوجودیکہ پنشن سات روپے کے قریب ہے منارۃ المسیح ہال میں آپؓ نے ایک سو روپیہ چندہ دیا۔ پھر ایک دفعہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ نے خطبہ میں چندہ کی تحریک کی تو آپؓ نے ایک سو روپیہ دیا۔ حضور نے نام لئے بغیر خطبہ میں فرمایا کہ ایک ایسے شخص نے کہ جسے میں خوب جانتا ہوں کہ اتنی حیثیت کا نہیں ایک سو روپیہ چندہ دیا ہے۔

اس خاندان میں مندرجہ ذیل صحابی ہیں:

(۱) منشی صاحبؓ (۲) ان کی اہلیہ محترمہ (۳) مکرم غلام قادر صاحب برادر منشی صاحب (۴) منشی صاحب کی ہمشیرہ محترمہ زینب صاحبہؓ زوجہ حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ (۵، ۶) اس خاندان کی ایک شاخ میں جو محمد کاظم صاحب کی اولاد ہے دو بھائی سلطان محمد صاحب و حسن محمد صاحب۔ (۷ تا ۹) منشی صاحبؓ کے تین بچے (۱۰) منشی صاحبؓ کی والدہ صاحبہؓ۔

حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ کسی تعریف کے محتاج نہیں بہشتی مقبرہ کے سب سے پہلے مدفون آپ ہی تھے۔ مولوی صاحبؓ کی قبر کو چار دیواری مزار حضرت اقدسؑ کی توسیع کر کے اندر لانے کا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اس طرح بعض اور قبریں بھی چار دیواری میں آ گئیں جن میں مولوی صاحب کی اہلیہ زینبؓ صاحبہ کی بھی ہے۔ یہ کوئی کم فخر نہیں۔ نقشہ میں مولوی صاحبؓ ان کی اہلیہ محترمہؓ اور محترمہ اہلیہ منشی صاحبؓ کی قبور ظاہر کی گئی ہیں۔

منشی صاحبؓ کے بارہ میں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب دام فیضہم کا مکتوب جو آپ نے خاکسار کے استفسار پر تحریر فرمایا درج کیا جاتا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم   نحمدہ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

وعلٰی عبدہ المسیح الموعود

رتن باغ

۵۰/۱۲/۱۸   مکرمی محترمی ملک صاحب   السلام علیکم ورحمتہ اللہ

آپ کا خط مورخہ ۵۰/۱۲ موصول ہوا۔ جوابی کارڈ تو شاید یہاں کام نہیں آتا ۔۔۔مولوی (منشی) محمد اسماعیل صاحب سیالکوٹی میرے بہت مہربان بزرگ اور دوست تھے اور میرے ساتھ بہت محبت رکھتے تھے۔ یہ درست ہے کہ میں اُنہیں اکثر دعا کے لئے کہتا رہتا تھا۔لیکن بی اے کے امتحان کا واقعہ مجھے خاص طور پر یاد نہیں ہے گو اس کے خلاف بھی کچھ یاد نہیں۔لیکن قاضی صاحب نے تو غالباً میرے ساتھ بی اے کا امتحان نہیں دیا تھا۔ وہ بھی۔۔۔۔۔ تھے اور گو انٹرنس پاس کر کے ٹیچر ہو گئے تھے اور بی اے بعد میں کیا لیکن بی اے بھی اغلباً مجھ سے پہلے کر چکے تھے۔

علاوہ ازیں میرے ایک پرچہ کا خاص طور پر کمزور ہونا جہاں تک مجھے یاد ہے ایم اے کے امتحان کا واقعہ ہے نہ کہ بی اے کا لیکن منشی صاحب مرحوم کی جو خواب آپ نے لکھی ہے وہ مجھے یاد پڑتی ہے کہ منشی صاحب نے کسی موقع پر ضرور دیکھی تھی مگر یہ معلوم نہیں کہ وہ کون سا موقعہ تھا۔ میں خدا کے فضل سے (محض اُس کے فضل سے) انٹرنس سے ایم تک کسی امتحان میں فیل نہیں ہوا۔ کیا آپ کو میرا خط متعلق ملک مولا بخش صاحب مرحوم مل گیا تھا۔ منشی صاحب بہت نیک اور محبت کرنے والے بزرگ تھے۔

حوالہ جات

۱۔ یہ واقعہ جلسہ سالانہ ۱۹۰۶ء کا ہے۔ قادیان کے آریہ اور ہم۔

۲۔ الحکم ۱۷/۲۴ اگست ۱۹۰۴ء صفحہ ۶۔

۳۔ حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۲۷۔

۴۔ سیرۃ المہدی حصہ سوم روایت نمبر ۶۲۵۔

۵۔ الفضل جلد ۱۹ نمبر ۷۵ بابت ۲۲ دسمبر ۱۹۳۱ء۔

سیٹھ شیخ حسن صاحب رضی اللہ عنہ*

ولادت اور حلیہ :

مکرم سیٹھ شیخ حسن صاحبؓ ایک تجارت پیشہ خاندان میں شیخ عبداللطیف صاحب کے ہاں محترمہ بانو بی صاحبہ کے بطن سے بمقام یادگیر ضلع گلبرگہ (ریاست حیدرآباد دکن) میں ۱۲۵۸ھ کے قریب پیدا ہوئے۔ آپؓ کا حلیہ یہ تھا۔ سیاہ فام۔ قوی الجُثّہ۔ بڑی بڑی آنکھیں۔ موٹی اور خوبصورت ناک۔ گول کتابی چہرہ۔ صاحب ریش۔ چال باوقار، سبک رفتار، منکسر المزاج۔ خاموش طبع۔ سادہ لباس کے عادی۔ ڈھیلا کرتہ۔ موٹا پاجامہ۔ کرتہ پر سادہ جالی۔ پاؤں میں چپل۔ ہاتھ میں معمولی ڈنڈا۔

خاندانی حالات اور تعلیم :

''خاندانی روایات اور دوسرے حالات سے ظاہر ہوتا ہے (کہ) کسی دُور کے زمانہ میں ان کے بزرگ عرب سے ہی آئے تھے۔ اور اقوام کے عروج وزوال کے مختلف دوروں سے گذرتے ہوئے ایک تاجر خاندان کی حیثیت سے ریاست حیدرآباد میں مقیم ہوگئے۔'' ۱؎

آپؓ کے دادا اور دادی کے متعلق صرف اس قدر معلوم ہوا ہے کہ وہ معمولی مذہبی خیال کے لوگ تھے اور ایسے دیگر لوگوں کی طرح پیر پرستی، اجمیر شریف اور دیگر درگاہوں کی زیارت اور رسم ورواج کے عادی تھے۔ دادا اور دادی اور والدین 'پھیری' کے ذریعہ کپڑے کی تجارت کا کام کرتے تھے۔ والدہ بہت نیک خاتون تھیں۔ سیٹھ صاحب کی طفولیت کا کچھ حصہ شولاپور انگریزی (صوبہ بمبئی) میں گذرا جبکہ والدین بہت ہی تنگدستی کی حالت میں تھے اور جب تک والدہ محنت نہ کرتیں گذراوقات نہ ہوسکتی تھی۔ غالباً یہی وجہ تھی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع میں کہ جنہوں نے **اَلْفَقْرُ فَخْرِیْ** فرمایا تھا سیٹھ صاحبؓ کو عمر بھر غرباء کا احساس رہا۔ اور آپؓ نے

* سیٹھ صاحب کے حالات میں جہاں ماخذ کا ذکر نہیں وہ مجھے آپ کے داماد اخویم مولوی محمدؓ اسمٰعیل صاحب فاضل وکیل یادگیر سے دستیاب ہوئے ہیں۔ مولوی صاحب نے سیٹھ صاحب کے بہت ہی مختصر حالات کے متعلق ایک چار ورقہ نیز ایک سولہ ورقہ ٹریکٹ بنام ''نیک نمونہ'' بھی شائع کیا۔ موخرالذکر صرف اس جلسہ کی روئداد پر مشتمل ہے۔ جو سیٹھ صاحبؓ کی وفات پر یادگیر میں ۱۳ ربیع الثانی ۱۳۶۵ھ کو منعقد ہوا تھا۔ اس جلسہ میں مسلم وغیر مسلم پبلک نے مرحوم کی بہت سی خوبیوں کا ذکر اپنی تقریروں میں کیا۔ نیز اخویم موصوف کی طرف سے مختصر حالات الفضل جلد ۵/ ۳۹ نمبر ۱۷ بابت ۲۰ جنوری ۱۹۵۱ء میں بھی شائع ہوئے ہیں۔ یہاں سوانح بالاستیعاب درج کئے گئے ہیں۔ اخویم سیٹھ محمد اعظم صاحب سیکرٹری مال حیدرآباد دکن نے بھی میرا مسودہ دیکھ لیا ہے اور اس کی تصدیق کرتے ہیں۔ (مؤلف)

حتی المقدور اس طبقہ کی مالی، علمی، مذہبی غرضیکہ ہر طرح خدمت کی۔ آپؓ کی تعلیم گو کچھ نہ تھی لیکن بعد میں آپؓ نے اتنی ترقی کر لی تھی کہ اپنا نام 'شیخ حسن احمدی' تحریر کر لیتے تھے۔ اور قرآن مجید سادہ اور اس کے نیچے لکھا ہوا ترجمہ پڑھ لیتے تھے۔ الفضل میں سے خطبہ کا مضمون پڑھ لیتے تھے۔ گو اس کا ایک صفحہ پڑھنے پر بھی کافی وقت صرف کرنا پڑتا تھا۔

آپؓ کی اہلی زندگی:

آپؓ کی اہلی زندگی بہت ہی پُر سکون تھی۔ اللہ تعالیٰ نے آپؓ کو پوتے اور پڑنواسے تک اولاد دیکھنے کا موقعہ نصیب کیا۔ آپؓ کا سلوک اپنے اہلبیت سے قابل تحسین تھا۔ ان کا ہر طرح خیال رکھتے حتیٰ کہ اگر رات کو گھر میں کبھی دیر سے آنا ہوتا تو انہیں بیدار کر کے کسی کام کی تکلیف نہ دیتے۔ آپؓ کی پہلی شادی محترمہ پیرساں بی صاحبہ سے ہوئی تھی۔ جن کے بطن سے زہرہ بی، احمد بی، عبدالحئی اور امتہ الحئی بیگم پیدا ہوئے۔ موصوفہ نے سیٹھ صاحبؓ کی بیعت کے قریب کے زمانہ میں ہی بیعت کر لی تھی۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت نہیں کر سکیں۔ میر محمد سعید صاحبؓ کی معیت میں خلافت اولیٰ کے قیام کے ایک دو ماہ بعد قادیان آئیں اور چند ماہ قیام کر کے خود اندرون خانہ حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کے درس میں شامل ہوتی رہیں۔ اور آپ کے بچے زہرہ بی، احمد بی اور عبدالحئی بھی دینی تعلیم پاتے رہے۔ سیٹھ صاحبؓ کے غربت کے زمانہ میں اپنے ہاتھ سے محنت کر کے روزی کمانے میں مدد دیا کرتی تھیں۔ قرآن مجید کی تلاوت کرنے والی، تمول کے باوجود سادہ طبیعت، سادہ پوش، سادہ خور اور غرباء پرور تھیں۔ غرباء کا حال معلوم کر کے ان کی امداد کرتیں۔ یہ لوگ جھگڑے آپ کے پاس لاتے۔ جنہیں آپ نپٹا تیں۔ موت کی آخری گھڑیوں میں اپنے بیٹے اور سوت سے کہا کہ میرا کُرتہ ابھی اُتار کے صدقہ کر دو۔ بعد وفات پھاڑ کر اتارنے سے بہتر ہے۔ 'بڑی سیٹھانی ماں' کے نام سے مشہور تھیں۔ عبدالکریم صاحب (باؤلے کتے کے نشان والے) کی خالہ تھیں۔ ۱۴ ربیع الثانی ۱۳۴۷ھ کو قریباً پینتیس سالہ اہلی زندگی گذار کر آپ نے وفات پائی اور موصیہ تھیں لیکن احمدیہ مقبرہ یادگیر سے قادیان نعش نہ لائی جا سکی۔ اس لئے بہشتی مقبرہ میں ان کا کتبہ نصب کیا گیا ہے۔*

---

*حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تعزیتی مکتوب جس پر حضور کے دستخط ثبت ہیں۔ ذیل میں درج کیا جاتا ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم

قادیان مکرمی سیٹھ صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

۲۸/۱۰/۷ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

والدہ عزیز عبدالحی کی وفات کی اطلاع آپکے ملفوف مؤرخہ ۲۹ ستمبر ۱۹۲۸ء سے ہوئی۔ معلوم کر کے افسوس ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کو غریق رحمت کرے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرماوے۔ والسلام

(دستخط) خاکسار مرزا محمود احمد خلیفۃ المسیحؓ الثانی

آپ کی دوسری شادی محترمہ رسول بی صاحبہ بنت محی الدین صاحب سکنہ چنت کنٹہ ضلع محبوب نگر ریاست حیدرآباد دکن سے ۱۹۱۰ء کے قریب ہوئی۔ موصوفہ زندہ ہیں۔ صاحب اولاد نہیں۔*

آپ کی تیسری اہلیہ محترمہ خواجہ بی صاحبہ زندہ ہیں۔ اُن کے بطن سے امتہ الحفیظ' امتہ المنیر اور محمد الیاس تین بچے ہیں۔ ان سے اغلباً ۱۹۲۵ء میں شادی ہوئی تھی۔

یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ آپ کی اولاد احمدیت سے اخلاص رکھتی ہے اور آپ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے تمام نیک کاموں کو جاری رکھے ہوئے ہے۔ شجرہ نسب حالات کے آخر پر درج کیا گیا ہے۔

قبولِ احمدیت:

سیٹھ صاحبؓ کو احمدیت کی نعمت حضرت مولانا میر محمد سعید صاحب حیدرآبادی رضی اللہ عنہ کے ذریعہ حاصل ہوئی۔ آپ میر صاحبؓ کے ہمراہ قادیان آئے اور دستی بیعت کی۔ فرماتے تھے:

---

* ان کا شجرہ درج ذیل ہے:

محی الدین چنت کنٹہ

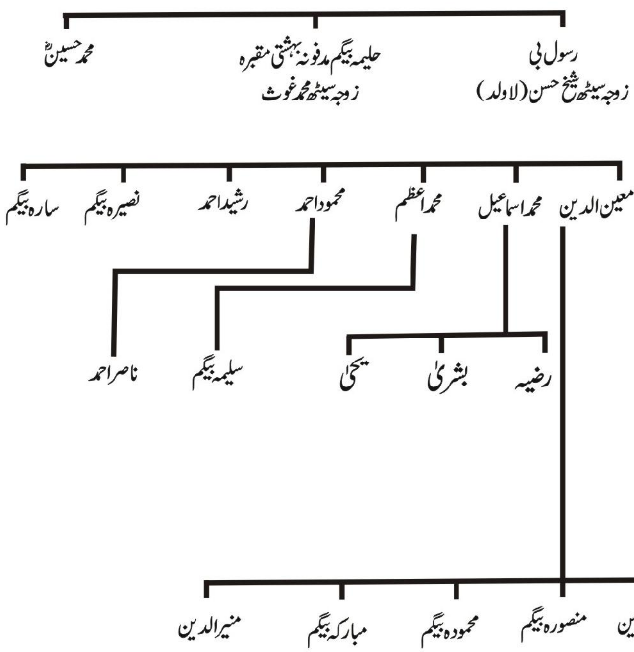

(مؤلف)

''میں حضورؑ کی زندگی میں تین مرتبہ قادیان گیا ہوں۔ پہلی مرتبہ جانے کا سَن صحیح طور پر یاد نہیں۔ ۱۹۰۰ء سے ایک سال پہلے یا ایک سال بعد ہوگا۔ میں مولوی میر محمد سعید صاحب مرحوم حیدر آبادی کے ساتھ قادیان گیا تھا۔اس وقت حضورؑ ایک حجرہ میں تشریف فرما رہتے تھے۔ جو مسجد مبارک کے ساتھ ملا ہوا تھا۔ بہت تھوڑے آدمی اس میں بیٹھ سکتے تھے۔ جس مقام پر بالعموم حضور بیٹھا کرتے تھے وہاں جا کر میں بیٹھ گیا لوگوں نے مجھے نہیں اٹھایا۔ مجھے معلوم نہ تھا کہ یہ حضورؑ کے بیٹھنے کی جگہ ہے۔ پھر جب حضورؑ تشریف لائے اور لوگوں نے مصافحہ شروع کیا تو مَیں بھی اُٹھا۔حضورؑ نے اپنے ہاتھوں کے اشارے سے فرمایا کہ بیٹھ جاؤ۔ پھر حضورؑ مجلس میں تشریف فرما ہوئے۔اس طرح کہ حضورؑ والا کی مانڈی (ران) میری مانڈی پر تھی۔ میں ہٹنے کی کوشش کیا۔حضورؑ نے ران پر ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ یہیں بیٹھے رہئیے ۔مجلس میں تیس آدمی ہوں گے۔ یہ موسم بہار کے دن تھے ظہر کی نماز کی بات ہے۔تین روز وہاں قیام رہا۔حضورؑ کے ساتھ دوسرے روز سیر کو گئے ....مغرب سے پہلے ہم (مردان علی صاحب حیدر آبادی۔ حضرت میر محمد سعید صاحب حیدر آبادی) اور دوسرے لوگ دس بیس آدمی تھے۔حضرت صاحبؑ کے مکان میں ہی سے کھانا کھاتے۔ہم حیدر آبادیوں کے متعلق حضورؑ اندر سے کہلوا بھیجے کہ حیدر آبادیوں کو ابھی کھانا نہ کھلوایا جائے۔ اس کے بعد بعد مغرب حضورؑ خود تشریف لائے اور دسترخوان بچھوایا گیا۔مولوی میر محمد سعید صاحب کے سوال پر حضورؑ نے فرمایا کہ آپ کو مَیں نے اس لئے روک لیا تھا کہ آپ لوگ حیدر آبادی ہیں جو چاول کھانے کے عادی ہیں۔اس لئے میں نے چاولوں کے پکوانے کا بندوبست کیا۔''

الحکم سے ہمیں ذیل کا اقتباس ملتا ہے :

''حیدر آباد دکن سے پانچ آدمی اس وقت دارالامان میں حضرت اقدسؑ کی پاک صحبت سے فیض اٹھا رہے ہیں۔جن میں سے حضرت مولانا سید محمد سعید صاحب اور مولانا سید محمد رضوی صاحب دو بڑے سرگرم اور پُر جوش اور غیور ارادتمند ہیں۔جن کی سعی اور کوشش سے حیدر آباد دکن میں ایک مستقل جماعت حضرت اقدسؑ کی بفضلہٖ تعالیٰ قائم ہوگئی ہے''۔ *

---

* الحکم جلد ۴ نمبر ۱۸ (صفحہ ۱۵ کالم ۳) بابت ۷ امئی ۱۹۰۰ء۔الحکم میں پانچ افراد کا ذکر ہے اور سیٹھ صاحب کی روایت میں دس بیس کا۔ممکن ہے کہ قافلہ کا ایک حصہ جا چکا ہو۔جیسا کہ بعد میں چھ ماہ تک مولوی میر محمد سعید صاحب کا قیام رہا (باقی اگلے صفحہ پر)

حضرت مولانا میر محمد سعید صاحب کا چھ ماہ تک قادیان میں قیام رہا۔ آپ کی واپسی کے ذکر میں آپ کے رفقاء کا ذکر نہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ پہلے واپس جا چکے ہوں گے۔ ۲؎ مکرم بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی درویش ذکر کرتے ہیں کہ مجھے ان دوستوں کی قادیان میں آمد بوجہ ایک جیسا رنگ کے ہونے کے اور دور سے آنے کے اچھی طرح یاد ہے۔ سیٹھ صاحبؓ بھی ان میں شامل تھے۔ قادیان میں تھوڑا عرصہ ہی قیام رہا تھا۔ آپؓ بہت ہی منکسر المزاج اور خاموش طبع تھے۔ حضور کی مجلس میں خاموش ہی رہتے تھے۔

دوبارہ پھر زیارت قادیان:

حضورؑ کے عہد مبارک میں آپؓ کو دوبارہ پھر قادیان آنے کا موقعہ ملا۔ فرماتے تھے:

''اس کے بعد دوسری مرتبہ میں قادیان پھر دو سال بعد گیا ہوں گا۔ سَن یاد نہیں۔ تین چار روز ٹھہرے۔ ادب کی وجہ سے کوئی گفتگو نہیں کرنا۔ صرف حضور کا چہرہ دیکھ لینا اور حضورؑ کی باتیں سننا۔ اس کے بعد تیسری مرتبہ میں قادیان گیا تو اس وقت بھی یہی کیا۔ مصافحہ کرنا اور حضورؑ کی صورت دیکھ لینا اور حضورؑ کی باتیں سننا۔ ہر مرتبہ جب ہم واپس ہوتے تو باوجود ٹانگوں کی موجودگی کے اپنے خدام کو چھوڑنے کے لئے حضورؑ نہر تک پیدل تشریف لاتے۔ باوجود اصرار کے بھی ٹانگوں پر نہ بیٹھتے۔ رخصت کرتے وقت دعا کے بعد ہمیشہ فرماتے۔ مجھ سے ہمیشہ ملا کرو اور بار بار قادیان آیا کرو۔ ہم کو اس قدر تڑپ ہوتی تھی کہ کسی طرح اس مبارک چہرہ کو دیکھیں اور حضورؑ کی باتیں سنیں۔ حضورؑ اس ناچیز خادم کو ''سیٹھ صاحب'' کے لقب سے یاد فرماتے چنانچہ حضورؑ کی دعاؤں کے طفیل خدا نے عاجز کو فی الواقع مالا مال کر دیا اور سیٹھ بنا دیا۔''*

بقیہ حاشیہ : اور سیٹھ صاحب اپنے بیان کے مطابق صرف تین دن مقیم رہے۔ الحکم جلد ۴ نمبر ۴۱ (صفحہ ۷) بابت ۱۷ نومبر ۱۹۰۰ء میں حیدر آباد دکن کے اسّی احباب کی بیعت شائع ہوئی ہے۔ ان میں سید محمد سعید صاحبؓ اور سید محمد رضوی صاحب کے اسماء بھی شامل ہیں۔ اس فہرست میں کوئی سہو ہوا ہے کیونکہ اس سے سوا سال قبل ان دونوں کی حیدر آباد میں قائم کردہ انجمن کی روئیداد شائع ہوئی۔ وہاں مکرم ایڈیٹر صاحب نے یہ بھی تحریر کیا ہے کہ سید محمد سعید صاحب کے ذریعہ ڈیڑھ صد کے قریب لوگ احمدیت قبول کر چکے ہیں۔ (الحکم جلد ۳ نمبر ۲۰ (صفحہ ۱ کالم ۱) بابت ۳۱ جولائی ۱۸۹۹ء۔ شاید فہرست بھیجنے کی وجہ سے بھیجنے والوں کا نام سہوًا سے شائع ہو گیا ہو۔ یا یہ فہرست بہت پہلے کی ہوگی اور لمبے عرصے کے بعد شائع ہوئی۔ واللہ اعلم۔ (مؤلف)

* (الف) سیٹھ صاحب نے زیارتِ قادیان کے متعلق یہ دونوں روایتیں بتاریخ ۱۵ ستمبر ۱۹۴۱ء یادگیر میں لکھوائی تھیں۔ آپ کی زندگی میں ہی مرکز کو اخویم مولوی محمد اسماعیل صاحب نے بھجوا دی تھیں۔ (ب) مکرم بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی اس امر کی تصدیق کرتے ہیں کہ حضورؑ آپؓ کو ''سیٹھ صاحب'' کے الفاظ سے مخاطب فرماتے تھے۔ (مؤلف)

قبولِ احمدیت سے انقلاب:

سیٹھ صاحبؓ نے قبول احمدیت کے بعد مولانا میر محمد سعید صاحبؓ سے دریافت کیا کہ اب ہم کیا کریں۔ میر صاحبؓ نے فرمایا کہ پانچ وقت نماز باجماعت ادا کریں۔قرآن مجید پڑھیں اور تہجد ادا کیا کریں۔اور خدا تعالیٰ کی مخلوق سے بھلائی کریں۔سیٹھ صاحبؓ بیان کرتے تھے کہ پہلے مجھے نماز کی عادت نہ تھی اور نہ ہی تہجد اور قرآن مجید سے شناسا تھا۔کوشش سے تہجد میں باقاعدگی ہوگئی اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے نماز میں ایک ذوق اور شوق حاصل ہوا۔کئی دن بعد ایک روز تہجد سے فارغ ہوا تو میری زبان پر بار بار **وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ** کے الفاظ جاری ہوئے۔اور زبان انہیں بار بار دہرانے لگی۔اور خود بخود ہی گریہ و بکا شروع ہوگیا۔میری اہلیہ پیرساں بی نے رونے کا سبب دریافت کیا۔میں نے یہ بات کہہ سنائی۔لیکن عربی نہ انہیں آتی تھی نہ مجھے۔ایک بار آپ کو **سَلَامٌ قَوْلاً مِنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ** الہام ہوا۔بعد میں سیٹھ صاحبؓ پر مصائب کی تیز آندھیاں چلیں۔ اور مخالفین مخالفت میں سرگرم رہے۔لیکن اللہ تعالیٰ نے آپؓ کو تمام شرور و آفات سے اپنی حفظ وامان میں رکھا۔ اور آپ کو الہامات وکشوف سے نوازا۔ایک دفعہ رؤیا میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہت دودھ پلایا۔جس کا مزہ منہ میں بیدار ہونے پر بھی موجود تھا۔سو اس کے مطابق اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو ایمان وعرفان سے بہرۂ وافر عطا ہوا۔ بیعت کے بعد آپ کی زندگی میں جو انقلاب رونما ہوا اس کے متعلق مکرم شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی سیٹھ محمد غوث صاحب رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں فرماتے ہیں کہ وہ:

> ’’اپنے بھائی سیٹھ حسنؓ احمدی کو دیکھتے تھے۔اُن کی زندگی میں ایک صادق مسلم اور غیور مومن کے آثار نمایاں پاتے تھے۔ان کے تقویٰ وطہارت نفس کو علیٰ وجہ البصیرۃ جانتے تھے۔ اور دیکھتے تھے کہ سلسلہ احمدیہ میں داخل ہو کر اُن کی خوبیاں اور نیکیاں ایک جلا حاصل کر رہی ہیں اور حسنات اور رفاہ عام کی قوتوں میں نشوونما ہو رہا ہے‘‘۔[3]

قبولِ احمدیت کے بعد مال میں برکت:

سیٹھ صاحب کے والدین سخت غریب تھے جب تک والدہ بھی محنت نہ کرتیں گذر اوقات محال تھی۔ ابتداء میں آپؓ شولا پور میں کام کرتے تھے۔پھر حیدرآباد دکن چلے آئے۔یہاں آپ تیل کا پیپہ کندھوں پر اٹھائے یا بنڈی (چھکڑے) پر لئے پھرتے اور فروخت کرتے۔پھر چند بچے ملازم رکھ کر بیڑی بنانے کی دکان کھول لی جس سے قدرے مالی فراخی ہوئی۔کچھ عرصہ بعد آپؓ نے بمقام یادگیر کسی کی شراکت سے اور بعد میں بلاشرکت غیرے بیڑی کی فیکٹری کھول لی۔ابتداء میں آپ کی اہلیہ محترمہ پیرساں بی صاحبہ بھی اپنے ہاتھ سے کام کرکے

روزی کمانے میں مدد دیتی تھیں۔

قبولِ احمدیت کے بعد اللہ تعالیٰ نے کام میں ایسی برکت ڈالی کہ روزمرہ کی آمدنی کا گننا مشکل ہوگیا۔ چنانچہ ترازو سے روپیہ تُلنے لگا۔ چار ہزار کاریگر آپ کے کام سے روزی کمانے لگے اور تجارت یہاں تک چمکی کہ کاروبار بیس بائیس لاکھ تک جا پہنچا۔ مدراس۔ بنگال۔ بمبئی اور دکن کے علاقوں میں چالیس کے قریب ایسی دکانیں تھیں جہاں ذاتی نگرانی میں براہ راست آپؓ کا مال فروخت ہوتا تھا۔ اور مختلف مقامات پر کثیر تعداد میں جو ایجنسی والی دکانات تھیں وہ ان کے علاوہ تھیں۔ نو دس مقامات پر آپ کی آٹے' تیل نکالنے اور کپاس بیلنے کی ملیں (MILLS) بھی ہوگئیں۔

کاروبار میں زوال:

اللہ تعالیٰ مومنوں کو ابتلاؤں کی بھٹی میں سے گذار کر کندن بناتا ہے چنانچہ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَ الثَّمَرَاتِ. میں مذکورہ سنت الٰہیہ کے مطابق مصلحت الٰہی نے سیٹھ صاحب کی تربیت اور روحانی ترقی کے لئے آپ کو مالی ابتلاؤں کے ایک لمبے دور سے گذارنا مناسب سمجھا۔ آپ بیڑی کے کاروبار کے لئے رنگون گئے۔ وہاں کے لئے جو سٹاک تیار کر کے لے گئے تھے وہ اس علاقہ کے مناسب حال نہ تھا۔ اس لئے سارے کا سارا ضائع چلا گیا۔ یکدم نقصان عظیم ہونے سے مشہور ہوگیا کہ آپ کی مالی حالت اچھی نہیں رہی۔ اور ساکھ جاتی رہی۔ اور وہی لوگ جو آپ سے لاکھوں روپیہ کما چکے تھے۔ مطالبات کرنے لگے۔ چنانچہ تیس کے قریب مقدمات آپ کے خلاف دائر ہوگئے۔ آپ کو اپنے کارندوں پر بہت بھروسہ تھا۔ اس لئے حساب کتاب کے معاملہ میں ہمیشہ یہی فرمایا کرتے کہ ہم نے حساب کیا لینا ہے۔ ہر شخص کو خدا تعالیٰ کا خوف رکھنا چاہئے۔ ایمانداری سے کام کرنا چاہئے۔ لیکن جب مقدمات دائر ہوگئے تو وہ لوگ جو ایماندار نہ تھے۔ جو سرمایہ ان کے ہاتھوں میں تھا اسے خرد برد کر گئے۔ چونکہ آپ سائلوں کو رد کرنے کی بجائے اپنے نام پر انہیں قرض دلاتے رہے۔ اس لئے آپ زیادہ ہی زیر بار ہوتے گئے۔

غیر معمولی صبر واستقلال:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ الَّذِيْنَ اِذَا اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ کہ مردمومن کی علامت یہ ہے کہ ابتلاؤں کے دور میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے اور اس کی استقامت کا ثمرہ اسے اللہ تعالیٰ کی برکات اور رحمت کے رنگ میں حاصل ہوتا ہے۔ اخویم خواجہ محمد اسماعیل

صاحب درویش کا بیان ہے کہ سیٹھ صاحبؓ کو کاروبار میں اتنا شدید نقصان پہنچا تھا کہ بالعموم ایسے صدمہ کی برداشت نہ لاکرتا جر خودکشی کرلیا کرتے ہیں۔ یا حرکت قلب بند ہوکر موت واقع ہوجاتی ہے۔ لیکن میں نے آپ کو ان ایام میں دیکھا کہ آپ پر اس نقصان عظیم کا کوئی خاص اثر معلوم نہ ہوتا تھا۔ سیٹھ صاحب نے ثابت قدمی کا شیوہ اختیار کئے رکھا۔ اور ہمیشہ فرماتے تھے کہ ہماری کچھ غلطیاں ہمارے نامۂ اعمال میں ہونگی۔ اس لئے یہ آزمائش پیش آئی۔ آپ آستانہ الٰہی پر جھکے رہے اور بمطابق وعدہ اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْ رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا۔ آپؓ پر ملائکہ کا نزول ہوا۔ بشارات ملیں اور آپ کی طبیعت میں ایک سکون اور اطمینان ودیعت ہوا اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ کو صبر واستقامت کی وہ طاقت عطا ہوئی کہ جس کے سامنے مصائب کے پہاڑ ٹل جائیں۔

فرماتے تھے کہ جب آپ رنگون تجارت کے لئے چلے گئے اور یکدم تجارت میں لاکھوں روپے کا خسارہ ہوا۔ گھر کے لوگ اور ملازمین سارے پریشان تھے۔ ان دنوں ڈیڑھ لاکھ روپیہ کی مالیت کے بارہ دیوانی مقدمات آپ پر دائر ہو چکے تھے گھر سے فوری واپسی کے لئے تار آیا۔ آپ دعائیں کرتے ہوئے واپس لوٹے۔ جب جہاز مدراس کی گودی میں لنگر ڈال رہا تھا۔ تو آپ کی زبان پر بار بار لَاَغْلِبَنَّ لِاَمْرِیْ یا لَاَغْلِبَنَّ عَلٰی اَمْرِیْ کے الفاظ جاری ہوئے۔ چنانچہ آپ کو کامل اطمینان ہوگیا۔ اور جب آپ کے بیٹے شیخ عبدالحئی صاحب نے پریشان کُن حالات سنائے تو آپ نے اپنا الہام سنا کر تسلی دی۔

مخالفین سلسلہ نے یہ کہنا شروع کردیا تھا کہ چونکہ سیٹھ صاحب نے جھوٹے سلسلہ کی خاطر مال و دولت خرچ کی۔ اس لئے ان کا گھر برباد ہوگیا۔ شیخ حسنؓ اب ختم ہوا۔ اب اس کا زندہ رہنا مشکل ہے۔ چنانچہ ایک دفعہ جمعہ کے بعد آپ نے مسجد احمدیہ یادگیر میں کہا کہ میں دوستوں کو کچھ سنانا چاہتا ہوں۔ لوگ میرے خسارہ کو دیکھ کر ایسی باتیں کرتے ہیں۔ میں مسجد میں اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر بیان کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بار بار بتایا ہے کہ میں اس وقت تک نہیں مروں گا۔ جب تک کہ تجارت کی حالت پہلے جیسی نہ ہوجائے۔ آپ کو اللہ تعالیٰ پر حد درجہ یقین تھا۔ فرماتے کہ اللہ تعالیٰ مجھے ضائع نہیں کرے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان کیا ہی عمدہ ہے کہ اَلدُّنْيَا جِيْفَةٌ وَ طَالِبُهَا كِلَابٌ کہ دنیا مردار ہے اور اس کے طالب کتے ہیں۔ دنیا دار مال و منال اور حشمت و جاہ کے طالب ان کے حصول کے لئے جائز و ناجائز کی تمیز روا نہیں رکھتے اور اس وجہ سے کتے سے مشابہت رکھتے ہیں۔ معمولی فائدہ کی خاطر جھوٹ بول لینے اور معاہدہ توڑ دینے کو شیر مادر کی طرح حلال سمجھتے ہیں۔ اس ابتلاء میں آپ کے یہ اوصاف بھی اُجاگر ہوئے کہ باوجود وکلاء کی تلقین کے آپ نے جھوٹ بولنے سے انکار

کیا اور راستبازی اور راست گفتاری کا دامن نہ چھوڑا۔ جن صبر آزما حالات میں سے آپ کو گزرنا پڑا اس میں صداقت شعاری اور ایمان کی حفاظت بہت ہی مشکل امر تھا۔ آپ کے وصیت کے ریکارڈ میں مکرم سید بشارت احمد صاحب امیر جماعت ہائے حیدر آباد کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۹۳۰ء میں سیٹھ صاحب نے خسارہ کی وجہ سے دو لاکھ روپیہ قرض حاصل کرنے کی کوشش کی۔ ۱۹۳۴ء میں سیٹھ صاحب نے تحریر کیا کہ گذشتہ تین سال میں میرا تین لاکھ روپیہ کا نقصان ہوا ہے۔ ایک لاکھ روپیہ کاروبار میں لگا ہؤا ہے۔ اور اتنا ہی میرے ذمہ قرض ہے۔ اور ۱۹۳۶ء میں تحریر کیا کہ اب آمد دوصد روپیہ ماہوار بھی نہیں رہی۔ ۱۹۴۰ء میں آپ پر نوے ہزار روپے کے مقدمات دائر تھے۔ وکلاء کا خرچ علیحدہ صرف ساٹھ روپے آپ گھر کے اخراجات کے لئے لیتے تھے۔ کیونکہ گذشتہ سال کے کاروبار میں صرف دس ہزار روپیہ کی بچت ہوئی تھی جو رقوم مقدمات وغیرہ کے بالمقابل کچھ حیثیت نہ رکھتا تھا۔

ایک شخص نے آپ سے ایک تیل نکالنے کی مشین (Oil Mill) کا اکیس ہزار میں سودا کرلیا۔ مشین پون لاکھ کی مالیت کی تھی۔ سودے کا علم پا کر آپ کے بہی خواہوں کو بہت تکلیف ہوئی۔ ہزار سَر پٹخے۔ سودا فسخ کرنے کی متعدد اور قانوناً جائز راہیں بتلائیں۔ اور گو اس تباہ حالی میں چون ہزار روپے کا نقصان مزید آپ کو بربادی کے اتھاہ گڑھے میں گرا دینے اور آپ کو زندہ درگور کرنے کے مترادف تھا۔ لیکن آپ نے پورے سکون وانشراح سے کہا کہ میں زبان کر چکا ہوں۔ سودا ہو چکا۔ اللہ تعالیٰ کو جس کی مافی الصدور پر نظر ہوتی ہے۔ یہ ادا ایسی بھائی کہ اس نے اس قلیل رقم کو ہی بابرکت بنا دیا۔ آپ یہی قلیل رقم لے کر بہت سے مقامات پر مقدمات کرنے والوں کے پاس گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے قلوب پر ایسا تصرف کیا کہ انہوں نے رقومات متدعویہ سے کم رقوم لے کر مقدمات ختم کر دیئے۔ اس طرح اس قلیل رقم سے بارہ مقدمات نپٹ گئے۔ آپ کا بارہ سالہ صبر واستقلال بے ثمر نہ رہا۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے عمر دراز عطا کی اور وفات کا حادثہ اس وقت پیش آیا جبکہ نہ صرف مقدمات ختم اور قرضے بے باق ہو چکے تھے۔ بلکہ اپنے ورثا کے لئے بھی پریشانی کا کوئی سامان باقی نہ رہا تھا۔ کاروبار کی حالت اچھی ہو گئی تھی۔ علاوہ ازیں آپ نے اُن کے لئے کافی جائیداد ترکہ میں چھوڑی۔

قرآن مجید سے محبت اور اس کی اشاعت:

سیٹھ صاحب نے خواب دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قرآن مجید کی طرف اشارہ کر کے فرماتے ہیں اسے پڑھا کرو۔ نیز بیان کرتے تھے کہ ابتدائے قبول احمدیت میں مَیں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مسجد احمدیہ یادگیر کے چبوترے پر بلند آواز سے قرآن مجید کی تلاوت فرماتے دیکھا۔ میں ادب سے کھڑا تلاوت سنا کیا۔ حضورؐ کے تلاوت کے بعد میں نے جھک کر السلام علیکم کہا۔ حضورؐ نے وعلیکم السلام فرمایا۔ اور ایک

درخت کی طرف اشارہ کیا دیکھا کہ ہزاروں قرآن مجید جُزدانوں میں پڑے درخت پر جا بجا لٹک رہے ہیں۔ میر محمد سعید صاحبؓ نے تعبیر میں فرمایا کہ آپ کو قرآن مجید کی بار بار تلاوت اور اس کی اشاعت کی ہدایت ہوئی ہے۔ چنانچہ سیٹھ صاحبؓ نے خود قرآن مجید پڑھا۔ یادگیر میں مدرسہ احمدیہ کے ساتھ اک مدرسہ حفاظ قرآن جاری کیا۔ قرآن مجید حفظ کرنے والے بچوں کے لئے انعام و اکرام اور لباس و طعام کا آپ کی طرف سے انتظام تھا۔ دوسرے لوگوں کی ترغیب کے لئے آپ سارا قرآن ختم کرنے والے کو ایک سو روپیہ۔ نصف ختم کرنیوالے کو ساڑھے پچاس روپے اور چوتھائی ختم کرنیوالے کو سوا پچیس روپے انعام دیتے تھے۔ اس طرح قرآن مجید پڑھنا سیکھ لینے کے علاوہ لوگ وقتی امداد سے بھی فائدہ اٹھا لیتے تھے۔ آپ نے ہزاروں روپے کے قرآن مجید بھی مفت تقسیم کیئے۔

جذبہ تبلیغ:

احمدیت جیسی نعمت عظمیٰ کا دوسروں کو گرویدہ بنانے کے لئے آپؓ حد درجہ کوشاں رہتے۔ علماء سلسلہ کو بُلاتے۔ لٹریچر تقسیم کرتے اور مختلف طریقوں سے تبلیغ حق اور اعلاءِ کلمۃ اللہ کے لئے سَر توڑ کوشش کرتے۔ اسی جذبہ کے ماتحت آپ نے اپنے نام اور بہت سے تجارتی کاموں کے ساتھ احمدی اور احمدیہ کے الفاظ لگا رکھے تھے۔ اخویم سیٹھ محمد اعظم صاحب بیان کرتے ہیں کہ سیٹھ صاحبؓ نے مختلف مقامات پر اپنے کارخانے کھولے۔ جہاں کارخانہ کھولتے بیکار لوگ کام پر لگ جاتے۔ آپ انہیں تبلیغ کرتے۔ نمازیں پڑھاتے۔ اس طرح بہت سے لوگ احمدیت کی طرف رجوع کرتے اور بالآخر احمدی ہو جاتے۔ آپ تبلیغ کا کوئی موقعہ ہاتھ سے جانے نہ دیتے تھے۔ اگر سفر میں ہوتے تو مثلاً سٹیشن پر پہنچے ہیں۔ خواہ پندرہ منٹ ٹرین کی روانگی میں باقی ہیں تبلیغی گفتگو شروع کر دیتے۔ بالعموم اپنے ساتھی سے مخاطب ہوتے اور پوچھتے کہ بھئی! دنیا میں مصائب آ رہے ہیں اس کی کیا وجہ ہے۔ جب وہ کہتا کہ مجھے علم نہیں تو آپ اُسے مخاطب کر کے اس کی وجہ بتا کر بیان کرتے کہ ایسے اوقات میں انبیاء مبعوث ہوتے ہیں۔ اور اب بھی ایک نبی مبعوث ہوئے ہیں۔ آپؓ کا طریق بیان اس قدر موثر اور دلنشیں ہوتا تھا کہ پاس بیٹھے مسافر باتیں سننے کیلئے خود ہی آپ کے گرد جمع ہو جاتے۔ کبھی آپ اپنے ساتھی کو سلسلہ کا اخبار دے کر سنانے کو کہتے۔ اس طرح تبلیغ ہوتی۔ آپ ہزاروں روپے کے اخراجات برداشت کر کے کثرت سے لوگوں کو قادیان لے جاتے تھے۔ جن میں غیر احمدیوں کی بھی کافی تعداد ہوا کرتی تھی۔ چونکہ دکن میں دیہاتی طبقہ کو بالعموم تاڑی کے نشہ کی عادت ہے۔ اس لئے جب وہ لوگ قادیان کے دس پندرہ دن کے سفر کے بعد دکن پہنچتے تو نشہ کی عادت کی وجہ سے ان میں سے بعض سیدھے تاڑی کی دکان پر چلے جاتے۔ کئی دوست سیٹھ صاحب کو توجہ دلاتے کہ

ان لوگوں کا یہ حال ہے۔آپ ان کے لے جانے پر کیوں خواہ مخواہ روپیہ ضائع کرتے ہیں۔آپ ہر بات کا روشن پہلو لیتے تھے۔ مجھے خوب یاد ہے آپ فرماتے دیکھو یہ پہلے علانیہ نشہ کرتے تھے لیکن زیارت قادیان کے بعد پوشیدہ پینے لگے ہیں اور یہ بات صحیح بھی تھی۔ چنانچہ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آہستہ آہستہ ان لوگوں کی اصلاح ہوتی رہی۔اور ان کی اولادیں زیادہ اصلاح یافتہ ہوگئی ہیں اور ان میں سے کئی ایک نے احمدیت قبول کر لی ہے۔

ان مساعی حسنہ کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایک کثیر تعداد میں مسلم و غیر مسلم حلقہ بگوش احمدیت ہوئے۔آپ کی تبلیغ سے آپ کا سارا خاندان بھی احمدیت سے وابستہ ہوا۔مکرم شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی فرماتے ہیں:

''سیٹھ محمد غوث صاحب حضرت سیٹھ حسنؓ صاحب احمدی رضی اللہ عنہ کے چچازاد بھائی تھے۔

حضرت سیٹھ حسن احمدی اس خاندان کے سلسلہ احمدیہ کے آدم تھے۔'' ۴۲

آپ کے ذریعہ اقارب میں سے ذیل کے خاندان احمدی ہوئے۔سیٹھ محمد غوث صاحب۔ سگے بھائی سیٹھ محمد خواجہ صاحب۔* سیٹھ مومن حسین صاحب۔آپ کے برادر نسبتی سیٹھ محمد حسین صاحب چنت کنٹہ۔اسی طرح سیٹھ شیخ حسنؓ صاحب کے ذریعہ یادگیر۔چنت کنٹہ (ضلع محبوب نگر۔دکن) اوٹکور (ضلع محبوب نگر) کرنول (صوبہ مدراس) کی تمام جماعتیں آپ ہی کے ذریعہ احمدی ہوکر قائم ہوئیں۔ان کی نفری علی الترتیب پانصد۔ اسّی۔بیس اور بارہ افراد پر مشتمل ہے۔ ۱۹۲۸ء میں مکرم سیٹھ عبداللہ الہ دین صاحب امیر جماعت سکندرآباد (دکن) نے سیٹھ صاحب مرحوم کے تصدیقی فارم پر تحریر فرمایا کہ آپ ''اچھوت اقوام میں خاص طور پر تبلیغ کرتے ہیں۔''اور ۱۹۳۴ء میں مکرم سید بشارت احمد صاحب امیر جماعت ہائے دکن نے مرحوم کی وصیت کے تعلق میں تحریر فرمایا کہ ''اپنے اثر اور نمونہ کے لحاظ سے حیدرآباد دکن کے مختلف مواضعات اور اضلاع میں کم از کم ایک سو اشخاص کو موصی نے احمدی کر لیا۔''

سیٹھ محمد غوث صاحب کو احمدی بنالینا ہی ایک ایسا بڑا کارنامہ ہے۔جو سیٹھ شیخ حسنؓ صاحب کو زندہ جاوید رکھنے کیلئے کافی ہے۔سیٹھ محمد غوث صاحب سلیم فطرت، بلند ہمت، جفاکش، مستقل مزاج اور خوددار تھے۔آپ صحابہ کی خوش قسمتی پر انتہائی رشک اور اپنی محرومی کا غیر محدود احساس رکھتے تھے۔اہل بیت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

---

* بیعت سیٹھ محمد غوثؓ صاحب ۱۹۱۲ء وفات ۲۸/فروری ۱۹۴۷ء۔بیعت سیٹھ محمد خواجہ صاحب ۱۹۱۲ء وفات ۱۹۳۶ء مؤخر الذکر کے قادیان کی زیارت کیلئے آنے کا ذکر الفضل جلد ا نمبر ۷ (صفحہ ا کالم ۳) بابت ۳۰ جولائی ۱۹۱۳ء میں پایا جاتا ہے۔آپ کی وفات پر حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ نے سیٹھ شفیع حسن صاحب کو جو تعزیتی مکتوب ارسال کیا۔دوسری جگہ درج کیا گیا ہے۔(مؤلف)

سے محبت کا جذبہ بے پایاں رکھنے والے بزرگ تھے۔ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ آپ کے متعلق فرماتے ہیں:

''اس وقت میں جن کی لڑکی کے نکاح کا اعلان کرنے والا ہوں۔ وہ حیدر آباد کے رہنے والے سیٹھ محمد غوث ہیں۔ وہ بھی ان مخلصین سے ہیں جن کا دل خدمت سلسلہ کے لئے گداز ہے اور اس کا بہت ہی احساس رکھتے ہیں۔ تھے تو وہ پہلے سے احمدی مگر میرے ساتھ ان کی واقفیت جو ہوئی تو وہ حج کو جاتے ہوئے ۱۹۱۲ء میں ہوئی تھی۔ (یہ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کا زمانہ تھا اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز ان ایام میں احد من الناس تھے۔ گو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لخت جگر ہونے کی وجہ سے ان کا مقام الگ تھا۔ لیکن سیٹھ صاحب کا ان ایام میں تعلقات کا بڑھانا اسی جذبہ کا نتیجہ تھا جو حب اہل بیت کا تھا۔ عرفانی کبیر) شاید ان کو علم ہو کہ میں جا رہا ہوں یا شاید وہ تجارت کے سلسلہ میں وہاں آئے ہوئے تھے۔ بہر حال ان سے میری پہلی ملاقات وہاں ہوئی۔ اور پھر ایسے تعلقات قائم ہو گئے کہ گویا واحد گھر کی صورت پیدا ہو گئی۔ مستورات کے بھی آپس میں تعلقات ہو گئے۔ حج کے موقعہ پر عبدالحی عرب بھی میرے ساتھ تھے۔ وہاں سے روانگی کے وقت سیٹھ صاحب نے ان کو بعض چیزیں دیں۔ جن میں ایک گلاس بھی تھا۔ وہ انہوں نے عبدالحی صاحب کو یہ کہہ کر دیا تھا کہ جب آپ اس میں پانی پئیں گے تو میں یاد آ جاؤں گا اور اس طرح آپ میرے لئے دعا کی تحریک کر سکیں گے۔ غرض سیٹھ صاحب حیدر آباد کے نہایت مخلص لوگوں میں سے ہیں۔ چندہ کی فراہمی کے لحاظ سے جماعت میں اتفاق و اتحاد قائم رکھنے کے لحاظ سے انہوں نے بہت اچھا کام کیا ہے۔ اور بغیر اس کے کہ کوئی وقفہ پڑا ہو۔ کیا ہے۔ اور ان کے اخلاص کا ہی نتیجہ ہے .... کہ ان کے بڑے لڑکے محمد اعظم صاحب میں ایسا اخلاص ہے جو کم نوجوانوں میں ہوتا ہے۔ تبلیغ اور تربیت کی طرف انہیں خاص توجہ ہے۔ میں نے دیکھا ہے ریاستوں میں تبلیغ کرنے سے لوگ عام طور پر ڈرتے ہیں اور کوئی بات ہو بھی تو کوشش کرتے ہیں کہ بڑے بڑے لوگوں کو اس کی اطلاع نہ ہو سکے۔ مگر میں نے دیکھا ہے محمد اعظم صاحب کو شوق ہے کہ ریاست میں کھلی تبلیغ اور اشاعت کی جائے اور اس کے متعلق وہ مجھ سے بھی مشورے لیتے رہتے ہیں۔

''دوسرے لڑکے معین الدین ہیں وہ بھی بہت اخلاص سے سلسلہ کے کاموں میں حصہ لیتے ہیں اور خدام الاحمدیہ کی تحریک میں بہت جدوجہد کرتے ہیں۔ ہاتھ سے کام کرنے کی تحریک کو مقبول بنانے کا بھی انہیں شوق ہے۔ لڑکیوں میں سے ان کی بڑی لڑکیوں کے تعلقات امتہ الحی مرحومہ کے ساتھ تھے۔ پھر ان کی چھوٹی لڑکی خلیل * کے ساتھ بیاہی گئی جو تحریک جدید کا مجاہد ہے۔ اس لڑکی کے امتہ القیوم کے ساتھ بہنوں جیسے تعلقات ہیں۔ اور شروع سے اب تک اس خاندان نے ایسے اخلاص کے ساتھ تعلق قائم رکھا اور اسے نباھا ہے۔

''سیٹھ صاحب کا خاندان ایک مخلص خاندان ہے۔ ان کی مستورات کے ہمارے خاندان کی مستورات سے ان کی لڑکیوں کے میری لڑکیوں سے اور ان کے اور ان کے لڑکوں کے میرے ساتھ ایسے مخلصانہ تعلقات ہیں کہ گویا خانہ واحد کا معاملہ ہے۔ ہم ان سے اور وہ ہم سے بے تکلف ہیں اور ایک دوسرے کی شادی وغمی کو اسی طرح محسوس کرتے ہیں جیسے اپنے خاندان کی شادی وغمی کو'' ۵

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے سیدہ ام طاہر رضی اللہ عنہا کے حالات ''میری مریم'' کے زیرعنوان شائع ہوئے تھے۔ سیدہ ممدوحہ کی لمبی بیماری میں تیمارداری کرنیوالوں کا ذکر اور ان کے لئے دعا کرتے ہوئے حضور رقم فرماتے ہیں:

''سیٹھ محمد غوث صاحب حیدرآبادی کے خاندان نے اخلاص کا ایسا بے نظیر نمونہ دکھایا کہ حقیقی بھائیوں میں بھی اس کی مثال کم ملتی ہے۔ حیدرآباد جیسے دور دراز مقام سے پہلے ان کی بہو اور بیٹیاں دیر تک قادیان رہیں اور بار بار لاہور جا کر خبر پوچھتی رہیں۔ آخر جب وہ وطن واپس گئیں تو عزیزم سیٹھ محمد اعظم اپنا کاروبار چھوڑ کر حیدرآباد سے لاہور آ بیٹھے اور مرحومہ کی وفات کے عرصہ بعد واپس گئے۔'' ۶

گو سیٹھ محمد غوث صاحب صحابی نہ تھے لیکن ان کے اخلاص کی وجہ سے حضور نے انہیں قطعہ صحابہ میں دفن کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی جس پر انہیں اس قطعہ میں جلسہ سالانہ کے ایام میں ۲۹/۱۲/۵۰ کو دفن کیا گیا۔

سو سیٹھ محمد غوث صاحب جس درجہ کے احمدیت کے فدائی تھے۔ اس کے اظہار سے یہ مقصود ہے کہ آپ بھی سیٹھ شیخ حسن رضی اللہ عنہ صاحب کے ذریعہ نور احمدیت سے منور ہوئے تھے اور یہ امر مؤخر الذکر کیلئے کم فخر کا موجب نہیں۔

---

* خلیل احمد صاحب ناصر مبلغ امریکہ مراد ہیں۔

غرباء پروری:

اللہ تعالیٰ نے آپ کو امارت و تمول بخشنے کے ساتھ ہی حد درجہ فیاض دل عطا کیا تھا۔ آپ اپنے اسلامی نمونہ سے امیر و غریب کے امتیاز کو مٹاتے تھے۔ غرباء یتامیٰ اور بیوگان کی اپنے گھر میں عزیزوں کی طرح پرورش کرتے اور انہیں کبھی خادم خیال نہ کرتے۔ صدقہ و خیرات بلا تمیز مذہب و ملت کرتے۔ کسی کے سوال کو رَدّ کرنا جانتے ہی نہ تھے۔ آپ نے جذامیوں (کوڑھیوں) کے ایک پورے خاندان کی ان سب کی وفات تک پرورش کی۔ آپ کی ہمیشہ یہ کوشش رہتی تھی کہ غرباء ترقی کریں اور اپنے پاؤں پر کھڑے ہوں۔ آپ نے کئی خاندانوں کو اپنی طرف سے روپیہ دیدیا تا کہ مال بنائیں اور منڈی میں بھیجیں اور آہستہ آہستہ رقم ادا کرتے اور ترقی کرتے جائیں۔ چنانچہ اس طرح آپ نے کئی سو خاندانوں کو اپنے پاؤں پر کھڑا کر دیا۔ جن میں سے کئی ایک کا کام آپ کے برابر ہے۔ اگر آپ کے کارخانہ کے منتظم کسی وجہ سے کسی شخص کو کام سے الگ کر دیتے اور وہ آپ کے پاس شکایت لاتا اور آپ اس معاملہ میں دخل نہ دینا چاہتے تو اس کی بے روزگاری دور کرنے کے لئے کوئی اور راہ سوچتے۔ یا اس کے لئے روزگار مہیا ہونے کے لئے دعا کرتے۔ ایک دفعہ آپ نے یادگیر کے تمام جولاہوں کو جمع کر کے نصیحت کی کہ آئندہ تمہارا یہ کام نہ چل سکے گا۔ اس لئے ابھی سے یہ کام ترک کر کے کوئی اور کام شروع کر دو۔ چنانچہ خدا کا کرنا کیا ہوا کہ اس کے بعد ان کا کام بند ہو گیا۔ جنہوں نے آپ کی نصیحت پر عمل کر کے کوئی اور کام شروع کر دیا تھا بہت فائدہ میں رہے۔ اور دوسروں کو تکلیف اٹھانا پڑی۔ آپ نے سینکڑوں مسلم اور غیر مسلم لوگوں کی اپنے خرچ پر شادیاں کرائیں۔ سینکڑوں مقروضوں نے آپ کو روپیہ واپس نہیں کیا۔ کبھی کسی سے قرض کی واپسی کا مطالبہ نہ کرتے۔ بلکہ ذکر تک نہ کرتے۔ اور جب آپ کو توجہ دلائی جاتی تو فرماتے کہ اگر ان غرباء کے پاس روپیہ ہوتا تو خود ہی لا کر دے دیتے۔ مطالبہ کی ضرورت نہیں۔ ان کی قرض کی دستاویزات جلا دی جائیں۔ ایسے کاموں پر آپ نے دو لاکھ کے قریب روپیہ خرچ کیا۔ آپ ہمیشہ ٹانگہ وغیرہ والوں کو حق سے زیادہ رقم دیتے۔ اگر اس کا بچہ ساتھ ہوتا تو اسے بھی کچھ رقم دے دیتے۔ جنہوں نے کاروبار کے سلسلہ میں آپ کو روپیہ ادا کرنا ہوتا اگر انہیں مہلت درکار ہوتی تو مہلت دے دیتے۔

ایک غیر مسلم پٹواری سے آپ نے باغیچہ بیع لے کر رجسٹری کرالیا۔ کچھ عرصہ بعد وہ فوت ہو گیا۔ اس کی بیوہ اور بچوں اور بھائی کے کہنے پر آپ نے باغیچہ مفت میں واپس کر دیا۔ چونکہ آپ نرم طبع تھے اس لئے جو کوئی سوال کرتا امداد حاصل کر لیتا۔ ایک شخص جواب تحصیلدار ہے۔ ایک روز کہنے لگا سیٹھ صاحب لوگ آپ کو دھوکہ دے کر روپیہ لے جاتے ہیں۔ ہنس کر فرمانے لگے کہ شکر ہے میں کسی کو دھوکہ نہیں دیتا۔ اسی شخص نے شدید ضرورت

بتا کرایک ہزارروپیہ آپ سے قرض لیا جوسترہ سال گذرنے پر اب تک ادانہیں کیا۔آپ اپنے کاریگروں کوقرض دے دیتے تھے۔جوطریق قرض دینے کا تھا وہ اس واقعہ سے ظاہر ہے کہ ایک دفعہ ایک کاریگر کے گھر گئے۔مکان تنگ پایا۔اسے کہا کہ مجھ سے قرض لے کر مکان کو وسیع کرلو۔کہنے لگا کہ قرض کی ادائیگی مشکل امر ہے۔فرمایا کہ ایسے وقت ہمیشہ نہیں آتے تم قرض تو لے لوادائیگی کا قصہ بعد میں دیکھا جائیگا۔آپ سینکڑوں روپے ماہوار خفیہ خیرات کرتے تھے۔اور ماہ رمضان المبارک میں خصوصاً زیادہ خیرات کرتے تھے۔اس خفیہ خیرات کا کسی کوبھی علم نہ ہوتا تھا۔آپ کی وفات کے بعدان لوگوں کے وظائف رکے اورانہوں نے مطالبہ کیا تب اس بات کا علم ہوا کہ شولاپورتک کے مسلم وغیرمسلم آپ سے وظائف پاتے تھے۔چنانچہ سیٹھ عبدالحیٔ صاحب نے بھی یہ وظائف جاری کردیئے۔

اخویم سیٹھ محمد اعظم صاحب بیان کرتے ہیں کہ سیٹھ صاحب ہمیشہ پوشیدہ طور پر امداد دیتے تھے۔آپ کا طریق یہ تھا کہ مثلاً کوئی محتاج آیا اس نے کہا کہ میری لڑکی کی شادی ہونے والی ہے۔روپیہ نہیں۔تو آپ کوئی جواب نہ دیتے اور جب وہ واپس جانے لگتا تو کہتے کہ کل صبح کوسیر کو جاؤں گا میرے ساتھ چلنا۔رات کونوکر کے ذریعہ کچھ روپیہ منگوا کر جیب میں رکھ لیا کرتے۔اورمعمول کے طور پر جب صبح اپنے باغ تک جاتے جوایک میل کے فاصلہ پرواقعہ ہے تواس شخص کوساتھ لیتے اور بالکل علیٰحدگی میں اسے رقم دے دیتے۔لوگوں کی امداد کرنے کے لئے اس حد تک طبیعت میں فیاضی تھی کہ کبھی کسی کوخالی واپس نہ کرتے۔فیاضی کا اس امر سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ میرے ملازم کو جوموٹر صاف کیا کرتا تھا۔اورجس کی تنخواہ صرف پچیس روپیہ ماہوار تھی یعنی تین صدروپیہ سالانہ۔اس کومیرے ہاں ملازم ہونے سے پہلے سیٹھ صاحب نے دوہزارروپیہ قرضہ دیا تھا جواس کی قریباً چارسال کی تنخواہ کے برابر تھا۔بھلا ایسے شخص سے وصولی کی توقع کیونکر ہوسکتی تھی۔جب کاروبار میں نقصان ہؤا تو بہت زیادہ زیربار ہوجانے کی ایک وجہ یہ بھی ہوئی کہ سائل بدستور آتے۔آپ کہتے کہ اب تو میرے پاس روپیہ نہیں تو وہ اپنی ضروریات بیان کرکے کہتے کہ آپ فلاں شخص کے نام چٹھی لکھ دیں ہم اس سے رقم حاصل کرلیں گے۔چنانچہ آپ بعض متمول آدمیوں کے نام لکھ دیتے کہ آپ کے حساب میں انہیں قرض دے دیں۔سوکاروباری حالت میں ضعف آنے کے ساتھ ساتھ ایسا قرض بھی بڑھتا گیا۔لیکن آپ کی طبیعت ایسی واقع ہوئی تھی کہ گھبراہٹ نام تک کو نہ ہوتی۔چنانچہ یہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل ہؤا کہ آپ کواللہ تعالیٰ نے سوبرس کی لمبی عمرعطا کی اوراس وقت تک وفات نہ دی جب تک کہ قرضوں کی ایک ایک پائی سے سبکدوش نہ ہوگئے۔آپ کی حد درجہ کی فیاضی کی وجہ سے مشہور تھا کہ لوگوں کو پیسے دے کر احمدی بناتے ہیں۔لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ بہت سے لوگ یہ طریق اختیار کرتے تھے

کہ آپ کے پاس آئے دو ایک روز آپ کے ہمراہ نمازیں پڑھیں۔ پھر اپنی حاجت پیش کر دی اور پانچ سو چار سو روپیہ لے لیا۔ بعض لوگ آپ سے کہتے بھی کہ یہ دکھاوے کیلئے نمازیں پڑھنے آئے ہیں۔ لیکن آپ کہتے کہ ہمیں کیا علم کہ اُن کی کیا نیت ہے۔

رفاہ عامہ کا کام:

آپ کو جس رفاہ عام کے کام کا موقع ملا اس سے دریغ نہیں کیا۔ آپ کے کارخانے مہمان خانہ کا کام بھی دیتے تھے۔ آپ نے مسجد احمدیہ یادگیر کے قریب احمدیہ مہمان خانہ بھی تعمیر کیا۔ آپ کا دستر خوان بہت وسیع ہوتا تھا۔ تمام مہمانوں کو خوش آمدید کہی جاتی تھی۔ یادگیر میں آپ نے عرصہ تک ایک احمدیہ دواخانہ انگریزی اور ایک احمدیہ دواخانہ یونانی قائم کر رکھے تھے۔ گھروں پر بیمارں کو دیکھنا ادویہ علاج سب کچھ بلا لحاظ مذہب وملت مفت ہوتا تھا۔ بسا اوقات سرکاری ہسپتال والے بھی احمدیہ دواخانہ انگریزی سے جن ادویہ کی ضرورت پڑتی مفت منگوا لیتے تھے۔ ڈاکٹروں' اطباء' عملہ اور ادویہ وغیرہ کے جملہ اخراجات سیٹھ صاحبؓ برداشت کرتے تھے۔ مولوی عبد القادر صاحب فرائضی احمدی سے بہت سی کتب' طب' عربی صرف ونحو' دینیات اور عقائد پر تصنیف کرا کے سیٹھ صاحب نے اپنے خرچ پر شائع کیں۔ ایک دفعہ قحط کی وجہ سے عوام کو بہت تکلیف تھی۔ آپ نے پانی کی قلت کے دور کرنے کیلئے اپنے باغ کا انجن اکھڑوا کر بستی کے باہر تالاب کے پاس لگوا دیا اور تین ماہ تک اپنے خرچ پر اُسے چلایا۔ بلکہ چلانیوالے کے اخراجات بھی خود ادا کئے۔ اس طرح عوام کی پانی کی تکلیف دور ہوئی۔ اور انہیں بروقت پانی میسر آتا رہا۔ کئی جگہ آپ نے باؤلیاں بنوائیں۔ سرکاری مدرسہ یادگیر کو ایک بیش بہا زمین عطیہ دی جو اب کھیل کے میدان کے طور پر استعمال ہوتی ہے۔

سادگی اور انکساری:

آپ کو اللہ تعالیٰ نے فطرتاً ایسی انکساری بخشی تھی کہ کبھی بھی آپ کے اعمال وافعال اور حرکات وسکنات سے نہ اہلی اور نہ غیر اہلی زندگی میں کوئی شخص یہ سمجھ سکتا تھا کہ آپ لکھ پتی سیٹھ ہیں۔ راقم کو بھی بیس بائیس برس قبل ایک بار قادیان میں آپ کو دیکھنے کا موقعہ ملا۔ میں نے آپ کو ایسا ہی سادہ پایا۔ آپ تمول سے پیدا ہونے والی عادات واطوار سے فطرتاً کوسوں دور تھے۔ تصنع' تکلف' تعیش اور نخوت وغرور آپ کے قریب تک پھٹکنے نہ پائے تھے اور آپ اپنے خاندان کو بھی ان سے احتراز کی تلقین فرماتے تھے۔ لباس' بود وباش اور اطوار حد درجہ سادہ' خادم بیمار ہؤ ایا موجود نہ ہؤ ا تو بازار سے سودا سلف خود خرید لائے۔ یادگیر سے بیس پچیس میل تک کا سفر بنڈی (چھکڑے) پر کرتے جس کا اُن علاقوں میں رواج ہے۔ غذا بھی سادہ۔ دو وقت روٹی کھاتے وبس۔ زبان نہایت شیریں۔ طرز

تکلم دلفریب۔ متین وسنجیدہ غریبوں کے شیدائی۔ ہر خورد وکلاں اور ادنیٰ واعلیٰ ہر لمحہ آپ سے بات چیت کرنے اور اپنے دل کی گہرائیوں میں آپ کی بے غرضانہ محبت کو جگہ دینے کے لئے آمادہ ہو جاتا اور آپ بھی عملاً ہر ایک سے ایسا ہی سلوک کرتے گویا کہ آپ کا سگا بھائی ہے۔ اخویم خواجہ محمد اسماعیل صاحب درویش بیان کرتے ہیں کہ ۱۹۲۶ء میں مجھے یادگیر جانے کا موقعہ ملا۔ سیٹھ صاحب کو از حد سادہ۔ متواضع، ملنسار اور خلیق پایا۔ آپ کی ملاقات، مہمان نوازی اور پر تپاک حسن سلوک سے یوں محسوس ہوتا تھا کہ میری آپ سے برسوں کی ملاقات اور پرانی واقفیت ہے۔ اور میں غیر جگہ نہیں بلکہ اپنے ہی گھر میں ہوں۔

اخویم سیٹھ محمد اعظم صاحب بیان کرتے ہیں کہ آپ نام ونمود سے کوسوں دور بھاگتے تھے۔ آپ کی طبیعت کی ایسی افتاد کا اظہار اس واقعہ سے ہوگا کہ میری ہمشیرہ کی شادی تھی آپ کی اہلیہ محترمہ رسول بی صاحبہ جو ہماری تائی بھی ہیں اور خالہ بھی۔ شادی پر آنے لگیں تو سیٹھ صاحب سے ہدیہ دینے کے لئے رقم لینا چاہی۔ لیکن آپ نے نہ دی۔ خالہ جان دل گرفتہ ہوئیں کہ لوگ کیا خیال کریں گے کہ اتنے بڑے سیٹھ کی بیوی اپنی بھانجی کی شادی پر خالی ہاتھ آئی ہیں۔ غرض شادی ہو چکی اور شادی پر آنے والے واپس جا چکے تو دو تین روز بعد آپ ہمارے ہاں آئے اور پندرہ تولے سونا بطور تحفہ دے گئے۔

طبیعت میں نرمی:

آپ نرم طبع آقا تھے۔ ایک دفعہ ایک خادمہ نے چاول چُرالئے، کہنے لگے اسے اور دے دو۔ ایک دفعہ آپ نے خواب دیکھا کہ آپ کے ہاتھ میں لفافہ دیا گیا لیکن وہ خالی نکلا اس میں رقم نہیں۔ چنانچہ یادگیر سے چنت کنٹہ پانصد کا بیمہ پہنچا جو خالی نکلا اس میں رقم موجود نہ تھی۔ سرکاری طور پر تحقیقات شروع ہوئی۔ سیٹھ صاحب نے اپنی طبعی حسن ظنی کی بناء پر کہا کہ میرے کارندے دیانتدار ہیں۔ سرکاری تحقیقات میں انہی کارندوں کی شرارت بپایۂ ثبوت پہنچی۔ سیٹھ صاحب کے ایک تیس سالہ ملازم امیر علی نے تلبیسِ نشان تجارت کی جھوٹی کارروائی عدالت میں کی۔ عدالت نے آپ کو بری کر دیا۔ ہائی کورٹ نے آپ کو ہرجانہ کا مستحق قرار دیا۔ لیکن آپ نے معاملہ خدا پر چھوڑ دیا اور ہرجانہ وصول کرنا پسند نہ کیا۔ آپ کا نہ صرف انسانوں سے مشفقانہ سلوک تھا بلکہ حیوانوں سے بھی ایسا ہی سلوک تھا۔ ان کے متعلق یہ خیال رکھنے کی تاکید کرتے کہ بھُوکے نہ رہیں ورنہ ہم قیامت کو قابل مواخذہ ہونگے۔

طبیعت میں دلیری اور غیوری:

باوجود طبیعت میں حد درجہ کے انکسار اور نرمی کے اور اسلامی سادگی رکھنے کے آپ نڈر، دلیر طبع اور غیور بزرگ تھے۔ اخویم سیٹھ محمد اعظم صاحب ذکر کرتے ہیں کہ ایک دفعہ اعلیٰ حضرت نظام دکن گلبرگہ آنے والے تھے

اور ریاست کا قدیمی طریق تھا کہ جہاں وہ جائیں اُمراء نذرانہ پیش کریں۔ کلکٹر کے کہنے پر سیٹھ صاحبؓ بھی پہنچے۔ پہلے تو کلکٹر اس بات پر حیران ہؤا کہ آپ بالکل ہی سادہ لباس میں جس کے آپ عادی تھے چلے آئے ہیں اور یہ لباس دربار کے شایان شان نہ تھا۔ وقت تنگ تھا اس لئے وہ کچھ کہہ نہ سکا۔ البتہ کورنش (فرشی سلام) بجالانے کے آداب بتاتا رہا۔ آپ خاموش سنا کئے۔ کلکٹر نے اپنے پاس سے رومال بھی دیا اور بتایا کہ یوں رومال پر نذرانہ رکھ کر پیش کریں۔ ہؤا یہ کہ جب نذرانہ گذارنے کی آپ کی باری آئی تو آپ نے اسلامی طریق پر السلام علیکم کہا اور پوچھا کہ آپ کا مزاج کیسا ہے۔ سفر کیسے طے ہؤا؟ یہ دیکھ کر کلکٹر کا برا حال ہوا۔ کاٹو تو بدن میں لہو نہیں۔ کورنش بجالانا تو درکنار یہ کیا غضب ڈھایا کہ السلام علیکم کہہ دیا اور مزاج پوچھ لیا۔ جس کی جرأت ریاست کا بڑے سے بڑا آدمی بھی نہیں کرسکتا تھا۔ خیر نظام نے جواب دیا۔ سیٹھ صاحب نے بطور نذرانہ چالیس اشرفیاں پیش کیں۔ جو انہوں نے لے لیں۔ آپ نے نظام کے دریافت کرنے پر بتایا کہ میرا بیڑیوں کا کارخانہ ہے۔ نظام آپ سے گفتگو کرتے رہے۔ بہت خوش ہوئے اور کہا کہ کسی وقت حیدرآباد شہر آکر ملاقات کریں۔ جب سیٹھ صاحب کی مالی حالت سخت ابتر ہوگئی تو لوگوں نے مشورہ دیا کہ آپ نظام سے ملاقات کریں اور اپنی مالی تنگی کا ذکر کریں تو ممکن ہے سرکاری خزانہ سے امداد مل جائے۔ لیکن آپ کی غیور طبیعت نے اسے پسند نہ کیا اور فرمایا کہ میری مالی حالت اچھی ہوتی تو ملاقات میں حرج نہ تھا لیکن اس حالت میں مجھے ملاقات پسند نہیں۔

ایک غریب کو داماد بنالینا:

امیر لوگ شادی بیاہوں میں کیا نازنخرے نہیں کرتے۔ اول تو اپنی لڑکی کے رشتہ کے لئے اپنے سے زیادہ مالدار گھرانہ تلاش کرتے ہیں۔ اور اگر امیر رشتہ نہ ملے تو لمبے عرصہ تک لڑکی کو بٹھائے رکھ کر اس کی عمر اور اپنا ایمان ضائع کرتے ہیں۔ آپ نے اپنی ایک بیٹی کی شادی اخویم مولوی محمد اسماعیل صاحب سے کی جو کہ ایک غریب گھرانہ سے تعلق رکھتے تھے۔ اور جن کے والد آپ کے پاس ابتداء میں دو روپیہ پر ملازم ہوئے تھے۔ وہ بھلا کب توفیق رکھتے تھے کہ اپنے بیٹے کو تعلیم دلائیں۔ سیٹھ صاحب نے انہیں اعلیٰ تعلیم دلائی اور پھر انہیں شرف دامادی بخشا اور ایک اعلیٰ مثال قائم کردی۔

عبادت گذاری اور خوشی ءطبع:

آپ قُل اِنَّ صَلٰوتِي وَنُسُكِي الخ کثرت سے پڑھا کرتے تھے۔ جس میں حیات انسانی کا مقصد رب العٰلمین کی خوشنودی اور اس کا وصال بتایا گیا ہے آپ کثرت سے درود شریف پڑھتے تھے اور بیان کرتے تھے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے تھے کہ درود اور استغفار پڑھنے میں بہت برکت ہے۔

آپ کثرت سے درود اور استغفار پڑھا کریں۔آپ رات کو جلد سو جاتے اور تین ساڑھے تین بجے صبح اٹھ کر تہجد ادا کرتے پھر صبح تک نہ سوتے۔آپ کم گو لیکن نغز گو تھے۔بعض دفعہ کئی کئی ماہ تک مطلقاً خاموش رہتے۔متواتر کئی دنوں تک خاموش رہنے کا طریق آپ متعدد بار اختیار کرتے تھے۔آپ کی تقریر بھی صرف چند جملوں پر مشتمل ہوتی تھی۔

بزرگوں کی تکریم۔اقارب سے حسن سلوک:

نیک لوگ تمول کے باوجود منکسر المزاج رہتے ہیں اور بمطابق ہر کہ عارف تر است ترساں تر اور زیادہ انکسار دکھاتے ہیں۔جیسے پھلدار شاخ جتنی زیادہ پھل سے لدتی ہے اتنی زیادہ جھکتی ہے۔سیٹھ صاحبؓ بزرگوں کی تکریم کرتے اور اقارب سے حسن سلوک کرتے تھے۔بزرگان سلسلہ میں سے مولوی شیر علی صاحبؓ ، مولوی سید محمد سرور شاہ صاحبؓ مفتی محمد صادق صاحب، شیخ یعقوب علی صاحب، میر محمد سعید صاحب، سیٹھ عبداللہ الہ دین صاحب، سیٹھ محمد غوث صاحب اور نواب اکبر یار جنگ صاحب کو کثرت سے یاد کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ ہماری زندگیاں گذارنا کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ان بزرگوں کی زندگیوں کے مطابق زندگی ڈھالنا سعادتمندی ہے۔چونکہ میر محمد سعید صاحب کے ذریعہ آپ کو احمدیت کی سعادت نصیب ہوئی تھی۔اس لئے ان کی بہت قدر کرتے۔اور ان کی باتوں پر عمل پیرا ہوتے تھے۔

دولت کے نشہ میں لوگ صلہ رحمی کی بجائے قطع رحمی کرتے ہیں۔آپ دل و جان سے اقارب سے محبت کرتے۔ان کی شادی غمی اور ہر طرح کے کام کاج میں ان سے بڑھ کر حصہ لیتے جس مقام پر آپ کے اقارب سکونت پذیر ہوتے جب بھی وہاں جاتے اس وقت تک اس مقام سے واپس نہ ہوتے۔جب تک کہ اپنے تمام غریب اعزہ سے ملاقات نہ کریں۔ان کی خیریت پوچھتے اور دامے درمے سخنے مدد کرتے۔زیادہ تر دینی اور تربیتی باتیں کرتے اور خدمتِ دین زیادہ کرنے اور زندگیوں کو سادہ بنانے کی تاکید کرتے۔اخویم سیٹھ محمد اعظم صاحب بیان کرتے ہیں کہ آپؓ دورہ کرتے کرتے ہر پندرہ بیس روز کے بعد حیدرآباد شہر پہنچتے اور ہمیشہ ہمارے ہاں ہی قیام فرماتے تھے۔آپ تمام بچوں کو جمع کرتے۔قرآن مجید کی تلاوت اور نمازوں بالخصوص تہجد کی ادائیگی کی تلقین فرماتے اور دوسری مرتبہ جب آتے تو دریافت کرتے کہ اس پر کہاں تک عمل کیا گیا ہے۔گو شہر میں دوسرے رشتہ دار کافی دور دور رہتے تھے۔لیکن ان سے ملے بغیر واپس نہ جاتے تھے۔

خدماتِ سلسلہ:

اللہ تعالیٰ نے جس کثرت سے رزق دیا اُسی کثرت سے آپ نے اُسے بے دریغ اس کی راہ میں خرچ کیا۔آپ نے بہت سے بچے تعلیم کی خاطر قادیان میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عہد مبارک سے

خلافت ثانیہ تک بھجوائے۔ جس پر آپ نے نصف لاکھ کے قریب روپیہ خرچ کیا۔ چنانچہ اس امر کا ذکر کہ آپ ہزار ہا روپیہ ذاتی طور پر خرچ کر کے نادار طلبہ اور عزیز و اقارب کے بچوں کو قادیان میں تعلیم دلاتے ہیں اور یادگیر کی صدہا احمدی افراد کی جماعت کے ساتھ دامے درمے سخنے کام آتے ہیں مکرم سیٹھ عبداللہ الہ دین صاحب نے مرحوم کی وصیت کی تصدیق میں تحریر کیا ہے۔ عبدالکریم صاحب کو جن کے متعلق سگِ دیوانہ والا نشان ظاہر ہوا آپ ہی نے حضرت اقدسؑ کے زمانہ میں تعلیم کے لئے اپنے خرچ پر قادیان بھیجا تھا۔ وہ آپ کی نسبتی بہن کے بیٹے تھے۔ اسی طرح آپ نے یادگیر میں ایک مدرسہ احمدیہ قائم کیا تھا جس کے جملہ اخراجات قریباً بارہ ہزار روپے سالانہ آپ برداشت کرتے تھے۔ اس مدرسہ میں غریب طالب علم بکثرت داخل تھے۔ فیس کسی طالب علم سے نہیں لی جاتی تھی۔ بلکہ ان کے جملہ اخراجات تعلیم اور ناداروں کے لباس کے اخراجات بھی آپ کے ذمہ تھے۔ اس طرح یہ غریب لوگ جو کسی صورت میں بھی اپنی غربت کی وجہ سے اپنے بچوں کو تعلیم نہیں دلا سکتے تھے۔ تعلیم پاتے تھے۔ وہاں سرکاری نصاب کے علاوہ دینی تعلیم قرآن مجید' حدیث شریف' فقہ اور کتب سلسلہ احمدیہ بھی نصاب میں شامل تھیں۔ بچوں کے اخلاق کی کڑی نگرانی ہوتی تھی اور اسلامی ماحول میں ان کی پرورش ہوتی تھی۔ اس مدرسہ کی نفری ایک وقت سات صد طالب علموں اور آٹھ اساتذہ تک پہنچ گئی تھی لیکن پھر مالی خسارہ کے باعث پندرہ سال کے بعد بند کرنا پڑا تھا۔ اب آپ کے ورثاء اسے از سر نو جاری کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اخویم سیٹھ محمد اعظم صاحب بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے مکرم مفتی محمد صادق صاحب سے سنا ہے کہ مسٹر اللطیفی (ریٹائرڈ ریونیو کمشنر پنجاب) نے جو کسی زمانہ میں ریاست حیدرآباد کے ناظم تعلیمات تھے۔ مفتی صاحب سے کہا کہ میں بسلسلہ دورہ یادگیر گیا ہوا تھا۔ وہاں میں نے ایک جگہ بچوں کا جمِ غفیر دیکھا۔ حیرانی سے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ سیٹھ شیخ حسن صاحبؓ کا قائم کردہ مدرسہ ہے۔ میں نے اس کا معائنہ کیا جس سے معلوم ہوا کہ اس میں سرکاری طور پر قائم کردہ مدرسہ سے زیادہ طالب علم تعلیم پاتے تھے۔ اور ان کا معیار تعلیم بھی سرکاری مدرسہ کے طالب علموں سے اعلیٰ تھا۔ طلبہ سے فیس نہیں لی جاتی تھی بلکہ کتب وغیرہ ضروریات بھی سیٹھ صاحب کی طرف سے پوری کی جاتی تھیں۔ جس جذبہ کے ماتحت سیٹھ صاحب نے مدرسہ قائم کیا تھا اور مفت تعلیم کا انتظام کیا تھا۔ اس کی مسٹر اللطیفی بڑی تعریف کرتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ اس مدرسہ کے معائنہ کے بعد سے میرے دل میں جماعت احمدیہ کی تنظیم کی بڑی قدر و منزلت ہے۔

سیٹھ صاحبؓ نے بچیوں کی تعلیم کے لئے ایک مدرسہ احمدیہ اناث بھی جاری کیا تھا۔ اس میں ابتداء میں آپ کی صاحبزادی محترمہ زہرہ بی صاحبہ تعلیم دیتی رہیں۔ پھر اور استانیاں بھی رکھ لی گئی تھیں۔ ایک وقت طالبات کی تعداد ستر تک پہنچ گئی تھی۔ مدرسہ کے دیگر جملہ اخراجات اور تمام طالبات کے تعلیمی اخراجات کے علاوہ ان میں

سے پچاس نادار بچیوں کے جملہ اخراجات آپ کے ذمہ تھے دنیوی تعلیم کیساتھ دینی تعلیم بھی دی جاتی تھی اور بچیوں کی نمازوں اور اخلاق کی سخت نگرانی کی جاتی تھی۔ یہ مدرسہ جو بعد میں سرکاری طور پر منظور ہو گیا تھا۔ دس سال تک جاری رہا۔

سیٹھ صاحب نے یادگیر میں ایک احمدیہ لائبریری بھی قائم کی تھی۔ جس میں مختلف علوم حدیث۔ فقہ سیرۃ وسوانح۔ تاریخ۔ سلسلہ احمدیہ۔ مناظرہ۔ مذاہب مختلفہ وغیرہ کی چار ہزار کتابیں رکھی گئی تھیں اور سلسلہ کے اخبارات کے علاوہ جاذبیت پیدا کرنے کے لئے دہلی' حیدرآباد وغیرہ کے اور اخبارات بھی منگوائے جاتے تھے۔ ممبران میں سے جو چاہتے ان کے مکانوں پر بھی کتب پہنچانے کا انتظام تھا۔ تعلقہ یادگیر میں یہ نرالی قسم کی لائبریری ہے۔ سیٹھ صاحبؓ اس پر تین ہزار روپیہ سالانہ صرف کرتے تھے اور اب بھی آپؓ کے ورثاء اس کے اخراجات کے ذمہ دار ہیں۔ دس گھنٹے روزانہ کھلتی ہے اور دن بدن ترقی پر ہے۔ سالانہ سات ہزار اشخاص اس سے مستفید ہوتے ہیں۔ غیر مسلموں کو وہاں مذہبی تحقیقات کا بھی موقع ملتا ہے۔ اس لائبریری کے قیام میں مکرم سیٹھ عبداللہ الہٰ دین صاحب نے بھی کافی مدد دی تھی۔ ؎

سیٹھ صاحبؓ نے پانچ ہزار روپے کے قرآن مجید تقسیم کئے۔ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کی تحریک تراجم القرآن میں پانچ ہزار روپیہ دیا۔ تعمیر مسجد احمدیہ یادگیر پر دس ہزار خرچ کیا۔ سلسلہ کی کتب چھپوانے مصنفین اور کتب فروشان سلسلہ کی امداد۔ منارۃ المسیح۔ تعمیر مسجد چنت کنٹہ۔ غیر احمدیوں کو زیارت قادیان کے لئے لانے وغیرہ پر آپ نے قریباً نصف لاکھ روپیہ خرچ کیا۔ فرماتے تھے کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ احمدیوں کی تدفین کے متعلق رکاوٹ پیدا ہوگی۔ اس لئے آپ نے اپنی اراضی میں سے کئی گھماؤں کے ایک قطعہ میں احمدیہ قبرستان قائم کر دیا۔ آپ نے یادگیر میں احمدیہ لیکچر ہال تعمیر کیا۔ اور وہاں جلسوں کا طریق رائج کیا۔ اس لئے یادگیر میں عورتوں اور مردوں کے ہفتہ وار اور ماہوار جلسے ہوتے ہیں اور چھیالیس سال سے سالانہ جلسے بھی ہو رہے ہیں۔ آپ علماء کو بھی بلاتے رہتے تھے۔ چنانچہ بزرگان سلسلہ میں سے مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب' مفتی محمد صادق صاحب' مولانا غلام رسول صاحب راجیکی' حافظ روشن علی صاحب' مولانا میر محمد سعید صاحب حیدرآبادی' شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی' مولوی عبدالرحیم صاحب کٹکی۔ سید بشارت احمد صاحب اور مولوی عبدالرحیم صاحب نیر کی آمد سے یادگیر مشرف ہو چکا ہے۔ ایسے مواقع پر آپ تواضع وغیرہ کا انتظام خود بہت اہتمام سے کرتے تھے۔ آپ نے اپنی اولاد کو بھی تاکید کی تھی کہ وہ ہمیشہ علماء کو بلاتے رہیں۔

چندہ کے متعلق رؤیا حضرت نانا جانؓ کی طرف سے ذکر خیر:

ایک دفعہ آپؓ نے رؤیا دیکھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لائے اور فرمایا ’سیٹھ صاحب چندہ‘ چنانچہ صبح ہی آپ نے مرکز کو چندہ روانہ کر دیا۔ایک دفعہ چندہ کی فراہمی کے سلسلہ میں حضرت نانا جان میر ناصر نواب صاحب رضی اللہ عنہ یادگیر تشریف لے گئے۔آپ نے اپنے منظوم سفر نامہ میں اس کا ذکر ذیل کے اشعار میں کیا ہے:

’’حیدر آباد سے چلی گاڑی ۔۔۔ وقت دوپہر آ گئی واڑی
دو بجے یادگیر میں پہنچے ۔۔۔ سیٹھ صاحب کے گھر میں جا اُترے
سیٹھ صاحب وہاں نہ تھے حاضر ۔۔۔ ایک دن بعد آگئے آخر
ان کو لے کر گیا میں تیمار پور ۔۔۔ راہ میں ہم رہے بہت مسرور
سیٹھ صاحب نے کی مری امداد ۔۔۔ مل گیا مجھ کو چندہ حسب مراد
پانچویں روز ہم وہاں سے چلے ۔۔۔ یادگیر میں شام کو پہنچے
سیٹھ صاحب نے کی مری نصرت ۔۔۔ اکٹروں پر وہ لے گئے سبقت
ان پہ اللہ کی عنایت ہو ۔۔۔ ان پہ مولا کی میرے رحمت ہو ؎

آپ کے اخلاص کا ذکر سلسلہ کے آرگن الفضل میں:

آپ کے متعلق الفضل زیرِ عنوان ڈائری بابت سفرِ ڈلہوزی رقمطراز ہے:

یادگیر کے سیٹھ صاحب:

جناب سیٹھ حسن صاحب یادگیر (حیدرآباد) سے اپنی وصیت کے متعلق حضور سے مشورہ لینے کے لئے اور مولانا مولوی سید سرور شاہ صاحب بحیثیت سیکرٹری مجلس کارپردازان مقبرہ بہشتی قادیان سے تشریف لائے۔ جناب سیٹھ صاحب نہایت مخلص اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پرانے صحابیوں میں سے ہیں۔خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے انہیں اخلاص کی نعمت کے ساتھ مالی وسعت بھی بخشی ہوئی ہے اور وہ خدا تعالیٰ کی راہ میں بہت کچھ خرچ بھی کرتے رہتے ہیں۔ پہاڑی سفر کی عادت نہ ہونے کی وجہ سے اگرچہ انہیں کسی حد تک تکلیف ہوئی۔مگر حضرت اقدسؑ سے گفتگو کرتے ہوئے کہا۔خدا کا شکر ہے۔حضور کے

صدقے یہ مقام دیکھ لیا۔

''ایک صاحب سید احمد صاحب کو اپنے ساتھ لاکر جناب سیٹھ صاحب موصوف نے حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی بیعت کرائی۔ جناب سیٹھ صاحب ایک سادگی پسند انسان ہیں اور بہت سادہ حالت میں رہتے ہیں۔لیکن خدا تعالیٰ نے آپ کو ایسا اعلیٰ دماغ دیا ہے کہ اپنے تجارتی کام میں نہایت کامیاب انسان ہیں اور ہماری جماعت میں غالباً سب سے بڑے تاجر ہیں۔ان کے خرچ پر تیس طالب علم مدرسہ احمدیہ میں تعلیم پا رہے ہیں۔جن میں سے ایک نے جن کا نام فضل الرحمٰن ہے اس سال مولوی فاضل کا امتحان دیا ہے۔'' 9

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ سے انتہائی محبت:

سیٹھ صاحب ہمیشہ فرماتے تھے کہ مجھے حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کی دعائیں لگی ہیں۔اور سب سے پہلے اور میں سب سے زیادہ حضور کی صحت اور روحانی ترقی کے لئے دعا کرتا ہوں۔حضور کی خدمت میں دعا کے لئے لکھتے رہتے اور دوسروں کو بھی تاکید کرتے رہتے تھے۔آپ کی عادت تھی کہ جب قادیان سے اخبار آتا یا پنجاب سے کوئی احمدی آتا تو حضور کی خیریت دریافت کرتے۔حضور کو کثرت سے یاد کرتے۔بوقت ملاقات زیادہ گفتگو نہ کرتے بلکہ خیریت پوچھ کر دعا کے لئے عرض کر کے خاموش ہو جاتے۔حضور بھی خاص محبین کی طرح آپ کو سلسلہ کی خدمات کے لئے خاص مواقع پر تحریک فرماتے۔حضور نے ۱۹۲۴ء میں جماعت کی تحریک اور مشورہ پر سفر یورپ اختیار فرمایا لیکن اس کا خرچ خود برداشت کیا۔اس بارہ میں حضور نے ایک مکتوب سیٹھ صاحب کے نام تحریر فرمایا۔جو سیٹھ صاحب کو ۱۲ ذیعقدہ ۱۳۴۲ھ کو موصول ہوا۔درج ذیل ہے:

''مکرمی سیٹھ صاحب

السلام علیکم۔آپ کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ ولایت میں ایک مذہبی کانفرنس ہونیوالی ہے اس موقع پر مجھے بھی انہوں نے دعوت دی ہے۔ میں نے فیصلہ سے پیشتر تمام احمدی جماعتوں سے مشورہ لیا تھا اور سب جماعتوں نے بہ شمولیت حیدر آباد مجھے جانے کا مشورہ دیا ہے۔سوائے گیارہ جماعتوں کے جو مخالف ہیں۔ میں نے بھی مذہبی کانفرنس کی خاطر نہیں بلکہ اس وجہ سے کہ مغربی ممالک کی تبلیغ کا تمام انتظام بغیر خود جا کر وہاں مشورہ کرنے کے نہیں ہوگا یہ فیصلہ کیا ہے کہ خود وہاں جا کر حالات کا مطالعہ کروں اور تین چار ماہ کے دورے سے آئندہ کی تبلیغ کے متعلق پورے مشورے سے ایک مکمل سکیم تجویز کروں۔ میں نے اپنی پہلی عادت

کے مطابق یہ بھی فیصلہ کیا ہے کہ گو جماعت ہائے احمدیہ کے مشورے اور انکی تحریک پر ہی جاتا ہوں اور تبلیغ کا یہ کام ہے مگر میں اپنی ذات کا بوجھ جماعت پر نہ ڈالوں اور اس کے لئے میں نے اپنی ایک جائیداد کو فروخت کرنے کے لئے کہا ہے مگر چونکہ اس کے فروخت ہونے میں کچھ دیر لگے گی۔ میں نے یہ تجویز سوچی ہے کہ چھ سات دوستوں سے کچھ رقم بطور قرض لے لوں اور پھر اس کو ادا کر دوں۔ آپ کو بھی اس خط کے ذریعہ سے تحریک کرتا ہوں کہ اگر آپ بھی ایک حصہ رقم کا بطور قرض دے سکیں تو ایک سال کے لئے جس قدر رقم بطور قرض دے سکیں مجھے بھیج دیں۔ انشاء اللہ ایک سال تک واپس ادا کر دونگا۔ کل خرچ کا اندازہ پانچ ہزار روپیہ کا ہے۔ بعض اور دوستوں سے بھی میں نے تحریک کی ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ قرض بھی آپ کے لئے موجب ثواب ہوگا۔ خاکسار

مرزا محمود احمد

حضور کے ذیل کے مکتوب سے معلوم ہوتا ہے کہ سیٹھ صاحب نے یہ رقم حضور کی خدمت میں پیش کر دی تھی:

مکرمی سیٹھ صاحب

السلام علیکم!

آپ کی طرف سے ایک ہزار روپیہ بطور قرض وصول ہوا۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔ میں انشاء اللہ تعالیٰ قادیان سے بارہ کو روانہ ہونگا اور خدا تعالیٰ کے فضل سے چودہ کی شام کو بمبئی پہنچونگا۔ وہاں صرف چند گھنٹے ٹھہرنے کے ملیں گے۔ خاکسار

مرزا محمود احمد

اس رقم کے متعلق حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کا ایک اور مکتوب درج ذیل ہے:

قادیان

۱۴ مئی ۱۹۲۴ء

مکرمی سیٹھ صاحب

السلام علیکم! پچھلے سال میں نے آپ سے ایک ہزار روپیہ قرض.................. لیا تھا۔ اس سال بوجہ میری دوسری بیوی کے فوت ہوجانے کے جن کی وصیت اور دوسرے حقوق ادا کرنے پڑے اور بوجہ اس کے کہ مجھے سلسلہ کے مفاد کو مدنظر رکھتے ہوئے ایک اور شادی

کرنی پڑی۔ اخراجات زیادہ ہوگئے ہیں۔ اس لئے مجھے یہ خط آپ کوتحریر کرنا پڑا ہے کہ ستمبر کے آخر تک معیاد ختم ہونی ہے اگر آپ کوکسی قسم کی تکلیف نہ ہوتو آپ اس معیاد کو فروری ۱۹۲۶ء تک بڑھا دیں اس طرح مجھے ادائیگی میں سہولت ہو جائیگی۔ لیکن اگر آپ کو ضرورت ہوتو بے شک بے تکلفی سے اطلاع دے دیں۔ میں انشاءاللہ کسی نہ کسی طرح روپیہ کا انتظام کر کے آپ کوروانہ کردونگا۔ خاکسار

مرزامحموداحمد

نوٹ: (الف) اس مکتوب پر سہواً ۱۹۲۴ء کی تاریخ درج ہوئی ہے۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی حرم محترم سیّدہ امتہ الحی بیگم صاحبہؓ ۱۹۲۴ء میں فوت ہوئیں اور حضور نے ۱۹۲۵ء میں سیدہ سارہ بیگم صاحبہؓ سے شادی کی۔ سو یہ مکتوب ۱۹۲۵ء کا ہے۔ (ب) انبیاء اور خلفاء امت کے لئے اسوہ حسنہ ہوتے ہیں اور ان مکتوبات سے حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کی سیرۃ کے کئی اعلیٰ پہلوؤں پر روشنی پڑتی ہے۔ اس لئے درج کر کے محفوظ کر دیئے گئے ہیں۔ حضور کی سیرت لکھنے والے دوست فائدہ اٹھا سکیں گے۔ انشاءاللہ (مؤلف)

اس رقم کی ادائیگی کے بارہ میں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے دو مکتوب درج ذیل ہیں:

مکتوب نمبر ۱

قادیان

۲۱ فروری ۱۹۲۶ء

مکرمی سیٹھ صاحب

السلام وعلیکم ! روپیہ کی ادائیگی کا وقت آچکا ہے۔ اور روپیہ کا انتظام اللہ تعالیٰ نے کر دیا ہے۔ اب آپ جس طرح کہیں روپیہ بھیج دیا جائے یا قادیان میں آپ کسی کو دلوانا چاہتے ہوں تو وہاں دے دیا جائے۔ حیدرآباد میں طاعون سے نہ معلوم یادگیر کا کیا حال ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ تمام احمدیوں کا حافظ و ناصر ہو۔ والسلام

خاکسار

مرزامحموداحمد

مکتوب 2

مکرمی سیٹھ صاحب

السلام وعلیکم! ہزار روپیہ آپ کی طرف سے مدرسئہ احمدیہ میں جو طالب علم پڑھتے ہیں ان کے نام درج کرادیا گیا ہے میں یہی آپ کا مطلب سمجھا تھا۔ آپ کے بھائی صاحب محمد خواجہ صاحب کی وفات کی اطلاع ہوئی اور بہت افسوس ہوا۔ افسوس کے صرف دو تین دن پہلے مجھے بیماری کی اطلاع ہوئی اس لئے دعا بھی اچھی طرح نہ ہوسکی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اور دوسرے متعلقین کو صبر جمیل عطا فرمائے اور ان کے ورثاء کو اپنی حفاظت میں رکھے۔ اور مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔ خاکسار

مرزا محمود احمد

اسی طرح حضور ایدہ اللہ نے ایک نوجوان کی قرض سے امداد کرنیکے لئے سیٹھ صاحب کو ذیل کے مکتوب کے ذریعہ تحریک فرمائی:

قادیان

۳۱ اکتوبر ۱۹۲۶ء

مکرمی سیٹھ صاحب

السلام علیکم! ایک احمدی نوجوان جن کو ایک اہم کام کے لئے جس میں جماعت کا بھی فائدہ ہے کچھ روپیہ کی ضرورت ہے۔ اس وقت خزانہ کی حالت ایسی ہے کہ وہاں سے بھی روپیہ نہیں دیا جاسکتا۔ میری اپنی حالت بھی ایسی نہیں کہ اس وقت میں روپیہ دے سکوں ...... انہوں نے میری ہدایت کے ماتحت ایک جگہ وکالت کا کام شروع کیا ہے جہاں اگر وہ کامیاب ہوئیں تو سلسلہ کو بہت تقویت ہوسکتی ہے۔ اپنے درمیانی عرصہ میں گذارہ کے لئے انہیں روپیہ کی ضرورت ہوگی۔ اگر آپ پانچ سو روپیہ اس شرط پر دے سکیں کہ ایک سال کے بعد 50 روپیہ ماہوار کرکے آپ کو واپس کردیا جائے تو روپیہ مہربانی کرکے میرے نام ارسال کردیں۔ کیونکہ وہ نوجوان نہایت ہی شرمیلا ہے اور میرے سوا کسی سے معاملہ نہیں کرنا چاہتا اس صورت میں آپ کا مقروض گویا میں ہی ہونگا۔ اگر پورا روپیہ نہ دے سکیں تو جس قدر روپیہ بھیج سکیں بھیج دیں۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر دیگا۔ والسلام

خاکسار

مرزا محمود احمد

ایڈریس۔مکرمی سیٹھ حسن صاحب احمدی
سوداگر بیڑی
یادگیر ریاست حیدرآباددکن

حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کو سیٹھ صاحب سے جو تعلق تھا۔ وہ مولوی عبدالرحیم صاحب نیّر کے ذیل کے مکتوب سے ظاہر ہے:

قادیان — اخویم مکرم سلکم اللہ تعالیٰ
۸/۹/۲۶ — السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

دھرم سالہ پہاڑ پر ایک دن گفتگو میں مجھ سے ایسا ذہول ہؤا کہ میں سمجھا کہ آپ انتقال فرما چکے ہیں۔اب عبدالحی کام کرتے ہیں۔ میں نے آپ کے ساتھ ''مرحوم'' کا لفظ بولا۔اس پر حضور نے تعجب کا اظہار فرمایا۔اور ایک صدمہ محسوس کیا۔اس کے بعد آپ کا منسلکہ کارڈ* آ گیا جس پر فرمایا اور لکھ کر بھیجا 'دیکھئے مُردے کس طرح زندہ ہوتے ہیں'۔ میں نے اس پر لکھ کر بھیجا 'الحمد اللہ مسیحا نفس اسے کہتے ہیں'۔ حضرت نے آپ کی صحت اور مشکلات کے حل کے لئے دعا فرمائی۔

آپ کے مجوزہ ہوائی جہاز کا وقت آ گیا ہے۔مومن کی تحریک ضائع نہیں ہوتی۔حضرت اب چاہتے ہیں کہ ہوائی جہاز احمدی خریدیں۔اللہ تعالیٰ سامان مہیا کریں گے۔** اصل کارڈ

---

* نقل کارڈ: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ **الیس اللّٰہ بکافٍ عبدہٗ** ۱۴اگست ۲۶ء

بخدمت عالی جناب سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ چہارشنبہ کے روز میری لڑکی کی زچگی ہوئی۔ بچہ فوت شدہ تھا۔حضور دعا فرماویں ۱۵/ اگست کو ایک مقدمہ میں بحث ہے حضور کامیابی کے لئے دعا فرمائیں۔میری مالی حالت کمزور ہورہی ہے۔تجارت تنزل میں ہے۔اسباب دنیوی کافور ہوگئے ہیں۔تدبیریں بیکار ہورہی ہیں۔صرف آقا کی دعا پر نظر ہے۔مولا کریم اپنا خاص فضل فرمائے۔

طالبِ دعا
شیخ حسن احمدی یادگیر

** اخویم سیٹھ محمد اعظم صاحب ذکر کرتے ہیں کہ سیٹھ صاحب مرحوم کی تجویز تھی کہ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے سفروں کے لئے ہوائی جہاز خریدا جائے۔ چنانچہ ۱۹۲۶ء کے قریب انہوں نے حضور سے اس کا ذکر بھی کیا تھا۔(مؤلف)

مرسل خدمت ہے۔ فقط

آپ کا مخلص عبدالرحیم نیّر

تقریب افتتاح مسجد لندن کی کارروائی کی اشاعت وغیرہ کیلئے چندہ کی تحریک:

ذیل میں حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کے دو مکتوب سیٹھ صاحب کے نام درج کئے جاتے ہیں جن پر حضور کے دستخط ثبت ہیں۔ یہ سلسلہ کی تاریخ کے لحاظ سے اہمیت رکھتے ہیں اور نفس مضمون سے معلوم ہوتا ہے کہ بہت سے احباب اور جماعتوں کو حضور کے دستخط سے بھجوائے گئے ہونگے۔

مکتوب نمبر1

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

پورٹ لینڈ ہال۔ڈلہوزی

۵/۱۰/۲۶ بنام مکرمی محترمی سیٹھ حسن صاحب یادگیر

مکرمی۔السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔آپ نے اخبارات میں پڑھا ہوگا کہ مسجد احمدیہ لندن کا افتتاح نہایت شاندار طور پر ہوا ہے۔گو امیر فیصل اس افتتاح پر بوجہ متعصب مسلمانوں اور ووکنگ والوں کے ورغلانے کے نہیں آئے۔مگر پھر بھی چھ لارڈ۔بارہ ممبر پارلیمنٹ اور گیارہ حکومتوں کے نمائندے اور مہاراجہ بردوان اور ایک ہزار کے قریب آدمی انگلستان کے چاروں طرف سے اس کام میں حصہ لینے کے لئے آئے ہیں۔اور چار انگریزوں نے اسلام قبول کیا۔اور اسلام کی اشاعت کا ایک زبردست سامان پیدا ہوگیا ہے۔چنانچہ اس وقت بھی اخبارات سلسلہ کے متعلق مضمون لکھ رہے ہیں۔چونکہ اس تقریب پر ایک خاص مضمون بذریعہ تار میری طرف سے جانا ضروری تھا اور یہ بھی ارادہ ہے کہ ایک رسالہ جس میں مسجد اور انگلستان میں ہماری تبلیغی مساعی کی تاریخ ہو اور اس کے ساتھ مسجد لندن کے بنیادی پتھر رکھنے کے موقعہ کی تصاویر ہوں اور اب افتتاح کے موقعہ کی تصاویر ہوں اور ان بڑے بڑے لوگوں کی تصاویر ہوں جنہوں نے اس موقعہ پر حصہ لیا ہے۔شائع کیا جائے تا اس موقعہ پر جو توجہ لوگوں کو ہے اس سے فائدہ اٹھا کر تبلیغ کا راستہ کھل جائے۔اس لئے ان دونوں قسم کے اخراجات کے لئے جو ڈیڑھ ہزار کے قریب ہونگے میرا منشاء ہے کہ الگ چندہ کرلیا جاوے۔یہاں ڈلہوزی میں ہمارے گھر کے لوگوں کا اور دوسرے دوستوں کا ایک سو پچاس

کے قریب ہوگیا ہے۔ میں آپ کے ذمہ تیس روپے کی رقم لگاتا ہوں۔ آپ یہ رقم جلد محاسب صدر انجمن احمدیہ قادیان کے نام بھجوادیں اور کوپن پر لکھ دیں کہ مسجد لندن کے متعلق ہے تا ایسا نہ ہو کہ خزانہ کی کسی اور مد میں داخل ہو جائے اور ساتھ ہی مجھے بھی اطلاع دے دیں کہ یہ رقم بھجوادی گئی ہے۔

والسلام

مرزا محمود احمد

مکتوب نمبر 2

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

برادر مکرم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

اس سال شوریٰ کے موقعہ پر فیصلہ ہوا تھا کہ لڑکیوں کے سکول اور بورڈنگ کی طرف جلد توجہ کی جائے اور اس کے لئے عورتوں سے چندہ لیا جائے اور میں نے اس موقعہ پر تجویز کو منظور کرتے ہوئے فیصلہ کیا تھا کہ روپیہ عورتوں سے نہ لیا جائے۔ بلکہ مردوں سے چندہ خاص لیا جائے۔ تا عورتوں میں یہ احساس نہ ہو کہ ہماری تعلیم پر بھی مرد خرچ کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ میرا اندازہ ہے کہ سکول اور بورڈنگ کے لئے (کیونکہ ہائی سکول مدنظر رکھنا پڑے گا) اندازاً ساٹھ ہزار روپیہ خرچ ہوگا جہاں تک میں سمجھتا ہوں تیس ہزار کے قریب گورنمنٹ کی امداد ہوگی۔ پس ہماری جماعت کو اس غرض کے لئے تیس ہزار روپیہ جمع کرنا ہوگا۔

چونکہ جماعت کی ضروریات کے لئے ہمیں ہر سال چندہ خاص کرنا پڑتا ہے۔ اس وجہ سے میں یہ مناسب نہیں سمجھتا کہ اس چندہ کی تحریک کروں اور سب کے لئے اس چندہ میں شامل ہونا ضروری قرار دوں۔ بلکہ میں پسند کرتا ہوں کہ اپنے دستخطی خطوں کے ذریعہ سے صرف چند احباب کو تحریک کروں اور وہ بھی اس طرح پر نہیں کہ جن دوستوں کو مخاطب کیا جائے ان پر چندہ واجب کر دیا جائے۔ بلکہ ان کی مرضی پر چھوڑ دیا جائے کہ اگر وہ تحریک میں شامل ہونا چاہیں یا شامل ہو سکیں تو شامل ہوں ورنہ نہیں۔ اس طرح بوجھ انہی لوگوں پر پڑے گا جو خوشی سے اس بوجھ کو برداشت کرنا پسند کریں گے اور جو بوجھ اٹھا سکنے کی قابلیت رکھتے ہونگے۔ اور دوسرے چندوں پر اور عام جماعت پر اس کا اثر نہ پڑے گا۔

میں نے یہ بھی فیصلہ کیا ہے کہ چونکہ اس سال قحط کے آثار ہیں اور زیادہ دوست خصوصاً زمیندار احباب حصہ کم لے سکیں گے۔اس لئے ایک سال یہ بوجھ نہ اٹھایا جائے۔ بلکہ اس سال صرف زمین خریدنے پر بس کی جائے۔اور عمارت کے لئے آئندہ سال تحریک کی جائے جبکہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے زیادہ مقدار میں دوست اس تحریک میں حصہ لے سکیں۔ اوپر کی ضرورت کے علاوہ میں دو اور ضرورتوں کو بھی شامل کرنا چاہتا ہوں۔اول تو یہ کہ چند ماہ سے ٹریکٹوں اور پریس کے ذریعہ سے پیغامیوں نے نہایت سخت پروپیگنڈہ سلسلہ کے خلاف شروع کر رکھا ہے اور اس کا خطرناک اثر پیدا ہو رہا ہے۔ بہت سی جماعتوں کی چٹھیاں آ رہی ہیں کہ اس پروپیگنڈہ کی وجہ سے غیر احمدیوں میں تبلیغ رک گئی ہے اور اس امر کی اس قدر رپورٹیں آئی ہیں کہ ضروری ہے کہ اس پروپیگنڈہ کا مقابلہ کیا جائے۔ پریس کے ذریعہ سے بھی اور ٹریکٹوں کے ذریعہ سے بھی۔تاکہ لوگوں کو معلوم ہو کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا کیا مذہب تھا۔اور سب سے بڑھ کر یہ ہے کہ یہ لوگ غیر احمدیوں کو دھوکہ دے رہے ہیں یہ خود بھی ان کو جو کچھ سمجھتے ہیں ایسا خوشکن نہیں اور ان کا عمل اور ان کا قول مخالف ہے۔

دوسری ضرورت یہ ہے کہ اس سال زکوٰۃ کے فنڈ پر بہت بوجھ پڑ جانے کے سبب سے یہ فنڈ بالکل کمزور ہو گیا ہے۔اور اس بجٹ سے غرباء کی اس سال کی ضرورت پوری نہ ہو سکے گی۔ اس کے لئے بھی پانچ سات سو روپیہ کی ضرورت ہوگی تا غرباء کو تکلیف نہ ہو۔ چونکہ غرباء کی امداد بھی مذہبی اصول سے خاص اور اہم ضرورت ہے اور اول درجہ کے فرائض میں سے ہے۔اس لئے اوپر کی دونوں ضرورتوں اور زمین کی ضرورت کو مدنظر رکھ کر کچھ رقم اس چندہ میں سے ان دو ضرورتوں کے لئے منتقل کر دی جائے گی اور باقی زمین خریدنے پر خرچ کر دی جائے گی۔ میں نے ان دوستوں کے لئے جو اس چندہ میں حصہ لینا چاہیں چار درجے مقرر کئے ہیں۔ایک پچاس روپے کا۔دوسرا سو کا۔تیسرا دو سو کا اور چوتھا تین سو کا۔تاکہ جو دوست اپنی خوشی سے حصہ لینا چاہیں وہ اپنی طاقت کے مطابق اس میں حصہ لے سکیں۔ میں امید کرتا ہوں کہ اگر آپ تحریک میں حصہ لے سکتے ہیں تو ضرور حصہ لے کر ثواب حاصل کریں گے۔ لیکن میں ایک امر ایک دفعہ پھر کہہ دینا چاہتا ہوں کہ یہ چندہ لازمی نہیں ہے۔اور ضروری نہیں کہ آپ اس میں ضرور حصہ لیں۔لیکن یہ ضروری ہے کہ اس خط کے پہنچنے پر اگر آپ نہ

بھی حصہ لے سکتے ہوں تو بھی مجھے اطلاع دے دیں تا کہ دفتر میں اندازہ رہے کہ کس قدر رقم کی دوستوں سے امید کی جا سکتی ہے اور کام فوراً شروع کیا جا سکے' اس طرح جو صاحب حصہ لینا چاہیں اُنہیں بھی چاہئے کہ فوراً اطلاع دیں کہ کس قدر رقم وہ اس تحریک پر شامل کر سکیں گے۔ ہاں یہ یاد رہے کہ اگر وہ وعدہ کریں تو اس کا دو ماہ میں پورا کرنا ضروری ہوگا۔ میں سب سے پہلے ثواب میں شامل ہونے کیلئے ایک سو روپیہ کا وعدہ اپنی طرف سے کرتا ہوں۔

والسلام خاکسار

مرزا محمود احمد

نوٹ: سیٹھ صاحب نے ہر دو تحریکات بالا میں حصہ لیا۔ ۲/۱۰/۲۸ خلیفۃ المسیح الثانی

حج بیت اللہ:

اخویم مولوی محمد اسماعیل صاحب وکیل و اخویم سیٹھ عبدالحئی صاحب نے سیٹھ صاحبؓ سے ذکر کیا کہ اب جنگ ختم ہونے کے بعد حالات اچھے ہوگئے ہیں۔ کیا آپ حج کے لئے جائینگے۔ آپ نے عزم کر لیا اور حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں تار دیا کہ حج کو جانے کا ارادہ ہے۔ حضور مشورہ اور اجازت عنایت فرمائیں۔ حضور کی طرف سے تار آیا کہ حج پر جانے کی اجازت ہے۔ خط بھیجا جا رہا ہے۔ چنانچہ یہ خط درج ذیل ہے:

یہ سیٹھ صاحب کے نام حضور کا آخری مکتوب ہے:

مکرمی سیٹھ حسن صاحب

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ۔ آپ کا خط ملا اور ہیضہ اور طاعون کا علم ہوا۔ اللہ تعالیٰ جماعت احمدیہ کو اس بلا سے محفوظ رکھے۔ عزیز ۔۔۔۔۔ کیلئے دعا کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں صحت بخشے آپ کے حج پر جانے کا بھی علم ہوا اللہ ۔۔۔۔ مبارک فرمائے۔ کم سے کم دو ہزار فی کس رقم ساتھ رکھ لینی چاہئے کچھ ہنڈی کی صورت میں اور کچھ نقد اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو اور سچا ۔۔۔۔۔۔ عطا فرمائے۔

سو روپیہ مل گیا۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔ والسلام

خاکسار

ایڈریس۔ سیٹھ حسن صاحب۔ یادگیر حیدر آباد دکن **مرزا محمود احمد**

اس وقت حج کے لئے نام درج کرانے اور ٹکٹ خریدنے کے لئے ریاست حیدرآباد والوں کے لئے مقررہ معیاد میں سے صرف ایک دن باقی تھا۔ تاروں کے ذریعہ انتظام مکمل ہؤا۔ قلت وقت کے باعث حضور کی ملاقات کے لئے نہ آسکے جس کا سارے سفر میں افسوس کے ساتھ ذکر کرتے تھے اور کہتے تھے کہ واپسی پر پہلے قادیان جانا ہے پھر وطن جائینگے۔ آپ ۱۶/ اکتوبر ۱۹۴۵ء کو اپنی اہلیہ محترمہ رسول بی بی صاحبہ اور اپنے داماد اخویم مولوی محمد اسماعیل صاحب فاضل وکیل کے ہمراہ روانہ ہوئے اس سارے سفر کے حالات وفات تک اخویم موصوف کی زبانی درج کئے جاتے ہیں:

ورودمکہ:

’’مکہ مکرمہ میں ہم رباط حسین بی میں ٹھہرے جو خانہ کعبہ سے بالکل قریب ہے۔ یہ رباط یعنی سرائے حیدرآباد دکن کی ایک معزز عورت مسماۃ حسین بی نے بنائی ہے.................سیٹھ صاحب مکہ مکرمہ میں تشریف لے جانے کے بعد زائد از ایک مہینہ بہت اچھی صحت کی حالت میں وہاں ٹھہرے رہے۔ لیکن چونکہ آپؓ دومنزلہ بنگلہ پر رہتے تھے جہاں سے بوجہ بڑھاپے کے چڑھنا اُترنا دشوار تھا اور زیادہ پیدل چلنا بھی مشکل تھا۔ اس لئے مکہ مکرمہ کی اصطلاح شبری (یعنی چارپائی) پر بیٹھ کر خانہ کعبہ کو جایا کرتے تھے۔ جہاں چار عرب بدوی آپؓ کو اُٹھا کر لے جاتے تھے۔ مکہ مکرمہ میں کمزوروں کے لئے اس قسم کی سواری عام طور پر رائج ہے۔ ویسے ’’عربیہ‘‘ یعنی ٹانگے بھی ہیں۔ لیکن کم۔ پھر ٹانگے مسجد حرام تک پہنچا سکتے ہیں مگر اندر نہیں جاسکتے۔ اندر جانے کے بعد چونکہ طواف کرنا بوڑھوں کے لئے پیدل چل کر مشکل ہوتا ہے۔ اس لئے شبری پر ہی ضعیف اور بوڑھے طواف کرتے ہیں۔ سیٹھ صاحبؓ نے بھی ہمیشہ ایسا ہی کیا۔ البتہ سب سے پہلا طواف پیدل چلتے ہوئے کیا اور کامل اطمینان کی حالت میں حجر اسود کو بوسہ دیا۔ اس وقت طواف کی جگہ زیادہ اژدحام نہ تھا۔ پھر آپؓ نے مقام ابراہیمؑ اور مطاف کے دوسروں حصوں پر نفل پڑھے۔ ’’ملتزم‘‘ سے چمٹ کر دعا کی‘ خانہ کعبہ کے دروازے کے ساتھ ایک جگہ نماز کے لئے نشیبی حصہ میں بنائی گئی ہے وہاں بھی نماز پڑھی اور آبِ زمزم کئی مرتبہ پیتے رہے۔

’’صفا و مروہ میں ’’شبری‘‘ ہی پر آپؓ دوڑتے رہے۔ بقیہ طواف جو آپؓ نے مکہ مکرمہ کے قیام کے دوران میں مختلف اوقات میں کئے وہ ’’شبری‘‘ ہی پر بیٹھ کر کئے۔ بدوی عرب خود

''شبری'' کو لے کر دوڑتے اور آہستہ چلتے دعائیں کرتے جاتے ہیں اور سیٹھ صاحبؓ بھی دعائیں کرتے جاتے تھے۔ اس طرح دوسرے تیسرے دن کبھی ایک روز بعد کبھی ہر روز آپؓ خانہ کعبہ جاتے۔ کبھی ظہر سے پہلے آ جاتے۔ کبھی عصر کے بعد جاتے شام کے پہلے آ جاتے' اس طرح کامل اطمینان کے ساتھ نفل پڑھتے' کبھی بآواز بلند ہمیں ساتھ لے کر دعائیں کرتے کبھی چپ چاپ دعائیں کرتے۔ اکثر مرتبہ دیکھا گیا کہ آپؓ دیر تک خانہ کعبہ کو دیکھتے رہتے۔ اس طرح ہمیں بلا کسی جدوجہد کے اپنی نمازیں کامل اطمینان کے ساتھ علیحدہ مسجد حرام میں پڑھنے کی توفیق ملتی رہی۔ مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ میں کوئی شخص یہ نہیں پوچھتا کہ آپ کیوں جماعت سے علیحدہ نماز پڑھتے ہیں۔ کیونکہ وہاں کسی کو اس بات کی فکر ہی نہیں ہے کہ آپ کون ہیں اور کس رنگ میں ہیں۔

''اس طرح ایک مہینہ سے زائد مکہ مکرمہ میں رہے۔ اچھی صحت کی حالت میں اللہ تعالیٰ نے سیٹھ صاحب کو منیٰ۔ مزدلفہ۔ عرفات میں حاضری اور کامل حج کا موقعہ عطا فرمایا۔ قیام مکہ مکرمہ میں آپؓ سارا ہی دن علاوہ نماز اور دعا کے دین کی باتیں کرتے۔ فرمایا کرتے تھے کہ میرا حج تو یہی ہے کہ خدا نے مجھے اس مقدس زمین میں پہنچا دیا۔ یہ جگہ رباط حسین بی جہاں ہم ٹھہرے ہیں یہاں بھی حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم چلتے پھرتے اُٹھتے بیٹھتے رہے ہیں۔ اس لئے آپؓ کسی گھڑی کو بھی ضائع نہ کرتے۔ اکثر دفعہ مجھ سے اور اپنی اہلیہ سے فرماتے کہ آپ ان لوگوں کو جو ہمارے ساتھ حج کے سفر میں ہیں یا راستہ میں ملتے رہتے ہیں تبلیغ احمدیت کیا کریں۔ اور ہمارے سلسلہ کی کتابوں کے پڑھنے کے متعلق تحریک کریں۔ بعض دفعہ جب سیٹھ صاحبؓ سے کہا جاتا کہ یہاں اور مدینہ منورہ میں سلسلہ کی علانیہ تبلیغ کی حکومت کی طرف سے اجازت نہیں ہے تو فرماتے اللہ تعالیٰ جلد وہ وقت لائے گا جب ہمارے لئے یہ سب مشکلات دور ہو جائیں گی۔ خود آپؓ کا عمل پورے سفر میں ریل گاڑی جہاز موٹر یہی رہا کہ آپؓ کو جو شخص بھی ملتا اس کو آپؓ اپنی طرز پر کسی نہ کسی طرح کوئی نہ کوئی سلسلہ کی بات تبلیغ کے رنگ میں ارشاد فرماتے۔

مقدس سرزمین سے محبت:

''ایک دن فرمانے لگے کہ اس مقام کے آدمی تو آدمی ہمیں جانور بھی پیارے لگتے

ہیں۔ کیونکہ یہ ہمارے رسولؐ کی تخت گاہ میں بسنے والے جانور ہیں۔ اگر ہو سکے تو ہمیں یہاں کے چھوٹے بڑے جانور ایک ایک ہندوستان لے جانے چاہئیں۔ میں جب کبھی طائف کے انار، موسمبی، میٹھے، لیمو، چھوٹے چھوٹے کیلے لے جاتا اور کہتا کہ یہ میوے اس مقدس زمین کے ہیں تو اس کو بطور نعمت الٰہی کے خیال فرماتے اور شکریہ ادا کرتے۔ ایک دن فرمانے لگے آپ کوشش کریں کہ عبدالحئی اور اُس کی چھوٹی والدہ بھی حج کو آئیں اسی طرح میری اولاد کو بھی حج کی توفیق ملے۔ وہاں آپؓ کے اہلبیت نے اس امر کا اظہار کیا کہ میرا ارادہ یہ ہے کہ میں یہاں ٹھہروں تو آپؓ نے ہنس کے فرمایا کہ میں بھی آپ کے ساتھ یہیں رہوں گا۔ خدا کا کرنا ایسا ہوُا کہ بیوی تو ہندوستان واپس آ گئیں اور سیٹھ صاحبؓ ہمیشہ کے لئے مدینہ منورہ میں رہ پڑے۔ مکہ مکرمہ میں اور سفر کی دوسری جگہوں میں آپؓ کثرت سے حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی کو یاد کرتے وہاں سے دعا کا خط لکھواتے خود کثرت سے تہجد، نوافل اور دیگر نمازوں میں اسلام کی ترقی، حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کی صحت ودرازی عمر اور جماعت یادگیر اور دوسری جماعتوں اور دوستوں کے لئے خاص طور پر دعائیں کرتے، کبھی خود بآواز بلند ہم کو انہی دعاؤں میں شامل کر لیتے کبھی مجھے کہتے کہ آپ بآواز بلند دعا کریں۔ دن اور رات میں اکثر قرآن پڑھتے درود اور دیگر دعاؤں کا التزام فرماتے۔ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں مختلف جگہ کا پانی تبرکات کے رنگ میں سیٹھ صاحب کو ہم پلاتے رہے۔ ایک دفعہ جب میں 'بیئر جعرانہ' کا پانی لایا تو فرمانے لگے کہ آپ آبِ زمزم کے علاوہ اس پانی کو بھی ہندوستان لے جائیں اور بچوں کو پلائیں۔ جو چیز آپ کو میں لاکر دیتا اُس کو بڑی خوشی سے استعمال کرتے اور عاجز کو دعا دیتے۔

دشمن کی طرف سے مخالفت:

''دورانِ سفر جہاز میں ہماری زیادہ مخالفت ہوئی۔ ابتداء اس قسم کے فتنہ کھڑے کرنے کی ہمارے بعض ساتھی غیر احمدیوں کی طرف سے ہوئی جس میں ہمارے قافلہ کے صدر نے جو ہمارے سلسلہ کا شدید دشمن تھا زیادہ حصہ لیا اور ان لوگوں کو مختلف جھوٹی باتیں بتا کر اور اشتعال دلا کر ہمارے خلاف اندرونی طور پر ورغلاتا رہا۔ چنانچہ جدہ میں ہم سے پانچ ہزار روپیہ نقد لینے یا گرفتار کرائے جانے کی دھمکی کا منصوبہ باندھ کر ہمارے سفر کے ایک ساتھی

حبیب صاحب معلم کو اپنا ہمنوا کرنا چاہا۔لیکن یہ معلم باوجود ہم سے اختلاف رکھنے کے نہایت ہی شریف اور ہمدرد انسان نکلا۔جس نے ہماری بہت مدد کی اور اس کا منصوبہ خاک میں ملا دیا اور ہمیں اس سے ہوشیار رہنے کی تلقین کی۔بعض دفعہ ان منصوبوں اور مخالفانہ حالات کو دیکھ کر میں سیٹھ صاحب رضی اللہ عنہ سے کہتا کہ آپ دعا فرمائیں کہ کوئی فتنہ پیش نہ آئے اور ہمارا حج نہ رُک جائے۔بعض لوگ اس قسم کی ریشہ دوانیاں کر کے ہمارے متعلق مذہبی اعتقاد کے اختلاف کی بناء پر کچھ ایسی صورتیں پیدا کرنا چاہتے ہیں جس سے حکومت پر یہ واضح کریں گویا قادیانی وہاں حج کو نہیں آتے بلکہ ان کے کچھ اور مقاصد ہیں وغیرہ۔تو آپؓ فرماتے کہ آپ چلتے چلے جائیں کوئی حج سے نہیں روکتا۔بعض احمقوں نے مکہ مکرمہ جیسی مقدس بستی میں بیٹھ کر ہمارے متعلق یہاں تک بکواس کی کہ گویا قادیانی نعوذ باللہ حجر اسود چرانے آتے ہیں۔اس موقعہ پر مجھے بہت ہنسی آئی اس مجلس میں مَیں ہنسی کو روک نہ سکا اور مجلس سے باہر چلا گیا۔پھر مجلس ختم ہونے کے بعد میں نے مکہ کے مقامی چیدہ چیدہ لوگوں کو سمجھایا کہ یہ خرافات ہیں میں بھی کٹر قادیانی ہوں۔آپ ہمارے عمل کو دیکھئے ہم کیا کرتے ہیں۔چنانچہ پھر ایک شخص نے ہماری مکہ مکرمہ سے واپسی پر کہا کہ واللہ آپ جیسی نمازیں آپ جیسی دعائیں اور کارخیر کرتے میں نے بہت کم لوگوں کو دیکھا ہے۔اُس نے ساتھ ساتھ یہ بھی بات کہی کہ یہ سب فتنہ ہندوستان سے آنے والے لوگ اٹھاتے ہیں۔ہم کو کیا معلوم تھا کہ آپ لوگ ایسے ہیں وہ ایک شریف آدمی تھا اُس نے اس کے بعد اس قسم کا ذکر ہی ترک کر دیا تھا۔‘

’’نماز جمعہ بھی ہم تینوں اپنی قیام گاہ پر ہی ادا کرتے۔سیٹھ صاحبؓ نے دوران سفر میں مدرسہ صنعت وحرفت مدینہ منورہ وغیرہ پر ایک ہزار ریال سے زیادہ رقم تقسیم کی۔حج میں ہمارے ایک ہم سفر نواب چھتاری سابق وزیر اعظم حیدر آباد کے مرشد تاجی شاہ صاحب تھے جو ہمارے سلسلہ اور جماعت کے کاموں سے خوب واقف تھے۔انہوں نے ہماری بڑی عزت کی اور کئی جگہ سیٹھ صاحبؓ کی خدمت کی۔کوئی شخص ہماری بلا وجہ مخالفت کرتا تو اس کو روکتے۔ساری مخالفت ہماری اس بات پر ہوتی کہ ہم علیحدہ نمازیں کیوں پڑھتے ہیں۔اس پر بحث کا سلسلہ چل پڑتا۔تاجی شاہ صاحب فرماتے تھے کہ میرے مرید کثرت سے ساندھن

وآگرہ ضلع میں ہیں۔ میں نے فتنہ ملکانہ کے وقت دیکھا کہ قادیانی حضرات نے بھوکے فاقے رہ رہ کر تبلیغ کر کے ارتداد سے لوگوں کو بچایا' چنے کھا کھا کر گذارہ کیا۔ اُس وقت کوئی بھی مولوی ہمت نہ کر سکا بلکہ بعض تو آگرہ بیٹھے ہوئے پلاؤ زردہ اُڑاتے رہے۔ وہ سارے ساتھیوں کو بتاتے کہ اختلاف عقیدہ علیحدہ چیز ہے۔ ساتھ نماز پڑھنا نہ پڑھنا اُن کی مرضی ہے۔ جب اُن کا مذہبی عقیدہ ہے تو وہ اپنے اعتقاد پر عمل کریں گے۔ ہر شخص کو اختیار ہے کہ وہ اپنے عقیدہ کے مطابق عمل کرے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے بہت سے اعوان وانصار بھی ان مخالفین کے زمرہ میں پیدا کئے۔ جس سے ہماری ہر طرح نصرت غیبی ہوتی رہی۔ اللہ تعالیٰ نے ہماری مدد اس طرح بھی کی۔ کہ ہمارے جہاز ایس۔ ایس انگلستان میں اہلسنت اور اہلحدیث علیحدہ اذان دیتے اور علیحدہ باجماعت نماز اور جمعہ پڑھتے۔ بعض دفعہ دلچسپ واقعات ہوتے۔ حنفی کہتے ہمارا امام ہونا چاہئے۔ اہل حدیث کہتے ہمارا امام ہونا چاہئے۔ کبھی ایسا ہوتا کہ دونوں میں سے کوئی ایک مقدم ہو جاتا تو لڑائی ہوتی۔ میں ساتھیوں کے سامنے اس مسئلہ کے لئے ان کا عمل دلیل کے طور پیش کرتا۔ پھر جہاز میں ایسا بھی ہوا کہ سُنیوں کا جلسہ ہوا۔ سُنی مولوی کچھ بولا۔ اہلحدیث لوگوں کی طرف سے اُس کی تقریر کو روکا گیا۔ جھگڑا ہوا اور ہم سب کو مل کر جھگڑا نپٹانا پڑا۔ حاجی عزیز صاحب حیدرآباد والوں نے بھی بہت خدمت کی اور مدینہ منورہ میں سیٹھ صاحب کی عیادت کے لئے بار بار آئے۔

مرکز فلسطین کی تبلیغ احمدیت:

''جگہ بہ جگہ معلوم ہوا کہ حیفا (فلسطین) سے احمدیت کے متعلق عربی رسائل وہاں پہنچتے رہتے ہیں۔ بعض لوگ ڈر کر نہیں پڑھتے بعض پڑھ لیتے ہیں۔ مخالفت ہندوستان (متحدہ) کے مولویوں کی پیداوار ہے۔ احمدیوں کو حج سے روکنے والے نچلے طبقہ ہی کے لوگ نہیں ہیں بلکہ اعلیٰ طبقہ کے لوگ بھی ہیں۔ اس کی وجہ سے عمومی مخالفت کا رنگ ہے۔ باقی وہاں کے ساکنین کو ایسی دلچسپی نہیں کہ وہ حاجیوں سے پوچھتے رہیں کہ آپ کس عقیدہ کے ہیں کس فرقہ سے تعلق رکھتے ہیں۔

مرض الموت:

''حج کو جانے سے پہلے صحت کی خرابی کے باعث اور جلدی حج کو جانا طے ہونے کے باعث

قادیان حج سے قبل نہ جاسکے تو راستہ بھر حضور کو یاد کرتے رہے کہ قادیان جانا تھا۔ حج ختم ہوتے ہی فرمانے لگے۔ سیدھا یہاں سے پہلے حضرت صاحب کے پاس جانا ہے اس کے بعد گھر جائیں گے۔ لیکن مکہ مکرمہ میں دو تین روز بخار رہا۔ ڈاکٹر عبدالرحمٰن صاحب ہندی کا علاج شروع ہوا۔ موٹروں کی باری دیر سے آنے کے باعث دیر ہوگئی تو فرمانے لگے اگر معلوم ہوتا کہ اتنی دیر لگے گی اور موٹروں کی اتنی تنگی ہے تو ہم بمبئی سے موٹر لے آتے۔ مکہ مدینہ کا سفر کر کے واپسی پر موٹر بمبئی چھوڑ کر ہندوستان چلے جاتے۔ بار بار کہتے کہ حضور کی خدمت میں دعا کے لئے خط لکھو۔ اسی بیماری کی حالت میں ساتھیوں کی وجہ سے مجبوراً ہمیں مدینہ منورہ کا جلد سفر کرنا پڑا۔ آپؓ کو موٹر میں لٹا کر لے گئے۔ اور ۳۰۰ میل لمبا سفر تیسرے دن تک دن رات کرنا پڑا۔ جس سے کافی نقاہت ہوگئی۔ راستہ میں دودھ اور مختلف یاقوتی اور یونانی ادویات کا استعمال کرایا گیا جو ساتھ تھیں۔

مدینہ منورہ میں ورود:

''بالآخر جب اس انتہائی کمزوری کی حالت میں آپؓ مدینہ منورہ کے قریب پہنچے جہاں سے رسول اللہ صلعم کا روضہ نظر آتا ہے۔ آپ فریش اور موٹر میں لیٹے ہوئے تھے اُٹھنے کی طاقت نہ تھی۔ خود اُٹھ کر بیٹھ بھی نہ سکتے تھے کہ سارے موٹر والوں نے رسول اللہ صلعم کا روضہ دیکھ کر درود پڑھنا اور یا رسول اللہ' یا رسول اللہ! کہنا شروع کر دیا۔ اور سب کے سب رونے لگے تو آپؓ بھی زار و قطار رونے لگے وہ ایک اونچا حصہ ہے جہاں سے مدینہ منورہ نشیب میں نظر آتا ہے۔ اُس کے تھوڑے ہی دُور بعد مدینہ منورہ کا باب عنبری واقع ہے جو باب الداخلہ ہے چنانچہ جب موٹر مدینہ منورہ پہنچی وہ جمعہ کا روز اور وقت ۱۲ بجے کا تھا کہ سیٹھ صاحبؓ کو شدید سردی شروع ہوئی۔ آپؓ بہت کانپنے لگ گئے نقاہت بھی بہت تھی' سارے لوگ مدینہ منورہ میں چلے گئے ایک گھنٹہ تک انتظار کرنا پڑا۔ اتنے میں 'شبری' چارپائی منگوائی گئی اور اُس کو اٹھانے والے عرب آئے۔ 'شبری' پر آپؓ کو مدینہ منورہ کے اندر داخل کیا گیا۔ آپؓ کھلی آنکھوں روضہ مبارک کو دیکھتے اسی حالت میں درود پڑھتے' سلام کرتے' غرض عجیب کرب و اضطراب اور عجیب خوشی کے عالم میں داخل ہوئے۔ آپؓ کو سیدھا باب عنبری سے 'حسین بی' کے رباط (یعنی سرائے) میں جو حیدر آبادیوں کے لئے مخصوص ہے اُتارا گیا

اور وہاں آپؓ ۳۔۴ گھنٹہ تک رہے۔ وہاں سے ڈاکٹر غلام احمد صاحب کے علاج کی سہولت کی خاطر رباط افضل الدولہ میں منتقل ہوئے۔ دونوں رباطیں مسجد نبوی کے بالکل قریب ہیں۔

جب رباط افضل الدولہ کو جا رہے تھے۔ سیٹھ صاحبؓ چار پائی پر لیٹے لیٹے روضہ مکرمہ کو سلام کرتے' دعا پڑھتے' درود پڑھتے جاتے۔ مدینہ منورہ کے ساکنین مرد عورتیں اللہ شافی اللہ شافی کہتے کوئی کہتا ہندی حاجی ہندی حاجی۔ اللہ شافی' مولا شافی' غرض عجیب نظارہ تھا۔

سیٹھ صاحبؓ کا علاج علاوہ ڈاکٹر غلام احمد صاحب ساکن مدینہ منورہ ایک حکیم صاحب ساکن اجمیر شریف نے بھی جن کا نام شفاء الملک تھا آخری تین دن جمعہ۔ ہفتہ۔ اتوار کیا۔

سیٹھ صاحبؓ کو جگر کی خرابی کا مرض تھا۔ اُس کے علاوہ بخار کا سلسلہ تھا۔ آخری تین دن تو آپؓ نے بالکل سکوت میں گذارے۔ جمعرات کو اچھے ہو گئے تھے۔ کپڑے تبدیل کئے نئے کپڑے پہنائے۔ اچھی باتیں کرتے رہے۔ لیکن جمعہ سے بالکل فریش ہو گئے۔

حکیم خسرو شاہ نظامی صاحب ابن حکیم نابینا صاحب حیدر آباد نے بھی جو سلسلہ احمدیہ کے مخالف ہیں۔ جمعہ کے روز چار بجے سیٹھ صاحبؓ کو دیکھ کر مایوسی کا اظہار کیا اور کہا کہ آپؓ زیادہ سے زیادہ پیر تک زندہ رہ سکیں گے۔ کیونکہ ایک ہاتھ کی نبض پوری طرح کام نہیں کرتی۔ انہوں نے علاج نہ کیا۔ اسی طرح سلسلہ کے شدید مخالف ڈاکٹر عبدالرحمٰن صاحب مونگھیری ساکن مدینہ منورہ نے بھی دیکھا لیکن انہوں نے بھی علاج نہ کیا۔ جب مدینہ منورہ میں شدید بیمار ہوئے۔ آخری گھڑیوں اور آخری ایام کا سلسلہ چل رہا تھا۔ میں............ نے ذکر کیا کہ آپؓ کی بیماری سخت ہو گئی ہے بچوں کو تار دوں' فرمانے لگے کہ مت دو بچے گھبرا جائیں گے۔ البتہ حضور کو دعا کا تار دو۔ چنانچہ میں نے مدینہ منورہ سے حضور کی خدمت میں سیٹھ صاحبؓ کی شدید علالت کا ذکر کر کے دعا کا تار دیا۔

''آپؓ بیماری کی حالت میں فرمایا کرتے تھے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پیر یا جمعہ کو جاؤں گا۔ چنانچہ جمعہ کو ہی آپؓ کی زیادہ سخت حالت بیماری کی تھی۔ ڈاکٹر نے مغرب کے وقت کہا کہ اب انہیں بلغم کی رکاوٹ کافی ہو رہی ہے۔ اس لئے شاید رات یہ زندہ نہ رہ سکیں۔ لیکن حکیم شفاء الملک اجمیری نے بعض دوائیں پلائیں اور روغن سینہ کی مالش کے لئے دیا۔ اس سے آپؓ کو نیند آ گئی۔ ایک رات قبل ہی سے ڈاکٹر غلام احمد

صاحب نے کہہ دیا تھا کہ اب آپ کی آخری گھڑیاں شروع ہیں۔آپ تیاری کریں۔ان کے ایسا بار بار کہنے کے باعث میں سیٹھ صاحبؓ کو کثرت سے دعائیں۔سورۃ یاسین۔ قرآن شریف پڑھ کر سناتا۔کبھی چارپائی پر بیٹھ کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعائیں عربی،اردو پڑھتا رہتا۔کبھی مسجد نبویؐ میں جا کر دعا کرتا۔کاش! آپؓ کو صحت ہو جائے اور ایک نظر آپؓ کے ورثاء ہندوستان میں آپ کو باصحت دیکھ لیں۔کبھی کہتا یا اللہ سیٹھ صاحب کی تمنا تھی کہ حضور سے ملیں گے۔حضرت امیر المومنین سے ایک مرتبہ ملا دے۔تو ان کی موت میں التواء ڈال۔غرض عجیب عجیب اضطرابی کیفیت میں آپؓ کو تنہا پا کر دعائیں کرتا۔

وفات وتدفین:

''آخر مدینہ منورہ میں پہنچنے کے تیرھویں روز وقت وصال آ پہنچا اور آپؓ نے بوقت مغرب جبکہ مؤذن مسجد نبوی میں اذان دے رہا تھا۔مسجد نبوی کے قریب بمکان رباط افضل الدولہ بروز پیر بتاریخ ۱۲محرم ۱۳۶۵ھ بمطابق ۱۷دسمبر ۱۹۴۵ء بعمر قریباً سو(۱۰۰) سال اپنی جان جان آفرین کے سپرد کردی۔انا للّٰه و انا الیه راجعون۔

''مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں ہمارے قافلے والوں کی طرف سے ہماری کافی مخالفت مذہبی ہوئی۔مدینہ منورہ میں بھی اندرونی بیسیوں چیزیں مخالفت کی پیدا کیں۔بعض دفعہ اس قسم کی اطلاعات بھی سیٹھ صاحبؓ کے انتقال سے پہلے ملتی رہیں گویا کہ وہ نعوذ باللہ سیٹھ صاحبؓ کے انتقال کے ساتھ احمدیوں کی تذلیل وتضحیک چاہتے تھے۔خصوصاً اس رنگ میں کہ آپ جنت البقیع میں دفن نہیں ہوسکیں گے۔لیکن اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے ان کے سارے منصوبے خاک میں ملا دیئے۔ہمیں دعاؤں کا زیادہ سے زیادہ موقعہ ملا۔ادھر اللہ تعالیٰ نے ہر رنگ میں حفاظت فرمائی۔اور آپؓ کو باوجود اندرونی کینوں اور مخالفتوں کے دربار رسول صلعم میں نہایت ہی عزت واحترام کے ساتھ داخل فرمایا۔اور یہ کام انہیں کے ذریعہ جو اس قسم کی ریشہ دوانیوں میں لگے رہتے تھے سرانجام پایا۔ہم نے بھی اللہ تعالیٰ کے شکر کے طور پر آپؓ کی وفات کے روز اور اگلے روز کافی رقم و پارچات صدقہ کے طور پر تقسیم کیئے۔

''شہر سورہ شریف جہاں وہ مقدس کنواں مسجد نبوی کا ہے جس سے غسل کا انتظام کیا جاتا ہے۔

آپؓ کو غسل دیا گیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار مبارک کے سامنے مسجد نبوی کے اندر جالی مبارک سے ذرا فاصلہ پر مصلیٰ امام پر بعد عشاء جنازہ ہؤا۔ مسجد نبویؐ میں نعش باب الرحمتہ سے داخل ہوئی اور بعد جنازہ باب جبرئیل سے جنت البقیع کو لے جائی گئی۔ چونکہ میں تنہا تھا اس لئے نماز جنازہ ایک اور شخص حیدر آبادی نے پڑھائی۔ نماز جنازہ میں مؤذن صاحب مسجد نبویؐ اور مسجد نبویؐ کے حفاظت کرنے والے خواجہ سراء اور خدام لوگ تھے جن کی تعداد ۲۰' ۲۵ کے قریب تھی۔ مجھے اکیلے کو دعا کے رنگ میں جنت البقیع میں قبر پر جنازہ کی ادائیگی کا موقعہ ملا۔

مقامِ تدفین جنت البقیع:

''اہلبیت اطہارؓ کے پیچھے اور حضرت عثمان کے مزار کے پچھلے حصہ میں اس طرح گویا دونوں کے درمیان والی جگہ جنت البقیع میں تدفین عمل میں لائی گئی۔ قبر پہلے ہی سے تیار رہتی ہے کچھ اصلاح کرنی ہوتی ہے۔ زمین جنت البقیع کی بہت نرم ہے۔ چونکہ نعش کو تیزی کے ساتھ قبرستان میں لے جانے اور نہلانے اور تدفین کا کام کرنے کی عادت مدینہ کے ساکنین کو ہے اس لئے مغرب کے وقت انتقال کے معاً بعد تین گھنٹہ کے اندر سب کچھ مکمل ہوگیا۔ بعد میں حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہٖ العزیز نے غائبانہ جنازہ قادیان میں پڑھایا۔''

آپؓ کی وفات کے متعلق الفضل میں ذیل کے نوٹ شائع ہوئے:

''جناب سیٹھ شیخ حسن صاحب یادگیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ اور جماعت حیدر آباد کے اولین احمدیوں میں سے تھے.................. آپ جماعت حیدر آباد کے اخلاص و قربانی کا ایک نہایت عمدہ نمونہ تھے۔ بہت ہی متوکل اور خوبیوں والے بزرگ تھے........... جماعت حیدر آباد کے لئے مرحوم کی وفات ایک نقصان عظیم ہے۔*

---

* الفضل جلد ۳۳ نمبر ۳۰۲ بابت ۲۶ دسمبر ۱۹۴۵ء۔ یہ نوٹ سیٹھ محمد غوث صاحبؓ کے صاحبزادہ اخویم سیٹھ معین الدین صاحب قائد خدام الاحمدیہ حیدر آباد دکن کی طرف سے شائع ہوا ہے۔ اس میں سیٹھ صاحب کے (باقی اگلے صفحہ پر)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں:

حضرت سیٹھ شیخ حسن صاحب احمدی یادگیر جو اسی سال حج کے لئے تشریف لے گئے تھے ۱۲ محرم ۱۳۶۵ھ ہجری بروز پیر مدینہ منورہ میں فوت ہوئے۔ جنت البقیع میں حضرت عثمانؓ کی قبر کے قریب دفن ہوئے۔ منیٰ کے میدان میں ۱۰رذی الحجہ کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت و درازی عمر کے لئے ایک دُنبہ صدقہ دیا اور مقام ابراہیمؑ ' مقام رکن' حجر اسود۔ ملتزم' حطیم' غار حرا' مسجد غرہ عرفات' مسجد مزولفہ' مقام شق صدر' مسجد خیف۔ جبل عرفات' مساجد سیدنا ابوبکر وعمر رضوان اللہ علیہما اجمعین' مسجد جن اور مدینہ منورہ میں مساجد خمسہ' مسجد فتح' مسجد سلمان فارسی' مسجد قبلتین' مسجد عمرؓ ' مسجد ابوبکرؓ ' مزار سید الشہداء حضرت حمزہؓ۔ مقام شہادت دندان مبارک ۔ مسجد قبا۔ مسجد نبوی۔ روضۂ مبارک صلے اللہ علیہ وسلم۔ جنت البقیع ۔ مسجد غمامہ اور دیگر مقامات مقدسہ وشعائر اللہ میں ہم نے حضور کی درازی عمر وفتوحات اسلامی کے حضور کی زندگی میں ہونے اور جماعت کی ترقی اور مبلغین کے لئے دعائیں کیں اور نوافل پڑھے''۔

وفات کے متعلق رؤیا:

آپ نے وفات سے ۱/۲ ۱ سال قبل خواب سنایا جو کہ پورا ہوا۔ فرماتے تھے کہ خواب میں ایک فرشتہ آیا او مجھ سے کہا کہ آپ کو خدا نے بلایا ہے۔ آپ تیار ہیں یا مہلت چاہتے ہیں؟ مَیں نے کہا کہ میں تیار بیٹھا ہوں۔ اس پر فرشتہ نے مجھے ایک جگہ کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ یہ تمہاری قبر کی جگہ ہے کیا تم کو پسند ہے؟ مَیں نے کہا کہ میرے خدا کو جو پسند ہو وہی مجھے پسند ہے۔ اور فرمایا کہ خواب میں اس جگہ کی مٹی عجیب رنگ کی دیکھی ۔ وہ مٹی یہاں دیکھنے میں نہیں آئی ۔ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ وہ کہاں کی ہوگی۔ اور بھی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے جنت کی نعماء دکھائی اور چکھائی ہیں۔ ان کی حقیقت میں بتا نہیں سکتا۔ ایسے نظارے اور ایسے مزے میں نے نہ دنیا میں کبھی دیکھے نہ چکھے۔ نیز بیان کیا کہ رؤیا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تین چار منور حسین چہروں والوں کی معیت میں دیکھا۔ حضور کے دریافت کرنے پر عرض کیا کہ مَیں انہیں نہیں جانتا تو حضورؐ نے فرمایا آپ ان سے ملئے یہ ابراہیم۔ موسےٰ ۔ عیسیٰ (علیہم السلام) ہیں اور رخصت ہونے لگا تو فرمایا دو باتیں یاد رکھیں ایک تو یہ کہ جو کام آپ کرتے

بقیہ حاشیہ : جدہ میں بیمار ہونے اور وہاں سے علاج کے لئے مدینہ منورہ لے جانے کا ذکر ہے۔ جو سیٹھ صاحبؓ کے ہمسفر کے مذکورہ بالا بیان کی رُو سے سہو ہے۔ (مؤلف)

ہیں وہ جاری رکھیں (یعنی اشاعت دین کا کام) دوسرے یہ کہ آپ کا حشر ہمارے ساتھ ہوگا۔سیٹھ صاحبؓ نے ان ایام میں وصیت تحریر کرائی اور ایسا انتظام کیا کہ بعد میں ورثاء میں کسی قسم کا اختلاف ترکہ کے متعلق پیدا نہ ہوا اور نہ کسی کا حق تلف ہو۔اور جماعت یادگیر کو عملی اصلاح کی طرف توجہ دلائی تا کہ جماعت ترقی کرے اور فرمایا کہ یادگیر میں احمدیت کے ترقی کر جانے کی اللہ تعالیٰ نے مجھے کئی بار اطلاع دی ہے حتیٰ کہ سوائے چند ایک ضدی لوگوں کے کوئی بھی احمدیت سے باہر نہ رہے گا۔

جسمانی طور پر آپ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قُرب میں دفن ہوئے اور موصی ہونے کی وجہ سے کتبہ لگایا گیا اس لئے آپ حضورؑ کے بروز اور **یدفن معی فی قبری** کے مصداق علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قرب میں مدفون شمار ہوتے ہیں۔صحابہ حضرت احمدؑ میں سے صرف اور صرف آپ ہی کو یہ دونوں سعادتیں نصیب ہوئی ہیں۔ وذالک فضل اللہ یؤتیه من یشاء ۔

آپ کا شجرہ ساتھ کے صفحہ پر درج کیا گیا ہے

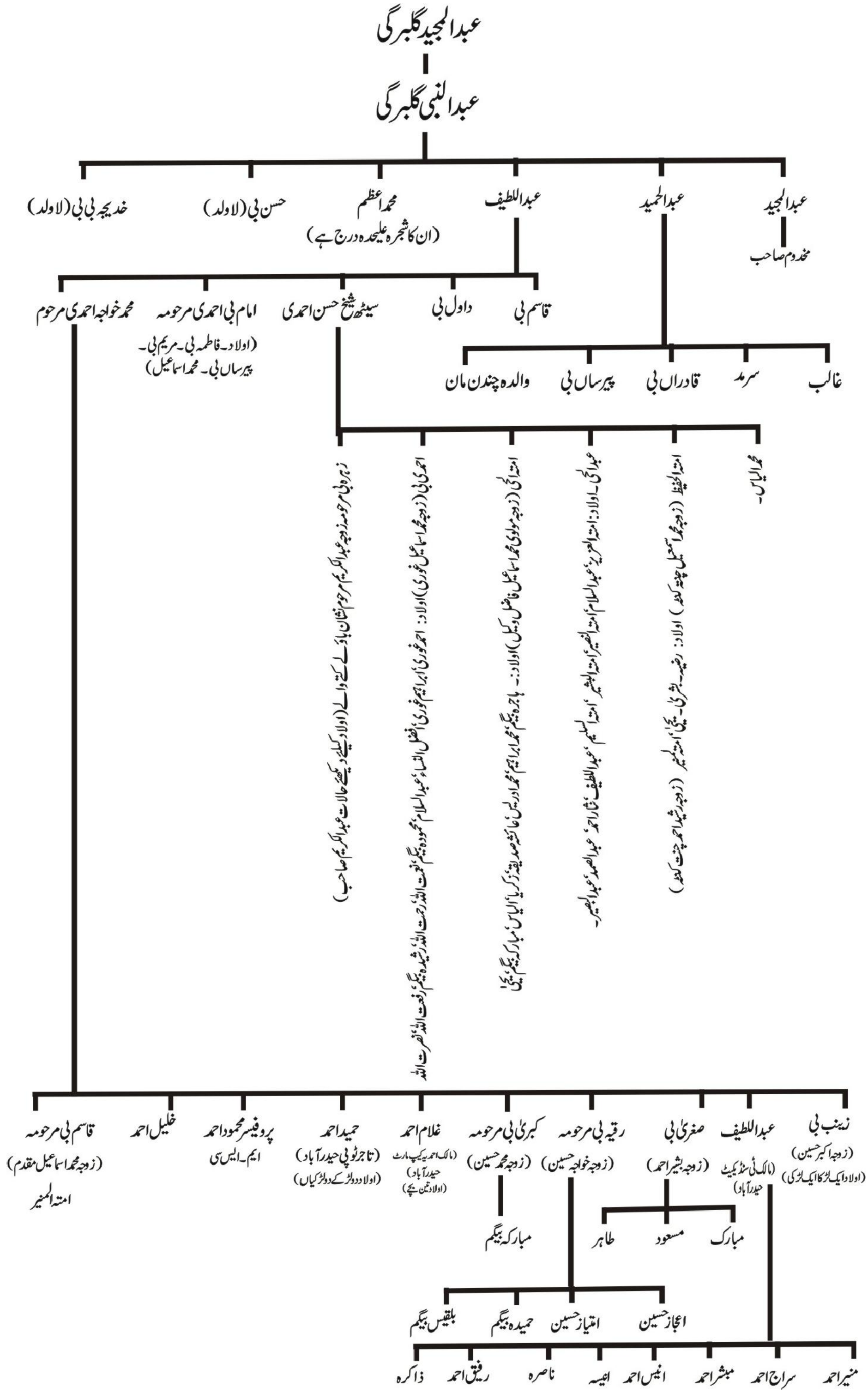

عبدالمجید گلبر گی
عبدالنبی گلبر گی
عبدالمجید
مخدوم صاحب
عبدالحمید
عبداللطیف
محمد اعظم
(ان کا شجرہ علیحدہ درج ہے)
حسن بی (لاولد)
خدیجہ بی بی (لاولد)
غالب
سرمد
قادراں بی
پیرساں بی
والدہ چندن مان
قاسم بی
داول بی
سیٹھ شیخ حسن احمدی
امام بی احمدی مرحومہ
(اولاد۔ فاطمہ بی۔ مریم بی۔
پیرساں بی۔ محمد اسماعیل)
محمد خواجہ احمدی مرحوم
محمد الیاس۔
امۃ الحفیظ (زوجہ محمد اسمعیل چونچ کنڈہ) اولاد: رضیہ۔ بشریٰ۔ یحییٰ۔ یحییٰ، امۃ الحکیم (زوجہ رشید احمد چنت کنڈہ)
عبدالحی۔ اولاد: امۃ العزیز، عبدالسلام، امۃ النصیر، امۃ البشیر، امۃ السلیم، عبداللطیف، نثار احمد، عبدالصمد، عبدالبصیر۔
امۃ الحی (زوجہ مولوی محمد اسماعیل فاضل وکیل) اولاد:۔ ہاجرہ بیگم، محمد ابراہیم، محمد ادریس، عائشہ، صدیقہ، زکریا، الیاس، مبارکہ بیگم، یحییٰ
احمدی بی (زوجہ محمد اسماعیل غوری) اولاد: احمد غوری، ابراہیم غوری، فضل النساء، عبدالسلام، محمودہ بیگم، نعمت اللہ، رحمت اللہ، رشیدہ بیگم، رفعت اللہ، نصرت اللہ
زہرہ بی مرحومہ زوجہ عبدالکریم مرحوم نشان باؤلے کے رہنے والے (اولاد کیلئے دیکھئے حالات عبدالکریم صاحب)
زینب بی
(زوجہ اکبر حسین)
(اولاد ایک لڑکا ایک لڑکی)
عبداللطیف
(مالک ٹی سنڈیکیٹ
حیدرآباد)
صغریٰ بی
(زوجہ بشیر احمد)
رقیہ بی مرحومہ
(زوجہ خواجہ حسین)
کبریٰ بی مرحومہ
(زوجہ محمد حسین)
غلام احمد
(مالک احمدیہ کیپ مارٹ
حیدرآباد)
(اولاد تین بچے)
حمید احمد
(تاجر ٹوپی حیدرآباد)
(اولاد دو لڑکے دو لڑکیاں)
پروفیسر محمود احمد
ایم۔ ایس سی
خلیل احمد
قاسم بی مرحومہ
(زوجہ محمد اسماعیل مقدم)
امۃ المنیر
مبارک
مسعود
طاہر
مبارکہ بیگم
اعجاز حسین
امتیاز حسین
حمیدہ بیگم
بلقیس بیگم
منیر احمد
سراج احمد
مبشر احمد
انیس احمد
انیسہ
ناصرہ
رفیق احمد
ذاکرہ

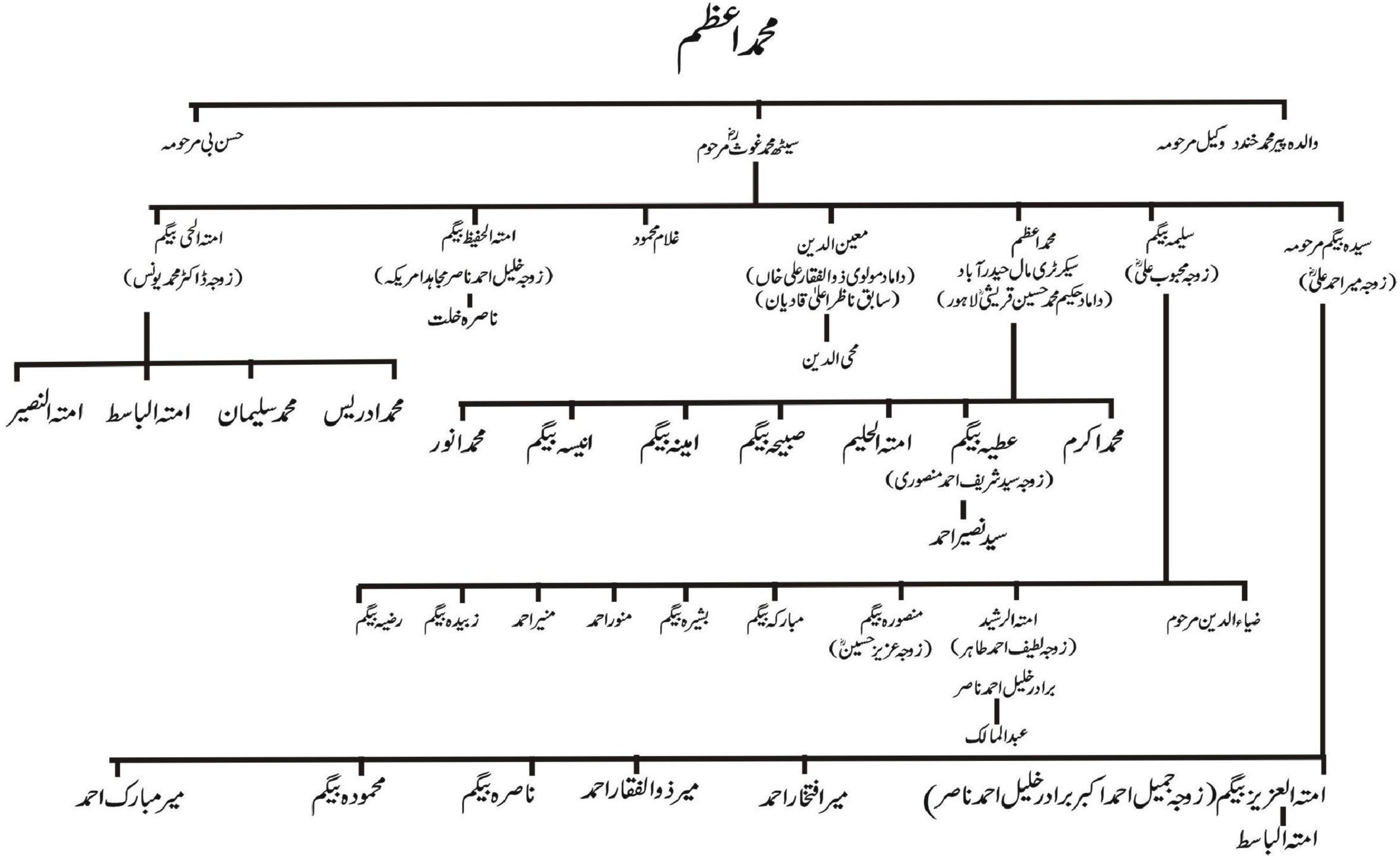

محمد اعظم
والدہ پیر محمد خند وکیل مرحومہ
سیٹھ محمد غوثؓ مرحوم
حسن بی مرحومہ
سیدہ بیگم مرحومہ (زوجہ میر احمد علیؓ)
سلیمہ بیگم (زوجہ محبوب علیؓ)
محمد اعظم سیکرٹری مال حیدرآباد (داماد حکیم محمد حسین قریشیؓ لاہور)
معین الدین (داماد مولوی ذوالفقار علی خاں) (سابق ناظر اعلیٰ قادیان)
محی الدین
غلام محمود
امتہ الحفیظ بیگم (زوجہ خلیل احمد ناصر مجاہد امریکہ)
ناصرہ خلت
امتہ الحی بیگم (زوجہ ڈاکٹر محمد یونس)
محمد ادریس
محمد سلیمان
امتہ الباسط
امتہ النصیر
محمد اکرم
عطیہ بیگم (زوجہ سید شریف احمد منصوری)
سید نصیر احمد
امتہ الحلیم
صبیحہ بیگم
امینہ بیگم
انیسہ بیگم
محمد انور
ضیاء الدین مرحوم
امتہ الرشید (زوجہ لطیف احمد طاہر برادر خلیل احمد ناصر
عبدالمالک
منصورہ بیگم (زوجہ عزیز حسینؓ)
مبارکہ بیگم
بشیرہ بیگم
منور احمد
منیر احمد
زبیدہ بیگم
رضیہ بیگم
امتہ العزیز بیگم (زوجہ جمیل احمد اکبر برادر خلیل احمد ناصر)
امتہ الباسط
میر افتخار احمد
میر ذوالفقار احمد
ناصرہ بیگم
محمودہ بیگم
میر مبارک احمد

حوالہ جات

۱۔ بیان مکرم شیخ یعقوب علیؓ صاحب عرفانی مندرجہ الفضل جلد ۳۵ نمبر ۸۵ بابت ۱۰/ اپریل ۱۹۴۷ء۔ صفحہ ۵

۲۔ الحکم جلد ۴ نمبر ۴۵ (صفحہ ۶ کالم ۳) بابت ۱۷ دسمبر ۱۹۰۰ء۔

۳۔ الفضل جلد ۳۵ نمبر ۸۶ بابت ۱۱/ اپریل ۱۹۴۷ء۔

۴۔ الفضل جلد ۳۵ نمبر ۸۵ بابت ۱۰/ اپریل ۱۹۴۷ء۔

۵۔ الفضل جلد ۲۹ نمبر ۲۵۱ بابت ۵/ نومبر ۱۹۴۱ء بحوالہ الفضل جلد ۳۵ نمبر ۱۶۱۔ سیٹھ محمد غوث صاحب رضی اللہ عنہ کے مفصل حالات کے لئے احباب الفضل جلد ۳۵ نمبر ۸۵ و ۸۶ و ۸۹ و ۱۵۸ و ۱۶۱ بابت ۱۹۴۷ء (مضامین از قلم مکرم عرفانی صاحب) کی طرف رجوع فرمائیے۔

۶۔ الفضل جلد ۳۲ نمبر ۱۶۱ بابت ۱۲/ جولائی ۱۹۴۴ء صفحہ ۷

۷۔ لائبریری کے افتتاح کا ذکر الفضل جلد ۳۱ نمبر ۲۰۲ بابت ۲۸ اگست ۱۹۴۳ء میں مندرج ہے۔

۸۔ سفرنامہ ناصر مطبوعہ ۱۹۱۹ء۔

۹۔ ڈائری بابت سفر ڈلہوزی حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ مندرجہ الفضل جلد ۱۶ نمبر ۳ بابت ۱۰ جولائی ۱۹۲۸ء صفحہ ۵

عبدالکریم صاحب حیدر آبادی رضی اللہ عنہ *

خاندانی حالات اور ولادت:

یادگیر (ریاست حیدر آباد دکن) میں جس کی موجودہ آبادی پچیس ۲۵ ہزار ہے۔ خاندانوں میں امتیاز و تعارف کے لئے مختلف نام رائج ہیں۔ایک خاندان شخنہ کے نام سے معروف ہے۔اس میں ۱۸۹۱ء کے قریب محلّہ آثار شریف میں عبدالرحمٰن صاحب کے ہاں عبدالکریم صاحب پیدا ہوئے۔ آپ کے دادا تاجر تھے۔ اونٹوں اور گھوڑوں پر مختلف مقامات پر مال لے جاتے تھے۔ کافی آسودہ حال تھے۔ آپ کے والد کپڑے کی تجارت کرتے تھے۔لیکن احمدیت کی اطلاع پانے سے قبل فوت ہوگئے تھے۔ان کی دو بیویوں میں سے زریم بی صاحبہ لاولد رہیں اور پیرساں بی صاحبہ زوجہ سیٹھ شیخ حسنؓ صاحب کی ہمشیرہ امام بی صاحبہ صاحب اولاد ہوئیں۔ جیسا کہ گذشتہ اوراق میں ذکر ہو چکا ہے۔ سیٹھ شیخ حسن صاحب رضی اللہ عنہ نے نصف لاکھ روپیہ کے ذاتی صرفہ سے بہت سے طالب علموں کو قادیان میں تعلیم دلانے کیلئے بھجوایا چنانچہ سب سے اول عبدالکریم صاحب کو بھجوایا اور اس دور افتادہ علاقہ کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایک عجیب نشان ظاہر فرمایا۔عبدالکریم صاحب ۱۹۰۶ء میں قادیان آئے تھے۔ چنانچہ حضرت مفتی محمد صادق صاحب رسالہ تعلیم الاسلام جلد ا نمبر ۶ صفحہ ۲۲۸ بابت دسمبر ۱۹۰۶ء میں فرماتے ہیں کہ ''تعلیم کیلئے ایک حیدری آبادی طالب علم آیا ہوا ہے'' وہ طالب علم یہی عبدالکریم تھے۔

سگ گزیدگی اور آثار جنون کا ظہور:

خواجہ عبدالرحمٰن صاحب نے اس سلسلے میں تحریر فرمایا جو خلاصتاً درج کیا جاتا ہے:

ایک روز جبکہ ہم طلباءِ تعلیم الاسلام ہائی سکول کے اس وقت کے بورڈنگ کے صحن میں کھیل رہے تھے کہ اچانک بورڈنگ کے غربی پھاٹک سے جو کہ میاں شیر محمد صاحب دکاندار کی دکان کے پاس ہے۔ایک باؤلا کتا صحن میں گھس آیا۔ پھاٹک سے ایک جریب بجانب شرق خاکسار راقم کھڑا تھا جب میں نے کتے کو دیکھا تو چاہا کہ آگے بڑھ کر اُسے ماروں لیکن کسی وجہ سے میں رُک گیا۔اس سے آگے نصف جریب کے فاصلہ پر میرے کلاس فیلو اخویم مکرم ڈاکٹر گوہرالدین صاحب کھڑے تھے۔انہوں نے پیچھے ہٹ کر اپنے آپ کو بچالیا۔ کتا سیدھا آگے بڑھتا گیا یہاں تک کہ اس جگہ جا پہنچا جہاں اب مدرسہ احمدیہ و بورڈنگ کا کنواں ہے۔ وہاں بہت سے لڑکے کھیل

---

* ماخذ کے ذکر کے بغیر جو حالات درج ہیں وہ آپ کے ہم زلف اخویم مولوی محمد اسماعیل صاحب فاضل وکیل یادگیر سے حاصل ہوئے ہیں۔(مؤلف)

رہے تھے۔ ان میں سے کتے نے عبدالکریم صاحب مرحوم پر حملہ کر کے زخمی کر دیا۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فداہ امی وابی کو جب اس واقعہ کی اطلاع ملی تو حضور نے منتظمین کے ذریعہ علاج کے لئے عبدالکریم صاحب کوکسولی بھجوادیا۔ ان کو سگ دیوانہ سے معمولی خراش آئی تھی۔ اس لئے جب دوسروں کوعلاج کے لئے کسولی روانہ کیا گیا تو ان کے متعلق افسران متعلقہ میں اختلاف ہوا۔ بعض کہتے تھے کہ کتے نے کاٹا نہیں نامعلوم خراش آئی ہے اس لئے بھیجنے کی ضرورت نہیں۔ لیکن انہیں احتیاطاً بھیج دیا گیا۔ علاج ہو جانے کے بعد عبدالکریم صاحب کامل صحت یاب ہونے پر قادیان واپس آ گئے اور ہمارے ساتھ بورڈنگ میں مثل سابق رہنے لگے۔ مکرم مولوی عبدالرحمٰن صاحب جٹ فاضل امیر جماعت احمدیہ قادیان فرماتے ہیں کہ ایک روز ظہر یا عصر کے لئے مَیں، عبدالکریم صاحب اور دیگر بورڈران واٹر ہاؤس میں وضو کر رہے تھے تو عبدالکریم اچانک پانی سے ڈر کر چونک پڑے اور کہنے لگے کہ مجھے پانی سے ڈر لگتا ہے۔ اس کی اطلاع سپرنٹنڈنٹ صاحب بورڈنگ کی وساطت سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں پہنچائی گئی تو حضورؑ نے ہیڈ ماسٹر حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ کو فرمایا کہ وہ تار دے کر کسولی کے ڈاکٹروں سے دریافت کریں اور عبدالکریم صاحب کو دوسروں سے علیحدہ رکھنے کا ارشاد فرمایا۔ چنانچہ انہیں سید محمد علی شاہ صاحب مرحوم کے چوبارہ پر خاکسار کے ماموں برکت علی صاحب (برادر حافظ حامد علی صاحب رضی اللہ عنہ) کی زیرنگرانی رکھا گیا۔ وہ ان دنوں بورڈنگ میں بطور خادم کام کرتے تھے۔ ہم مرض کی وحشت اور خوف کی وجہ سے عبدالکریم کو دور سے ہی دیکھتے تھے اور قریب نہیں جاتے تھے۔ کسولی سے مایوس کن جواب آیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کوئی دوا تجویز فرمائی جس سے انہیں کثرت سے پاخانے آئے جس سے وہ نڈھال ہو کر بے ہوشی کی سی حالت میں رہتے تھے۔ دو تین روز بعد جب جسم میں کچھ توانائی آئی تو معلوم ہوا کہ ان کی مرض کافور ہو چکی ہے۔

خواجہ عبدالرحمٰن صاحب فرماتے ہیں:

> ''مکرم معظم ماسٹر عبدالرحمٰن صاحب بی۔اے (سابق سردار مہر سنگھ) نے ہمیں عبدالکریم کے پاس جانے سے منع فرمایا۔ مبادا کہ کسی کو ان سے نقصان پہنچے۔ جب سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں اس بات کی اطلاع کی گئی تو سب سے پہلے حضورؑ نے معالجین کو حکم دیا کہ کوئی مہلک دوائی نہ دی جائے۔ کیونکہ جب ہلکاؤ کی بیماری ہو جاتی ہے تو چونکہ یہ مرض لا علاج ہے لوگوں کو نیز مریض کو تکلیف اور دُکھ سے بچانے کے لئے ڈاکٹر ایسا کرتے ہیں۔ پھر عبدالکریم صاحب کو علیحدہ رکھنے کے لئے تجویز کی گئی۔ مکرم

سید محمد علیؓ شاہ صاحب مرحوم ساکن قادیان کے مکان کے بالائی حصہ میں جہاں پہلے ''الحکم'' کا دفتر ہوتا تھا عبدالکریم صاحب مغفور کی رہائش کے لئے تجویز ہوا۔اوران کو وہاں منتقل کر دیا گیا۔اخویم مکرم سید ولی اللہ شاہ صاحب (حال ناظر دعوت و تبلیغ) اور خاکسار کو کہ ہم دونوں نے برضاء خود خدمات پیش کی تھیں۔پہرہ پر لگایا گیا۔

''جب ان کو باؤلے کُتے نے کاٹا ان کی عمر ۱۷۔۱۸ سال کی ہوگی۔جب مرحوم کو ہلکاؤ ہوا تو ذراسی آہٹ سے چونک پڑتے۔سانس مشکل سے آتا تھا۔اور پانی سے ڈرتے تھے اور ذرا سے شور سے سخت مضطرب ہو جاتے تھے۔''*

محترم بھائی محمود احمد صاحب موصوف (سابق مالک احمدیہ میڈیکل ہال قادیان) سرگودھا سے تحریر کرتے ہیں کہ ''عبدالکریم (صاحب) کا بوقت دورہ دیوانگی میں بھی تیماردار رہا ہوں۔''

حضرت مسیح موعودؑ کی شفقت :

اس دور افتادہ علاقہ کے طالب علم کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام' حضرت مولوی نورالدین صاحب (خلیفۃ المسیح الاولؓ) بلکہ تمام احمدیوں کے قلوب میں جو اضطراب اور درد کی کیفیت پیدا ہوئی وہ **کل مومن اخوۃ** کا ایک ایمان افزا نظارہ تھا۔اور یہ حقیقت ہے کہ ایسے نظارے سوائے مومنوں کی اس جماعت کے آپ کو اس زمانہ میں اور کہیں نہیں ملیں گے۔موقر اخبار الحکم رقمطراز ہے:

''۲ فروری۔آج نماز ظہر کے بعد مدرسہ تعلیم الاسلام کے ایک طالب علم کے متعلق جس کو کچھ عرصہ سے سگ دیوانہ یعنی ہلکے کتے نے کاٹا تھا معلوم ہوا کہ اُس میں اس بیماری کے آثار ظاہر ہو گئے ہیں۔حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کو خبر کی گئی تو آپ بڑے اضطراب سے دعا و دوا کرنے لگے اور بار بار اُس کی خبر گیری فرماتے تھے۔

''نماز عصر کے بعد حضرت حکیم الامۃ جبکہ بڑی مسجد میں قرآن کریم کا درس فرما رہے تھے۔حضرت اقدسؑ مسیح موعود علیہ السلام نے اُن کو دوائی اُس طالب علم کے لئے بھیجی کہ یہ دوائی اُس کو کھلاؤ۔حضرت حکیم الامۃ نے حاضرین کو فرمایا کہ دیکھو خدا کے مامور میں کس قدر خلقت اللہ پر شفقت ہے۔الغرض ہر ایک احمدی فرد میں اُس طالب علم کے لئے ایک درد تھا

* خواجہ صاحب کے تمام اقتباسات آپ کے مضمون بعنوان ''عبدالکریم صاحب مرحوم آف یادگیر کا ذکر'' مندرجہ الفضل جلد ۲۱ نمبر ۱۰۳ بابت ۲۷ فروری ۱۹۳۴ء سے ماخوذ ہیں۔خواجہ صاحب ان دنوں بمقام کرناہ (کشمیر) میں رینج آفیسر تھے۔تقسیم کے بعد کشمیر کے پراونشل امیر رہے۔افسوس کہ بتاریخ ۸ دسمبر ۱۹۵۰ء کو وفات پا چکے ہیں۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔(مؤلف)

اور دعا کرتے تھے۔

''حضرت حکیم الامۃ کے اُس طالب علم کے متعلق یہ لفظ ہیں اُس بچے کے لئے مجھے سخت اضطراب ہے۔ مجھے ایسا دل میں اس کے لئے درد ہے کہ میں تم کو سبق نہیں پڑھا سکتا۔ حضرت اقدس نے فوراً مجھے اندر سے کہلا بھیجا ہے کہ یہ دوا اس کو پلاؤ۔ پھر اب اور دوائی اس کے لئے بھیجی ہے۔ دیکھو آپ کس قدر مخلوق اللہ پر شفقت رکھتے ہیں۔ اختتام درس کے بعد مولوی صاحب نے اس کے لئے فرمایا کہ سب اس کی صحت کے لئے دعا کرو۔ حاضرین نے دردِ دل سے دعا کی۔ خورد بزرگ کی دعا بھی ایسی تھی جیسا کہ ایک انسان کے کسی عضو کو زخم ہو تو سارے جسم میں بے قراری و بے آرامی ہو جاتی ہے۔ ایسا ہی ایک طالب علم کی وجہ سے سب میں ایک درد پیدا ہو گیا۔ گویا ایسا معلوم ہوا کہ سب میں ایک روح اور جدا جدا جسم ہیں۔'' [1]

پھر ''دارالامان کا ہفتہ'' کے زیرِ عنوان مرقوم ہے کہ مدرسہ تعلیم الاسلام کے حیدر آبادی طالب علم جو بعارضہ Hydro Phobia بیمار ہو گیا تھا کی حالت اب اچھی ہے۔ [2]

نشان الٰہی کے متعلق حضورؑ کا بیان:

عبدالکریم صاحبؓ کی بیماری اور اس سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا سے شفاء یابی ایک عظیم الشان نشانِ الٰہی تھا اور احیاء موتیٰ کا رنگ رکھتا تھا چنانچہ حضورؑ تحریر فرماتے ہیں:۔

(۵) پانچواں نشان جو ان دنوں میں ظاہر ہوا وہ ایک دعا کا قبول ہونا ہے۔ جو درحقیقت احیائے موتیٰ میں داخل ہے۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ عبدالکریم نام ولد عبدالرحمٰن ساکن حیدر آباد دکن ہمارے مدرسہ میں ایک لڑکا طالب العلم ہے۔ قضاء قدر سے اس کو سگِ دیوانہ کاٹ گیا۔ ہم نے اس کو معالجہ کے لئے کسولی بھیج دیا۔ چند روز تک اس کا کسولی میں علاج ہوتا رہا۔ پھر وہ قادیان میں واپس آیا۔ تھوڑے دن گذرنے کے بعد اس میں وہ آثار دیوانگی کے ظاہر ہوئے جو دیوانہ کتے کے کاٹنے کے بعد ظاہر ہوا کرتے ہیں اور پانی سے ڈرنے لگا۔ اور خوفناک حالت پیدا ہو گئی۔ تب اس غریب الوطن عاجز کے لئے میرا دل سخت بے قرار ہوا اور دعا کے لئے ایک خاص توجہ پیدا ہو گئی۔ ہر ایک شخص سمجھتا تھا کہ وہ غریب چند گھنٹہ کے بعد مر جائے گا ناچار اس کو بورڈنگ سے باہر نکال کر ایک الگ مکان میں دوسروں سے علیحدہ ہر ایک احتیاط سے رکھا گیا اور کسولی کے انگریز ڈاکٹروں کی طرف تار بھیج دی اور پوچھا گیا کہ اس حالت میں اس کا کوئی علاج بھی ہے۔ اس طرف سے

بذریعہ تار جواب آیا کہ اب اس کا کوئی علاج نہیں۔ مگر اس غریب اور بے وطن لڑکے کے لئے میرے دل میں بہت توجہ پیدا ہوگئی اور میرے دوستوں نے بھی اس کے لئے دعا کرنے کے لئے بہت ہی اصرار کیا۔ کیونکہ اس غربت کی حالت میں وہ لڑکا قابل رحم تھا۔ اور نیز دل میں یہ خوف پیدا ہؤا کہ اگر وہ مر گیا تو ایک برے رنگ میں اس کی موت شماتت اعدا کا موجب ہوگی۔ تب میرا دل اس کے لئے سخت درد اور بے قراری میں مبتلا ہؤا۔ اور خارق عادت توجہ پیدا ہوئی جو اپنے اختیار سے پیدا نہیں ہوتی بلکہ محض خدا تعالیٰ کی طرف سے پیدا ہوتی ہے اور اگر پیدا ہو جائے تو خدا تعالیٰ کے اذن سے وہ اثر دکھاتی ہے کہ قریب ہے کہ اس سے مردہ زندہ ہو جائے۔ غرض اس کے لئے اقبال علی اللہ کی حالت میسر آ گئی۔ اور جب وہ توجہ انتہا تک پہنچ گئی اور درد نے اپنا پورا تسلط میرے دل پر کرلیا تب اس بیمار پر جو درحقیقت مردہ تھا اُس توجہ کے آثار ظاہر ہونے شروع ہوگئے اور یا تو وہ پانی سے ڈرتا اور روشنی سے بھاگتا تھا اور یا یکدفعہ طبیعت نے صحت کی طرف رخ کیا اور اس نے کہا کہ اب مجھے پانی سے ڈر نہیں آتا۔ تب اس کو پانی دیا گیا تو اس نے بغیر کسی خوف کے پی لیا بلکہ پانی سے وضو کر کے نماز بھی پڑھ لی اور تمام رات سوتا رہا اور خوفناک اور وحشیانہ حالت جاتی رہی یہاں تک کہ چند روز تک بکلی صحت یاب ہوگیا۔ میرے دل میں فی الفور ڈالا گیا کہ یہ دیوانگی کی حالت جو اس میں پیدا ہوگئی تھی یہ اس لئے نہیں تھی کہ وہ دیوانگی اس کو ہلاک کرے بلکہ اس لئے تھی کہ تا خدا کا نشان ظاہر ہو۔ اور تجربہ کار لوگ کہتے ہیں کہ کبھی دنیا میں ایسا دیکھنے میں نہیں آیا کہ ایسی حالت میں کہ جب کسی کو دیوانہ کتے نے کاٹا ہو اور دیوانگی کے آثار ظاہر ہوگئے ہوں پھر کوئی شخص اس حالت سے جانبر ہو سکے اور اس سے زیادہ اس بات کا اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ جو ماہر اس فن کے کسولی میں گورنمنٹ کی طرف سے سگ گزیدہ کے علاج کے لئے ڈاکٹر مقرر ہیں انہوں نے ہمارے تار کے جواب میں صاف لکھ دیا ہے کہ اب کوئی علاج نہیں ہو سکتا۔

''اس جگہ اس قدر لکھنا رہ گیا کہ جب میں نے اس لڑکے کے لئے دعا کی تو خدا نے میرے دل میں القا کیا کہ فلاں دوا دینی چاہئے۔ چنانچہ میں نے چند دفعہ وہ دوا بیمار کو دی۔ آخر بیمار اچھا ہوگیا یا یوں کہو کہ مردہ زندہ ہوگیا اور جو کسولی کے ڈاکٹروں کی طرف سے ہماری تار کا جواب آیا تھا ہم ذیل میں وہ جواب جو انگریزی میں ہے معہ ترجمہ کے لکھ دیتے ہیں اور وہ یہ ہے:

FROM STATION	**TO STATION**
KASAULI	**BATALA**
FROM PERSON	**TO PERSON**
PASTEUR	**SHER ALI KADIAN**

SORRY NOTHING CAN BE DONE FOR ABDUL KARIM

(انگریزی الفاظ اردو میں) ٹوسٹیشن بٹالہ فرام سٹیشن کسولی

ٹوپرسن شیر علی قادیان فرام پرسن پیسٹور

ساری نہ تھنگ کین بی ڈن فار عبدالکریم

ترجمہ مقام بٹالہ از مقام کسولی

بنام شیر علی قادیان از جناب پیسٹور

''افسوس ہے کہ عبدالکریم کے واسطے کچھ بھی نہیں کیا جا سکتا''۔

''اور دفتر علاج سگ گزیدگان سے ایک مسلمان نے متعجب ہو کر کسولی سے ایک کارڈ بھیجا ہے جس میں لکھا ہے کہ ''سخت افسوس تھا کہ عبدالکریم جس کو دیوانہ کتے نے کاٹا تھا اس کے اثر میں مبتلا ہو گیا۔ مگر اس بات کے سننے سے بڑی خوشی ہوئی کہ وہ دعا کے ذریعہ سے صحت یاب ہو گیا۔ ایسا موقعہ جانبر ہونے کا کبھی نہیں سُنا۔ یہ خدا کا فضل اور بزرگوں کی دعا کا اثر ہے۔ الحمدللہ۔ راقم عاجز عبداللہ از کسولی'' ۳؎

ایک اور نشان الٰہی کے گواہ

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تحریر فرماتے ہیں:

''(۷) ساتواں نشان۔ ۲۸ فروری ۱۹۰۷ء کو صبح کو یہ الہام ہوا۔ سخت زلزلہ آیا اور آج بارش بھی ہوگی۔ خوش آمدی نیک آمدی۔ چنانچہ یہ پیشگوئی صبح کو ہی قبل از وقوع تمام جماعت کو سنائی گئی اور جب یہ پیشگوئی سنائی گئی بارش کا نام و نشان نہ تھا۔ اور آسمان پر ایک ناخن کے برابر بھی بادل نہ تھا اور آفتاب اپنی تیزی دکھلا رہا تھا اور کوئی نہیں جانتا تھا کہ آج بارش بھی ہوگی اور پھر بارش کے بعد زلزلہ کی خبر دی گئی تھی۔ پھر ظہر کی نماز کے بعد یکدفعہ بادل آیا اور بارش ہوئی اور رات کو بھی کچھ برسا اور اُس کی رات کو جس کی صبح میں ۳/ مارچ ۱۹۰۷ء کی تاریخ تھی زلزلہ آیا جس کی خبریں عام طور پر مجھے پہنچ گئیں۔ پس اس پیشگوئی کے دونوں پہلو

تین دن میں پورے ہوگئے۔''۴۴؎

حضورؑ نے قبل از وقت پیشگوئی سننے والے سواصد کے قریب احباب کے اسماء درج فرمائے ہیں۔

اس زمرہ میں حضرت مولوی نورالدین صاحب (خلیفۃ المسیح الاولؓ) حضرت صاحبزادہ مرزا محمود احمد صاحب (خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ) حضرت نانا جان میر ناصر نواب صاحبؓ۔ حضرت مولوی شیر علی صاحب۔ حضرت مولوی سرور شاہ صاحب اور حضرت قاضی امیر حسینؓ صاحب اور حضرت مفتی محمد صادق صاحب رضی اللہ عنہم اجمعین کے اسماء بھی ہیں۔ قبل از وقوع اس الہام کے سننے کی شہادت کے طور پر احباب سے دستخط لئے گئے تھے۔ چنانچہ اُن میں ''عبدالکریم'' کا نام بھی شامل ہے۔* کیا ہی مبارک ہیں وہ اصحاب الصُّفہ جو حضرت بروز محمدؐ اور مصداق یدفن معی فی قبری اللّٰھم صل علیہما و بارک وسلم کی زبان مبارک ہاں تیرہ صدیوں کے بعد نازل ہونے والے موعود اور موعود بھی موعود اقوام عالم کے منہ سے صبح و شام تازہ بتازہ کلام الٰہی سنتے تھے جو ان کے سامنے پورا ہو کر ان کے ازدیادِ ایمان کا باعث بنتا تھا۔ یہ پیارا مسیحؑ دوسرے جہان کو سدھار چکا اب اُس کے فیض یافتہ حواری۔ اس کے شیدائی اور اس کے پروانے جلد جلد ہمیں داغ مفارقت دے رہے ہیں۔ قدیم ترین صحابہ میں سے تو صرف چند ایک ہیں اور وہ بھی چراغ سحری۔ اے صاحب قدرت اللہ! تو صحابہؓ کے مبارک دور کو لمبا کر دے اور ہمیں اُن کے فیوض سے زیادہ سے زیادہ مستفیض ہونے کی توفیق عطا فرما۔ آمین۔ اب ہمارے لئے یہ امر باعث تسکین ہے

---

*یہ نشان ایک ہی عبارت میں بدر جلد ۶ نمبر ۱۰ (صفحہ ۱) بابت ۷/ مارچ ۱۹۰۷ء۔ الحکم جلد ۱۱ نمبر ۸ (صفحہ ۱) بابت ۱۰/ مارچ ۱۹۰۷ء اور حقیقۃ الوحی (صفحہ ۵۶ تا ۵۸) میں درج ہے۔ اخبارات مذکورہ میں بوجہ عدم گنجائش گواہوں کے اسماء کا ایک حصہ درج نہیں ہوا۔ چونکہ حقیقۃ الوحی میں چالیس کے قریب طالبعلموں کے نام ایک ہی جگہ درج ہیں اور یہ الہام ۲۸/ فروری ۱۹۰۷ء کو ہوا اور ۳/ مارچ ۱۹۰۷ء کی رات کو پورا ہوا۔ جس کے پورا ہونے پر الہام قبل از وقوع سُننے والوں کے دستخط لئے گئے۔ اور اس ماہ فروری میں سگِ دیوانہ والا نشان ظاہر ہوا تھا۔ اس لئے مجھے خیال آیا کہ گواہوں میں ''عبدالکریم'' سے شاید یہی عبدالکریم مُراد ہوں۔ ان کے نام سے ملحق قبل ''ممتاز علی'' نام درج ہے۔ چنانچہ مکرم حاجی ممتاز علی صاحب درویش پسر مکرم مولوی ذوالفقار علی خاں صاحب سابق ناظر اعلیٰ صدر انجمن احمدیہ قادیان و سابق ناظم تحریک جدید قادیان کو فہرست دکھائی۔ انہوں نے بتایا کہ عبدالکریم صاحب حیدر آبادی ان کے ہم مکتب تھے۔ اور اس نشان کے گواہوں میں انہی کا نام درج ہے نہ کہ کسی اور عبدالکریم کا۔ پھر راقم کے استفسار پر کہ آیا اس سے مُراد عبدالکریم صاحب حیدر آبادی ہیں۔ نیز کیا اس وقت کوئی اور طالب علم عبدالکریم نامی بھی تھا اور ''دین محمد'' اور ''عبدالغنی'' وغیرہ گواہوں سے کون مُراد ہیں۔ دو گواہوں ''گوہر دین'' اور ''محمود'' کے بیانات درج کرتا ہوں۔ مکرم ڈاکٹر گوہر دین صاحب میڈیکل آفیسر بمقام ٹن ضلع اٹک (سابق ملازم برما و برادر مکرم حافظ محمد امین صاحب رضی اللہ عنہ) اپنے مکتوب مورخہ ۵۱/۱/۲۵ میں تحریر فرماتے ہیں:۔ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

کہ ہم خلافت راشدہ سے مستفید ہو رہے ہیں۔اور خلافت راشدہ نور نبوت کے انتشار اور زمانہ برکات نبوت کے امتداد کا موجب ہوتی ہے اور اب تو مثیل حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام یعنی حضرت مصلح موعود ایدہ اللہ تعالیٰ کا عہد مبارک ہے کہ جن کی زبان پر اللہ تعالیٰ نے انا المسیح الموعود مثیلہ' وخلیفتہ' کے الفاظ جاری کئے۔کاش ہم کماحقہٗ قدر کریں۔اے اللہ تعالیٰ! تو ہمیں توفیق عطا فرما۔آمین۔

اہلی زندگی:

پہلے آپ کی شادی اپنے خالو سیٹھ شیخ حسن صاحب یادگیری رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی محترمہ زہرہ بی صاحبہ سے ہوئی۔موصوفہ حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ابتدائی ایام میں مولانا میر محمد سعید صاحب رضی اللہ عنہ اور والدہ کی معیت میں قادیان آئی تھیں اور کچھ مہینے قیام کرکے دینی تعلیم پائی تھی۔سیٹھ صاحبؓ نے

بقیہ حاشیہ : ''عبدالکریم حیدرآبادی کے علاوہ اور بھی عبدالکریم تھے جو مجھ سے اُوپر کے درجہ میں تعلیم پاتے تھے اور بورڈنگ میں مکین تھے۔یہ صاحب اُس وقت تک سکول چھوڑ چکے تھے اور الہام کے پورا ہونیکے گواہوں میں جو نام درج ہے اُس سے غالباً عبدالکریم حیدرآبادی ہی مراد ہیں۔دین محمد سے مراد تائید دین محمد عرف میاں بگا کشمیری مراد تھے۔عبدالغنی صاحب میرے ایک ہم جماعت تھے۔اُن کا تعلق مولوی فضل الدین وکیل سے بہت تھا۔تفصیلی حالات اُن سے معلوم ہوسکیں گے۔دوسرے عبدالغنی کے متعلق مجھے علم نہیں۔''

مکرم بھائی محمود احمد صاحب مالک ودود میڈیکل ہال سرگودھا سابق مالک احمدیہ میڈیکل ہال دارالفتوح قادیان اپنے مکتوب مورخہ ۲۲/۱/۵۱ میں تحریر فرماتے ہیں:

''حقیقۃ الوحی صفحہ ۵۶ تا ۵۸ کے گواہوں میں یقیناً وہی عبدالکریم حیدرآبادی جس کو دیوانہ کُتّے نے کاٹا تھا اُسی کا نام ہے۔جماعت پنجم میں میرا ہم کلاس تھا۔چھٹی جماعت میں رخصتوں پر واپس جاکر پھر نہیں آیا تھا...... دین محمد سے مراد مستری دین محمد ہے جو کہ آج کل جہلم میں رہتے ہیں۔عبدالغنی طالب علم کلانور کا تھا۔یہ دو بھائی تھے۔ممکن ہے دوسرے بھائی کا نام غلطی سے عبدالغنی دوبارہ لکھا گیا ہو............ یہ وہی یقیناً عبدالکریم ہے۔عبدالغنی کا ماموں قادیان میں چٹھی رساں بھی تھا۔مزید آنکہ ایک اور طالب علم عبدالغنی جموں کا رہنے والا تھا۔مگر وہ گواہوں کی فہرست میں نہیں تھا کیونکہ وہ بعد میں آیا تھا۔میں نے نام صرف ''محمود'' لکھا تھا اور خلیفۃ المسیحؓ الثانی کا نام محمود احمد درج ہے''۔نیز اپنے مکتوب مورخہ ۳/۳/۵۱ میں تحریر فرماتے ہیں:

''عبدالکریم مرحوم چوتھی جماعت میں داخل ہوا۔چھٹی جماعت ۱۹۰۸ء کی موسمی تعطیلوں پر گھر واپس جاکر پھر نہیں آیا۔جماعت پنجم میں میرا ہم جماعت تھا۔بہرحال سگِ (دیوانہ والی) دیوانگی کے اچھا ہونے کے بعد قادیان میں تھا۔اسی واسطے اس کا نام گواہوں میں درج ہے۔''(مؤلف)

جب یادگیر میں بچیوں کے لئے ایک مدرسہ قائم کیا تو ابتداء میں محترمہ زہرہ بی صاحبہ ہی تعلیم دیتی تھیں۔ بعد میں اور بہت سی استانیاں رکھ لی گئیں اور مدرسہ سرکاری طور پر بھی منظور ہو گیا تھا۔ آپ کی ۱۳۳۵ھ ہجری میں وفات کے بعد عبدالکریم صاحب نے محترمہ زہرہ بی صاحبہ دختر مکرم عبدالرحمٰن صاحب غوری سے شادی کی۔ موصوفہ بقید حیات ہیں۔ شجرہ درج ذیل ہے۔

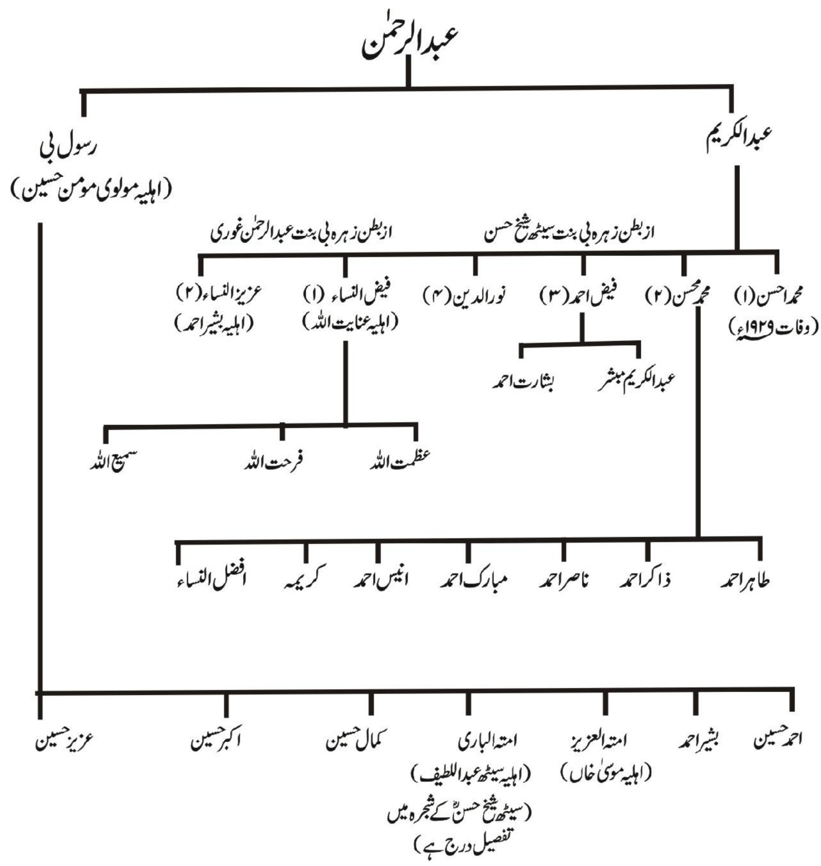

بقیہ زندگی کے حالات:

آپ ۱۹۱۹ء سے ۱۹۲۳ء تک چار سال بمبئی میں تجارت کرتے رہے۔ پھر بقیہ ساری عمر یادگیر میں ہی کاروبار کرتے رہے۔ آپ صوم وصلوٰۃ کے پابند تھے۔ خودداری کا مادہ غالب تھا گوشہ تنہائی کو پسند کرتے تھے۔ جماعت میں کچھ عرصہ خطیب بھی رہے بزرگان سلسلہ اور اپنی قادیان کی طالب علمی کی زندگی کو بہت یاد کرتے تھے۔ آپ بتاریخ ۹ رمضان ۱۳۵۸ھ ہجری بعمر قریباً پچاس سال فوت ہو کر احمدیہ قبرستان یادگیر میں دفن ہوئے۔ آپ کی

قبر کے کتبہ پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نشان کا ذکر کیا گیا ہے۔

خواجہ عبدالرحمٰن صاحب موصوف آپ کے متعلق فرماتے ہیں:

''مرحوم مغفور خاکسار راقم کے دوست تھے۔ بہت منکسر المزاج۔ سادہ طبع انسان تھے۔ زمانہ طالب علمی میں وہ اکثر قرآن پاک کی تلاوت کرتے رہتے۔ رنگ ان کا کالا تھا۔ ...... **اللّٰھم اغفر لہ وارحمہ وعافِہ و اعفُ عنہ و اکرم نزلہ' و أدخلہ الجنۃ۔ آمین اللّٰھم آمین۔''** ۵ؔ

حضرت نانا جان کی طرف سے ذکر خیر:

سیٹھ شیخ حسن صاحب رضی اللہ عنہ کے حالات میں ذکر کیا گیا ہے کہ حضرت نانا جان میر ناصر نواب صاحب رضی اللہ عنہ ۱۹۱۹ء میں چندہ کی فراہمی کے لئے دورہ پر دکن تشریف لے گئے تھے۔ ان حالات کا اپنے منظوم کلام میں ذکر کرتے ہوئے آپؓ نے عبدالکریم صاحبؓ کا بھی ذکر کیا ہے۔ فرماتے ہیں:

''سیٹھ صاحب نے کی میری نصرت　　اکثروں پر وہ لے گئے سبقت

....　　..

اُن پہ اللہ کی عنایت ہو　　ان پہ مولا کی میرے رحمت ہو

میاں عبدالکریم شاد رہیں　　ہر طرح سے وہ با مرادر ہیں'' **صفحہ ۶**

جب عبدالکریم صاحب کی وفات کی خبر قادیان پہنچی تو حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ نے ۵ جنوری ۱۹۴۴ء کو خطبہ جمعہ کے بعد فرمایا:

''نماز کے بعد میں چند ایک جنازے پڑھاؤں گا...................... دوسرا جنازہ عبدالکریم صاحب کا ہے۔ عام قانون کے ماتحت میں ان ہی کا جنازہ پڑھتا ہوں۔ جو یا تو جماعت کے خاص رکن ہوں یا پرانے احمدی ہوں اور حضرت مسیح موعودؑ کے وقت میں خدمات کر چکے ہوں۔ یا جن کا جنازہ پڑھنے والا کوئی احمدی نہ ہو۔ لیکن ان صاحب کا اس لئے پڑھ رہا ہوں کہ یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کا زندہ معجزہ تھے۔ یہ وہی صاحب ہیں جن کو باؤلے کتے نے کاٹا اور کسولی سے علاج کرانے کے بعد حملہ ہونے پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعا سے شفایاب ہوئے۔ اب وہ فوت ہو گئے ہیں۔'' ۷ؔ

الراقم

۱۲/۳/۵۱　　ملک صلاح الدین درویش (بیت الفکر)

۳۰ ہش　　(دار المسیح) قادیان

حوالہ جات

۱۔ الحکم جلد ۱۱ نمبر ۵ صفحہ ۱۱ بابت ۱۰/ فروری ۱۹۰۷ء۔

۲۔ الحکم جلد ۱۱ نمبر ۵ (صفحہ ۱ کالم ۱) بابت ۱۰/ فروری ۱۹۰۷ء۔ نیز نمبر ۶ (صفحہ ۱۰ کالم ۲) بابت ۱۷/ فروری ۱۹۰۷ء میں بھی ان کی شفایابی کا عنوان مذکورہ بالا کے ماتحت ذکر ہے۔

۳۔ تمتہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۴۶ تا ۴۸۔

۴۔ تمتہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۵۵۔

۵۔ الفضل جلد ۲۱ نمبر ۱۰۳ بابت ۲۷/ فروری ۱۹۳۴ء۔

۶۔ سفرنامہ ناصر نمبر ۲۔ بار اوّل مطبع انوار احمدیہ قادیان ۱۹۱۱ء۔

۷۔ الفضل ۹/ جنوری ۱۹۳۴ء صفحہ ۲ کالم ۱

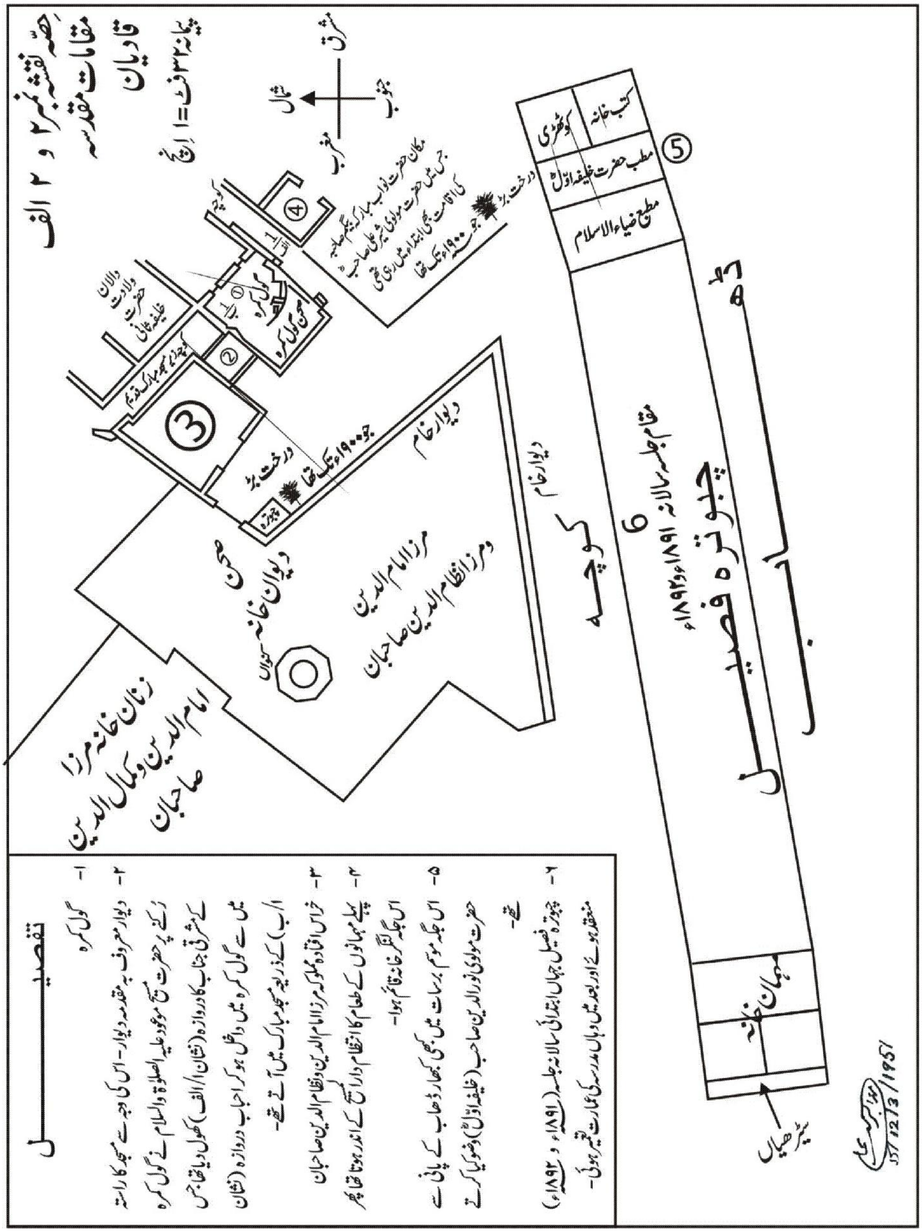
حصہ نقشہ نمبر۲ و ۲ الف
مقامات مقدسہ
قادیان
پیمانہ ۳۲ فٹ = ۱ انچ
شمال
مشرق
مغرب
جنوب
دالان ولادت حضرت خلیفہ ثانی
گول کمرہ
صحن گول کمرہ
کوچہ
مکان حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ جس میں حضرت مولوی شیر علی صاحب کی اقامت بھی ابتداء میں رہی تھی
درخت بڑ جو ۱۹۰۰ء تک تھا
درخت بڑ
چبوترہ
دیوار خام
صحن دیوان خانہ
مرزا امام الدین و مرزا نظام الدین صاحبان
زنان خانہ مرزا امام الدین و کمال الدین صاحبان
کوچہ
6
مقام جلسہ سالانہ ۱۸۹۱ء و ۱۸۹۲ء
چبوترہ فصیل
ڈھاب
کتب خانہ
کوٹھڑی
مطب حضرت خلیفہ اوّل
مطبع ضیاء الاسلام
مہمان خانہ
سیڑھیاں
تفصیل
۱- گول کمرہ
۲- دیوار معروف بہ مقدمہ دیوار - اس کی وجہ سے مسجد کا راستہ رُکنے پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے گول کمرہ کے مشرقی جناب کا دروازہ (نشان ۱/الف) کھول دیا تھا جس میں سے گول کمرہ میں داخل ہو کر احباب دروازہ (نشان ۱/ب) کے ذریعہ مسجد مبارک میں آتے تھے۔
۳- خراس افتادہ مملوکہ مرزا امام الدین و نظام الدین صاحبان
۴- پہلے مہمانوں کے طعام کا انتظام دارالمسیح کے اندر ہوتا تھا پھر اس جگہ لنگر خانہ قائم ہوا۔
۵- اس جگہ موسم برسات میں کبھی کبھار ڈھاب کے پانی سے حضرت مولوی نورالدین صاحب (خلیفہ اوّلؓ) وضو کیا کرتے تھے۔
۶- چبوترہ فصیل جہاں ابتدائی سالانہ جلسہ (۱۸۹۱ء و ۱۸۹۲ء) منعقد ہوئے اور بعد میں وہاں مدرسہ کی عمارت تعمیر ہوئی۔
1951/3/12

تفصیل بابت حصہ نقشہ نمبر۲ (حصہ الدّ ار)

(۱) کمرہ ولادت حضرت امیرالمؤمنین خلیفۃ المسیحؑ الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ (ولادت ۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء)

(۲) ایک کمرہ زیر سقف بیت الفکر نمبر۱۔

(۳) کُوچہ جس پر مسجد مُبارک تعمیر شدہ ہے۔

(۴) گول کمرہ۔

(۵) دیوار جو مرزا امام الدین و مرزا نظام الدین صاحبان نے بنائی اور اس سے مسجد مبارک میں آمد و رفت رُک گئی اور عدالت کے حُکم سے گِرائی گئی۔

(دیکھئے حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۶۶ و صفحہ ۲۷۱)

(۶) یہاں مرزا امام الدین و مرزا نظام الدین صاحبان کا افتادہ خراس ہوتا تھا۔ جو ۱۹۰۷ء میں اُن سے خرید کر دفتر تعمیر ہوا اور اوپر مسجد مُبارک کی توسیع اوّل کی گئی۔

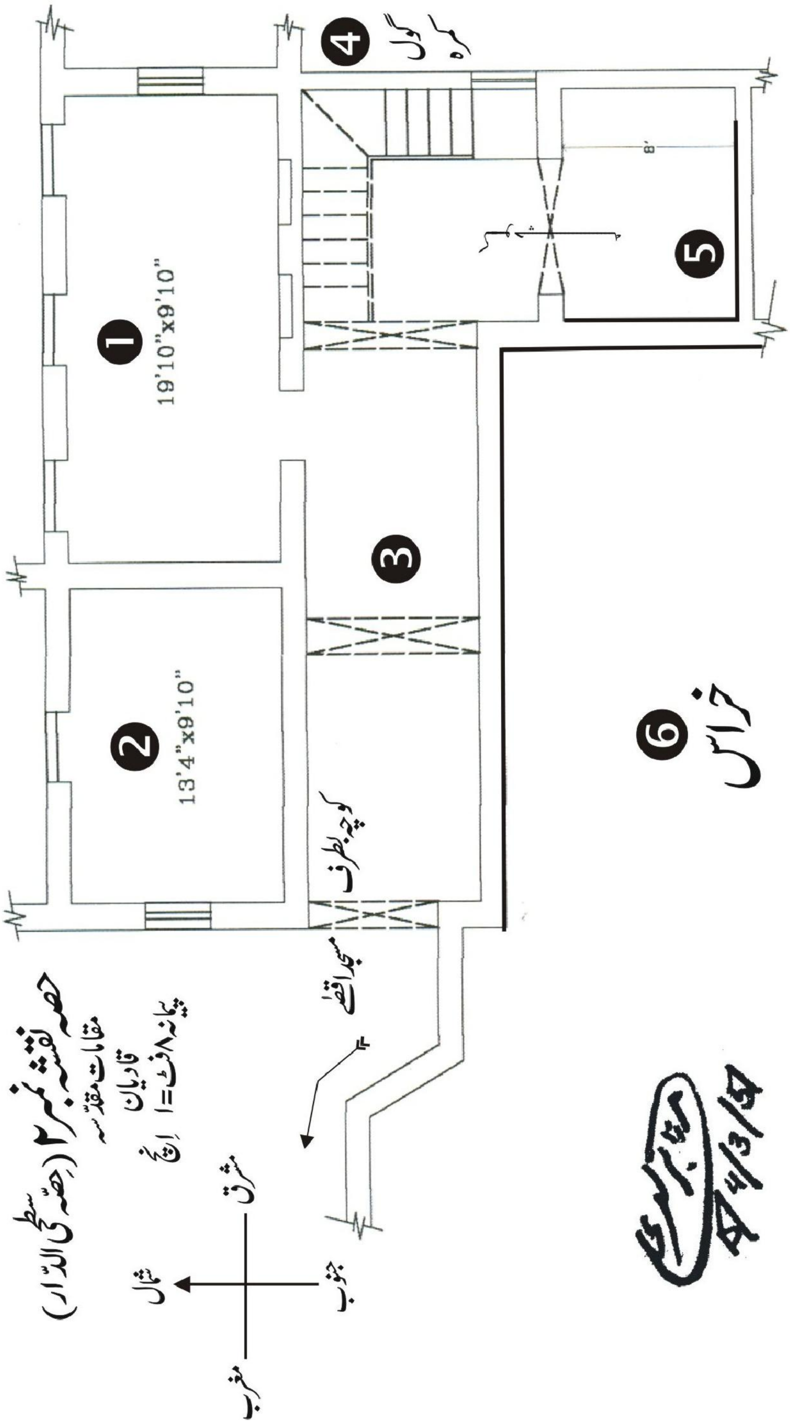

1
19'10"x9'10"
2
13'4"x9'10"
3
4
گول کمرہ
5
8'
6
خراس
کوچہ بطرف
مسجد اقصیٰ
نقشہ نمبر ۲ (حصہ سطحی الدار)
مقامات مقدسہ
قادیان
پیمانہ ۸ فٹ = ۱ انچ
شمال
مشرق
جنوب
مغرب

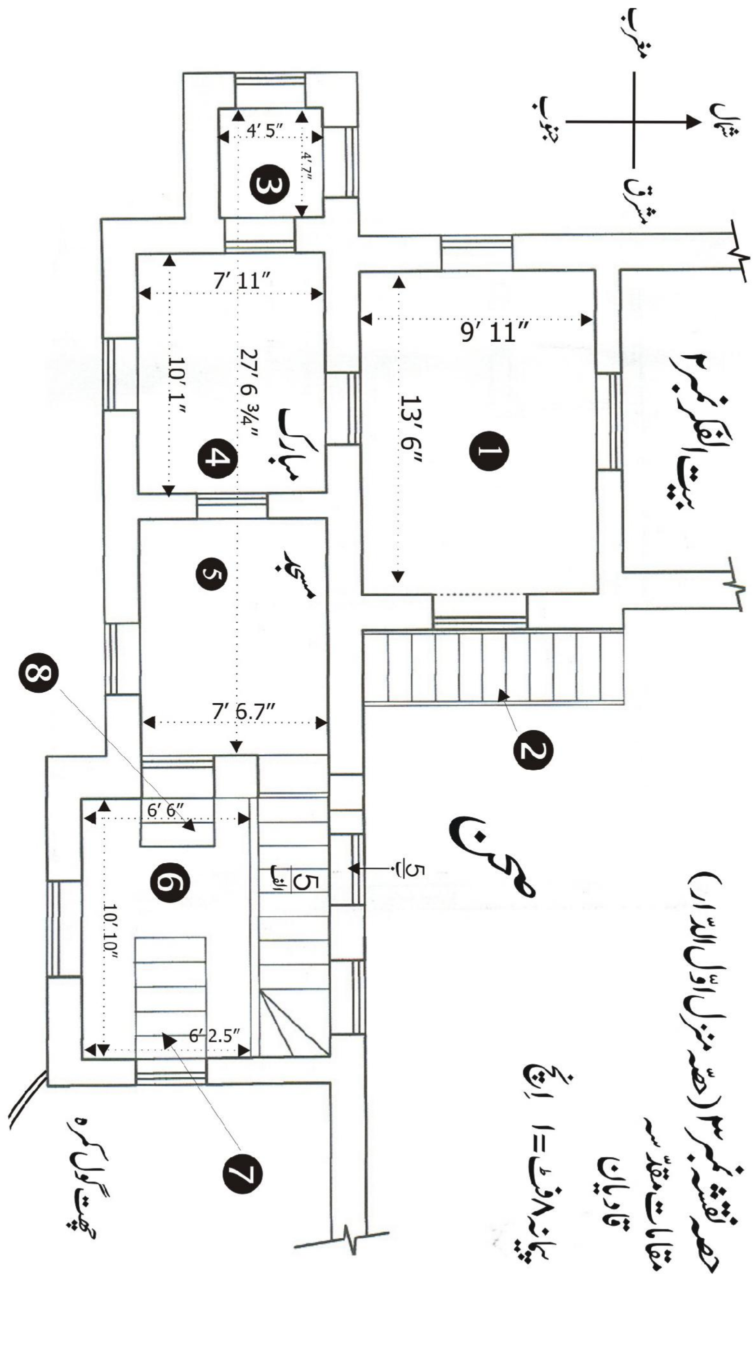
حصہ نقشہ نمبر۳ (حصّہ منزل اوّل الدّار)
مقامات مقدّسہ
قادیان
پیمانہ ۸ فٹ = ۱ انچ
شمال
مشرق
مغرب
جنوب
بیت الفکر نمبر۲
صحن
مبارک
مسجد
چھت گول کمرہ
9′ 11″
13′ 6″
4′ 7″
4′ 5″
7′ 11″
27′ 6 ¾″
10′ 1″
7′ 6.7″
6′ 6″
6′ 2.5″
10′ 10″
5 ب
5 الف
1
2
3
4
5
6
7
8

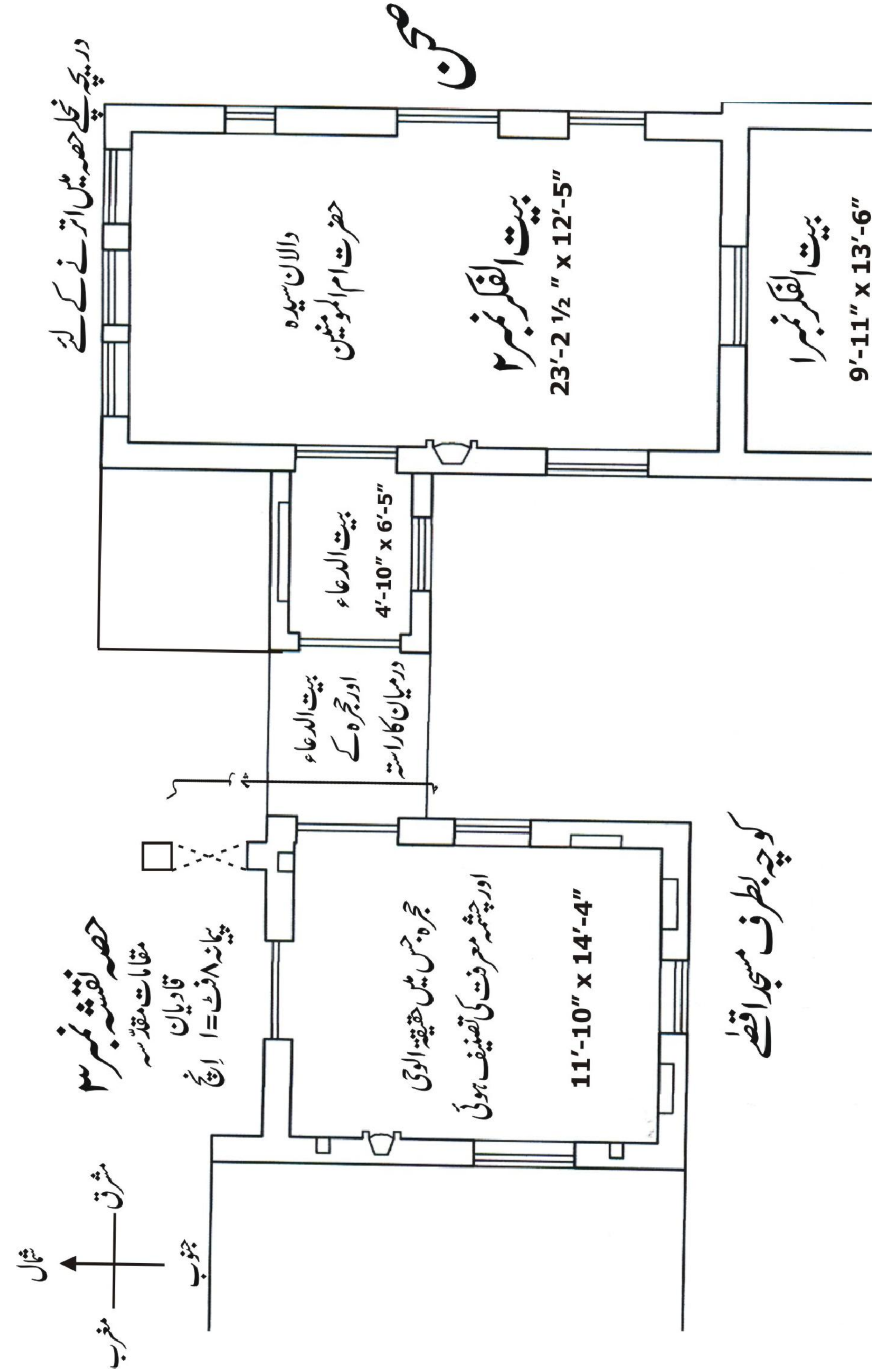
صحن
دریچہ نچلے حصہ میں اترنے کے لئے
دالان سیدہ حضرت ام المومنین
بیت الفکر نمبر ۲
23'-2 1/2" x 12'-5"
بیت الفکر نمبر ۱
9'-11" x 13'-6"
بیت الدعاء
4'-10" x 6'-5"
بیت الدعاء اور حجرہ کے درمیان کا راستہ
حجرہ جس میں حقیقۃ الوحی اور چشمہ معرفت کی تصنیف ہوئی
11'-10" x 14'-4"
کوچہ بطرف مسجد اقصیٰ
حصہ نقشہ نمبر ۳
مقامات مقدسہ
قادیان
پیمانہ ۸ فٹ = ۱ انچ
شمال
مشرق
مغرب
جنوب

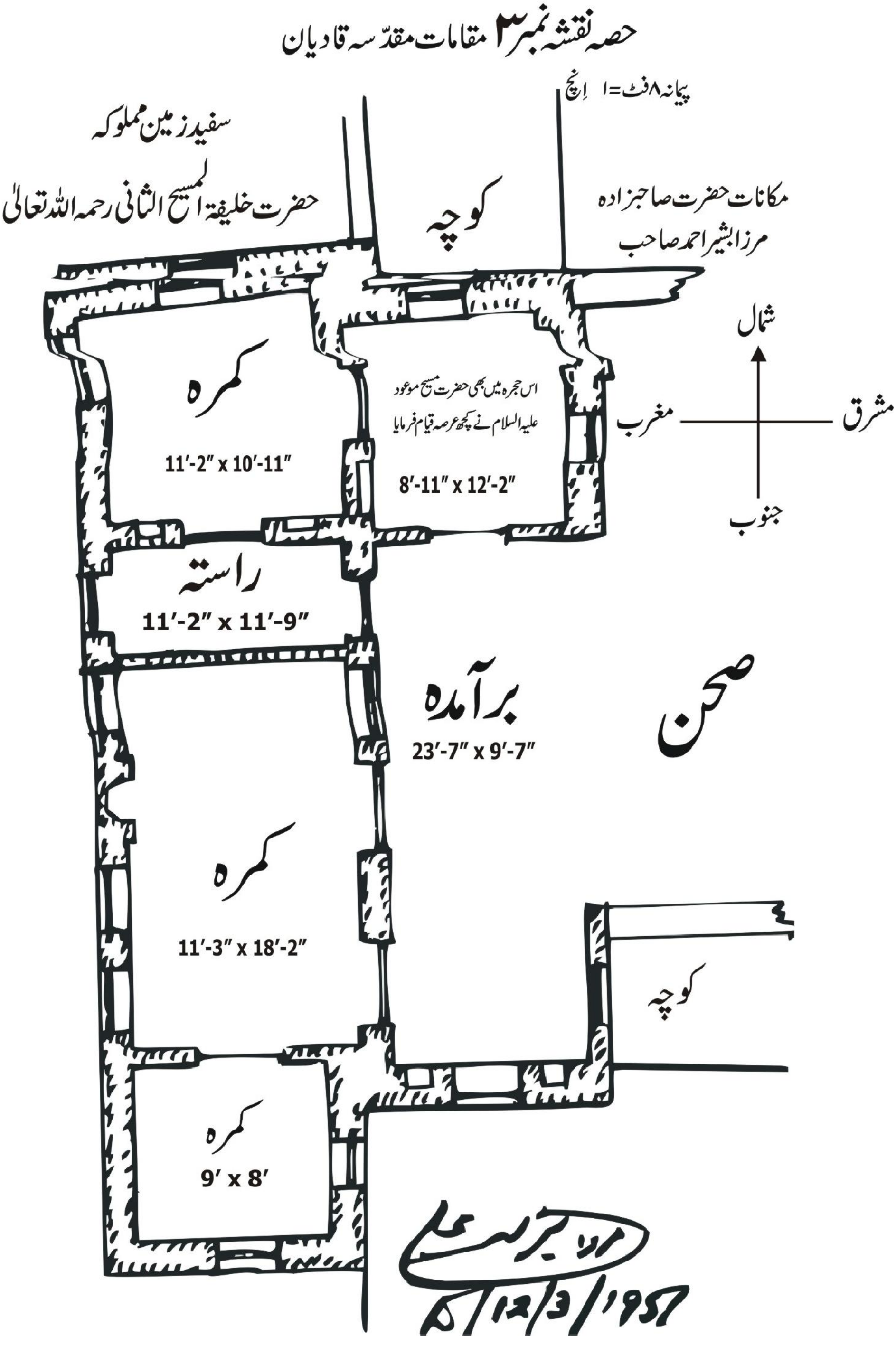

حصہ نقشہ نمبر۳ مقامات مقدّسہ قادیان
پیمانہ ۸فٹ=۱ اِنچ
سفید زمین مملوکہ
حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رحمہ اللہ تعالیٰ
کوچہ
مکانات حضرت صاحبزادہ
مرزا بشیر احمد صاحب
شمال
مشرق
مغرب
جنوب
کمرہ
11'-2" x 10'-11"
اس حجرہ میں بھی حضرت مسیح موعود
علیہ السلام نے کچھ عرصہ قیام فرمایا
8'-11" x 12'-2"
راستہ
11'-2" x 11'-9"
برآمدہ
23'-7" x 9'-7"
صحن
کمرہ
11'-3" x 18'-2"
کوچہ
کمرہ
9' x 8'

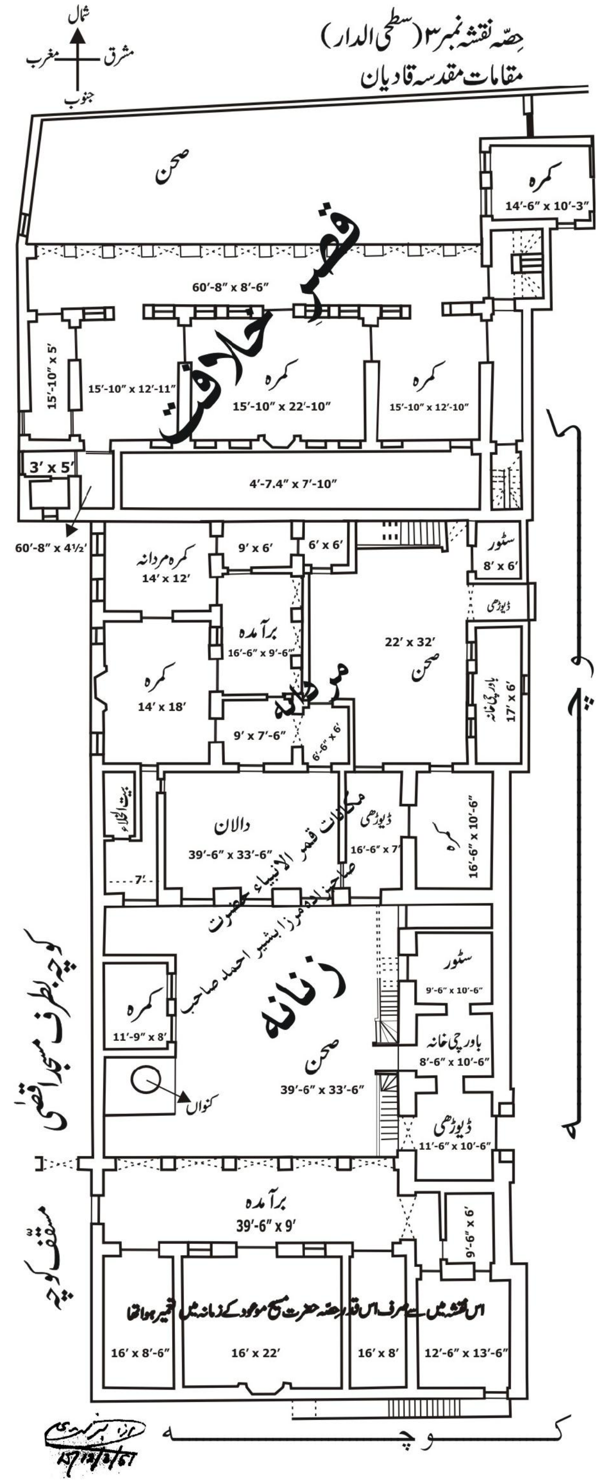

حصّہ نقشہ نمبر۳ (سطحی الدار)
مقامات مقدسہ قادیان
شمال
مشرق
مغرب
جنوب
صحن
کمرہ
14'-6" x 10'-3"
قصرِ خلافت
60'-8" x 8'-6"
15'-10" x 5'
15'-10" x 12'-11"
کمرہ
15'-10" x 22'-10"
کمرہ
15'-10" x 12'-10"
3' x 5'
4'-7.4" x 7'-10"
60'-8" x 4½'
کمرہ مردانہ
14' x 12'
9' x 6'
6' x 6'
سٹور
8' x 6'
ڈیوڑھی
برآمدہ
16'-6" x 9'-6"
22' x 32'
صحن
باورچی خانہ
17' x 6'
کمرہ
14' x 18'
مردانہ
9' x 7'-6"
6'-6" x 6'
بیت الخلاء
دالان
39'-6" x 33'-6"
ڈیوڑھی
16'-6" x 7'
کمرہ
16'-6" x 10'-6"
7'
مکانات قمر الانبیاء حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب
سٹور
9'-6" x 10'-6"
کمرہ
11'-9" x 8'
زنانہ
صحن
39'-6" x 33'-6"
باورچی خانہ
8'-6" x 10'-6"
کنواں
ڈیوڑھی
11'-6" x 10'-6"
کوچہ بطرف مسجد اقصیٰ
برآمدہ
39'-6" x 9'
9'-6" x 6'
مسقف کوچہ
اس نقشہ میں سے صرف اس قدر حصہ حضرت مسیح موعود کے زمانہ میں تعمیر ہوا تھا
16' x 8'-6"
16' x 22'
16' x 8'
12'-6" x 13'-6"
کوچہ
کوچہ

تفصیل بابت حصہ نقشہ نمبر۳

''بیتُ الفکرِ و بیت الذکر۔ وَمَن دخلہٗ کان اٰمناً.........جوشخص بیت الذکر میں با خلاص وقصدِ تعّبد وصحتِ نیت وحُسنِ ایمان داخل ہوگا وہ سوءِ خاتمہ سے امن میں آ جائیگا۔'' ....(اسبارہ میں دیگرالہامات کیلئے احباب براہین احمدیہ حصہ چہارم صفحہ۵۵۷و۵۵۹ومکتوبات احمدیہؑ جلداوّل صہ۵۵ کی طرف رجوع فرمائیں۔(مؤلف)

(۱) بیت الفکر (۲) چوبی زینہ میں جس سے حضرت مسیح موعودعلیہ السلام دارالمسیح سے مسجد مبارک کی چھت پرآتے جاتے تھے۔(۳) بیت الذکر (مسجد مبارک) کا حُجرہ۔مغرب اورشمال کی طرف دو دریچے تھے جو آج تک اصلی حالت میں موجود ہیں (۴) بیت الذکر کا پہلا کمرہ جسے حجرہ کیساتھ ایک کمرہ ملاتا تھا۔ پہلے اور دوسرے کمرہ کے درمیان درمیانہ سائز کا ایک دروازہ تھابیت الفکر میں سے ایک دریچہ(جوآج تک اصلی حالت میں ہے) بیت الذکر کے پہلے کمرہ میں کھُلتا تھا۔اس کے ذریعہ حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کی مسجد مبارک میں آمد ورفت ہوتی تھی۔ جنوبی دریچہ خراس افتادہ مملوکہ مرزا امام الدین و مرزا نظام الدین صاحبان کی طرف کھُلتا تھا۔(۵) بیت الذکر کا دوسرا کمرہ۔اس میں جنوبی جانب ایک دریچہ تھا جوخراس مذکور کی طرف کھُلتا تھا۔(۵)(الف)۔سیڑھیاں جو بیت الذکر کے دوسرے کمرہ سے نیچے کُوچہ تک جاتی تھیں۔آج تک بعینہٖ اصلی حالت میں ہیں۔

(۵)(ب)۔اس دروازہ سے بالعموم حضرت مسیح موعودعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی سَیر وغیرہ کیلئے آمدورفت ہوتی تھی۔ یہ دروازہ (۵)(الف) میں مذکورہ سیڑھیوں سے دارالمسیحؑ میں کھُلتا تھا۔حضورؑ کے عہد مبارک کے بعد یہ دروازہ بند کردیا گیا تھا۔اوراس وقت تک اس کی چوکھٹ دیوار میں نظرآتی ہے۔

(۶) کمرہ سُرخی کی چھینٹوں کے نشان والا۔ یہ پہلے غُسل خانہ تھا۔اس کا دروازہ بیت الذکر کے دوسرے کمرہ میں کُھلتا تھا۔ دروازہ آج تک موجود ہے۔اس کا چوکھٹ پُرانا ہی ہے لیکن کواڑ تبدیل ہوچکے ہیں۔جنوبی جانب دریچہ ہوتا تھا جوتھوڑی تبدیلی کے ساتھ آج تک اسی مقام پرموجود ہے۔کمرہ کے شرقی جانب ایک درمیانہ سائز کادروازہ گول کمرہ کی چھت پر کھُلتا ہے۔ یہ دروازہ پہلے چھوٹا تھالیکن حضورؑ کے عہد مبارک میں ہی جب اس کمرہ کی چھَت اونچی کی گئی تو یہ دروازہ بدل کر بڑا لگا دیا گیا۔ جواَب تک موجود ہے۔

(۷) یہاں پانچ سیڑھیوں والا چوبی زینہ تھا جوسُرخی کے چھینٹوں والے نشان کے کمرہ سے گول کمرہ کی چھت پر پہنچنے کے لئے استعمال ہوتا تھا۔

(۸) بیت الذّکر کے دوسرے کمرہ سے سُرخی کے چھینٹوں والے نشان کے کمرہ سے گول کمرہ میں جوکہ قدرے نیچے تھاجانے کے لئے یہاں دو(۲) سیڑھیوں والا چوبی زینہ ہوتا تھا۔

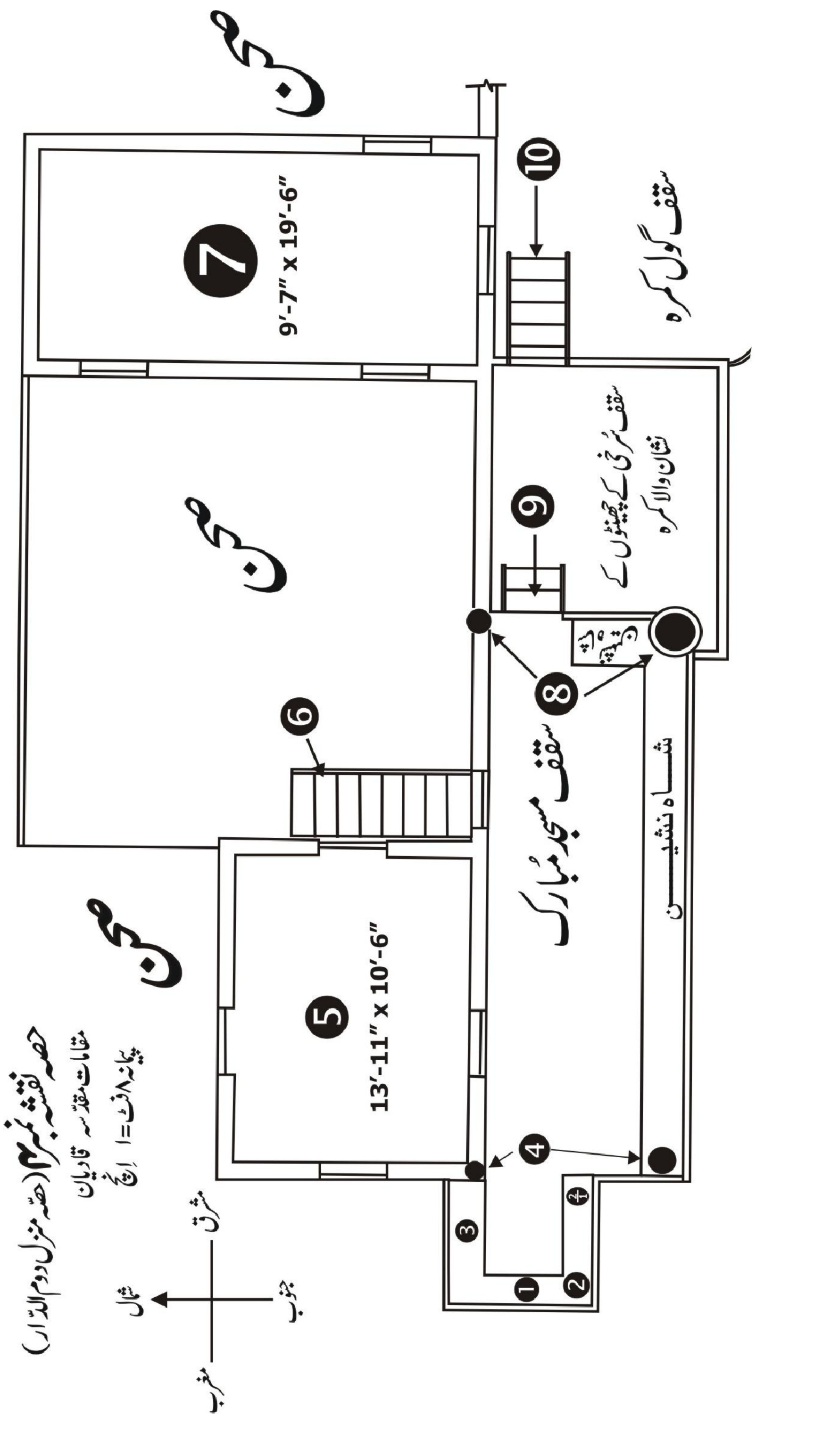

صحن
سقف گول کمرہ
سقف سرخی کے چھینٹوں کے نشان والا کمرہ
سقف مسجد مبارک
شاہ نشین
9'-7" x 19'-6"
13'-11" x 10'-6"
مقامات مقدسہ قادیان
مشرق
مغرب
شمال
جنوب

تفصیل حصہ نقشہ نمبر۴ (منزل دوم)

ا تا ۳۔مغربی شاہ نشین جہاں بالعموم سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بعد نماز مغرب مجلس میں (نشان ا پر) تشریف فرما ہوتے تھے۔حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ عام طور پر نشان ۲ پر اور حضرت مولوی نور الدین صاحبؓ نشان ۲/ ا پر اور دوسرے خاص احباب نشان ۳ پر یعنی حضورؑ کے بائیں جانب اور باقی احباب جنوبی اور مشرقی شاہ نشین پر اور نیچے بیٹھتے تھے۔

۴۔ یہ دو (۲) مینار تھے جن کا نقشہ آگے ایک صفحہ پر درج کیا گیا ہے۔شمال مغربی مینار اب تک بعینہٖ دیوار میں موجود ہے لیکن جنوب مغربی مینار توسیع مسجد مبارک کے وقت اُٹھا دیا گیا۔

۵۔ کمرہ رہائش حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ۔اس کے شمالی جانب کا صحن حضرت مولوی صاحبؓ کے استعمال میں آتا تھا۔کمرہ اور صحن اب تک بعینہٖ موجود ہیں۔یہاں عارضی طور پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رہائش بھی رہی ہے۔

۶۔ چوبی زینہ میں جس کی تفصیل حصہ نقشہ نمبر۳ میں زیر نمبر۲ درج ہے۔

۷۔ کمرہ جس میں مولوی محمد علی صاحب رہتے تھے۔**اِنّی اُحَافِظُ کُلَّ مَنْ فِی الدَّار** کے الہام کے متعلق ایک نشان کا جو ذکر حقیقۃ الوحی نشان نمبر۱۰۳ میں آتا ہے۔وہ اسی کمرہ میں ظہور پذیر ہوا تھا۔اس کمرہ کے غربی جانب پہلے کوئی دروازہ نہ ہوا کرتا تھا۔

۸۔ یہ دو مینار تھے جن کا نقشہ آگے ایک صفحہ پر درج کیا گیا ہے۔دونوں آج تک بعینہٖ موجود ہیں۔جنوب مشرقی الگ بعینہٖ قائم ہے اور شمال مشرقی دیوار کے اندر ہے۔

۹۔ یہاں دو سیڑھیوں والا چوبی زینہ ہوتا تھا جو سُرخی کے نشان والے کمرہ کی چھت سے مسجد مبارک کی چھت پر جانے کیلئے استعمال ہوتا تھا۔

۱۰۔ یہاں پانچ سیڑھیوں والا چوبی زینہ ہوتا تھا جو گول کمرہ کی چھت سے سُرخی کے چھینٹوں والے کمرہ کی چھت پر جانے کیلئے استعمال ہوتا تھا۔

نوٹ: حصہ نقشہ نمبر۳ آئیٹم نمبر ۷و۸ و نقشہ ہذا آئیٹم نمبر ۹و۱۰ میں مذکورہ زینوں کے ذریعہ مسجد مبارک کے اندرونی حصہ سے مسجد کی چھت تک آمد و رفت ہوا کرتی تھی۔

مقامات مقدّسہ (حصّہ باغ شمالی)
قادیان
پیمانہ ۳۲ فٹ = ۱ اِنچ

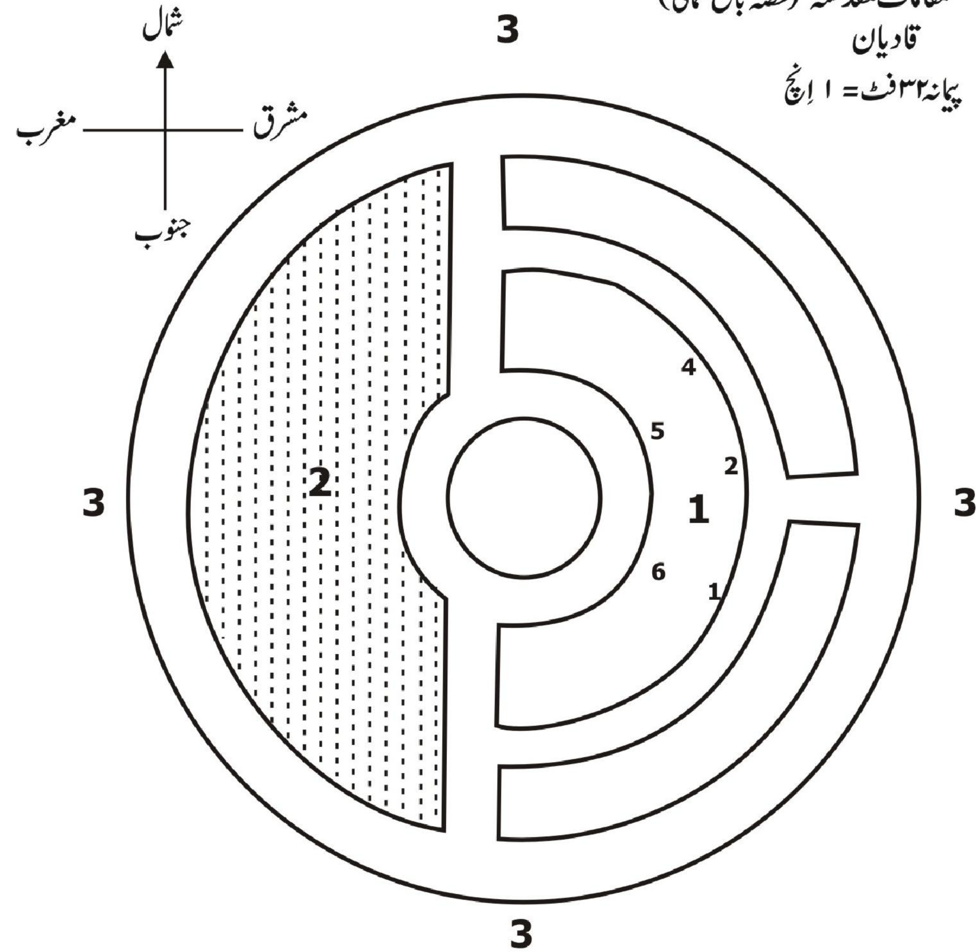

(۱) حصّہ باغ جہاں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جسد اطہر (درختانِ آم ۱ تا ۶ کے درمیان) مورخہ ۲۷ رمئی ۱۹۰۸ءکو صبح سے عصر تک رکھا رہا۔

(۲) حِصّہ باغ جہاں حضورؑ کا جنازہ پڑھا گیا۔

(۳) دائرہ یہ ظاہر کرنے کے لئے بنایا گیا ہے کہ اس کے ایک حصہ میں بیعتِ خلافت اولیٰ ہوئی اور دوسرے حصّے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نماز جنازہ ادا کی گئی۔

4/3/51

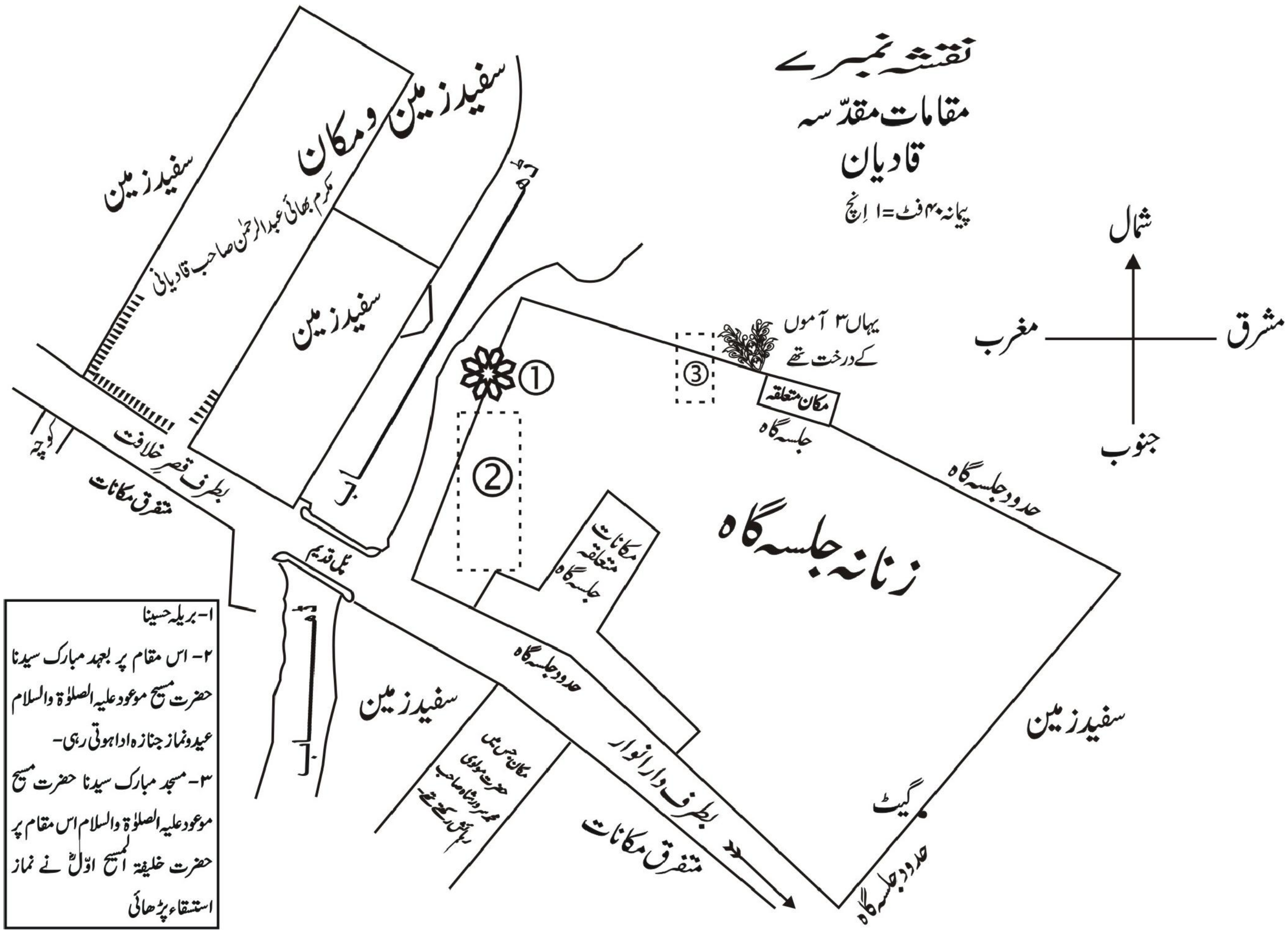
نقشہ نمبر ۷
مقامات مقدّسہ
قادیان
پیمانہ ۴۰ فٹ = ۱ اِنچ
شمال
مشرق
مغرب
جنوب
یہاں ۳ آموں کے درخت تھے
مکان متعلقہ جلسہ گاہ
زنانہ جلسہ گاہ
حدود جلسہ گاہ
مکانات متعلقہ جلسہ گاہ
سفید زمین
سفید زمین و مکان
مکرم بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی
کوچہ
بطرف قصرِ خلافت
متفرق مکانات
پل قدیم
حدود جلسہ گاہ
مکان جس میں حضرت مولوی محمد سرور شاہ صاحب رہائش رکھتے تھے
بطرف دارالانوار
گیٹ
۱- بریلہ حسینا
۲- اس مقام پر بعہد مبارک سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام عیدونماز جنازہ ادا ہوتی رہی-
۳- مسجد مبارک سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس مقام پر حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ نے نماز استسقاء پڑھائی

نقشہ نمبر ۱۱
مقاماتِ مقدّسہ
قادیان

(قبرستان قدیم وعیدگاہ)

پیمانہ ۹۶ فٹ = ۱ اِنچ

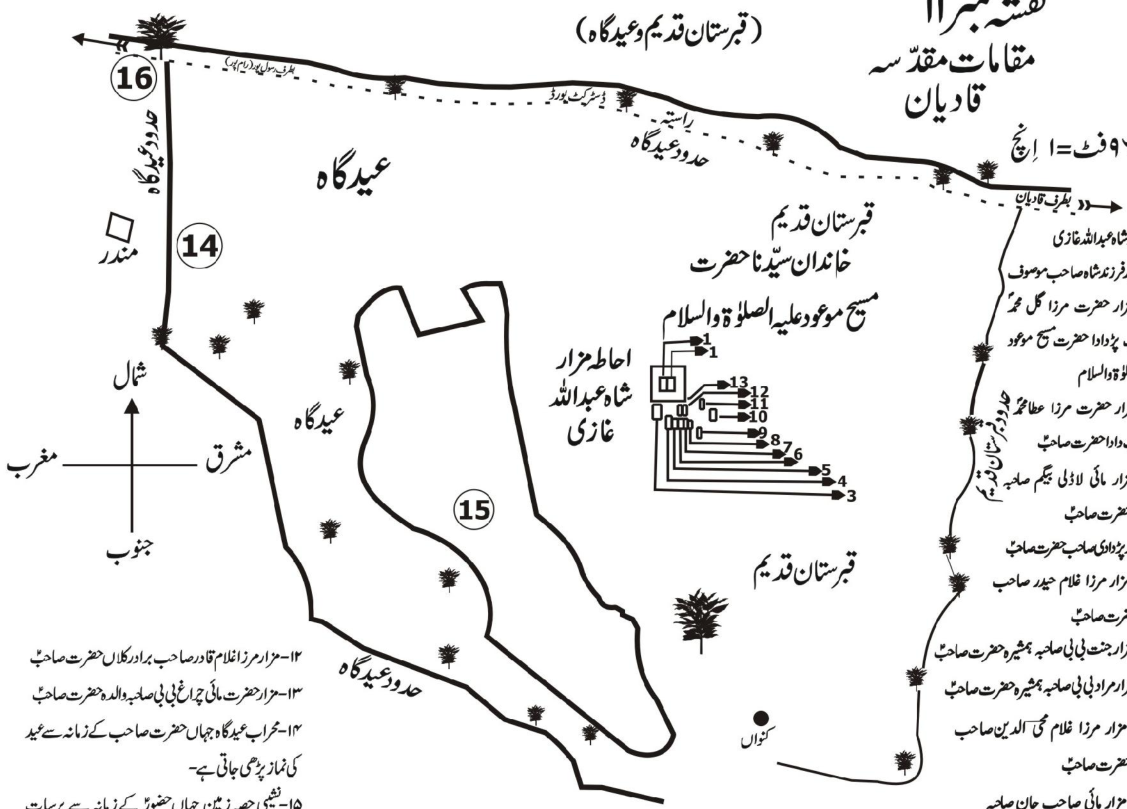

۱-مزار شاہ عبداللہ غازی

۲-مزار فرزند شاہ صاحب موصوف

۳- مزار حضرت مرزا گل محمدؒ صاحب پڑدادا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

۴- مزار حضرت مرزا عطا محمدؒ صاحب دادا حضرت صاحبؑ

۵- مزار مائی لاڈلی بیگم صاحبہ دادی حضرت صاحبؑ

۶-مزار پڑدادی صاحب حضرت صاحبؑ

۷- مزار مرزا غلام حیدر صاحب چچا حضرت صاحبؑ

۸-مزار جنت بی بی صاحبہ ہمشیرہ حضرت صاحبؑ

۹-مزار مراد بی بی صاحبہ ہمشیرہ حضرت صاحبؑ

۱۰- مزار مرزا غلام محی الدین صاحب چچا حضرت صاحبؑ

۱۱- مزار مائی صاحب جان صاحبہ اہلیہ مرزا غلام حیدر صاحب یعنی چچی حضرت صاحبؑ

۱۲-مزار مرزا غلام قادر صاحب برادر کلاں حضرت صاحبؑ

۱۳-مزار حضرت مائی چراغ بی بی صاحبہ والدہ حضرت صاحبؑ

۱۴-محراب عیدگاہ جہاں حضرت صاحب کے زمانہ سے عید کی نماز پڑھی جاتی ہے-

۱۵-نشیبی حصہ زمین جہاں حضورؑ کے زمانہ سے برسات میں پانی کھڑا ہوجاتا ہے-

۱۶-درخت بڑ جو عیدگاہ کی شمال مغربی سرحد ظاہر کرتا ہے-

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم
وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود

رتن باغ

۳۰/۳/۵۰ مکرمی محترمی بھائی صاحب قادیانی

السلام وعلیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہٗ

عزیزم مکرم مرزا برکت علی صاحب کا تیار کردہ نقشہ ربوہ چلا گیا تھا اوراب میرے پاس پہنچا ہے۔ خُدا مرزا صاحب کو جزائے خیر دے۔ میرا مشورہ حسب ذیل ہے۔

1)۔ بیت الدعا کے ساتھ والا شرقی دالان بھی بہت تاریخی اور مقدس ہے اس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی عمر کا آخری زمانہ گذارا اور حضرت اماں جان بعد میں یہیں رہیں یہاں بہت سے الہامات ہوئے۔ بلکہ اماں جان تو اسے بیت الفکر میں شامل کیا کرتی ہیں اور فرماتی ہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ بھی اسے بیت الفکر کا حصہ شمار فرماتے تھے۔

2)۔ بیت الدعا سے غربی جانب کا حجرہ بھی تاریخی ہے اس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حقیقۃ الوحی اور چشمۂ معرفت لکھی اور کُچھ عرصہ رہائش بھی رکھی۔ نیچے کے دالان سے آنے والوں کی ملاقات بھی آخری ایام میں یہیں ہوتی تھی۔

3)۔ گول کمرہ بھی یادگاری چیز ہے اس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام اوائل میں دوستوں کے ساتھ ملاقاتیں کرتے اور کھانا کھاتے تھے۔

4)۔ گول کمرہ کے ساتھ والی کوٹھڑی کا غربی جانب کا دالان جس کا نشان نقشہ میں نہیں لگایا گیا اس میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی پیدائش ہوئی اور بعض دوسرے بچوں کی بھی (مگر یہ قابلِ تحقیق ہے سیرت المہدی سے حضرت اماں جان کی روایت دیکھ لی جائے۔)

5) جب کنواں مسجد اقصےٰ پر نمبر لگایا ہے تو کنواں دارالمسیح پر بھی نمبر لگنا چاہئے یہ تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خود بنوایا تھا۔

6)- حضرت اماں جان کے کنویں والے صحن کی جانب غرب اونچے دالان میں بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام گرمیوں کا موسم گذارتے رہے ہیں۔''

7)۔ اسی طرح میرے مکان کے بڑے دالان میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فروری

والے زلزلہ کے بعد چند ماہ قیام کیا اور مسجد کی مرمت کے زمانہ میں اس میں جمعہ بھی ہوتا رہا ہے-اس کے اندر سے حضرت مسیح موعود کے حجرہ کو لکڑی کی سیڑھی جاتی تھی۔

8)۔سیدہ ام ناصر صاحبہ والے برآمدہ کے ساتھ والے جنوبی دالان میں اور پھر اس کے ساتھ والی جنوبی کوٹھری (متصّل سیڑھی) میں بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی رہائش رہی ہے۔

9)۔اسی طرح سیدہ ام طاہر مرحومہ کے برآمدہ کے ساتھ جانب جنوب والی* چھوٹی کوٹھری میں بھی رہائش رہی ہے بلکہ اس کے لئے حضرت صاحب نے ایک دفعہ امرتسر سے ایک قالین بھی اس کے ناپ کا بنوایا تھا۔

10)۔اگر حضرت مسیح موعود کے مطبع اور مہمان خانے اور باہر کے کنوئیں اور کتب خانہ (بک ڈپو) جس میں اب غالباً امیر صاحب رہتے ہیں وغیرہ کو بھی اس نقشہ میں شامل کرلیا جاتا تو مناسب تھا تا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ذاتی یادگاریں ایک جگہ جمع ہوجائے۔

11)۔مقبرہ بہشتی کا نقشہ مع مکان ملحقہ جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا جنازہ رکھا گیا وہ علیحدہ جانا چاہیئے کیونکہ شاید اس کے ساتھ شامل ہونے کی گنجائش نہ ہو-مرزا صاحب کو سلام اور شکریہ پہنچادیں۔جزاکم اللہ خیراً

خاکسار

مرزا بشیر احمد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم

وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود

رتن باغ

۳/۹/۵۰

مکرمی محترمی مرزا برکت علی صاحب السلام علیکم ورحمتہ اللہ برکاتہٗ

آپ کا خط موصول ہوا اور نقشے بھی۔ میں انشاء اللہ بہت جلد نقشے پر نظر ڈال کر آپ کی خدمت میں اپنی رائے لکھ کر بھجوادونگا اور اس کے ساتھ نقشے بھی۔ پھر آپ اسے ۔۔۔ کروا کے مجھے بھی اس کی تین کاپیاں بھجوائیں۔ پیمائش بھی درج کردی جائے اور اگر عام طریق

---

* مکرم بھائی عبدالرحمان صاحب قادیانی فرماتے ہیں کہ سبقت قلم سے حضرت صاحبزادہ صاحب کی طرف سے جانب جنوب والی کوٹھڑی تحریر ہوگیا ہے-جانب شمال والی کوٹھڑی مراد ہے-(مؤلف)

کے مطابق نقشہ کو شمالی رخ رکھا جائے تو مناسب ہوگا- اس طرح سمجھنے میں سہولت رہے گی۔
اگر عام دستور سے رُخ بدلنا ہو تو پھر شرقی رخ مناسب ہوگا۔
بہشتی مقبرہ کا نقشہ بھی مناسب ہوگا۔ چار دیواری کا نقشہ کافی نہیں بلکہ تفصیل ہونی چاہیئے۔ بشرطیکہ یہ ممکن ہو۔ یہ بات مدنظر رہے کہ اگر کسی وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مزار کا ظاہری نشان موقع پر نہ بھی رہے تو پھر بھی اسے نقشے کی مدد سے قائم کیا جا سکے۔ عید گاہ کا نقشہ تیار کرنے میں اگر کوئی پیچیدگی کا اندیشہ نہ ہو تو بے شک تیار کرلیں ورنہ ضرورت نہیں۔ خواہ نخواہ خطرہ نہ مول لیا جائے۔ البتہ اگر عید گاہ کے قریب ہمارے خاندان کی پرانی قبروں کا نقشہ بن سکے تو اس کی کوشش کریں۔ غالباً اس کا ایک سرسری خاکہ میں نے سیرت المہدی میں بھی دیا تھا اسے بھی دیکھ لیا جائے۔ جزاکم اللہ خیراً۔

خاکسار

مرزا بشیر احمد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم
وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود

۶/۹/۵۰

مکرمی محترمی بھائی صاحب

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہٗ۔

مرزا برکت علی صاحب کا ارسال کردہ نقشہ پہنچ گیا ہے۔ جزاہ اللہ خیراً۔ مگر یہ نقشہ اتنا بڑا اور وسیع ہے کہ اسے ایک عام آدمی کے لئے سمجھنا مشکل ہے۔ بہتر ہوتا کہ ٹکڑے کردیئے جاتے۔ مثلاً " ایک ٹکڑے میں دارالمسیح ، قصرِ خلافت اور مسجد مبارک۔ دوسرے میں مسجد اقصےٰ اور دفاتر صدر انجمن احمدیہ۔ تیسرے میں مدرسہ احمدیہ اور لنگر خانہ اور مہمان خانہ۔ چوتھے میں حضرت مسیح موعود کا مطبع اور حضرت خلیفہ اول کا مکان۔ پانچویں میں زنانہ جلسہ گاہ اور ملحقات اور چھٹے میں مقبرہ بہشتی اور باغ۔ علاوہ ازیں مرزا صاحب نے اصطلاحیں بھی نئی کردی ہے۔ جو معروف نہیں اور ان کا سمجھنا مشکل ہو جائیگا۔ معروف نام استعمال کرنے چاہیئے مثلاً " دفاتر صدر انجمن احمدیہ کو مستورات کے نماز پڑھنے کی جگہ لکھا گیا ہے۔ مکانات

مرزا نظام دین صاحب وغیرہ کو **وامتازو الیوم ایھاالمجرمون** لکھا ہے۔ بے شک اگر تبلیغ کی کتاب بنانی ہوتو ایسے الفاظ لکھے جاسکتے ہیں۔ گو وہ بھی تشریح کے طور پر نہ کہ نام کے طور پر۔ مگر جہاں تاریخی ریکارڈ محفوظ کرنا ہو وہاں معروف لکھنا چاہئے۔ اسی طرح کمرہ تصنیف حقیقۃ الوحی معروف نہیں۔ اس کی جگہ حجرہ ہونا چاہئے۔ جس کے آگے بریکٹ میں بے شک کمرہ تصنیف حقیقۃ الوحی اور چشمہ معرفت لکھ دیا جائے۔ بیت المجاہدہ کی جگہ بیت الریاضۃ بہتر ہوگا یا صرف کمرہ جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے شش ماہی روزے رکھے۔ (کتاب البریہ میں دیکھ لیا جائے کہ روزوں کا زمانہ کتنا ہے) اسی طرح بعض غلطیاں بھی ہیں مثلاً سیدہ ام طاہر مرحومہ کے مکان کی جنوبی کوٹھڑی کو قیام گاہ حضرت مسیح موعود لکھا ہے حالانکہ اس میں حضرت صاحب نہیں رہے۔ بلکہ اس کوٹھڑی میں کچھ رہے ہیں یا کام کیا ہے جو گلی کے اوپر جانب شامل ہے۔ صحن دار حضرت مسیح موعود (نمبر 5) میرے خیال میں غلط معلوم ہوتا ہے۔ اسی طرح ہمارے دادا صاحب کی قبر کو پرانے پختہ فرش کے اندر دکھایا ہے حالانکہ وہ باہر تھی اور اب توسیع میں اندر آئی ہے۔ اطاق پیدائش حضرت مسیح موعودؑ میں اطاق کا لفظ غیر مانوس ہے وغیرہ وغیرہ۔ غالبا" اس نقشے کو آپ نے غور سے نہیں دیکھا اب ضرور غور سے دیکھ لیں۔ تاہم مرزا برکت علی صاحب موصوف نے محنت بہت اٹھائی ہے۔ جزاھم اللہ خیراً۔ میری طرف سے ان کا شکریہ ادا کردیں اور ۔۔۔۔۔ کہ اوپر کے اصولی مشورہ کے ماتحت درست کرلیں ۔ اس کے بعد آپ بھائی عبدالرحیم صاحب اور مولوی عبدالرحمٰن صاحب اور بعض دوسرے پرانے دوست دیکھ لیں۔ نقشے کی وسعت کی وجہ سے میں سارے حصوں کو غور سے نہیں دیکھ سکا۔ فقط

والسلام

مرزا بشیر احمد

نوٹ :

راقم نے کتاب ہٰذا کے ''عرض حال'' میں مقاماتِ مقدسہ کے نقشوں کے تیار کئے جانے کا ذکر کیا ہے چونکہ کتاب کی طباعت کا انتظام بعض سہولتوں کے مدنظر لاہور میں کیا گیا تھا اس لئے ان نقشوں کے بلاک بنوانے کا انتظام بھی وہاں کرنے کے لئے کافی لمبی خط وکتابت ہوئی لیکن اس میں اتنی مشکلات سدِّ راہ بنیں کہ جن کا حل میری طاقت سے باہر تھا۔صرف دونقشوں کے بلاک بنوانے اور طباعت اور کاغذ کے اخراجات کا تخمینہ سات صد روپیہ موصول ہوُا۔مقاماتِ مقدسہ کے نقشوں کی تیاری مکرم مرزا برکت علی صاحب کی دس ماہ کی دن رات کی ان تھک کاوش اور محنت کی مرہون منت ہے۔اور یہ نقشے علیحدہ تیار ہو چکے ہیں۔کتاب کے لئے انتظام نہ ہوتا دیکھ کر انہوں نے مہربانی کر کے متعدّد نقشہ جات از سرِ نو کتاب کے مناسب حال پیمانہ کے مطابق تیار کر دیئے ہیں۔جو سابقہ صفحات میں درج کئے گئے ہیں۔**فجزاہ اللّٰہ احسن الجزاء**۔بفضلہٖ تعالیٰ امید واثق ہے کہ جلد دوم میں بقیہ نقشے بھی درج ہوسکیں گے۔**ولا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم**۔ان نقشوں اور حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب دام فیضہم کے مکتوبات (مشتمل بر ہدایات وروایات) کے اندراج سے یہ مقصود ہے کہ یہ محفوظ ہو جائیں۔(مؤلف)

اشاریہ

اصحابِ احمد جلد اوّل

مرتبہ۔عبدالمالک

اسماء

(ا)

آتھم (پادری عبداللہ آتھم) ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۱۳۳، ۱۸۵

آدم (علیہ السلام) ۵۰

امِ طاہر صاحبہؓ، سیدہ ۵۹

اُمِ ناصر صاحبہؓ ۳۸، ۱۲۳

آمنہ صاحبہ ۸۳

آمنہ بیگم ۱۲۹، ۱۵۸، ۱۶۰، ۱۶۶

احمد (حضرت مرزا غلام احمد مسیح موعود و مہدی معہودؑ)

۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲،
۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶
۵۵، ۶۱، ۶۸، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶
۸۳، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۱، ۹۲، ۹۴، ۹۵
۹۷، ۹۸، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۳۱، ۱۳۲،
۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳،
۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۸، ۱۸۰، ۱۸۸، ۱۸۹
۱۹۱، ۲۰۴، ۲۱۲، ۲۱۴، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱
۲۶۲

صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحبؓ کی وفات
کے متعلق الہامات ۴۱

آپؑ کے صبر کے متعلق ''الحکم'' کی تحریر ۴۷

صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحبؓ کی وفات
پر آپؑ کی تقریر ۵۹

جلسہ کے بارہ میں مخالف علماء کا فتویٰ اور آپؑ
کا جوابی اشتہار ۶۶

تین سو تیرہ صحابہؓ کے قابلِ فخر گروہ کے بارہ میں
آپؑ کا ارشاد ۶۸

آپؑ کی صداقت کیلئے نشان کسوف ۹۳

قادیان میں مدرسہ احمدیہ کا قیام ۹۶

مرزا ایوب بیگ صاحبؓ کے خاتمہ بالخیر کے
بارہ میں خواب ۱۰۵، ۱۰۷

سامنے موجود شخص کے دل میں چھپے سوال کا جواب دینا ۱۱۴۰

مہدی کا ایک نام ''منصور'' ۱۷۱

دین کو دنیا پر مقدم کرنا ۱۸۶

احمد بی صاحبہ ۲۱۲

احمد بیگ مرزا ۷۹، ۸۰

احمد اللہ ۱۳۰

احمد اللہ صاحب، حافظ ۱۳۲

احمد نور کابلی ۱۴۲، ۱۴۳

اخوند صاحب، پیر ۶۵

اعظم بیگ صاحب، مرزا ۸۳

اکبر بیگ صاحبؓ، مرزا ۸۳، ۸۶

اکبر شاہ خان نجیب آبادی ۱۹۰

اکبر، شہنشاہ ۷۹

اکبر علی بابو صاحبؓ ۱۷۵

اکبر یار جنگ صاحب ۲۲۹

اکرم بیگ، مرزا ۱۵۳

الماطفی ۲۳۰

اللہ بخش صاحبؓ امرتسری، میاں ۷۱، ۷۲،
۷۵، ۱۴۰، ۱۵۵، ۱۷۹

امام بخاریؒ ۶۷

امام بی صاحبہ ۲۵۷

امام حسینؓ ۵۵

امام الدین صاحبؓ پٹواری، منشی ۱۱۱، ۱۱۲،
۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸،
۱۱۹، ۱۲۳، ۱۲۵،

امام الدین، میاں ۱۲۰

امۃ الحفیظ ۱۲۰، ۲۱۳

امۃ المنیر ۲۱۳

امۃ النصیر صاحبہ ۲۴

امیر حسین شاہ صاحبؓ، سید ۱۷۸

امیر حسین، قاضی ۲۶۳

امیر علی ۲۲۷

امیر علی شاہ صاحبؓ ۸۸، ۹۰

اویس قرنیؒ ۶۸

ایوب بیگ صاحبؓ، مرزا ۶۶، ۷۹، ۸۳،
۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳،
۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۸، ۱۰۰، ۱۰۲، ۱۰۷، ۱۰۸

دارالمسیح کا پہرہ ۹۷

مرض الموت کا حالات ۹۹

خاتمہ بالخیر کے بارہ میں
حضرت مسیح موعودؑ کا خواب ۱۰۵

مغفرت کی الہامی بشارت ۱۰۶

ب

باقر خان (مجسٹریٹ) ۱۸۸

بانو بی صاحبہ ۲۰۶

بایزید بسطامیؒ ۶۷

بڈھامل، لالہ ۱۵۳

برکت علی صاحب ۲۵۸

برہان الدین صاحبؓ جہلمی ۱۸۸

بشارت احمد صاحب، سید ۲۱۹، ۲۲۱، ۲۳۱

بشارت احمد، ملک ۷۷، ۱۵۹

بشیر احمد صاحبؓ، مرزا ۱۹، ۲۴، ۳۰، ۳۵،
۴۴، ۵۸، ۶۶، ۸۶، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۷،
۱۲۰، ۱۲۷، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۸۵،
۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۲۰۱، ۲۰۹

بشریٰ بیگم صاحبہ، سیدہ ۵۹

بیج ناتھ، پنڈت ۱۳۲

بیگم جان صاحبہ ۷۶

پ

ٹپیل ۱۹۴
پلومر ۱۳۱
پیرساں بی صاحبہ ۲۱۱، ۲۱۶، ۲۵۷

ت

تاجی شاہ ۲۴۵، ۲۴۶
تقی الدین احمد، خلیفہ ۱۹۶

ث

ثناءاللہ امرتسری، مولوی ۱۳۰

ج

جان محمد، میاں ۱۴۳
جلال الدین صاحب قمر ۱۶۹
جمال الدین صاحبؓ سیکھوانی ۱۱۲

ح

حامد علی صاحبؓ، حافظ ۱۲۱
حامد شاہ صاحبؓ، میر ۱۹۲، ۱۹۳۱، ۲۰۱، ۲۰۳
صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب کی
وفات کے متعلق خواب ۵۴
حسام الدین، حکیم ۱۸۹
حسن صاحبؓ، سیٹھ شیخ ۲۱۱، ۲۲۳، ۲۲۹،
۲۳۰، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۶،
۲۳۷، ۲۴۱، ۲۵۰، ۲۵۲، ۲۶۴
حضورؑ کا آپؓ کو "سیٹھ" کے لقب سے یاد فرمانا ۲۱۵
خواب میں آنحضرت ﷺ کی زیارت ۲۱۹
آپؓ کے ذریعہ احمدی ہونے والے آپ کے اقارب ۲۲۱
سادگی ۲۲۶
یادگیر میں احمدیہ لائبریری کا قیام ۲۳۱
سفرِ حج ۲۴۲
وفات ۲۴۹
اپنی وفات اور مقام تدفین کے بارہ میں رؤیا ۲۵۱
حسین بی ۲۳۷
حسین بیگ مرزا ۸۳
حکم دین، میاں ۱۱۱

خ

خسرو شاہ، حکیم ۲۴۸
خصیلت علی شاہ صاحبؓ، سید ۸۷، ۸۸، ۹۰
خلیل احمد ناصر ۲۲۳
خواجہ بی ۲۱۳

د

دولت احمدؓ، صاحبزادہ مرزا ۳۹

ڈ

ڈگلس، کپتان ۹۵

ر

رانی صاحبہؓ محترمہ ۱۹۷، ۱۹۸
رجب الدین، خلیفہ ۷۳
رحمت اللہ، شیخ ۹۱
رحیم اللہ صاحبؓ، مولوی ۶۵، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۸۸، ۸۹
رحیم بخش صاحبؓ، مولوی ۱۱۲، ۱۲۳
رحیم بخش، مولوی ۶۸
رستم علی صاحبؓ، چوہدری ۲۵
رسول بی صاحبہ ۲۱۳، ۲۲۷
رسول بیگ صاحب، مرزا - خلافت ثانیہ
کے بارہ میں آپ کا کشف ۸۳
آپ کی عبادت گزاری، غربا پروری اور تبلیغ کا شوق ۸۵
رشیدالدین صاحبؓ، خلیفہ ۴۳، ۵۳، ۵۴، ۶۰، ۱۹۶
روشن علی صاحبؓ، حافظ ۴۵، ۱۹۱، ۲۳۱
رنجیت سنگھ، مہاراجہ ۷۹

ز

زریم بی ۲۵۷
زینب بیگم ۳۶
زہرہ بی صاحبہ ۲۱۲، ۲۳۰، ۲۶۴

س

سارہ بیگم صاحبہ، سیدہ ۲۳۵
سرور شاہ صاحبؓ، سید ۵۷
سعادت احمد، ملک ۱۲۹، ۱۵۹، ۱۶۱
سعید احمد، ملک ۱۵۲، ۱۵۸، ۱۶۱، ۱۶۶، ۱۷۴، ۱۷۸
سکندر بیگ صاحب، مرزا ۸۰
سکیمپ ۱۷۳
سلطان احمد صاحبؓ، مرزا ۲۴
سلطان بخش، ملک ۱۲۹
سلطان، حافظ ۱۸۸، ۱۸۹
سلطان محمد ۱۸۴
سید احمد ۲۳۳
سیف الدین کچلو ۱۵۱

ش

شادی لال، جسٹس ۱۷۳
شریف احمد صاحبؓ، مرزا ۳۰
شفاء الملک اجمیری، حکیم ۲۴۸
شمشیر بیگ، مرزا ۷۹، ۹۹
شوکت مرحومہ، صاحبزادی ۲۴
شیر علی صاحبؓ، مولوی ۹۴، ۹۵، ۱۰۵، ۱۵۸،
۲۲۹، ۲۵۸، ۲۶۲، ۲۶۳
شیر محمد صاحبؓ، میاں ۲۵۷

ص

صدرالدین، مولوی ۱۹۰
صدیقہ بیگم ۸۴
صلاح الدین، ملک ۱۷۶، ۲۶۶

ط

طہماسپ صفوی ۷۹

ظ

ظہور احمد صاحب ۱۱۱، ۱۱۳، ۱۲۰، ۱۲۱،
۱۲۲، ۱۲۴، ۱۲۶، ۱۲۷

ع

عباداللہ امرتسری، ڈاکٹر ۴۶، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۸
عبدالجبار غزنوی، مولوی ۳۰، ۳۱، ۱۳۲
عبدالحق، ماسٹر ۱۴۰
عبدالحق، مرزا ۱۴۴، ۱۵۲
عبدالحق صاحبؓ، منشی ۱۴۱
عبدالحکیم بیگ صاحب، مرزا ۷۹، ۸۱، ۸۶
عبدالحی ۳۷
عبدالحی صاحب، سیٹھ ۲۱۲، ۲۲۵، ۲۴۱، ۲۴۴
عبدالحی صاحب، عرب ۱۴۱، ۲۱۷
عبدالخالق صاحب، حکیم ۱۵۴
عبدالرحمٰن بی-اے ۲۵۸
عبدالرحمٰن صاحبؓ بھائی ۲۲، ۶۵، ۸۷، ۸۸،
۹۴، ۹۵، ۹۷، ۹۸، ۱۰۵، ۱۲۰،
۱۴۱، ۱۵۴، ۱۹۱، ۲۱۰، ۲۱۵
عبدالرحمٰن صاحب جٹ ۱۹۱
عبدالرحمٰن صاحبؓ، سیٹھ ۲۲، ۲۵
عبدالرحمٰن، خواجہ ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۶
عبدالرحمٰن صاحب فاضل ۱۶۶
عبدالرحمٰن، صوفی ۱۳۵، ۱۵۰
عبدالرحمٰن مونگھیری ڈاکٹر ۲۴۸

عبدالرحمٰن ہندی، ڈاکٹر ۲۴۷
عبدالرحیم صاحب بیگ مرزا ۷۹
عبدالرحیم صاحب نیر ۲۳۱، ۲۳۷
عبدالرحیم بھٹی ۱۸۳
عبدالرحیم صاحبؓ شیخ ۱۰۵
عبدالرحیم صاحب صوفی ۱۳۵، ۱۵۰
عبدالستار شاہ صاحبؓ سید ۳۶، ۳۷، ۵۴،
۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰
عبدالصمد ۱۵۹
عبداللطیف ۱۹۵
عبداللطیف صاحبؓ شہید ۱۴۲
عبداللطیف، شیخ ۲۱۱
عبدالعزیز صاحبؓ، اوجلوی ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۵۳
عبدالعلی صاحب، مولوی ۹۳
عبدالغنی صاحب، مولوی ۲۶۴
عبدالقادر جیلانی، شیخ ۶۷
عبدالغفور صاحب ۱۹۶
عبدالکریم صاحبؓ حیدرآبادی ۲۱۲، ۲۳۰،
۲۵۷، ۲۵۹، ۲۶۲، ۲۶۴، ۲۶۶
آپ کو باؤلے کتے کا کاٹنا ۲۵۸
آپ کی شفایابی ۲۶۱
عبدالکریم خالد ۱۶۲
عبدالکریم صاحبؓ، مولوی ۲۱، ۲۳،
۲۶، ۷۳، ۹۱، ۱۰۵، ۱۰۷، ۱۰۹، ۱۱۴
۱۴۷، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۷، ۱۸۸،
۱۹۰، ۲۰۴، ۲۰۹
عبداللہ الہ دین صاحبؓ ۲۲۹، ۲۳۰
عبداللہ بٹ صاحب ۷۶
عبداللہ چکڑالوی ۷۱
عزیز اللہ، میاں ۱۳۴، ۱۴۴
عصمت صاحبہ، صاحبزادی ۲۴
عصمت نشان ۹۹
عطاء اللہ، میاں ۱۵۹
عطرالدین، ڈاکٹر ۴۳
عطریاب (عطرسنگھ) ۱۸۳
علی احمد حقانی ۸۳
علی محمد قاضی ۱۶۱، ۱۹۹
عمرؓ (حضرت عمر فاروقؓ) ۶۸، ۱۳۶

عمراں صاحبہؓ ۱۸۳
عیسیٰؑ (حضرت عیسیٰؑ) ۳۳

غ

غلام احمد، ڈاکٹر ۱۱۵، ۲۴۸
غلام جیلانی، شیخ ۱۵۰
غلام حسین صاحبؓ ۱۷۵
غلام حسین شاہ، سید ۱۷۸
غلام حیدر صاحب ۱۹۸
غلام رسول صاحب بٹ ۷۵
غلام رسول صاحبؓ راجیکی ۱۶، ۱۰۷، ۱۶۲
غلام غوث صاحب، ڈاکٹر ۷۳
غلام فاطمہ ۷۵، ۷۶، ۱۵۵
غلام فرید صاحب ایم-اے ۴۲، ۱۷۲، ۱۹۳،
۲۰۳، ۲۰۶، ۲۰۷
غلام قادر صاحب ۱۸۷، ۱۹۰، ۲۰۸
غلام محمد امرتسری، صوفی ۷۸، ۱۳۷، ۱۵۸
غلام محمد صاحب بی-اے ۱۸۶
غلام محمد صاحب، چوہدری ۱۸۷
غلام محمد صاحب، صوفی ۱۳۵

ف

فاطمہ بی بی ۹۹
فتح محمد صاحب، چوہدری ۱۶۷
فرزند علی، خان صاحب ۱۵۱
فضل احمد صاحبؓ، مرزا ۲۴
فضل حق صاحب، سردار ۴۶، ۱۴۹
فضل دین صاحب بھیروی ۶۷، ۱۴۶
فضل دین صاحبؓ، حکیم ۱۰۵
فضل الرحمٰن ۲۳۳
فضل الرحمٰن صاحبؓ، مفتی ۱۴۸، ۱۴۹

ق

قادربخش ۷۷، ۱۷۹
قادربخش قانونگو ۱۵۴

ک

کرم دین ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۸۹
کرم النساء ۷۷، ۱۵۵
کریم بی بی صاحبہؓ ۱۲۰، ۱۲۲، ۱۲۴، ۱۳۱
مسجد لنڈن کے لیے چندہ میں زیور دینا ۱۲۵
وصیت کی دہری ادائیگی ۱۲۶

کمال الدین خواجہ ۷۴، ۱۴۰،
۱۴۵، ۱۴۶، ۱۹۰

گ

گوہرالدین، ڈاکٹر ۲۵۷

ل

لیکھرام، پنڈت ۹۷

م

مارٹن کلارک، ڈاکٹر ۹۴
مبارک احمد صاحب ۹۴
مبارک احمد صاحبؓ، مرزا ۱۹، ۲۱، ۲۲، ۲۳،
۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۹، ۳۰، ۳۲،
۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸،
۳۹، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶،
۴۷، ۴۹، ۵۱، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷،
۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۱۸۷
مبارک بیگ صاحبؓ، مرزا ۸۶
مبارکہ بیگم صاحبہؓ، نواب ۱۲۴، ۱۸۰
محبوب عالم صاحبؓ، قاضی ۶۹
محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ۵۰، ۵۴، ۶۶،
۱۳۲، ۱۳۶، ۱۵۲
محمد ابراہیم صاحب بقاپوری ۱۷۵
محمد ابراہیم صاحب، صوفی ۱۹۷
محمد احسن امروہی، ۹۳، ۹۴، ۱۳۲
محمد اسحاق صاحبؓ، میر ۶۷
محمد اسماعیل امرتسری ۱۶۰، ۱۶۳
محمد اسماعیل صاحب، خواجہ ۲۲۷
محمد اسماعیل صاحب، مرزا ۸۷
محمد اسماعیل مولوی ۲۲۸، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۵۷
محمد اسماعیل صاحبؓ منشی ۴۶، ۷۲، ۱۸۳،
۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۸، ۱۹۰، ۱۹۳،
۱۹۷، ۱۹۹، ۲۰۱، ۲۰۵، ۲۰۷
خلافت ثانیہ کی تصدیق میں آپؓ کی رؤیا ۱۹۱
شیطان کو دیکھنے کا واقعہ بیان کرنا ۱۹۵
آپؓ کی اولاد ۱۹۸
آپؓ کا شجرہ نسب ۲۰۰
عہد بیعت کا نبھانا ۲۰۴
آپؓ کے خاندان کے صحابہ ۲۰۹
محمد اسماعیل صاحبؓ، میر ۲۴، ۴۳، ۴۴، ۱۵۹
محمد اعظم صاحب، سیٹھ ۲۱۷، ۲۲۰، ۲۲۲،

۲۲۵، ۲۲۷
محمد الیاس ۲۱۳
محمد بخش ۱۸۴
محمد بخش صاحب، چوہدری ۲۰۱
محمد بخش تھانیدار ۱۱۵
محمد بخش، میاں ۷۱
محمد بشیر بھوپالی ۸۶
محمد چٹو، بابا ۷۱، ۷۵
محمد حسین بٹالوی ۹۴، ۱۱۵
محمد حسین صاحبؓ، حکیم ۷۰
محمد حیات ۱۸۳
محمد خواجہ صاحب ۲۳۶
محمد الدین صاحبؓ، مولوی ۱۹۱
محمد رضوی صاحبؓ ۲۱۴
محمد سرور شاہ صاحبؓ ۱۰۷، ۲۳۱، ۲۶۳
محمد سعید صاحب، میر ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵،
۲۱۶، ۲۲۰، ۲۲۹، ۲۳۱، ۲۶۴
محمد شفیع سیالکوٹی، حافظ ۱۸۹
محمد صادقؓ، مفتی ۸۴، ۹۱، ۹۴، ۹۶، ۹۸،
۱۰۵، ۱۰۶، ۱۶۵، ۲۳۱، ۲۶۳
محمد عبدالرشید، ڈاکٹر ۱۸۷، ۲۲۹
محمد عبداللہؓ سنوری ۴۵
محمد عثمان ۱۵۴
محمد علی صاحب، مولوی ۴۶، ۱۰۵، ۱۱۵، ۱۳۷،
۱۳۸، ۱۴۵، ۱۹۰
محمد علی خان صاحب ۱۸۹
محمد علی خان صاحبؓ، نواب ۵۴، ۹۱، ۱۴۷، ۱۹۴
محمد علی شاہ صاحب ۲۵۳
محمد عبداللہ صاحب قاضی ۲۰۱
محمد عمر صاحبؓ، شیخ ۱۳۷
محمد غوث ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳
محمد یامین صاحب ۴۳

محمود احمد ۲۵۹، ۲۶۴
محمود احمد صاحبؓ، مرزا (حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ)
۲۴، ۳۰، ۴۴، ۵۷، ۵۹، ۷۶، ۸۳،
۸۸، ۸۹، ۹۶، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۱۱، ۱۱۵،
۱۱۶، ۱۱۸، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۳۸، ۱۵۰،
۱۵۱، ۱۵۳، ۱۶۴، ۱۶۸، ۱۷۸، ۱۹۱،
۱۹۲، ۱۹۷، ۱۹۸، ۲۱۲، ۲۲۲، ۲۳۳،
۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۸، ۲۳۹،
۲۴۱، ۲۶۳، ۲۶۴
محی الدین ۲۱۳
مریم بیگم ۳۷، ۵۷، ۶۰، ۶۱، ۶۲
مسعود احمد، ڈاکٹر ۱۱۵
مسعود بیگ، مرزا ۸۹، ۹۳
معراج الدین صاحب عمرؓ ۶۶، ۷۱، ۱۷۹
معین الدین ۲۲۳
منظور محمد صاحبؓ، پیر ۳۷
مولا بخش صاحبؓ، ملک ۴۶، ۷۱، ۷۴،
۷۵، ۷۶، ۷۷، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱،
۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸،
۱۳۹، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۵۰، ۱۵۱،
۱۵۲، ۱۵۴، ۱۵۷، ۱۶۰، ۱۶۲، ۱۶۳،
۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۸، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۴،
۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۸، ۱۸۹

ن

ناصر احمد صاحب، مرزا (حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ) ۱۵۹
ناصر شاہ، سید ۸۴
ناصر نواب صاحبؓ، میر ۱۰۵، ۲۳۲،
۲۶۳، ۲۶۶
نبی بخش ۱۸۳
نبی بخش صاحب رفوگر ۱۳۳
نبی بخشؓ، منشی ۲۷

نثار احمد ۱۲۵
نذیر احمد دہلوی، حافظ ۱۳۱
نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ (حضرت ام المومنینؓ)
۲۱، ۳۷، ۳۹، ۴۱، ۵۵، ۵۹، ۱۲۴، ۱۵۳
نصر اللہ صاحب، چوہدری ۱۹۳
نور الدین صاحبؓ، حکیم (حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ)
۳۶، ۳۷، ۴۴، ۵۳، ۵۹، ۶۰،
۶۷، ۷۷، ۸۳، ۸۴، ۸۹، ۹۱،
۹۵، ۹۷، ۱۰۵، ۱۱۴، ۱۳۰، ۱۳۱،
۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۷، ۱۴۲، ۱۴۳،
۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۸۹، ۱۹۰،
۱۹۱، ۲۱۲، ۲۵۹، ۲۶۲
نور الدین صاحبؓ، ملک ۲۰۰
نیاز بیگ صاحب، مرزا ۸۰، ۸۲، ۸۳، ۹۲

و

وسیم احمد صاحب، مرزا ۱۹، ۱۹۸، ۲۰۱، ۲۰۶
ولی اللہ شاہ صاحبؓ ۱۵۹، ۲۵۹

ہ

ہری، اے-ای (A.E.Hurry) ۱۴۴
ہمایوں (مغل شہنشاہ) ۷۹
ہنری کریک ۱۱۶

ی

یار محمد، مولوی ۱۴۰
یعقوب علی صاحبؓ، عرفانی ۲۳، ۲۴، ۸۹، ۹۶،
۱۴۶، ۲۲۱، ۲۲۹، ۲۳۱
یعقوب بیگ صاحب، مرزا ۶۵، ۷۹، ۸۰،
۸۳، ۸۴، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰،
۹۱، ۹۲، ۹۹، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴،
۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷

مقامات

ا

آگرہ ۱۹۷، ۲۳۷

اجمیر ۱۹۴

اٹک ۲۶۳

افغانستان ۱۴۲

امرتسر ۴۶، ۷۱، ۷۲، ۷۵، ۷۶، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۴، ۱۵۰، ۱۵۶، ۱۶۳، ۱۶۶، ۲۰۶

امریکہ ۵۲، ۲۰۱، ۲۲۳

انگلستان ۱۷۲، ۲۳۸

ایران ۷۹

اوٹکور ۲۲۱

اوجلہ ۱۲۰

ب

بٹالہ ۱۵، ۱۶، ۲۷، ۹۲، ۹۳، ۹۹، ۱۱۱، ۱۳۸

بخارا ۱۹۸

بمبئی ۱۸۴، ۲۱۱، ۲۳۴، ۲۴۷، ۲۶۵

بہادر حسین موضع ۱۱۲

بہاولپور ۸۳، ۱۸۵

بیاور ۱۹۴

پ

پاکستان ۱۵۸

پٹیالہ ۸۶

پشاور ۱۲۹

پنجاب ۱۲۹

پھیروچیچی ۱۱۳

ت

تلونڈی جھنگلاں ۱۱۲، ۱۲۳، ۱۲۴

ٹ

ٹونک ۷۹

ٹن ۲۶۳

ج

جرمنی ۱۷۲

جموں ۸۹

جہلم ۱۴۴، ۲۰۸، ۲۶۴

چ

چنت کنٹہ ۲۱۳، ۲۲۱

چین ۱۳۲

چوہڑکانہ ۱۸۳

ح

حکیم پور موضع ۷۹

حیدرآباد دکن ۱۸۴، ۲۱۱، ۲۱۴، ۲۱۶، ۲۱۹، ۲۲۲، ۲۲۴، ۲۳۳، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۸، ۲۵۰، ۲۵۷

د

دکن ۲۲۰، ۲۲۷

دھاریوال ۱۱۳

دھرمسالہ ۱۲۰

دہلی ۸۶، ۱۴۷، ۱۵۰

دیال گڑھ ۱۱۱

دیوکھیڑہ ۱۹۴

ڈ

ڈلہوزی ۷۹، ۲۳۲، ۲۳۸

ڈیرہ غازی خان ۱۲۹، ۱۵۳، ۱۵۴

ر

راولپنڈی ۸۳، ۱۲۹، ۱۵۹، ۱۶۱

ربوہ ۱۱۱، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۱، ۱۹۷، ۲۰۱

رنگون ۲۱۷

س

ساندھن ۲۴۵

سرگودھا ۱۴۴، ۱۶۲، ۲۵۸، ۲۶۴

سکندرآباد ۲۲۱

سمرقند ۸۷

سوات ۸۲

سیالکوٹ ۷۷، ۱۰۵، ۱۵۷، ۱۵۹، ۱۶۱، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۷، ۱۹۹، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۸

سیکھواں موضع ۱۱۱

ش

شولاپور ۲۱۱، ۲۱۶

شیخوپورہ ۱۸۳

ع

عرب ۲۱۱

ف

فاضلکا ۱۰۵، ۱۰۶

فلسطین ۲۴۶

فیروزپور ۱۰۵، ۱۰۶

ق

قادیان ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۵، ۴۲، ۴۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۴، ۷۶، ۸۴، ۸۶، ۸۷، ۹۱، ۹۲، ۹۷، ۹۹، ۱۰۷، ۱۱۳، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۲۰، ۱۲۶، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۵، ۱۳۷، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۷، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۶۳، ۱۶۶، ۱۶۹، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۳، ۱۸۵، ۱۸۷، ۱۹۴، ۱۹۹، ۲۰۶، ۲۰۸، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۳، ۲۲۸، ۲۳۰، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۲، ۲۶۴، ۲۶۶

قلعہ درشن سنگھ ۱۱۱

قلعہ گلانوالی ۱۱۲

ک

کابل ۱۴۲

کپورتھلہ ۷۱، ۱۰۵، ۱۳۳

کٹڑہ اہلووالیاں ۱۲۹

کٹڑہ بھاگ سنگھ ۷۵

کراچی ۱۹

کرناہ ۲۵۹

کرنول ۲۲۱

کسولی ۲۵۸، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲

کشمیر ۱۲۹، ۱۸۳، ۲۵۹

کلانور ۷۹، ۸۳، ۸۶، ۹۹

کوٹ چھٹہ ۱۵۴

گ

گلبرگہ ۲۱۱، ۲۲۷

گورداسپور ۷۵، ۸۰، ۹۰، ۹۳، ۱۱۱، ۱۱۴، ۱۲۹، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۴۴، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۶۲، ۱۶۶۴، ۱۶۷، ۱۷۴

ل

لاہور ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۹، ۸۴، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۸، ۱۰۵، ۱۱۶، ۱۳۱، ۱۳۷، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۵، ۱۵۷، ۱۷۹، ۱۸۷، ۱۹۰، ۱۹۷

لندن ۱۲۵، ۱۶۵، ۱۹۷، ۲۳۸

لوہ چپ موضع ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۴، ۱۱۹، ۱۲۴

م

محبوب نگر ۲۱۳، ۲۲۱

مدراس ۲۱۸، ۲۲۱

مدینہ منورہ ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۱

مصر ۱۳۱

مکہ مکرمہ ۲۴۲، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۷

مکیریاں ۱۱۳، ۱۹۷

ملتان ۱۲۹، ۱۵۳

ملکانہ ۱۹۴، ۱۹۷، ۲۴۶

منچن آباد ۸۳، ۸۵

مہت پور ۱۹۷

میانوالی ۸۶

میرپورخاص ۷۷

ن

نور پور ۱۴۰

ہ

ہندوستان ۷۹، ۸۷، ۲۴۴، ۲۴۷

ہوشیار پور ۱۲۹، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۹۷

ی

یادگیر ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۸، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۴، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۷، ۲۴۱، ۲۴۴، ۲۵۰، ۲۵۲، ۲۵۷، ۲۵۹، ۲۶۵

یورپ ۵۲، ۲۳۳